



تاریخ اسلام

دار و قلم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تاریخ اسلام

جلد دوم

از عہد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تا بعد حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

تالیف



مولاوی عبدالحلیم صاحب شکر لکھنؤی

۱۳۳۵ھ ۳۳۶ھ ۱۹۲۶ء

طبع دار الفکر بیروت

فہرست مضامین

تاریخ اسلام جلد دوم

باب پنجم

عہد خلافت عثمانی

پہلا فصل

حضرت عثمان غنی

حضرت عثمان غنی کی جانشینی اور آپ کے عہد کا ابتدائی اقتدار

ن شوری کا اجلاس۔ پھر کرن دعویدار خلافت ہے عجب الرحمن بن عوف کا تہرہ سب کی اپنے دعوے کا
حضرت علی کا ارشاد حضرت علی کا ورثہ حضرت عثمان غنی اور حضرت عثمان کا حضرت علی کو حضرت علی
وہ افق کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی عام رائے معلوم کرنے میں حضرت عبدالرحمن کی کوشش پیشورہ کا پھیلاؤ
الرحمن کی دست برداری اور اس کی وجہ حضرت عثمان غنی سے عبدالرحمن کی پوشیدہ گفتگو مسلمانوں کے
مستورہ و حضرات عمار و مقداد کا مشورہ عبداللہ بن ابی مرثد اور عبداللہ بن ربیعہ کا مشورہ بنی ہاشم
بہ اختلاف عبدالرحمن بن عوف کی آخری کارروائی حضرت عثمان غنی کے اقتدار پر بیت حضرت علی کی اور
مقداد اور عبدالرحمن کی گفتگو بعد ہی حضرت علی کے طردار ہے حضرت علی کا ارشاد حضرت عثمان
کا علی عجب حضرت طلحہ نے بھی بیت کر لی۔ منیرہ کے قول پر عبدالرحمن کی برہی اہلاس و انتخاب میں
بیت کا وقت حضرت عثمان کا پہلا کام حضرت عثمان کا خطبہ اور عام بیت۔ پیچیدہ فتنہ کا

مختار بن حشام بن قیس نے قتل کی سازش کی حضرت علی کا فتویٰ اور حضرت عثمان کا فیصلہ زیاد بن ابیہ شاعر کے بے احتیاطی اور سزا قتل ہر مزان کا واقعہ اس کے بیٹے کی زبانی اس واقعہ کی تفصیف حضرت عسکریہ کے آخر عہد کے اسیان ملک کا قیام و ترقی کی معزلی اور سعد کا تقرر عام الرعاف بغاوت اہل اسکندریہ اور ان کی سرکوبی ابن ماس کی عدالت گسری اور فیاضی فیضی اسکندریہ کا انتہام کی بحریہ کی شورش اور اس کی اصلاح سعد کی معزلی اور ولیہ کا تقرر اس تقرر کا باعث سعد اور ابن مسعود میں نزاع اہل کوفہ میں پہلا تفرقہ بغاوت آذربائیجان اور اس کی سرساز فتح آرمینیہ یروشکر عراق مسلمانان شام کی ملک پر آرمینیہ پر شام سے حمزہ روپیوں کا زبردست حملہ ایک ہزار فوجوں عرب یصیب کے کارنامے ان کی افواجیں مسلمان بن رومیہ کی فوجیں حضرت سونہ کاروم پر حملہ روپیوں پر دوسرا حملہ افریقہ پر ابن ابی سرح کی فوج کشی کابل و سیستان پر حملہ چند تفرقہ واقعات

دوسری فصل

صفو ۸۲۹ھ

عہد مکی مسجد مکہ کی تیسرے مسجد نبوی کی تیس تک

مسجد مکہ کی تیسرے عہد راشد بن سعد والی طرآن کا پہلا جہاد افریقہ بحرین ماس اور عبداللہ بن زید و عمرو عبداللہ کا دوسرا جہاد افریقہ بحرین و حاکم افریقہ اس سے مقابلہ عبداللہ بن زید کا افریقہ بانک و شمشوں کی قوت کو شکست دینا ابن زبیر کی کامیاب تدبیر اور فتح و دیگر فوج افریقہ کابل فتح بحرین کی بیٹی کا انجام و غنم کامزدان کا فیصلہ و اہل افریقہ اختلاف اور قیصر کا غلبہ اندلس پہلا بحری حملہ عبداللہ بن زید و اہل افریقہ ایران جہاد بحری جہاد و صفو و فتح اس سے اختلاف تھا حضرت عثمان سے بحری جنگ کی اجازت و سزیرین و مجاہدین کی فتح قبرس و شریطہ صلح ابو ذر و اکی چشم عبرت میں ام حرام کی شہادت پہلے امیر البحر اسلام عہد راشد بن زید ان کی شہادت ان کے قائم مقام حضرت عثمان کی محرم بیوی نائکہ ابوبولی اشعری سے اہل بصرہ کی ناراضگی اور ان کی معزلی عبداللہ بن مامر والی بصرہ اور بہت سے والیوں کا تقرر اور ان کے کارنامے بغاوت فاسس مسلمانوں کو شکست دوسرا سرکوبہ فتح و فتح داراب گرد گرد و گور تائیضی و اسطر پھر فتح ہوا خلافت کی جانب سے جدید اختلافات ابن خاتم کے عروج کی ابتداء مسجد نبوی کی توسیع

تیسری فصل

صفحہ ۵۴ تا ۵۵

(۱۱۶)

مختلف واقعات ہر عثمانی آغاز محالنت تک

حضرت عثمانؓ سے پہلا اختلاف صحابہ کو اختلاف پسند نہ تھا والی کو نہ ولید کا ابتدائی طرز عمل نہ ان سے مخالفت نہ ان پر سیکشی کا الزام نہ حد باری ہونا اور سفولی سید بن ماس حاکم کو نہ ان کا پہلا خطبہ نہ کونے کی نظمیں نہ بیانات خلافت نہ ان کے مطابق عمل نہ حضرت عثمانؓ کا خطبہ نہ سید کا جہاد طبرستان میں نہ حاکم مصرہ امین عامر کی مہم نہ اسانہ نہ سید قوس میں نہ فتح جربان نہ طیسہ کا سخت مرکز نہ اہل جربان کی کشتی زمانہ مابعدیں نہ تنبیہ کے لئے آن کی یہ صلاح نہ علاؤ فقہان پر حملہ نہ قرأت قرآن میں اختلاف نہ جمع قرآن کی جانب حضرت عثمانؓ کی توجہ نہ اس کے مرتبہ نہ کیے ہوئے نہ نحر ہائے قرآن نہ آنحضرتؐ کی انکشتی مبارک کا کنوئیں میں گر کے غائب ہو جانا نہ ابو ذر غفاری کا قہر نہ جناب غریب میں اور ان میں اختلاف نہ ان کی وجہ سے فقر میں شورش نہ مصلوٰیہ نے آڑ مایا اور پیا پیا بارگاہ ت میں ان کی شکایت کا حضرت ابوذر مدینے میں نہ ابوذر ربیعہ میں نہ ان کی وفات نہ جمہور تیسری اذان نہ مصلوٰیہ کو سادہ سیر نام کے حاکم ہو گئے نہ شام پر رومیوں کا بھری حویلی نہ بحر جہک ذات الصدوقی نہ فتح اسلام شکست ب نہ قسطنطین کا انجام حضرت عثمانؓ کی مخالفت کا آغاز نہ

چوتھی فصل

صفحہ ۵۵ تا ۵۶

یزید و مرو کا مارا جانا اور ابن عامر کے کارنا

یزید و مرو کا بھاگنا نہ برف باری سے لشکر اسلام کی تباہی نہ یزید و مرو میں نہ اور اس کا مارا جانا اس میں نشان دہیت نہ شہر بارہم کی آوارہ گردی نہ مرو میں اس کی حالت نہ اس کے ساتھ حاکم مرو کا سلوک نہ یزید کے ہار نہ مرو سے مرنے کی گستاخی اور وہاں باری نہ یزید و مرو کی واسے کے یہاں نہ مابوہ کی قسادت قلبی نہ کمال بے جی سے یزید و مرو کا

ماراجا ناگتسل نزد بخارو کی اور روایت کے نزدیک و کازمانہ مکرانی کے ابن عامر کی ہم چہاد کا آغاز کے کران اور ستار
 محمد بن فتح طہستان کے علاوہ کہوستان کی فتح و فتح رستاق رام کی فتح یا خرو جو میں پیش پر و معاویہ ایک بہادر سالار
 کی شہادت، فتح بہتقی، فتح بسبت و اسفلین وغیرہ، نیشاپور کا محاصرہ، اور اس کی فتح، فتح سواد ابلی، فتح
 فتح شہر شہس، فتح تلوس، فتح ہرات و بادغیس و بدخشان، فتح مرو، فتح سج و طہارستان پر فوج کشی و فتح رستاق کی
 کہوستان میں اذان کی فتح، مرو و فتح ہستاق، فتح ایک فیصلہ کن لڑائی، جنگ جو زبان، مجاہدین کو ان کے
 سپہ سالار اعظم کی نصیحت، جو زبان کی فتح، فتح طالقان و فاراب، فتح بلخ و خوارزم پر حملہ، اس میں ناگتسل
 نوروز کا نذرانہ، کران میں مجاہدین کی کارگزاریاں، اور فتح سیرجان، فتح بیرفت، و افانہ پر حملہ، و
 فتح ریح کے کارنامے، فتح زانی، فتح کرکویہ، فتح رشت، فتح ناشر و دوسرے، فتح زریج، فتح موضع، و طہارستان
 بغداد، سیستان، حسن بھری ریح کے فتنے، عجب الرحمن بن عمر، نئے والی سیستان، و کر فتح، و ریح
 فتح کش و فتح ودان، بے طبعیت شکنی، فتح کابل و زابلستان، سیستان پھر باغی ہو گیا، فتحوں کی شکست
 میں ابن عامر کا حج و فتح ترکمان کے

پانچویں فصل

صفحہ ۵۷۶ تا ۵۸۷

دیگر فتوحات اسلام اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفین

چند واقعات کے قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا پہلا حملہ ایک مجاہدہ خاتون کے بغاوت سے تھا۔ جنگ الجند و النون
 شہادت اور مسلمانوں کو شکست کے ترکستان میں قارن کی شہر شہس، جالاک ابن خازم، ان کی کارگزاری و فتح
 قارن مالا گیا، ابن خازم حاکم خراسان، حضرت عباس و دیگر اکابر صحابہ کی وفات کے روم و مصر میں عدلی
 ترکستان میں فتحیں، قبرص دوبارہ فتح ہوا، قبرص میں مسلمانوں کا آباد ہونا، سعید والی کوثر اور ان کے ہم
 کوثر میں فتنے کا آغاز، حضرت عمر کی آل ابیہی واقعہ دوسری روایت سے مخالفین خلافت، علی
 اور حضرت ملویہ کے ان لوگوں کی کیفیت بارگاہ خلافت میں دشمنان خلافت اور عجب الرحمن بن خالد کے ایک
 بارگاہ خلافت میں، مصر کے فتنے، عجب الرحمن بن سبا، اس کے عقائد، اس کی فتنہ انگیزی، و غلط افواہوں کی

عمار بن یاسر کا فتیہ میں پڑ جانا ۲۳۳ھ کا حج کی وفات متھداد

چھٹی فصل

صفحہ ۵۹ تا ۵۹۰

خلافت عثمانی کے آخری پرشورش ایم

۱۔ پرشورش کا بڑھنا: کوثر کا مہزین سے خالی ہو جانا، یزید بن قیس کا فتیہ، نکاح، ہوتے ہوئے
 فتیہ، سندھ، انجیری، اصلاح اور اس میں ناکامی، پرشورش جوحد، سید کے ایک غلام کا مارا جانا، شورش
 بن عبدالقیس کی حضرت عثمان سے گستاخانہ گفتگو، اور آپ کی ناراضی، ممتاز والیوں کی عید شورش
 شورش، ابن عامر کی رائے، سعید اور حضرت سمویہ کی رائیں، حبشہ بن سعد کی رائے، عسکری بن عامر کی رائے
 والیوں کی واپسی، ابو موسیٰ اشجری کا تقرر ولایت کوثر پر، ابو موسیٰ کی فہمائش اہل کوثر کو، خدیجہ فشقار میں وفات
 کی نازک حالت، حضرت علی کا مشورہ حضرت عثمان کو، حضرت عثمان کا جواب، باہمی رو، قذیح، حضرت عثمان کا
 خطبہ، شورش اور شورش کی تفتیش، حج میں اس سال، حضرت عثمان کا معین، اور والیوں کا معین، حضرت عثمان کا استیفاء
 سعید کا جواب، ابن سعد کا جواب، سمویہ کا جواب، عمر بن عامر کا جواب، حضرت عثمان کا اندیشہ، سمویہ کو پختہ وقت ہو چکی بنی
 مدینہ میں سمویہ کی تقریر، حضرت علی اور سمویہ میں ایک جھڑپ، حضرت عثمان کا ارشاد، بنی نوگن کو جو دی گیا نقد
 ان سے واپس لیا گیا، سمویہ کا مشورہ اور حضرت عثمان کا نہ ماننا، سمویہ کی آخری تقریر، اکابر صحابہ کے سامنے

ساتویں فصل

صفحہ ۵۹۱ تا ۶۰۳

بلوایوں کی شورش

وفات، اس شدہ کو صد ہر، حضرت عثمان کی اہست الی ہر و انگریزی، اعتراض، اور اس کا جواب، مدہ و انگریزی

اس کا جواب بنی امیر کا خیال حضرت عثمانؓ کی بخشش میں۔ عام اہل بیتؓ کی مخالفت جناب سہیلؓ کی ان کو
دھکی کے سہیل کا خوف اس شورہ میں حضرت عثمانؓ کی نیک نفسی سہیل کا آخری مشورہ اور انتقام خون عثمانؓ کا حق سہیلؓ کا
بیرہنی ملا دیں غدر کا اس عداوت خود بعض مدینے والوں نے بلوایوں کو بلایا اور ان کی روٹھی مہر کے بلوایوں کی کہ کوڑے سے
بلوایوں کی کہ بصرے کے بلوایوں کی کہ مہر والوں کی اطلاع حضرت عثمانؓ کو آپ کی تقریباً مام میں عبد اللہ
ابن سعد بن ابی وقاص کے بلوایوں کے پٹاؤ اور ان کے ارادے کے حضرت طلحہ اور زبیر اور علیؓ کے طرہ دار ان کے
ہمدرد میں دینوں سا جوں سے انکار کیا اور حضرت عثمانؓ کے معاون ہیں حضرت عثمانؓ کی خواہش سے
ان علیؓ کا جانا اور بلوایوں کو واپس کرنا حضرت عثمانؓ کا علانیہ اقرار و مردان نے ان کی رائے بدل دی
میں حضرت عثمانؓ کی پریشانی آپ کی غصہ کی گفتگو حضرت عثمانؓ سے جناب نائلہ کا حسب
بھیجا۔ جناب عثمانؓ کا حضرت علیؓ کے گھر جانا اور یہ توجہ واپس آنا اس عداوت میں عداوت کی سخت خلاف
فتح کے پھر واپس آنے کا سبب حضرت عثمانؓ کا خط اس کا ذکر حضرت عثمانؓ کے سامنے اہل حضرت
عثمانؓ کے سامنے حضرت عثمانؓ کا خط سے انکار اہل مصر کا اصرار کہ خلافت کو چھوڑ دیجیے حضرت عثمانؓ کا اس سے
انکار اہل مصر کا دعویٰ کہ حضرت عثمانؓ کا جواب حضرت عثمانؓ کا معاہدہ بتدلی یا م معاہدہ یا انیا ملک کی مائے بلوایوں
پہلی چہرہ دہی آپ اہل بیتؓ کو دے دے دے ہیں حضرت عثمانؓ کو بنی سہیل دھکی حضرت عثمانؓ نازلہ سے بھاری دے گئے

اٹھویں فصل

صفحہ ۶۰ تا ۶۲

حضرت عثمانؓ کی شہادت

مردان کا غلط مشورہ حضرت علیؓ سے استعانت و وقتی صلح اور اس میں پھر بلوایوں کا زور حضرت عثمانؓ کا
جواب کو ٹھہرے آپ کی تقریر و مخالفوں کا جواب آپ کے حامی و معاون آپ کے پاس آنے جانے اور
اور اسے پانی کی روک پانی پہنچانے میں حضرت علیؓ کی ناکامی و ام المومنین ام حبیبہؓ کی ناکامی کو ٹھہرے آپ کی
تقریر و محمد بن ابی بکرؓ کی کج روی و قاتلہ ج کے ساتھ ابن عباسؓ و حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کی مخالفت کی آمد قتل عثمانؓ
یہ انجیل کی آواز گئی آپ کے دروازے کا مکر آپ کا اپنے طرفداروں کو روکنا اور باہر نکل آنا ابن سلام کی نصیحت
باغیوں کو اور پھر ان کی خوشخبری آپ کو بنی ربن عیاض کا آجانا ان کے قاتل کے دینے سے حضرت عثمانؓ کا بچنا

آپ کے دروازے میں آگ لگائی گئی، آپ کی اسے الہیت پر پھر آپ اپنے طرفداروں کو روکتے ہیں، یہ غیرہ بن شہید کا شور، حضرت عثمان کا جواب، بلوایوں پر حملہ، مروان کا اتفاق سے بچ جانا، محمد بن ابی بکر کی آخری تدبیر، دوسرے مکان سے ہو کر جا پہنچنا، جن لوگوں کو قتل کی جرات نہ ہوئی، محمد بن ابی بکر کی گتائی، حضرت عثمان کا مرنے کے لیے تیار ہونا، بدساشوں کا زہر، آپ کی انگلیاں کٹ گئیں، کاری ضرب اور شہادت، حضرت مالک کی انگلیاں کٹنا، ایک بدساش کا مارا جانا، آپ کی شہادت کی شہرت، حضرت علی کو بحد صدیر، زمانہ شہادت اور عمر وغیرہ، آپ کے خون آلود کرتے کا سٹوپہ کے پاس جانا، شام کی ملک کا راستے سے واپس جانا، بدساشوں کا نام ہونا، تین دن کے بعد دفن ہونا، دفن میں مزارتیں اور جھگڑے، آپ کی شہادت پر مرثیے، اصل حقیقت، حضرت عثمان کی برأت، بدساش مدینے سے کیوں نہ نکالے جاسکتے، انکی شورش، اور آپ کو شہید کرنا، آپ کی شان شہادت، تمام کبار صحابہ کی براہ راست۔

نویں فصل

صفحہ ۹۲۲ تا ۹۲۲

حضرت عثمان کے حالات زندگی کا ایک عام نظر

آپ کا خاندان خوبیاں اور ہر دو لغزینی، بہترین نبی اُمیہ، کب ایمان لائے، دامادی رسالت کا محض توجیب پر ثابت قدمی، ہجرت حبش، ہجرت مدینہ، حلیہ مبارک، حضرت رسول اللہ اور حضرت ابراہیم سے مشابہت، گفتگو، بھلائی، بکت غزوہ بدر، دوسری نخت جگر رسالت سے نکاح، لقب نبی التورین، بیویاں اور اولاد، اولیائے بیت عثمان، دینمدی اور خدمت میں، بیرومہ کی خریداری، مسجد نبوی کی توسیع، غزوہ تبوک کے لیے فیاضی، اُحد میں بھاگنا اور قصور کی معافی، بیت حدیبیہ میں آپ کی فضیلت، خدمت رسالت، رسول خدا کا دعائیں دینا، حفظ قرآن، عبادت و قیام زووں کی کنالت، عدیم المثال فیاضیاں، غلام آزاد کرنا، سب اولیٰ خوف آخرت، بصیر و شکور، رسول اللہ صلعم نے شہادت کی خبر سے دی تھی، ہر سال حج کیا، خانہ کعبہ کی خدمت، کجوبازی، اور غلیل بازی سے روکنا، مخالفین نیک نفس نہ تھے، محمد بن حذیفہ، محمد بن ابی بکر، کعب بن زہری الخ، کعبہ عمیر بن ضامی، کبیل بن زیاد، حضرت علی کی برأت، تمام اس پر حمے لوگ، آپ کے خونی سے بری تھے۔

باب ہشتم

خلافت علی رضی اللہ عنہ

پہلی فصل

صفحہ ۶۲۳ تا ۶۲۷

حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت

اختلاف صحابہ و شہادت عثمانؓ کے بعد و سلاوین حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت برپا کرنے روایت اول :
 وہ سرحدی روایت : مدینہ کی حالت : انتخاب فیلقہ میں اختلاف : سعد کا خلافت سے انکار : حضرت علیؑ کا بھائی قبول کرنا :
 طلحہ و زبیر پر چیر : حضرت علیؑ کا خطبہ : طلحہ و زبیر کی علانیہ بیعت : سعد اور عتبہ راشد بن عامر کا قاتل : جن اکابر صحابہ نے
 بیعت نہیں کی : بیعت کرنے والوں کی شرط : حضرت علیؑ کی تقریر قتل عثمانؓ کی تحقیق : تأیید عثمانؓ کو سزا دینے پر
 حضرت علیؑ کا غدر : حضرت علیؑ سے ناراضی کا آغاز : حضرت علیؑ کی استقامت : فتنہ جو غلاموں کی طرف : بددیوبوں کی
 ناراضی : اور دونوں کی سرکشی : طلحہ و زبیر کو مدینہ میں روکنا : سفیر کا مشورہ : حضرت علیؑ کو عتبہ راشد پر شک :
 حضرت علیؑ کا انکار : ابن عباس کا حکومت شام سے انکار : بیعت علیؑ کی اطلاع دینا : اسلام میں : مہاجر کا انکار :
 سفیر کا حکومت شام لینے میں : عذر : اس زمانے کے دالیاں : ملک : حضرت علیؑ کے جدید وانی : جدید وانی شام کی
 کامیابی : مصر کی حالت : مصر سے کی حالت : کوثر کی حالت : یمن کا حال : حضرت علیؑ کی تجویز : اس کوثر کی طاعت :
 مہاجر کے پاس حضرت علیؑ کا خط : مہاجر کا جواب : اس جواب کے مدینہ میں پہنچنے کی شان : مدینہ میں قاصد
 مہاجر کی شہر رسی : حضرت حسنؓ اور حضرت علیؑ میں گفتگو : سفیر کی اطلاع : اہل مدینہ کی فکر : طلحہ و زبیر کی امیدیں :
 ان کا مدینہ سے مکہ جانا : فوج کشی و ترتیب لشکر : حضرت علیؑ کا خطبہ اعلان جنگ : حضرت عائشہ و طلحہ و زبیر کی بغاوت
 کی اطلاع : اہل مدینہ کی ہستی : ابن عمر کی اطلاع : ان کا مدینہ سے ہجرت جانا : حضرت علیؑ کا تہذیب اور طریقہ :
 اہل مدینہ کی ہستی : ابن عمر کی اطلاع : ان کا مدینہ سے ہجرت جانا : حضرت علیؑ کا تہذیب اور طریقہ :
 اہل مدینہ کی ہستی : ابن عمر کی اطلاع : ان کا مدینہ سے ہجرت جانا : حضرت علیؑ کا تہذیب اور طریقہ :

دوسری فصل

صفحہ ۶۴۸ تا ۶۶۴

بصرے پر حضرت عائشہ کا تسلط

حضرت عائشہؓ کی مخالفت، آپ کا خطبہ اختلافت، جو جس مخالفت، مخالفت کی قوت، ابن عامر کی رائے اور ان پر اعتراض کر دینے جانے میں قائل، عبداللہ بن عمر کا انکار اور غدر، اور امہات مومنین کی تلخ دلی، لشکر کی تیاری بصرے روانہ ہونا، مردان کی فتنہ انگیزی، یوم النجیب، بنی امیہ کے خیالات، فرزندان عثمان، ناقہ عائشہ، آجینا بصرے میں پہنچنا، بصرے کے باہر پٹاؤں اور اہل شہر کو نرسہ، دلی دستورین، رہبر، عثمان بن عفیف، دلی بیہوشی مخالفت، عمران و ابوالاسود حضرت صدیقہ کی خدمت میں، حضرت طلحہ کی خدمت میں، حضرت زبیر کی خدمت میں، ام شریکہ کا خطاب، دلی کاراؤہ پر فاش، ایک فریب کی کارروائی، اور اس میں ناکامی، دونوں طرف کے لوگوں کا جاؤ، طلحہ زبیر کی تقریریں، مجمع کے مختلف خیالات، چل گئی، حضرت عائشہ کا سبوتا خطبہ، آپ کے خطبہ کا اثر، ایک مخالفت کا حضرت صدیقہ کو سمجھانا، طلحہ زبیر پر ایک مخالفت کا اعتراض، لڑائی شروع ہو گئی، حضرت صدیقہ کا ہٹ جانا، آجینا ستاروں کا مارا جانا، بھینڈا رخانے کے پاس کی لڑائی، شہر و ضلع، اہل بصرہ کا سفیر دینے میں، مدنیہ میں انحصار، حق کا جو جس، حضرت علیؓ کا حکم عثمان کو، عثمان کی مخالفت معاہدہ، مسجد کا ہنگامہ، عثمان بن عفیف کی گرفتاری، ان پر ظلم ہونے کی دوسری روایت، تیسری روایت، اس روایت کے مطابق طلحہ زبیر دار اہل بصرہ کی گفتگو، حکم کا سرکاری روایت کے مطابق، اس کی اور ابن زبیر کی گفتگو، اس کا حملہ، اس کا مارا جانا، قاتلین عثمان سے انتقام، بصرے کے طرذاران علیؓ، تقسیم وظیفہ و انعام، اور شہر والوں کو اطلاع، طلحہ زبیر کے ہاتھ پریت اس فتنے کے زبیر کا اندیشہ۔

تیسری فصل

صفحہ ۶۶۵ تا ۶۸۱

دینے سے حضرت علیؓ کی وادگی کو فہم قبضہ اور لڑائی قبل کے واقعات

حضرت علیؓ کو اطلاع، آپ کے انقا، حضرت ام سلمہؓ کی نفاقت، مدینہ سے روانگی، عبداللہ بن سلام کا

روکنا اور ناکامی کا رنڈ میں درود حضرت حسنؑ کے خیالات، حضرت علیؑ کا جواب، آپ سفارت کو نہیں، آپ کا
 خطبہ، رنڈ سے کوئی، آپ کا اہلی مقصد، نبیؐ کے مخلص اطاعت، آپ کے لشکر کی شان، اُن کے معاون، ان کو
 کی خبریں، اُن کے حریف کے حالات کی اطلاع، بصرے کی خبریں، عثمان بن عفیف کی ماجری، ذی قار میں قیام،
 بصرے کی اور خبریں، سفارت کی ناکامی، ابو موسیٰ اشعری کی مخالفت، ان کو نے سے سفیروں کی راہی، دوسرے
 سفیر اشتر اور ابن عباس، ابو موسیٰ کا جواب، عمار کی بھی، اور اس کا انجام، حضرت عائشہ کی سفارت کو نہیں، یہ تقریر
 حضرت حسنؑ کا ارشاد، ابو موسیٰ کا جواب، عمار کی بھی، اور اس کا انجام، حضرت عائشہ کی سفارت کو نہیں، یہ تقریر
 سفیر، ابو موسیٰ کا مسئلہ، حضرت عائشہ کا مخالف سفیر، قتادہ کی تقریر، جب انجیل اور ابو موسیٰ میں، باعشہ، اس
 زمانے کے چار ترقی، ابو موسیٰ کی تائید، عمار کی تقریر، حضرت حسنؑ کی تقریر، حضرت حسنؑ کی تقریر، اور ان کو
 حضرت علیؑ کے طرفدار ہو گئے، اشتر کو دیں، اُن کے دافل کی شان، یہ تقریرات پر کوئی کوئی نہ کیا، ان کو نے کے ارادے
 اُن کا اشارہ، اُن کے، یہ حضرت علیؑ کی تقریر، آپ کے سوز و غماز، آپ کے، یہ مقتدا، مقتدا، نہت، مائتہ، مائتہ، مائتہ، مائتہ،
 انیسہ، صلح، بصرے کے صلح، جو حضرت علیؑ کے پاس، حضرت علیؑ کی ایک تقریر، مخالفان، انان، اسے آپ کی بیانیہ،
 دشمنان عثمانؓ کی کانفرنس، اشتر کی رائے، ابن سودا کی رائے، علیؑ کا مشورہ، ابن سودا کا جواب، ان کا
 مشورہ، اسلام کا خیال، اشتر کا مشورہ، آخری، جو یہ

چوتھی فصل

صفحہ ۶۸۲ تا ۶۹۴

قتال جنگ جمل اور طلحہ و زبیر کو شکست

ذی قار سے روانگی، حضرت علیؑ کے لشکر کی ترتیب، حضرت عائشہ کے لشکر کی ترتیب، میدان جنگ،
 جو لوگ امر المؤمنین کو چھوڑ کر حضرت علیؑ سے لگے، حضرت علیؑ کی کوشش صلح، حضرت زبیرؓ کا اشتداد، صلح،
 طلحہ و زبیر دونوں صلح کے امیدوار ہیں، حضرت علیؑ کی لڑائی سے بچنا چاہتے ہیں، دونوں طرف سے نیک نفس خدیت ہیں
 بیانیں گئے، اس اندیشے سے بچنے کی استیلا، پیام صلح، احزاب ہیں، اس کی سرگزشت، اس کی زبانی، انہ
 حضرت علیؑ کی خدمت میں، اس کی طلحہ کی، میدان جنگ میں، علیؑ کو طلحہ و زبیر کی ملاقات، حضرت علیؑ کا اور جس، یہ
 طلحہ سے گفتگو، حضرت زبیرؓ کے گفتگو، رسول اللہ صلوٰۃ علیہ وسلم کی پیشین گوئی، مسرت، زبیر کی زبانی، سے دست کشی، علیؑ

بن زبیر کا ان کو بچہ آمادہ کرنا، زبیر کی عداوت کا دوسرا سبب، خدا کی امانت کعب کی بدعتی و منحرف قرار دینا، مومنوں کی قبال کی زد و گواہی، لشکرِ عائشہ کی قتل و آپ کی طرف سے پیامِ صلح و شکرِ علی کی فرو گاہی، باہمی میل جول، شہرتِ علی سے لشکر کی تعداد کی کمی، صلح ہو گئی، وقت نہ لگیز، اس نے بلا اجازت اطاعتی چھڑی دی، طاہرہ زبیر کی حیرت، متفردی کی پالاک کی عداوت کی تیاری اور بہت سے دونوں طرف سے ہولناکیاں، حضرت عائشہ کا میدانِ جنگ، زبیر و عمار کا مقابلہ، سببِ مائیت کی طرف شکست، اس کا باعث، زبیر کی واپسی، اور شہادت و قاتل کا انجام، حضرت زبیر کی تلوار، حضرت طلحہ کی شہادت و مرنے وقت حضرت علی کی حیرت، اور انہی حالت پر افسوس،

پانچویں فصل

صفر ۱۲۹ھ

جنگِ جمل کا اختتام انجام

حضرت صدیقہ کا میدان میں آنا، آپ پر دشمنوں کا زحف، آپ بھاگے ہوئے کو لالکاری میں، آپ کے لالکارنے کا اثر، حضرت علی کی سوکرائی، اہلِ مومنین کی بہت سے زبیر بن صوحان کا مارا جانا، سخت ترین سوکرائی، حضرت عائشہ کی سپہ لاری، آپ کے جان نثاروں کا غلبہ، ایک بہادرانہ غلط فہمی، حضرت عائشہ کا جعفر بن جوشس دلا نا، محل پر زحف، ناتواں سارک کے آگے کا موکہ، عمار اور ابنِ شیرلی کا مقابلہ، ابنِ شیرلی کا قتل، اور جابا، بہادر حرش جہتی، اس کا شعار، اور بہت سے ناتواں پر قربان ہونے والے، محمد بن طلحہ کی شہادت، بہت سے قاتلوں کا مقتول، بہت سے مقتولوں کا قاتل، حریمِ رسالت کی شمع کے اور پروانے، عدی بن حاتم کی ناکامی، حبیب اللہ بن زبیر کا میدان میں آنا، ان کا اور اشرہ کا مقابلہ، اور دونوں کا بچ جانا، اس جنگ میں اشرہ کے کاڑھے اور شریف شہدائے ہمارے، انور زخمی، ناتواں کی کوہیں کاٹنے کا حکم، حضرت علی کی طرف سے نقصانات، ایک ٹیپو کے جوشس، اشرہ کے حوصلے کا پست ہو جانا، قحط کا حمد، زبیر کے ناتواں شہدائے پہونچنا، اور کہیں کا شاعر، محل کو ناتواں سے بڑا کرنا، طرفدارانِ مائیت کی شکست، حضرت عائشہؓ دران کے بے مہربانی، بہنِ ہمایوں کا ملنا دوسری روایت سے، عمار، حضرت عائشہؓ کی گفتگو، حضرت علیؓ سے گفتگو، ایک گستاخ کو گت خفی کی سزا، کیا چیز آپ کو سب سے زیادہ ناگوار ہوئی، حضرت علیؓ کو بھی آپ کی توہین گوارا نہ تھی، پھر سے میں آپ کی اداست کا ذکر کر رہا ہوں

ایلی۔ خود حضرت علیؑ پہنچے پورے دونوں لشکروں کا سامنا حضرت علیؑ کا پیام پانی لینے کی اجازت مانگا
اجازت نہ دینا پانی کے لئے لڑائی اور کایالی حضرت علیؑ کی غیاضی اور روز کی خاموشی آپ کے منہ اور
اتحاد محبت و بشیر سے لشکر و شیت کی تقریر معاویہ کا جواب و سفارت کا فیصلہ اور آغاز جنگ و معجزہ عجیب
تکروہوں کا لڑنا آغاز مسند و التوا لے جنگ حضرت علیؑ کی دوسری سفارت و بعد ہی کی تقریر معاویہ کا
جواب و یزید بن قیس کی گفتگو معاویہ کی جوابی تقریر معاویہ کا زیادہ کولایج دینا اور ناکام رہنا معاویہ کی سفارت
حضرت علیؑ کے پاس و حبیب کی تقریر اس کے جواب میں بدرنگی ان سفیروں کے آئندہ حضرت علیؑ کا خطاب و یہ اشار
بھی ناکام رہی اہل شام کو علیؑ کا آخری پیام لڑائی کی تیاریاں حضرت علیؑ کی نصیحت اسنے پہلوں کو ترتیب
فوج عراق و ترتیب لشکر شام لڑائی کا پہلا روز و دوسرا روز و تیسرا روز و چوتھا روز و پانچواں روز و ساڑھے نو
عاش لڑائی کا ارادہ آپ کا خط جنگ و تیاری حضرت علیؑ کے اشتیاقات جنگ جنگاں و پہلا دن

اٹھویں فصل

صفیہ ۴۴ تا ۶۱۰

سفین کا قیامت خیز سفر

سید عظیم و ترتیب فوج قرضوی و لشکر شام کی ستدی و یمنہ کی لڑائی و عبدا اللہ بن بدیل کی تقریر
حضرت علیؑ کی تقریر یزید بن قیس کی تقریر اہل شام کا غلبہ و قلب قرضوی کو شکست و میرہ کی بھی پسپائی و خود علیؑ کے ہلاکت
زور بازوی قرضوی و آپ پر زور و آپ کی شجاعت و آپ بنی ربیعہ و الک اشتر کی کارگزاری و اسٹھ تقریر
نہی ہلان کی جاں بازی و اشتر کا اور ان کا ساتھ زیادہ کا زخمی ہونا اہل شام کی پسپائی و ابن مرثد کی و الہستہ
ان کی شجاعت و اور ہار جانا معاویہ اور انکی شجاعت کا اعتراف و اشتر کی اور کارگزاریاں اور اہل شام کی پسپائی
اشتر کا سوار کو مقابلے پر لڑنا و جذب کا مارا جانا اور بہا ورجان دینے والے ایک سپہ سالار و ستی سرگ کی شہادت
حضرت علیؑ کی زناقت و بن مکرش کا خالد کے بیٹے پر حملہ اور مارا جانا اور اور جان دینے والے و لشکر کو
پسپائی حضرت علیؑ کی اور تقریر و بشیر و مالک کی لڑائی و ابن طفیل کی شجاعت اور بہا وریاں و بعد ازیں بجائی کا
بھی لڑنے کی بہادری و آٹھ پھوٹنے پر فخر و بنی سخی کی مردانگی و مالک کے لڑنے پر ناز حضرت عمرؓ کے فرزند عبید اللہؓ کا

ان پر بدگمانی نہ اور برأت نہ ڈوا نکلا ع اور عبید اللہ بن مسعود بار گئے حضرت عمرؓ کی کنوارا ذوالرشاح عمار کی تھہر رہا
 ان کا حملہ ہاشم کے ہمراہ ہوئے ان کی اور ابن عباس کی گفتگو مسلمانوں کا عمار سے لڑنے ڈرنا ان کی آخری
 ان کا ارادہ ان کے رسول خدا مسلم کی پیشین گوئی ع جیساں قتل عمار ڈرائی میں میل جول حدیث میں جناب مسودہ کی تاویل
 خود حضرت علیؓ کا حملہ مسودہ کو مقابلے پر بلانا اور ان کا ڈرنا حضرت علیؓ کے محافظ

نویں فصل

صفحہ ۶۱ تا ۷۷

جنگ صفین کا انجام

معاویہ کا اسیروں کو قتل کرنا ایک امیر کا جان بچانے والا فقرہ علیؓ کا اسیروں کو بچا کر دینا معاویہ کو اس
 نصیحت ہاشم کا حملہ ایک شامی نوجوان ع و کس و کس میں تھا اس کو تنبیہ ہاشم کی بہادر موت حضرت
 علیؓ کا پوشش دلانا محمد بن حنفیہ کا حملہ عبید اللہ بن عمر کا ارادہ بلانا ان کی وصیت وراثت بعد از علیؓ اور حضرت
 علیؓ اس رات میں لشکر علیؓ کا آگے بڑھ جانا آگے شتر کی حرکت کرنا ان کا حملہ عمر بن عباس کا غلام مدد ان کے
 ابن عباس کی کاروائی قرآن کا بلند کیا بانا اہل عراق میں تفرقہ حضرت علیؓ کا بھانا لوگوں کا نہ ماننا
 آپ کو قتل کی دھمکی آگے شتر کا بلایا جانا خلافت میں حسینؓ کی دھمکی و شتر کا تکیہ بلایا جانا اور مقتدیہ ذکر
 واپس آنا ان کی پختہ تقریر مطلق سماعت نہ ہونا شتر میں اور لوگوں میں بیعت و آپس میں اڑاں ہوتے
 ہوتے گئی اتنا جنگ اشت کا معاویہ کے پاس بلانا صورت فیصلہ اور بیعت نہ ہونے علیؓ سے پوچھنے کا
 عمرو بن عباس اہل شام کے بیچ اور ابو موسیٰ اہل عراق کے اس میں علیؓ کی دھمکی نہ ہونے کا بلانا
 شتر کی سیراری حضرت کی اکامر کوشش و تحریر معاویہ و عمرو بن عباس کا اندام میں سنت رسالت کی مخالفت
 عمرو بن عباس کا بچہ ناگ گفتگو نے طاعن معاویہ کے الزامات کو رد کیا انھیں تفریق دینا اور ان کے
 ہستہ کو سننے سے انکار اس پر حضرت علیؓ کا ارشاد یہی ہونا تھا کہ میں نے اپنے لیے اس سے بڑھ کر کوئی چیز
 نہیں مانگی اور میں نے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں مانگی اور میں نے اپنے لیے اس سے بڑھ کر کوئی چیز
 نہیں مانگی اور میں نے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں مانگی اور میں نے اپنے لیے اس سے بڑھ کر کوئی چیز

کریم النفسیؑ کو نے کے پیدایان عثمانؓ کے خوارج ضرور اہم ہیں، اس وقت تک کہ مصنفینؑ

دسویں فصل

سقوط ۸ء تا ۹۵ء

پنجائت کا فیصلہ اور خوارج کا ہنگامہ

خو اسان میں بغاوت، اس کا ایتھ سال، مرو کی بھی اصلاح ہو گئی، خوارج مردار ہیں، ان کے عقائد، ان کے خلاف شیعہ بیان علیؑ کا جو شش، ابن عباس خوارج کے مقابلے پر، ان میں اور خوارج میں مباحثہ، خود حضرت علیؑ کی گفتگو خوارج سے، ان لوگوں کا قائل ہو کے ان لینا، اس واقعہ کے متعلق خوارج کا غلط بیان، پنجائت اور اس میں علیؑ کے طرفدار، عسکریں ماس کو آپ کا پیام، اس پر عمرو کی برہمی، معاویہ کے طرف کے شرکاء، اہل مکہ کے بے صبری و بدگمانی، پنجائت کے سبب شہر کا دینیزہ کی پیشین گوئی، بنیوں کی ابھی گفتگو، ابن ماس کی چالاک، ابو موسیٰ کا اصلی فیصلہ، فیصلہ نہانے کا وقت، ابن عباس کا ابو موسیٰ کو پہلے بیان کرنے سے روکنا، ابو موسیٰ کا اعلان، معاویہ ماس کی اس سے مخالفت، تمیز سامعین کی برہمی، ابو موسیٰ کی گھیر پٹ اور بے بسی، ان میں اور عمر میں سخت کلامی، شریک کا عمر و پر حملہ، شایوں کے ڈر سے ابو موسیٰ کا بھاگنا، طویہ کو خلافت کی مبارک باد، حضرت علیؑ سے ترسے کی ابتداء، اس کو منویہ نے بھی اختیار کیا، ابن عمرو کی برہمی و سلامت رومی، بنیوں کے فیصلے پر علیؑ کی تقریر، ان کی بھر مقابلے کے لیے تیاری، آپ پر خوارج کا اعتراض، آپ کا جواب، ان کا اصرار، ان کی نسبت آپ کی پیشین گوئی، خوارج کے جو شش کا بڑھنا، اس پر آپ کی تقریر، ایک خارجی کی توضیح، پھر وہی شور شش، اور پھر آپ کی تقریر، کو نے میں خوارج کا اجتماع، سرغناؤں کی تقریریں، حاکم کا انتخاب، ذوالشعناات، ابن عباس، ان کا سردار بننا، اس کے ہاتھ پر بیت، خوارج کا دوسرا جلسہ، نہروان میں جس ہونے کی تجویز، خوارج بعصر کی آمادگی، خوارج کا کو نے سے نکلنا، عدی کا بیٹا بھی ان کے ساتھ گیا، عدی کا ان کے ہاتھ سے بھاگنا، سعد بن مسعود ذوالشعناات کے تعاقب میں، حریفوں کا سامنا، سعد کے سواروں کی پست پستی، ابن دہب کا رات کو بھاگنا، کو نہ میں اور خوارج کا روک لیا جانا، شعیوں کی تجدید بیت، خوارج بعصر، وہ بھی نہروان میں، پہونچ گئے، علیؑ کا خط خوارج کے نام، اس کا جواب، آپ کا غم شام، ابن عباس کو کو نے بھیجے کا حکم، کل فوج جو بعصر سے سے روانہ ہوئی،

گیارہویں فصل

صفحہ ۹۶ تا ۸۰۸

شام پر چڑھائی کرنے کی کوشش اور خواجه نہران کا استیصال

فرار ہی فوج کے لیے حضرت علیؑ کی تقریر لوگوں کی مستعدی کے لئے کی فوجی قوت کے مدائن کی فوجی تیار ہو گئی اس سے اختلاف ہے آپؑ کا سمجھنا تھا اور سب کی رضا مندی کے مجبوراً خوارج کی طرف توجہ دے عیب و اشتبہ بن چہ سب کے ساتھ خوارج کا سلوک ہے ان کی بھڑائی پر ظلم ہے حضرت علیؑ کے پیچھے ہوئے کو مارا جاتا ہے ان کا ہتھیار ہتھیار سے قطع کیا گیا۔ نہردان کی طرف کوچ کیا ایک بخوی کی پیشین گوئی ہے اس کی بات نہ ماننا اور خوارج کو آپؑ کا پیام دے اس کا جواب عیس کا ان کو سمجھانا اور ابوب انصاری کا سمجھانا خود حضرت علیؑ کا سمجھانا ان کی ضد ہے آپؑ کی بھڑائی آپؑ کی مدد تقریر خوارج لڑنے پر تیار گئے آپؑ کی ایک عیب والی فوج تھیں وہی کی ترتیب نہردان کی فوجی ترتیب ہے حضرت علیؑ کا علم ان کے اس کا اچھا اثر ہے خوارج ہی نے حکم کیا اور خود ہی لڑے بغیر کہ کتنا ہو سکے اور نہ یہ فیصلہ زید بن حصین خارجی کا قتل کہ ابن وہب کا قتل ہونا کہ دیگر نہردان خوارج کا مارا جانا مذہبی مسئلہ ہے اس کی ناشائستگی ان کی کیفیت و حالت کے لئے آپؑ کی خوشی ہے آپؑ کا مقصد نہردان سے غلبہ ہے مال غنیمت و دشمنوں کی لاشیں دفن کرنے پر اعتراض ہے آپؑ کا یہ ہیں سے شام کا مارا دہرا ہوا ہے ہا جا زیندہ کو زمین سب کو پٹا دے رہے کا حکم ان کی نافرمانی ہے آپؑ کا انہیں جوش و لانا اور ان کا دشمن آپؑ کی پڑا تھا تقدیر ہے اس پر بھی متنبہ نہ ہوا ہے سترہ میں آپؑ کے راہبان ملک ابن ابی سرت کی وفات ہے

بارہویں فصل

صفحہ ۸۰۹ تا ۸۲۵

محمد بن ابی بکرؓ کا مصر میں مارا جانا اور حکم بن جعفرؓ کا ہنگامہ

سترہ کا سب سے اہم واقعہ محمد بن ابی بکرؓ میں و محمد بن جعفرؓ میں کشمکش کا دورہ حضرت علیؑ کی

اطلاع اشتراک حکومت مصر پر تقریر معاویہ کو اس کی اطلاع و پھر فریب تدبیر و اشترکاز ہر دیکھا مارا جانا اس پر اس کی
سیرت و حضرت علی کو صدمہ اشتراک کے تقریر پر اس کی لگنے کا حال، حضرت علی کا فہمائش اس کے محمد کا انداز اطاعت کو
حکومت معاویہ کی حالت ان کو مصر لینے کی فکر اس بارے میں شور و ابن حاص کی نکتہ ہی و فوج کشی کا شور و
معاویہ کی حکمت علی و مصر کے دشمنان علی کے ام ان کا خط ان کا جواب و مصر پر فوج شام کی روانگی و عمرو بن حاص
سیر سالار ابن حاص مصر میں ان کا خط محمد کو معاویہ کا خط محمد کو محمد کی مرسلت حضرت علی سے و ملک
سپہنچنے میں علی کی کوشش و لوگوں کی شرمناک بے پروائی و آپ کی مڑال تقریر بے وقت ملک و مقابلہ کھیل
محمد کی کوشش و گناہ عمرو کے مقابلہ پر ان کی بہادری و شہیدان عثمانی کا زفرہ کا یاد کا مع ساتھیوں کے
مارا جانا محمد بن ابی بکر کی بکلی و ایک ویرانے میں پناہ لینا و مصر پر عمرو کا قبضہ و محمد کی گرفتاری و ان کے بھائی
کی ناکام کوشش و ابن خدیج کا جو شل انتقام اس زنا کا باہمی تعصب و محمد کا نہایت مظلومی سے مارا جانا
اس پر حضرت عائشہ کا حال و محمد کے قتل ہونے کی دوسری روایت و کوڑ کی ملک و پہنچ سکی و حضرت علی کو ہمارا
واقعہ کی خبر و آپ کو صدمہ آپ کی حسرت و انک تقریر و اپنی برادری و یونہی اہل کوڑ پر مقابلہ و آپ کے ملک پر
شامیوں کی تائیس و ابن حضرمی کا بصر سے میں آنا و ان کو معاویہ کی بدلتیں و ان میں میدان صاف لایا و ان کی تائیس
بصرے میں و شہاک کا سخت جواب و شہاک کی مخالفت و اور ابن حضرمی کی تائید و معاویہ کا خط اہل بصرہ کے نام و
خفت کا اٹھ آنا و لوگوں میں رد و قدح و زیاد حضرت علی کا طر فدار اپنے بچاؤ کی تدبیر اپنے ساتھ خزانہ کو بھی
بچانا اپنے کھیلوں کی حالت کا اندازہ و ان کا اطمینان دلانا حضرت علی نے سن کر امین کو بھیجا و امین کی
مخالفت و ان کا مارا جانا زیاد کوڑنے کی کوشش میں تھی و اس پر حضرت علی کا جاریہ کو بھیجا و جاریہ کی کوشش
حضرت علی کا خط و جاریہ کی تائید و جاریہ اور ابن حضرمی کا سامنا و خوزیری و ابن حضرمی کو شکست و قہر سنیل
ان کا مل مرزا و قہر سنیل و

تیرویں فصل

صفحہ ۸۲۶ تا ۸۴۱

خریت اور خواج سے لڑائیاں اور حضرت معاویہ کے حملے حضرت علی کی قلم پر

خریت بن راشد و حضرت علی سے اس کی گفتگو و وہ کوڑے مارے دلا گیا و اس کے مقابلہ کی ضرورت و زیاد

خضعہ اس کے تقاب میں، علی کا پر جوش قاصد، زیاد و خزیت کا سامنا، زیاد کی ہشامی، زیاد، ابی سیدہ
 زیاد و خزیت میں گفتگو، لڑائی کی زیاد و زخمی ہوئے، خزیت بھاگ گیا، حضرت علی کو اہل اسلام، مقتل خزیت کے مقابلہ
 پر، شکر بھر، ملک پر، خزیت کی قوت، ان کی بغاوت کا اثر، مقتل کو حضرت علی کی ہر تیس، سامنا، دونوں
 فوجوں کی ترتیب، محکمہ جنگ، دشمنوں کو شکست، خزیت، ساحل خلیج فارس پر، حضرت علی کو ڈھونڈ لے کر، خزیت کے قتل
 کا حکم، اس کی شورش، اس کی فتنہ انگیزی کے انداز، سامنا اور علم امان، لڑائی، خزیت کا کوہا، مقتل کی لٹکائی
 خزیت کا مارا جانا، امیران جنگ، مصداقہ الی اور شیر خرہ، ان کی رحمدلی، اور فیاضی، اس فیاضی پر علی کا
 خیال، یروپیہ کا اقتضا، مصداقہ کی ناجائز، ابی سیدہ، اور عادیہ کے پاس بھاگ جانا، اپنے معالی کو بھی بلا لانا
 اس میں، ناکامی، خوارج کی شورش، اشرس کا ہنگامہ، لال کا ہنگامہ، شہب کا ہنگامہ، سیب کا ہنگامہ،
 ابوہریرہ کا ہنگامہ، مخالفت میں اس کی ضد، حضرت علی کے لشکر کو شکست، خود حضرت علی اس کے مقابلے پر
 ان دشمنوں کا خاتمہ، ان کی شجاعت، سترہ کاج، علی کی مجبوری اور عادیہ کے حملے، نعمان کا مسام
 عین التمر پر، اہل کو ذر کی پست بھتی، مالک کا بہادار، مقابلہ، اوائل شام کو شکست، ان کے دلوں کو رومات
 سفیان کی تاخت، بیت پر اور کامیابی، انبار کی چھادنی پر حملہ، اور کامیابی، ابن مسعود، تیار، مرین کو
 زیر اثر کرنا، صیب ان کے مقابلے پر، عبد اللہ، صیب میں لڑائی، صیب اور اپنی قوم کی جذبہ، اسی جذبہ
 تلخ، تیار، میں، قلعہ میں آگ لگائی گئی، صیب نے دشمنوں کو چھوڑ دیا، ضحاک شام کے شعیان علی پر، حجر
 ان کے مقابلے پر، حجر کی فتح، خود عادیہ کی گواہی

چودھویں فصل

صفحہ ۸۲ تا ۸۹۲

عہد مرقضوی کے آخری ایام اور آپ شہادت

مسادیہ کے نائب ج ابن شجرہ، قمر کی کارروائی، اہل کہ کی بے پروائی، قمر کا کمین، شہب، حضرت
 علی کا ملک بھینا، ابن شجرہ کا پہلے پہنچنا، ان کی کارروائی، شیبہ نے حج کرنا، ابن شجرہ کا تقاب، اپنے
 شامی اسیر ہوئے، ابن قباث کا حملہ شام پر، کیل کی کارگزاری، حضرت علی کا مکمل سے ترشس ہونا، شیبہ کا
 حملہ تلخ و شام پر کسی نے ان کو نہ پایا، ان کی تاخت و تیر، عدالت مرقضوی، حضرت ابن مسعود، ابن مسعود پر

چند قنبلیوں کا معاویہ سے جا ملنا، پھر بکڑ کے نسل میں چلا آنا، قیدیوں کا مبادیہ تغلیبوں نے علیؑ کے عامل کی
 مار ڈالا، مصالحتہ اس سے درگزر، معاویہ کے نائب زہیر سہادیہ، علیؑ کے لوگوں کی ناکامی، اور ان کا مبادیہ
 جا ملنا، ان پر حضرت علیؑ کی بدگمانیاں، مسلم معاویہ کی طرف سے دوترہ الجندل میں، مالک حضرت علیؑ کی طرف
 مالک کی فتح، مگر شہداء نے شعلے ہوئے، یہ جہاد کا سو کوٹن ہو جانا، حرث کا حامد سندھیر، ان کی شہادت، بقاء
 فارس و کرمان، اس کی اصلاح پر زیادہ کا تقریر، اس کی ردائی، زیادہ کا تدبیر، کرمان کی اصلاح، ہر جگہ امن و امان
 بصر معاویہ کی طرف سے عرب میں، ابو ایوب انصاری کا بھاگنا، رشتہ سجد بنوی میں، لوگوں سے جبرائیلیت
 بصر کے میں، اور ابو بوسی کا بھاگنا، جبرائیلیت ایسا، عبید اللہ والی مین کا بھاگ آنا، بصر کے نظام میں
 عبید اللہ کے دو نفعیہ بچوں کو قتل کرنا، بار بصر کے مقابلے پر، بصر کا بھاگنا، جاریہ کمر میں اور جبرائیہ بیت
 جاریہ دین میں، حضرت حسنؑ کی بیت، بچوں کے غم میں اس کی دیوانگی، ان کے اشعار حضرت علیؑ
 کی بددعا، عبید اللہ اور بصر کا سامنا، علم معاویہ، بصر کا دوسرا سفر، حجاز، التوائے جنگ، ابن عباس اور
 ابو الاسود کی بخشش، ابو الاسود کا خط حضرت علیؑ کو، آپ کا جواب، ابن عباس سے معاہدہ، ان کی رضامندی
 رقص بیت المال، لے کے چلا جانا، آئے، افرادوں اور عوام بصر میں بھاگنا، اور ابن عباس کا نکل جانا، حضرت
 علیؑ کی شہادت، حضرت علیؑ کی پیشین گوئی، خود آپ اپنے انجام سے آگاہ تھے، ماہ شہادت میں، آپ کا
 معمول، شب شہادت، بطخوں کا روکنا، ابن بلجم، تین سازشی، تینوں کے سفاکانہ فرافض، ابن بلجم اور ابن
 قطام، ابن بلجم کے معین و ایدر، شب مقررہ، حجاز اور حربہ، ابن بلجم بھاگ گیا، اس میں اور حضرت علیؑ کی نسبت ان کے جواب
 آپ کی وصیت، ابن بلجم اور حضرت ام کلثومؑ کی گفتگو، انتخاب مانشین کے بارے میں آپ کا ارشاد، فرزند
 کو وصیت، حالت نازک ہوتی گئی، وفات، آپ کا دفن، قتل ابن بلجم، مہریشے، برک کا حملہ معاویہ پر، اُس کے
 زخم کا علاج، معاویہ کے انتظامات، حفاظت، برک کا انجام، ابن عاص کا خوش قسمتی سے بچ جانا۔

پندرہویں فصل

صفیہ ۶۹ تا ۷۴ھ

حضرت علیؑ کے حالات اور خصال فضائل

نسب اور خاندان، خانہ کعبہ اور ولادت، ابو طالب کے ایمان لانے میں اختلاف، بیان ولادت،

سب سے پہلے ایمان لائے، کبھی بہت پرستی نہ کی، بہت رسالت پر لپٹا، دور دورہ حضرت مسلمانوں کے ساتھ نکاح، پہلی کنیت ابو الحسن، دربار نبوت کا خطاب ابو تراب، دوسرے نکاح کا ارادہ، اور حضور رسالت کی ناراضی، آپ عشرہ مبشرہ میں ہیں، رسالت کی رفاقت اور شجاعت، غازیانِ تبوک میں نہ تھے، فتح خیبر، حضرت رسول کے بھائی کے اہل جہا، اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں، واقو غدیر، حضور رسالت کو آپ ہے، محمد محبت تھی، آپ کی فضیلت، باب علم، جعلی باب، آپ کی شان میں آیتیں اور حدیثیں، آپ کا علم دعا نبوی کی برکت تھا، سند بحری آپ ہی کے مشورے سے جاری ہوا، علم نحو کی ایجاد، آپ کی شاعری، آپ کی نصیحت، سوا غطا و نصائح، زہد و عبادت اور جمع قرآن، علم، اتفاق، صاحبزادی سے محاسبہ، تفسیر مال میں عدالت، بیت المال میں سے کچھ نہ دیتے تھے، حیرت انگیز اتفاق، سفر ایران، عدالت گسٹری، اپنے لیے کوئی مکان نہیں بنایا، غدا و بنا میں احتیاط، اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈالنا، بیت المال کی حفاظت، ساری دنیا سے بڑے تقی، حضرت عمر کا خیال، آپ کی نسبت، آپ کیسے رفاقتا پاتے تھے، شب شہادت کی فضیلتیں، جہاد میں فرشتے دونوں بازوؤں سے، بیت المال میں کچھ نہ چھوڑا، آپ کی وجہ کی ترویج، حسن شریف و زائد، خلافت، ملکہ مبارک، بیویاں اور اولاد، ازواج و اولاد کا شمار، شہر کی نقش و

باب سہم

خلافت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ

پہلی فصل

صفحہ ۸ تا ۹۰

سند امامت پر جانشینی اور آپ کا خلافت کے دست بدار ہونا

حضرت حسنؑ کے ہاتھ پر بیعت، بیعت کے الفاظ، بیعت کو نے میں ہوئی، اہل کو ذکی بُدلی، اہل شام کے مقابلے کا ارادہ، کوفہ سے کوچ، مقتدرہ، ہمیش اور اس کے سردار، مدائن میں دور دورہ شکر میں لوٹ مار،

خود آپ کے ساتھ گستاخی، غمناک شوق و غم، خلافت سے اپنی بیزاری، حضرت جبریلؑ کا ترک خلافت سے اختلاف، معاویہ کے سفیر حسن کے پاس، حضرت حسن کا طرز عمل، معاویہ کا طرز عمل، بشرا، اہل صلح، و غیرہ اہل فوج و اہل عدو ملنے میں جھگڑا، تاریخ ترک خلافت، یہی واقعہ دوسری روایت سے ترک خلافت میں اہل عراقی سے مشورہ، خلافت چھوڑنے وقت آپ کی تقریر، دوسری تقریر، معاہدے پر دستخط، معاویہ کو نے میں، آپ کی معاویہ کو نامہ کو بنو امیہ تقریر، آپ نے کیوں خلافت چھوڑ دی، ایک گستاخانہ تقریر کا جواب، آپ کا عربیئے شریف سے جانا، میس بن سعد کا واقعہ، ان کا ارادہ جنگ، معاویہ کی شکست، علیؑ اور صلح، اس زمانے کے پانچ چالاک مکر، معاویہ اور معاویہ، صلح کے بعد خوارج کی حالت، سردار خوارج فروہ، آادہ جنگ، حضرت حسن سے اس کے مقابلے کی خوشی اور آپ کا جواب، معاویہ کے لشکر کو خوارج سے شکست، کو نے واسے کس طرح سیدھے کے لئے، شیبیان علیؑ اور خوارج میں گفتگو، فروہ کو اس کے عزیزوں نے گرفتار کر لیا، دوسرا سردار خوارج عبداللہ، خوارج کو شکست، سردار کی بہادری، خوشترہ سردار خوارج، جناب معاویہ کی شکست، علیؑ اس پر فوج کشی، آپ نے بیٹے کو مقابلہ پر بلایا، خوارج کی پامالی، خوشترہ کا زہر و قوی، عبداللہ بن عسہ، حاکم کو قہر، ان کی جگہ سنیہ کا تقریر، پھر فروہ شورش، اور اس کا قتل ہونا، شیب خارجی کا ہنگامہ، اور اس کا اتصال، عیین خارجی کی گرفتاری، اور اس کا قتل سے اتمام، ابوہریرہ خارجی، اس کا قتل ہونا، خوارج کی کثرت اور ان کا جوش، ابوہریرہ خارجی، اور اس کا مارا جانا، حضرت علیؑ پر تبرائے

دوسری فصل

صفحات ۹۰ تا ۹۴

زیاد کا بنی امیہ میں شامل ہونا اور خوارج کے بعض کلامے

مکمل عبد حضرت حسنؑ کی زیاد اور معاویہ کی زیاد کی اصلیت، ان کی اس سیمہ کی زیاد کا بعد سے یہاں آنا، ان کی علی ترقی، اور متحدہ والی پر تقریر، ان کی فصیح البیانی، ابوہریرہ ان پنا بیٹا ہونے کا اعتراف کرتے ہیں، حضرت علیؑ کا حکم غارس مقرر کیا، معاویہ سے زیاد کی بیزاری، حضرت علیؑ کی خوشنودی، آپ کے بعد بھی معاویہ کے خلاف زیاد کے ساتھ ان کا بڑا دبا بصرے میں بسمہ کا داخلہ، اولاد زیاد کے ساتھ ان کا بڑا تڑا، ان کے قتل کی تیاریاں، ابوہریرہ کا معاویہ کے پاس جانا، اور عیین مویح پر ستمہ صافی لانا، زیاد کے مال پر شعلی کا حکم، اور اس میں ناگاہی،

معاویہ اور زیادہ میں صفائی کی ابتدا معاویہ و زیادہ میں ابتدا کی مرسلت و غیرہ کا زیادہ کو بھاننا زیادہ کا سنا
سے ملنے کو جاننا راستے کا جھگڑا زیادہ کی کوشش کہ بنی امیہ کے نسب میں شامل ہوں اس کی ابتدا کی
تحریر کی اور کامیابی پہلی مخالفت شرع کی حضرت عائشہ کا زیادہ کے فقرے میں نہ آنا عام ناراضی معاویہ
مذہب شرعی اس کی تقلید و خود اپنے بھی مترشح تھے و عبد اللہ بن عامر مالک البصرہ یقیناً سہمی مالک فرما سنا
باغی ترکستان بقیعہ عبد اللہ بن خازم مالک ترکستان و خوارزم سہم بن غالب خارجی و یزید بن مالک ناخوار
وہ عبادہ کو قتل کرتے ہیں ابن عامر کا ان پر حملہ ان کا پیر شورش مچانا سہم مار گیا اور ظہیم طلحہ و ثمن ہوا
علی بن عبد اللہ کی ولادت و عقبہ بن تافع مالک فریقہ و یوان آباد ہوا و رومیوں پر فتیہ و ولادت بھان
مردان مالک دینسہ و پیر قنہ خوارزم حیان خارجی و شہادت مرتضوی پر خوشی حیان کا تختہ منیرہ کی نرم ہوا

تیسری فصل

صفحہ ۹۰ تا ۹۱

خوارج کی ایک سخت شے کا اتصال

منیرہ کی نرم دلی و خوارج کی تحریک ان کے تین گروہ سردار کا انتخاب ہستورہ کے باقیہ پرست
منیرہ کی کارروائی و خوارج کے ایک گروہ کی گرفتاری و اندرونی سازش و منیرہ کو اطلاع ان کی مقررہ
مقتل کی تجویز و سبب سردار قنہ بٹانے کے ذمہ دار و معطل اپنے قبیلے میں و خوارج کو پناہ دینے و اسیم
ان کا جلاؤ ان کے امتیصال کی کوشش و مقتل سپہ سالار اسلام و منیرہ کی ہستورہ سے ناراضی اس کا باعث
مقتل کی روٹھائی ہستورہ و دامن میں و مقابلے کے بارے میں خوارج کا شور و ہستورہ کی اسے و خوارج ہزار
ان کے مقابلے کے لئے بھرے کا لشکر و مقتل دامن میں ان کا مقدمہ و ہمیش ابوالرداغ و خوارج کا سنا
ان کا حملہ و عسکری خلافت کو بار بار شکست اور ابوالرداغ کی کارگرادی و مقتل کو اطلاع ان کا آہو بچنا
دوسرے دن کی لڑائی اور پھر شکست خلافت کو شکست و مقتل و ابوالرداغ کی شجاعت و ساراش کرگیا
لشکر بصرہ بھی قریب آگیا و خوارج رات کو چلے گئے ابوالرداغ ان کے تعاقب میں ان کا اور دشمنوں کا
سامنا و خوارج کی فتح بعد ازاں سپاہی و ہر شیر میں پھر لڑائی ہستورہ کی چالاکی و ابوالرداغ و دھوکے
میں ہستورہ مقتل پر جا پڑا و مقتل کی شجاعت ان کی تازہ حالت و ابوالرداغ آچو بچا اس کے آنے کا

اس کا حملہ دستور اور عقل کا مقابلہ اور دونوں کا مارا جانا، خارج کا اہتمام، اس سال کے امیر کے اور غازیان اسلام، ابن مامر کی مغزولی، ان کی کمزوری، ان کا وفد و شق میں، ابن کوا نے معاویہ سے ان کی شکایت کی، اس کے ساتھ ابن عامر کا بیٹہ سلوک، ملائقہ مغزولی کی دور و تیس، پہلی روایت، دوسری روایت،

چوتھی فصل

صفحہ ۹۱۹ تا ۹۲۹

حضرت حسن کی مبارک زندگی کا آخری مانہ

معاویہ کا جی بے مقصودہ بیٹے محراب سب سے مرث حاکم بصرہ کے زیاد حاکم بصرہ کے بیٹے کی مبارک زندگی کا تقریر بصر سے میں، ان کی سیاست، ایک خارجی کو جواب کے اختلافات، اپنے حکم کی نیت پانچواں اکثر صحابہ سے کام لیا، عربی خط کی اصلاح، باؤی کارڈ و ولایت خراسان کی تفسیر، مدام نے آقا کو نزدیکی بات کا دعویٰ، عبد الرحمن بن خالد کی وفات، ان کو زہر دیا گیا، قاتل سے انتقام، بیرونی کی خوشی، سہم خارجی کا انجام، خلیفہ خارجی کا انجام، عسکروں بن عامر کی مغزولی، معاویہ بن خدیج والی منصب، سلسلہ جہاد جاری رہا، روم پر زبردست حملہ، یزید کی عیش و سستی، اس کا مجبور، جہاد روم پر جانا، معاویہ بن قسطنطینہ پر حملہ، عبد العزیز کی جہاد، شہادت، ایک منصب، دلی والا، اب، اس جہاد کا حال، عیسائیوں کی زبانی، یحییٰ کی ایک فاشن غلطی، اس کا بیان، معاویہ قسطنطینہ، اہل قسطنطینہ کی سختی، کنایہ، اس کی مرث، عربوں کا ہیڈ کو اڑا، ان کا نام کام واپس، ہونا، ابواب کی وفات، ان کا بیٹا، اشرار اور وسیلہ، آئین کے ماتھ، وہ قابل اعتبار نہیں ہیں، مروان کی مغزولی، سعید بن عامر حاکم مدینہ، حضرت عثمان کی وفات

پانچویں فصل

صفحہ ۹۲۹ تا ۹۴۲

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی

ولادت و نسب، جوانان جنت کے سردار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اشراف و خوش رسالت میں کیسیانہ

رسول خدا کو آپ سے محبت کی وفات ہوئی کہے وقت آپ کی عمر حضرت صدیق کا برتاؤ کی خزانہ خلافت دہن ہے
 بیہ شمار فضائل و علم اور بڑی باری جھگڑنے سے بھاگنا اہل بیہرہ کو انق بنانا شیریں بیانی و بخشش انعام کا
 پیمانہ فیاضی و خود داری و شوکت کی زبردستی و تقویٰ کی فضا کی خلافت چھوڑ دینا حضرت حسین نے بھی ملے
 خلافت نہ قبول کیا معاویہ کا سلوک کی خاموشی و زندگی کی جناب سلامت کا خواب میں اگر تسلیم دینا کو نہ کیا
 بیویوں سے اچھا برتاؤ ایک اچھا خواب کی اور غمناک تعبیر مرض موت کی نہ ہو دیا گیا نہ ہر دینے والی کا
 نیند کی سازش کی اس واقعہ کی صحت میں شک کی نزع میں اضطراب کی وصیت کی روشنائی میں دین کی
 کار نہ کی عمر اور تاریخ وفات کی دشمن بھی آپ پر دیا حضرت عائشہ نے دفن ہوئی اجازت دیدی و حروان کی
 عزت کی خونی زری کا اندیشہ ابو ہریرہ کے بھانے سے شعلہ غسل دینے والے نماز جنازہ آپ کی
 وفات پر معاویہ والی شام کی خوشی ابن عباس اور معاویہ معاویہ کو ان کی سرزنش کی اولاد بیویاں
 آپ کی وفات کی خبر کو نے میں اہل کونہ کا حضرت حسین کو ابھارنا آپ کا انکار خلافت راشدہ کا خاتمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

عہد خلافت عثمانی

پہلی فصل

حضرت عثمان کی جانشینی اور آپ کے عہد کے ابتدائی اوقات

مجلس شوری کا اجلاس۔ ہجر کن وغیرہ خلافت سے۔ عبدالرحمن بن عوف کا تہریر۔ سب کے اپنے دعووں سے دست برداری۔ حضرت علیؓ کا ارشاد۔ حضرت علیؓ کا دوٹ حضرت عثمانؓ کو۔ اور حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ کو۔ حضرت علیؓ سعد کو اپنے سوانح کرتے ہیں۔ سلمانوں کی عام رائے معلوم کرنے میں حضرت عبدالرحمن کی کوشش۔ مشورہ کا پھیلنا۔ حضرت عبدالرحمن کی دست برداری اور اس کی وجہ۔ حضرت عثمانؓ علیؓ سے عبدالرحمن کی پوشیدہ گفتگو۔ مسلمانوں کے معنی عام سے مشورہ۔ حضرت عمار و مقداد کا مشورہ۔ عبداللہ بن ابی سرح اور عبداللہ بن ربیعہ کا مشورہ۔ بنی ہاشم و بنی امیہ۔ اختلاف۔ عبدالرحمن بن عوف کی آخری کارروائی۔ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت۔ حضرت علیؓ کی ناامیدی و شکایت۔ مقداد و عبدالرحمن کی گفتگو۔ مقداد بھی حضرت علیؓ کے طرفدار۔ حضرت علیؓ کا ارشاد۔ حضرت عثمانؓ کے انتخاب کا اہلی سبب۔ حضرت علیؓ نے یہی بیعت کر لی۔ تنویر کے قول پر عبدالرحمن کی برہمی۔ اجلاس انتخاب میں اہل شوری کے خطبہ۔ بیعت کا وقت۔ حضرت عثمانؓ کا پہلا کام۔ حضرت عثمانؓ کا خطبہ اور عام بیعت۔ عبید اللہ بن عمر کا بخونانہ جوش و خروش۔ حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش۔ حضرت علیؓ کا فتویٰ اور حضرت عثمانؓ کا فیصلہ۔ زیاد بن ابیہ کے بیے اعتدالیاں اور تہترائیں ہر مہرمان کا واقعہ اس کے بیٹے کی زبانی اس وقت کی تفصیلات

حضرت عمرؓ کے آخیر عہد کے وایان ملک۔ قاتلیوں کا تقرر بغیرہ کی سزا دی اور سعد کا تقرر کیا گیا
بنی امیہ اہل اسکندریہ۔ اور انکی سرکوبی۔ ابن عاص کی عدالت گتہی اور فیاضی الفضل سکندریہ کا
انہدام۔ انگریزہ کی شورش اور اس کی اصلاح۔ سعد کی سزا دی اور ابن عاص کی تفریق باعث متعدد
اور ابن عاص میں نزاع۔ اہل کوثر میں پہلا تفرقہ۔ بنی امیہ اور ابن عاص کی سزا۔ فتح آفرینیہ۔
تشکر عراق۔ سلمان شام کی ملک پر مار مار کر شام سے حلیہ پر بیویوں کا پرست تلاء۔ ایک ہزار
خاتون عرب حبیب کے کارنامے۔ ان کی درتیں۔ سلمان بن ربیع کی تیس۔ حضرت سعید کا روم پر
حملہ۔ رومیوں پر دوسرا حملہ۔ تفریق پابین ابی سحر کی نوح کشی۔ کابل دستان پر حملہ چند تفرقات۔

جب حضرت فاروقیؓ عظمیٰ حضورؐ اور عالم صلعم کے پہلو میں سلاویہ جاتے تو حضرت مقداد
ان بزرگان امت کو جنھیں حضرت عمرؓ اہل شوریٰ منتخب فرمائے تھے۔ متور بن مخرمہ کے گھر میں
اور بعض اہل سیرکتے ہیں کہ بیت المال کے مکان میں اور بعض کے نزدیک حجرہ مائتہ بیتہ روئے اللہ
حضرت رسالت میں جمع کیا حضرت طلحہؓ ابھی تک نہیں تشریف لائے تھے۔ ابو طلحہ انصاری کو ان بزرگوں
حکم دیا کہ دروازے پر چھپیں اور جب تک تصفیہ نہ ہو جائے کسی کو اندر نہ آئے دیں۔ حضرت عبداللہ بن
عباس اور حضرت حسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی بلوا کے بٹھائے گئے۔ اسے میں
عمر بن عاص اور تغیرہ بن شعبہ بھی آکے دروازے پر بیٹھ گئے۔ مگر حضرت عبداللہ بن ابی وقاص نے سنگرزے
مار مار کے انھیں اٹھا دیا۔ اور فرمایا یہاں آکر بیٹھنے میں ان دونوں کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں میں شورش
کریں ہم بھی اہل شوریٰ میں شریک تھے۔

اب انتخاب جاشین رسالت کی بحث چھڑی جس میں دیر تک گفتگو ہوتی رہی مگر کسی طرح فیصلہ
نہ ہو چکا تھا۔ اس لیے کہ شخص اپنا دعویٰ پیش کر رہا تھا۔ ابطلحہ نے یہ رنگ دیکھ کر فرمایا "آپ سب
صحابہ جوں کا خلافت کو اپنے لیے چاہنا میرے نزدیک اس سے اچھا یہ جو کہ کوئی صاحب اس کو
قبول نہ کرے مگر قسم ہے اس خدا کے وحدہ لا شریک کی جس نے عمر کو وفات دی میں آپ کو تین دن
زیادہ مہلت نہ دوں گا جس کا مجھے حکم ہے۔ اور اگر اس مدت کے اندر کوئی فیصلہ نہ ہوا تو میں اپنے
گھر میں جا کے بیٹھ رہوں گا۔"

مجلس شوریٰ کا
اجلاس۔

بزرگوں عوام
خلافت کا۔

عمرؓ اور ابوبکرؓ کے اکثر اوقات تجزی اور ابن اثیر سے ماخوذ ہیں۔ جو ان کے بن کا جداگانہ مواد دیا گیا ہے۔

عمرؓ ابیہ والہ الامانہ ابن حبیبہ صفحہ ۲۴۔

عبدالرحمن
بن عوفسب کا اپنے
دعا کاحضرت علی
اور حضرت
عثمانحضرت
عبدالرحمن
بن عوف

آخر یہ دیکھ کر کہ تصفیہ کی کوئی صورت نہیں پیدا ہوتی حضرت عبدالرحمن بن عوف نے سب سے کہا۔ اچھا یہ بتائیے کہ آپ حضرات میں سے کون کون صاحب اس کے لیے تیار ہیں کہ اپنے ذاتی و عوی سے دست بردار ہو کر کسی دوسرے افضل و بہتر شخص کے ہاتھ میں غنا و خلافت دینا پسند کریں۔ اس کا کسی نے کچھ جواب نہ دیا سب کو خاموش دیکھ کر انہوں نے فرمایا سب کے پہلے میں خلافت کے حق سے دست بردار ہوتا ہوں! ان کو دست بردار ہوتے دیکھ کر حضرت عثمانؓ بوسے میں سب سے پہلے اس پر رضی ہوں! بعد ازاں اور سب صاحبوں نے بھی اس کو قبول کر لیا۔ مگر حضرت علیؓ ابھی تک خاموش تھے جیستہ عبدالرحمن نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا ابو الحسن آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا پہلے آپ مجھے اطمینان دلائیں کہ حق کو اختیار کریں گے۔ ذاتیات کو نہیں نہ دیں گے۔ اپنے کسی قربت دار کی جنبہ داری نہ کریں گے! اور امت کو جھوٹا مشورہ نہ دیں گے! حضرت عبدالرحمن نے فرمایا سب صاحب مجھ سے عہد کریں کہ اس شخص کے مقابل میں جو فقیہ و بلند پایہ میرا ساتھ دیں گے! اور جس کو میں آپ کے لیے اختیار کروں اس کو آپ غلطو کر لیں گے! اور میں خدا کو درمیان میں دے کر عہد کرتا ہوں کہ کسی عزیز و قرب کی جنبہ داری نہ کروں گا سب نے اس کو قبول کیا۔ حضرت عبدالرحمن نے اسی ضمنوں کا عہد وہاں دوسرے سب صاحبوں سے لیا اور خود بھی ایسا ہی عہد کیا۔

اس عہد و پیمان کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضرت علیؓ سے کہا آپ کو دعویٰ ہے کہ تمام حاضرین میں آپ سبب اپنی قربت و سابقیت اور حسن خدمت و دین کے زیادہ مستحق خلافت ہیں اور ایسا خیال آپ کے کچھ بعید ہی نہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اگر وہ آپ کو نہ ملے تو آپ کے نزدیک اس جماعت میں سے کون زیادہ حقدار ہے۔ فرمایا عثمانؓ بعد ازاں عبدالرحمن نے سب سے لگاتار

اس ابن ابی بکر کا کتاب ایات والا مار میں یہ بیان ہے کہ عبدالرحمن بن عوف نے یہ تجویز پیش کی کہ آپ سب معاہدہ مجھ پر فیصلہ چھوڑ دیں اور اس کے سوا دھن میں ہیں اپنے حق خلافت سے دست بردار ہو جاتا ہوں میں کو سب نے قبول کر لیا۔ ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ بھی دینے میں موجود تھے! اور علیؓ کا ردائی یہ ہوئی کہ حضرت زبیرؓ اپنا حق حضرت علیؓ کو حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو اور حضرت سعدؓ نے جناب عبدالرحمن بن عوف کو دیا۔ یوں چہرہ بیکوں میں سے فقط تین متبارہ گئے! اور چونکہ عبدالرحمن اپنے حق سے دست بردار ہو گئے تھے! اس لیے آپ قطعاً و یقیناً دران خلافت باقی تھے! اس حضرت علیؓ اور دوسرے حضرت عثمانؓ! اتنی ہی کارروائی! یہی صورت تھم گئی! اور لوگ اسے نہ سمجھ سکے! جانتا تھا

حضرت عثمانؓ سے کہا: آپ کو دعویٰ ہے کہ آپ خاندان عبد مناف میں سب سے زیادہ مغزز، مستحکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں۔ آپ کے لیے بن عمرؓ آپ کو سابقیت و فضل حاصل ہے تو آپ کا خیال کیا بھی نہیں۔ لہذا خلافت مجھی کو ملنی چاہیے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ بالفرض وہ آپ کو نہ ملے تو آپ نے نزدیک اس جماعت میں سے کون اس کا زیادہ مستحق ہے؟ فرمایا: علیؓ

اسی سلسلہ گفتگو میں حضرت علیؓ حضرت سعدؓ سے ملے اور ان سے فرمایا خدا سے ڈریے فانقلوا اللہ الذی قسامہ لون بہ ولا ارحام الا توہی اہل بیتہ اور کہنے لگے اور میرے اس فرزند کو جو تعلق قرابت حضرت سے ہے اور میرے چچا حمزہؓ کو جو قرابت آپ سے ہے ان دونوں کا واسطہ دلا کے میں کہتا ہوں کہ آپ عبد الرحمن بن عوفؓ کے ساتھ میرے مقابلہ میں عثمانؓ کی پشت پناہی نہ کریں اور یہ وہ قرابتیں ہیں جنہیں عثمانؓ نہیں پیش کر سکتے۔

اس عرصہ میں حضرت عبدالرحمنؓ نے مدینہ میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرداران لشکر اور عوام و سادات سے جا ملاقات کی اور ان سے مشورہ کیا اور جس شخص سے وہ ملے اُس نے انہیں حضرت عثمانؓ کی اُسے دی۔ تین دن کی مہلت جو حضرت عمرؓ نے مقرر فرمادی تھی انہوں نے اسی کام میں خرچ کر دی۔ رات دن اس کے سوا کوئی کام نہ تھا اس موقع پر عام لوگوں سے مشورہ لیا تو جو ملاحظہ عثمانؓ کا طے ہوا تھا اور جیسے ہی آخری صبح ہوئی میں رد و مدب پوری ہونے والی تھی تو اس کے پوچھتے ہی مشورہ بن مخزومؓ کے گھر میں آئے ان کو جگایا اور کہا آج میں ساری رات جاگتا رہا ہوں اب آپ متعدد رد و مدب کو بلا لائیں چنانچہ وہ جا کے بلالائے۔

ان کے آتے ہی حضرت عبدالرحمنؓ نے کاروائی کا آغاز حضرت زبیرؓ سے کیا اور ان سے کہا: آپ خلافت کو نبی عبد مناف کے لیے چھوڑ دیں اور فرمائیں کہ اس خاندان کے بزرگوں میں سے آپ کس کو پسند کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: علیؓ کو اس کے بعد انہوں نے حضرت سعدؓ سے کہا: آپ بھی اپنا حق خلافت مجھ پر چھوڑ دیں۔ انہوں نے فرمایا: اگر آپ اپنے لیے چاہتے ہیں تو مجھے منسلوب ہے لیکن اگر آپ کا یہ فیصلہ ہو کہ عثمانؓ کو ترجیح دیں تو میں علیؓ کا طے ہوا ہوں۔ بہتر یہ ہو کہ آپ خود اپنے ہاتھ پر بیعت لے لیں اور جھگڑا چکائیں۔ انہوں نے کہا میں تو خلافت کے دعوے سے دست بردار ہو چکا اور اگر باز دعویٰ نہ دے چکا ہوتا تو بھی میں اپنے لیے خلافت کو نہیں پسند کرتا۔ میں نے عبد الرحمنؓ نے ایسا نہ والا مدد دینے کی ہے کیونکہ عبدالرحمنؓ نے پھر پڑھا بال کے کئی تھے اور کسی سے مشورہ کیا اس نے حضرت عثمانؓ ہی کا نام لیا۔ محمدؐ تاریخ اختلاف مسند علامہ سیوطی۔

حضرت علیؓ
سعد کو اپنے
ملاقات کرنے
پہلے۔

مسلمانوں کی
عام رائے
اسلام کو نہیں
حفظ کر سکتے
کی کوشش۔

مشورہ کا
پہچلاؤ۔

حضرت عبدالرحمنؓ
کی مرضی پوری
اور اس کی وجہ

خواب میں دیکھا ہے کہ ایک سرسبز مرغزار میں چلا جاتا ہوں جس میں ہر طرف سبز پھیلا ہوا ہے اس میں ایک اونٹ داخل ہوا مگر یہ حاتیر کی طرح مکمل گیا بغیر اس کے کہ اوہرا دھڑکنے کو اٹھ اٹھ کے بھی دیکھے اس کے بعد ایک اور اونٹ داخل ہوا اور وہ بھی اسی شان سے بغیر کسی طرف دیکھے بھاگے اگلے اونٹ کی طرح گزر گیا۔ بعد ازاں عجیب و غریب شان کا ایک اور اونٹ اس مرغزار میں داخل ہوا وہ بھی اپنی حمار کی جیٹا ہوا مکمل گیا۔ پھر ایک اور اونٹ داخل ہوا جس نے ہر طرف منہ ڈالنا شروع کیا اور گھاس کو نوچنے اور کھانے لگا۔ خدا کی قسم میں یہ چوتھا اونٹ نہ ہوں گا اور یہ سچ ہے کہ ابوبکر و عمر کے بعد جو شخص اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے گا غیر ممکن ہے کہ لوگ اس سے خوش ہوں۔ اب مشورین مغرمہ کے ذریعہ حضرت علی کو بلا بھیجا اور ان سے دیر تک تخلیق میں گفتگو کرتے رہے مگر آپ کو اس میں مطلق شک و شبہ نہ تھا کہ میں ہی خلیفہ منتخب ہوں گا۔ آپ کے بعد حضرت عثمان خلیفہ اور ان سے اذان صحیح تک تخلیق میں گفتگو کرتے رہے اس موقع پر عبدالرحمن نے دونوں صاحبوں سے جو گفتگو کی تھی اس کی نسبت عمر دین میمون کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر نے مجھ سے بیان کیا کہ ابو کوئی تم سے کہے کہ عبدالرحمن نے دونوں حضرات سے یہ کہا تھا تو جان لو کہ اس نے بے جا نے ہو جیسے کہ آیا اور بات یہ ہے کہ قضا، اٹھی حضرت عثمان کے حق میں ہو چکی تھی۔

حضرات
عثمان علی
سے عبدالرحمن
کی مشیت لکھنا

مسلمانوں کے
میں عام سے
مستورہ

بعد نماز صبح پھر سب صاحب جمع ہوئے اور اب اس وقت تمام ماجورین۔ بزرگان سابق الاسلام معززین انصار اور سرداران فوج بلو کر مسجد نبوی میں جمع کیے گئے یہاں تک کہ سجد آدمیوں سے بھر گئی۔ اور عبدالرحمن بن عوف نے سب سے کہا "لوگو سب صاحبوں کی رائے یہ ہے کہ وہ تمام حضرات جو مختلف شہروں سے یہاں آئے ہوئے ہیں اپنے اپنے شہروں کو جلدی واپس جائیں لہذا آپ سب صاحب مجھے اس معاملے میں مشورہ دیں یعنی یہ جائیں کہ کون صاحب خلیفہ رسول منتخب کیے جائیں؟"

حضرات
عمار و مقداد
کا مشورہ۔

یہ سنتے ہی عمار بن یاسر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں تفرقہ نہ پڑے تو علی کے ہاتھ پر بیعت کیجئے۔ پھر مقداد بن اسود اٹھے عمار کی تائید کی اور کہا اگر آپ نے علی کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم کہتے ہیں کہ "سمنا و اطعنا" یعنی ہم نے سنا اور قبول کیا۔ مقداد کے بیٹے ہی عجب زائد بن ابی سرح نے اٹھ کر کہا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ قریش میں تفرقہ

عبداللہ بن ابی
سرح اور عمار
کی تائید

ہو تو عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کیجیے۔ اس کی تائید اٹھ کر عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کی اور مقدادؓ کی طرح کہا اگر آپؐ نے عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم کہتے ہیں کہ "سمعنا و اطعنا" ابن ابی سرح اپنی تائید ہوتے دیکھ کر ہنسے اور تمہارے کہا "یہ تم کب سے مسلمانوں کے تابع بن گئے؟"

یہ اختلاف بڑھا۔ اور بنی ہاشم و بنی امیہ میں رد و قدح ہونے لگا۔ یہ نزاع دیکھ کر غار بن یاسر اٹھے اور سب لوگوں کی طرف خطاب کر کے کہا "لوگو! اللہ جل شانہ نے ہم کو اپنے نبی صلعم سے شرف و وقار بخشا اور اپنے دین کے ذریعہ سے مغز و جتنا بڑا کیا۔ لہذا فائدہ نبوت سے نکال کے خلافت کو لکھ ہٹائے بے جا ہے ہو؟ اُن کے یہ الفاظ سن کر ایک فخر و محی شخص نے کہا "این۔ این۔ ابن امیہ! تم تو اپنی حد سے گزر گئے؟ تم کو حکومت قریش سے کیا علاقہ؟"

لوگوں کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت سعد نے جناب عبدالرحمن سے کہا "آپ اپنے کام سے فراغت کریں یا وقت تنہا پیدا ہونے سے پہلے فیصلہ کر دیں" چنانچہ حضرت عبدالرحمنؓ نے پہلے یہ کیا کہ امیدواران خلافت سے یہ عہد لیا کہ اگر میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں تو آپ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور سیرت شریفین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر کاربند رہیں گے اور اگر آپ کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کروں تو آپ راضی نہیں رہیں گے قبول کر لیں گے اور نہ کوئی لف کے مقابلہ میں میرا سنا تو دین سے "یہ کہہ کر انھوں نے حضرت علیؓ کو بلایا اور وہ اچھٹ کر قریب گئے تو ان سے کہا "آپ سے خدا کا واسطہ دلا کے عہد لیا جاتا ہے کہ ہمیشہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور سیرت ہر دو خطہ ہستی کے پیرو رہیں گے" حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے عمل کی حد تک اور جہاں تک ممکن ہے اس کی پابندی کروں گا۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت عثمانؓ کو بلا کے ان سے بھٹی ہی عہد و پیمان لیا اور اور انھوں نے صفات الفاظ میں اقرار کیا کہ ہاں میرا طرز عمل یہی رہے گا۔

ع۔ ابن اثیر و طبری -

ع۔ سیاست الامار لابن قتیبہ -

ع۔ اس واقعہ کو ابن قتیبہ نے ذرا اختلاف کے ساتھ زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ربیع بن عوف نے پہلے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا خدا کو درمیان میں رکھتے عہد و پیمان کیجیے کہ اگر میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں تو آپ کتاب اللہ سنت رسول اللہ و سنت شریفین کو قائم کریں گے اور حضرت عمرؓ کی اس شرط کو بھی پورا کریں گے کہ نبی امیہ کسی کو مسلمانوں پر سلا کر دیں گے حضرت عثمانؓ نے بے عذر اقرار کیا اس کے بعد انھوں نے حضرت علیؓ پر بھی یہی شرط

حضرت عثمان
ؓ کے
ساتھ پرستش

اس گفتگو کے بعد حضرت عثمانؓ کا ہاتھ اسی طرح اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے عبدالرحمن نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا خداوند! میں اور بارگاہ! اس بارگاہ خاص میں جو امر میرے ذمے تھا اس کو میں نے عثمانؓ کے ذمہ کر دیا اور یہ کہتے ہیں ان کے ہاتھ پر بیت کر لی۔ حضرت عبدالرحمن نے اس موقع پر جو تقریر کی اس کا آغاز اس سے ہوا کہ میں دیکھتا ہوں لوگ عثمانؓ کے سوا کسی کو نہیں پسند کرتے ہیں اور ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی سلسلہ تقریر میں انہوں نے حضرت علیؓ سے کہا یا علیؓ میں نے لوگوں کے خیالات کا یہ نظارہ دیکھا کہ کسی کو بھی عثمانؓ کے خلاف نہ پایا۔ لہذا آپ اپنے دل سے خلافت کی امید کو نکال ڈالیں۔

حضرت عثمان
ؓ کے
ساتھ پرستش

حضرت عثمانؓ نے اپنے ہاتھ کے خلاف جب یہ دیکھا کہ خلافت میرے ہاتھ سے نکل گئی اور عبدالرحمنؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیت کر لی تو فرمایا یہ چلادیں نہیں کہ آپ لوگوں نے اس بار سے میں تم پر زیادتی کی لہذا میری ہمت ہے۔ خدا کی قسم آپ نے عثمانؓ کو اس لیے حاکم بنایا کہ حکومت آپ کی طرف پہنچے۔ عبدالرحمنؓ نے یہ سن کر کہا اسے علیؓ اپنے خلاف مجتہد اور موجب باز پرس نہ پیدا کرو۔ ان کے یہ الفاظ سن کر حضرت عثمانؓ وہاں سے اٹھ کر چلے آئے اور فرمایا جو قسمت میں لکھی گئی ہے ضرور پورا ہوگا کہتے ہیں کہ اس صحبت کے بعد تقدیر نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے کہا آپ نے تو علیؓ کو چھوڑ دیا مگر وہ خدا کی قسم ان لوگوں میں ہیں جو فیصلہ حق کرتے ہیں اور عادل ہیں۔ عبدالرحمنؓ نے جواب دیا کہ تقدیر میں نے مسلمانوں کے اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لیے خدا کی قسم بڑی مشقت کی ہے۔ یعنی عام لوگوں کی رائے دریافت کرنے میں اور اس بات کا پتہ لگانے میں کہ اکثریت رائے کس کی طرف ہے۔ یہ سن کر تقدیر مطمئن ہو گئے اور کہا اگر آپ نے یہ کام خدا کی قسم کیا ہے تو آپ کو بارگاہ انہی سے اس کا اجر ملے گا۔ باوجود اس کے تقدیر کی یہی رائے تھی کہ اس موقع پر حضرت عثمانؓ کی کو منتخب ہونا چاہیے تھا چنانچہ انہوں نے ایک موقع پر کہا جیسی نصیبیت اس خاندان پر نصرت ہو کر

تقدیر اور
عبدالرحمن
ؓ کے
ساتھ پرستش

ہاتھ لگائیں لے کر ان سے بھی پورا اترایا۔ مگر جب ان کے سامنے حضرت عبداللہ شامی لڑائی اور عین سے کسی مسلمانوں پر مسلمانوں کو دین تو انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا جب آپ نے خلافت کا بار میری گردن پر اٹھایا تو پھر آپ کو اسات کیا غرض ہو جو سعادت دیکھیں گا کہ ان لوگوں کا جس میں قوت و امانت پادشاهوں کا ہوا ہو یا کوئی۔ عبدالرحمنؓ نے اس شرط پر اصرار کیا اور حضرت عثمانؓ نے ان کے ہاتھ پر بیت کر لیا۔

عبدالرحمنؓ نے خلافت عثمانؓ کی تاریخ ۱۰۸ حالات خلافت عثمانؓ کی تاریخ ۱۰۸

کی وفات کے بعد بڑی دینی مصیبت میں نے کہیں نہیں دیکھی تھی۔ مجھے قریش سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس شخص کو چھوڑ دیا جس سے زیادہ منصف میں کسی کو نہیں دیکھتا۔ کاش مجھے مودہ سداون ملے۔
 اُن کا یہ جملہ سن کر عبدالرحمنؓ نے کہا "مقتداؤ خدا سے ڈرو اور مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری ذات کے فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو" کسی اور نے مقتدا سے پوچھا "اُس خاندان اور اس شخص سے تم کس خاندان اور کس شخص کو مراد دیتے ہو؟" جواب دیا "خاندان عبدالطلب اور علیؓ بن ابی طالب"۔

مقتدا کو یہ تول سن کر خود حضرت علیؓ نے یہ فرمایا لوگوں کی نظر قریش پر ہے اور قریش کی نظر باجمہ ایک دوسرے پر۔ اُن کا خیال ہے کہ اگر نبی ہاشم حاکم ہو گئے تو پھر نہ بھی حکومت ہاشمیوں کے ہاتھ سے نکلے گی اور نہ کسی غیر کو ملے گی کہ اُس کو آپس میں گردش دیں۔

ان تمام واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے دو سبب ہوئے۔ اول یہ کہ مہاجرین و انصار کی عام رائے بجز چند شخصوں لوگوں کے انہیں کے موافق تھی۔ اور دوسرے یہ کہ حضرت علیؓ نے عیبتِ دارِ حِمْیَر کے سامنے حضرت عمرؓ کی اس شرط کے قبول کرنے سے انکار کیا کہ نبی ہاشم کو حکومت میں زیادہ اقتدار نہ دیں گے۔ گو کہ حضرت علیؓ کے بعض طرفداروں نے یہ امر ناگوار گزارا مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگر حضرت عثمانؓ تعجب نہ کیے ہاتے تو ان کے طرفداروں کی کثرت تھی اور جو ذی اثر لوگ اُن کے موافق تھے ممکن ہے کہ کوئی ہنگامہ اٹھانے کے کھڑا کر دیتے۔

حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت ہو جانے کے بعد اسی روز حضرت طلحہؓ آگئے۔ جب ان کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اُن سے بھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی خواہش کی گئی تو انہوں نے پوچھا "سارے قریش اس پر راضی ہو گئے؟" جواب ملا "ہاں" تب وہ اٹھ کر سیدھے حضرت عثمانؓ کے پاس گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کو ابھی تک رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ اگر آپ کو اس بارے میں انکار ہو تو میں خلافت سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ پوچھا کیا واقعی آپ دست بردار ہو جائیں گے؟ فرمایا بیشک "تب طلحہؓ نے پوچھا تو کیا سب لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی؟" کہا "ہاں" پوچھا پھر انہوں نے کہا "تو پھر میں بھی راضی ہوں۔ میں اختلاف نہ کروں گا۔ جو سب کی رائے ہے وہی میری رائے بھی ہے" اور اس کے بعد انہوں نے بھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

یہ بڑی ہی روایت کے مطابق ہے اس لیے کہ ابن تیمیہ کے بیان کے مطابق حضرت طلحہؓ دینے ہی میں موجود تھے۔ مگر یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔

حضرت عثمانؓ کا جواب ہے۔

حضرت طلحہؓ کوئی۔

اس معاملے میں ایک اور شخص بن شیبہ نے عبد الرحمن بن عوف سے کہا آپ اسے خوب
 کیا کہ عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور خود حضرت عثمان سے کہنا کہ عبد الرحمن آپ سے سو گیا وہ
 ہاتھ پر بیعت کرتے تو ہم ہرگز نہ مانتے۔ یہ سن کر حضرت عبدالرحمن نہایت براغور ہوئے اور کہا
 اوٹکالے تو بیٹھنا ہے میرا جس کے ہاتھ پر بیعت کرتا تو اس کے ہاتھ پر بیعت کرتا اور یہی بات کہتا
 مسور بن مخرمہ کہنا کہ تیرے کہیں کسی کو کسی قوم پر اس طرح غالب اسلئے نہیں کیا جاسکتا جس نے جہاد
 معاملے میں غالباً نے اور سب نے بیعت کر لی۔

دنیا کے اسلام کے نادان تھے یہ ظلمات عبد الرحمن بن عوف، زبیر بن عوف، عتبہ بن عوف
 اور حضرت علی کے خطبے کی امام تاریخ ابو جعفر طبری نے اپنی تاریخ میں بیان کر دی ہے کہ یہ لوگ
 اندیشہ نہ ہوتا تو ہم ان کو درج کرتے۔

اہل شوریٰ نے عصر کے وقت حضرت عثمان پر خطبات کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی
 سو دن بھی نبوی حضرت مصعب نے عصر کی اذان دی تب میرے پاس لوگ نہیں ہوئے۔ حضرت عثمان
 پر آمدم کہ نماز پڑھائی اور اہل وظائف کے سو سو ورجہ بنادیا۔ اور اس وقت تک ان کے
 وفادوں کے حاضر ہونے کا حکم جاری فرمایا اور کہا ابنا آپ کے کہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ وہ ان کے
 طلب کیے جانے کی بنیاد نہیں کیے وقت سے پڑھا۔

یہ حکم دینے کے بعد حضرت عثمان نے میرے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں لوگوں کو بتایا
 کہیں اور اس تقریر کے آخر میں یہی لوگ بڑے بڑے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔

حضرت عثمان اسے جانشین رسالت منتخب ہوتے ہی ایک نہایت بزرگ و عظامان شخص
 اور اس کے متعلق بھی لوگوں میں اختلاف پڑا۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ حضرت عمر کی شہادت و وفات کے بعد
 ایک فرقہ عبد اللہ بن ابی اسحاق شہید کر دیا کہ ایک مبنیہ عثمان سے کہ وہ ان کے بیعت کرنے سے
 پہلے اسے بڑے بڑے لوگوں کے قاتل ابو لؤلؤہ کو قتل کیا اس کے بعد حیرہ کے ایک شخص نے اسے قتل
 کر دیا جو صحابہ میں ایک گاہ دست تھا اس کے بعد اسے چلے تو عجمی مرزا جعفر بن کوثر نے اسے قتل
 کر دیا کہ وہ یہ نہیں آئے کا حال ہم کہ شہداء و اقات کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں کہ یہ شخص
 و ظیفہ غور تھا اور سلمان ہو گیا تھا چنانچہ اس پر حبیب اللہ اللہ کہ تو ابھی تو اس سے لاتعلیٰ تھا تو اسے
 زبان سے نکالا عبد اللہ بن عمر کو اس قدر آپ سے باہر دیکھ کر شرماتا کہ ابھی تو اس سے لاتعلیٰ تھا تو اسے
 پکڑ کے اسے گھر میں بند کر دیا۔ اور ان کے ہاتھ سے تو انہیں علی بن ابی طالب کا مندر و دربار لوگ

مفرت سے چھین لیکن جیسے ہی حضرت عثمان غنیؓ منتخب ہو گئے حضرت سعدؓ نے ان کو لا کر حضرت عثمانؓ کے سامنے کھڑا کر دیا عبید اللہؓ اس وقت تک برابر یہی کہہ جاتے تھے کہ میں ان تمام لوگوں کو قتل کر ڈالوں گا جو میرے والد کی قتل کی سازش میں شریک تھے، تمام مہاجرین و انصار ان کو بھگاتے اور وہ کسی کی نہ سنتے۔ سب سے عجیب گاتے اور کہتے کہ "میں ایک کو نہ چھوڑوں گا۔"

ان کے اس جوش کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کے زخمی ہونے کے دوسرے دن عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے بیان کیا کہ کل شام کو میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ہر مزان، ابو لؤلؤہ، ادبجیدہ، چیکے، چیکے سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ میری صورت دیکھی تو ادھر ادھر بھاگ گئے اور ایسے بدحواس بھاگے کہ ایک جھڑپ میں سے کسی کے ہاتھ سے گریڑا جو دو دھار اٹھا اور وہ وہی خنجر تھا جس سے حضرت عمرؓ شہید کیے گئے عبدالرحمن کا یہ بیان سنتے ہی عبید اللہؓ تلووار کھینچ کے جھپٹے اور تینوں مذکورہ عجیبوں کو قتل کر ڈالا۔

حضرت سعدؓ نے جب عبید اللہؓ کو حضرت عثمانؓ کے سامنے لا کر پیش کیا تو آپ پریشان ہوئے اور لوگوں سے رائے طلب کی کہ بتاؤ میں ان کے بارے میں کیا کارروائی کروں جنہوں نے اسلام کی عدالت میں رخنہ ڈال دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میری رائے میں تو ان پر قصاص کا حکم جاری کر کے قتل کرنا چاہیے۔ لیکن جب علیؓ قصص کی رائے سن کر بعض مہاجرین بگڑے اور کہا خوب! ابھی کل تم مارے گئے ہیں اور آج ان کا فرزند مارا جائے! پھر ان عاص نے حضرت عثمانؓ سے کہہ اٹھا کہ آپ کو ایسے معاملے میں اختیار دیا ہے اس لیے کہ آپ ہی مسلمانوں کے حاکم ہیں۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں عبید اللہؓ کا دل دلوں اور وہ بھادوڑا ہوں جس کی رقم میں اپنے پاس سے اوکر دوں گا۔ چنانچہ اس پر عمل آدہوا۔

زیاد بن لبیدؓ یہاں سے اس عہد کے ایک شاعر تھے ان کا معمول تھا کہ جب عبید اللہؓ بن عسہ کی صورت دیکھتے چند اشعار پڑھنے لگتے جو ان کی مذمت میں کہتے اور ان میں اس واقعے کی طرف اشارہ تھا۔ عبید اللہؓ نے اس کی شکایت بارگاہ خلافت عثمانی میں کی حضرت عثمانؓ نے زیاد کو بلا کے نسخ فرمایا کہ ابھر کبھی ان اشعار کو عبید اللہؓ کے سامنے نہ پڑھنا، زیاد نے اس حکم کی پروا نہ کی اور چند اور اشعار خود حضرت عثمانؓ کی شکایت میں کہہ ڈالے جن میں ان کو مزہ ٹھہرایا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے زیاد کو بگوا کے اس طرز عمل سے روکا اور ان کو جو رقم بیت المال سے ملتی تھی روک دی عبید اللہؓ کے اس واقعے کے متعلق اور مختلف روایتیں بھی ہیں۔

ہرمزان وغیرہ کا واقعہ جو خود اس کے بیٹے عثمانؓ کی ذہنی منتول ہے یہ ہے کہ دینہ طیبہ میں ان دنوں جو عجیبی قسم تھے وہ اکثر باہم ملتے جلتے رہتے تھے ایک وزیر تو ابو لؤلؤہ میرے والد ہرمزان

حضرت عمرؓ کی قتل

حضرت عثمانؓ کی قتل

اور حضرت عثمانؓ کا فیصلہ

زیاد بن لبیدؓ کی شکایت

اور سعدؓ

قتل ہرمزانؓ کے والد ہرمزانؓ کے بیٹے عثمانؓ کی

ایک طرف سے گزرا اور اُس کے پاس ایک دو حمار اپنے مقلد اللہ نے اس شخص کو اس سے لے کے دیکھا اور پوچھا اُس کو کیوں لائے ہو؟ کہا باڑہ رکھو اُوں گا اُس حالت میں کسی شخص کی غلط ٹیگنی۔ لہذا جب حضرت عمر پر حربہ ہو چکا تو اس شخص نے اُس کے بیان کر دیا کہ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہر مہران نے یہی خبر جس سے جناب فاروق پر حملہ کیا گیا ابو لؤلؤہ کو دیا۔ اُس کا یہ بیان سن کر عبید اللہ کو طیش آگیا اور اُس کے میرے والد کو مار ڈالا۔ بعد ازاں جب حضرت عثمان غنی غلبہ ہو گئے تو مجھے عبید اللہ بن عمر پر اپنے باپ کے خون کا دعویٰ کروانے کا موقع ملا۔ گھر سے نکلا تو بوہڑا میرے ساتھ تھا۔ اور سب خواہ مخواہ تھے کہ میں ان پر دعویٰ کروں۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا تو کیا میں عبید اللہ کے قتل کا خواہ مخواہ ہوں؟ سب نے کہا ہاں اور عبید اللہ کو اس زیادتی پر برا بھلا کہنے لگے۔ میں نے پوچھا آپ مجھ ان کے قتل سے روکیں گے تو نہیں؟ سب نے کہا ہرگز نہیں اور عبید اللہ کو غوثِ اسلام دینے لگے مگر میں باوجود ان لوگوں کے کھنسا وار اصرار کرنے کے عبید اللہ کے خون سے دست بردار ہو گیا۔ اور مجھے والد کے خون بہا کی رقم مل گئی لیکن میرے اس فعل پر لوگ اس قدر خوش ہوئے کہ مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا کے میرے گھر لائے۔

مگر اکثر وزین کا خیال ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اگر ہر مہران کے بیٹے نے اپنے لے کے معاف کر دیا ہوتا تو حضرت علیؑ اپنے عہد خلافت میں عبید اللہ پر قصاص کا حکم جاری کر کے ان کے قتل کا ارادہ نہ کرتے جس کے خوف سے بھاگ کر وہ جناب تنویرؑ کے پاس شام میں پہنچ گئے۔ اگر دلی دم کے دست بردار ہونے سے وہ بھوڑے گئے ہوتے تو حضرت علیؑ کو ان سے قصاص کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

۲۳ھ میں یعنی جس سال حضرت عمرؓ شہید ہوئے میں مختلف ممالک میں ان کے شیعوں اور اہل ان کے والیان ملک یہ حضرات تھے مگر منظر میں تاہن بن عبدالمحتر خزاعی۔ طائف میں تھیمان بن عبید اللہ بن قیس۔ حجاز میں ابی بن لہب اور جند بنے لشکر کاہن میں سپہ سالاری کی خدمت پر ابی بن ربیعہ بن جندبہ بن کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ تھے۔ بصرہ میں ابوسوی اشعری۔ تھیب میں عمر بن عامر۔ تھیب میں مہمات بن مسعود۔ دمشق میں متویر بن ابی سفیان۔ بحرین اور اس کے مضافات میں عثمان بن ابی ماسن تھے۔ تھیب میں کوفہ کے قاضی شریع تھے اور بصرہ کے قاضی کعب بن مسور۔

بعض اہل روایت کی تحقیق یہ ہے کہ کئی عہد خلافت میں تاہن بن عبدالمحتر کے عہد خلافت میں تاہن بن عبدالمحتر کے عہد میں نہیں ہوا تھا یعنی یہ خدمت بعد کو قائم ہوئی لیکن یہ بہت سے متواتر واقعات کے خلاف ہے جن سے

حضرت عمرؓ کے زمانے میں فوج اور شہروں میں قاضیوں کا موجود ہونا پوری طرح ثابت ہوتا ہے۔
 بہر حال یہی والدیان ملک سلطنت میں قائم رہے جس سال کے آغاز ہی میں یعنی ۳۲ ہجری کو حضرت
 عثمانؓ رونق آراہنے خلافت ہوئے تھے مگر حکومت کو کچھ سے منیرہ بن شہید کی معزولی اور ان کی جنگ
 سعد بن ابی وقاص کے تقرر کے معاملے میں اختلاف پیدا ہوا۔ لیکن اہل روایت کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی اس
 وصیت کے مطابق کہ تم میرے بعد جو خلیفہ ہو سعد کو ضرور مقرر کر کے ان کو میں نے کسی برائی یا خبیثت
 کی بنا پر معزول نہیں کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس سال کے آغاز ہی میں منیرہ کو معزول کر کے سعد کو
 والی کو مقرر کر دیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ حضرت عمرؓ ہی کے ارادے کے مطابق
 جناب عثمانؓ نے پہلے اپنے سال خلافت میں کوئی عزل و نصب نہیں کیا مگر صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ
 اسی سال میں منیرہ کی جگہ سعد کا تقرر عمل میں آگیا۔

منیرہ کی
معزولی اور
سعد کا تقرر

اور چونکہ والدیان ملک میں اس خلافت کے پہلے برس کے اندر کوئی تغیر تبدیل نہیں ہوا لہذا
 اس سال کوئی ایسے اہم واقعات بھی نہیں پیش آئے جو بیان کرنے کے قابل ہوں بجز اس کے کہ اس
 لوگوں میں بحیرہ بن ہاشم کی کثرت رہی جس کی وجہ سے عربوں میں اس سال کا نام ہی "عام الرعاف"
 یعنی نمکسیر والا سال ہو گیا۔

عام الرعاف

مگر سلسلہ میں اسکندریہ کی سیسی عیال نے بغاوت کر دی۔ اور اس کا باعث یہ ہوا کہ رومیوں کو
 یہ نہایت ہی ناگوار تھا کہ اسکندریہ کا ایسا عظیم الشان شہر جس پر سیسی مذہب اور ان کی مشرقی حکومت کی دنیا
 قائم تھی قلم و روم سے مکمل کر کے خلافت کے سوا کسی میں آگیا۔ قیصر روم کو یقین تھا کہ اسکندریہ کے ہاتھ سے
 کچھ دینے کے بغیر مشرق میں ہمارا قدم نہ جم سکے گا چنانچہ ان رومیوں سے جو اسکندریہ میں مقیم تھے
 اس نے مداخلت کی۔ انھیں بغاوت و انقضائے عہد پر ابھارا اور ان لوگوں نے جی بڑھتی سے یہ فریاد
 قبول کر لی کہ ان لوگوں سے بغاوت کا اقرار ہو جانے کے بعد ایک ہجاری لشکر طغلیہ آئے گے
 اسکندریہ میں اترا جس کا سپہ سالار ایک وحشی نامور خواجہ سرا تھا۔ اس لشکر کے بہت سے سپاہی اہل شہر
 حملہ بغاوت بلند کر دیا اور پھر قیدیوں کے سب لوگ رومیوں کے سپرد کر دیے۔

سیسی عیال
اور اسکندریہ

یہ شہر سیسی عیال کے حاکم قسطنطین سے روانہ ہونے اور اوس سے رومی بھی ان کے مقابلے کے لیے
 بڑھے۔ راستے میں ایک مقام پر سخت لڑائی ہوئی جس میں رومیوں نے باوجود بڑے جوش و خروش اور
 جان بازی کے رومیوں کے شکست کھائی۔ میدان چھوڑ کر گئے پھاگے اور عمر بن عاص برابر ہوا۔ قسطنطین
 اور رومیوں کے چلے گئے۔ یہاں تک کہ خاص اسکندریہ کی دیواروں کے نیچے آگیا۔ اس سے منہ نہ ہونے

اور ان کی
سکون ہو گیا

شہر میں گھس کے پناہ گزین ہوئے مگر جب مسلمانوں نے جوش و خروش سے حملہ کیا تو شہر کی ہر حالت
نہ کئے اور متعدد عربین ماس نے شہر کے اندر گھس کر قتل و لٹیر کر دیا۔ بہت سے روپیوں کے ساتھ
میلوں بھی مارا گیا۔

روپیوں نے جس وقت وہ ملتانوں کے علاقے کو اسکندریہ سے نکل کے چلے میں بڑھنا شروع کیا
کی تھیں چنانچہ اسکندریہ کے گرد و نواح پر بھیجتے اور ان کی سازشیں کیا کمال اسباب اور ان کے
مکوشی اور جاؤر لوٹ لیتے تھے۔ عام اذیت کو یہ مسلمانوں کے منافع مولیٰ ان کے موافق جب
مسلمان دوبارہ فتحیاب اور پاک پناہ گزین ہوئے تو ان بستیوں کے وہ لوگ بھجوں نہ دینا۔ تہہ بہ تہہ
انہیں کی تھی یہ حضرت عمر بن عباس کے پاس ہاتھ پوٹے اور عرض کیا کہ تم نے آپ کی عزت کی تھی
اور نہ آپ کی اطلاع سے باہر نہ نکلے تھے اور یہ ہے۔ وہ بھجوں نہ دینا۔ وہ باب
اور جانوروں کو زبردستی بچھ سے بچھ لینا اسلام میں غیر اسلامی رویا کے بیان مال کی حفاظت کرنا ضروری
فرمائی ہے۔ اور اگر ان کو کسی زمین سے نقصان پہنچا جائے تو اس کا عائدہ ہونے کے نتیجے میں ہوتا ہے
ہر غاص نے ان کے دعووں کی تہمت کی اور بہت بے گمانی وار دینا اور ان کے مال کا تہمت جو ان کی
نقصانوں کا پورا پورا معاوضہ کر دیا۔

اس کے بعد عمر بن عباس نے اسکندریہ کی شہر نیچہ ہند کر دی اور اس کے نیچہ کو بھی لایا۔ وہ
روپیوں کو سرتالی و لہارت کا حوصلہ دیتا تھا۔

اور حضرت عمر بن عباس نے اور اور حضرت عبد بن ابی وقاص کو جو کوفہ کے والی و مقدمہ چکے
تھے خیر پوچھی کہ اہل جزیرہ میں ایک شورش مچی ہوئی ہے اور غداروں نے پناہ گزینوں کو مارا ہے۔
انکڑ بھیج کر اس ملک کی اصلاح کی۔ بعد ازاں انھوں نے علاقہ وادی میں خود جا کے جہاد کیا اور فتح و غلبہ
واپس آئے۔

حضرت سعد اسی ہی کارروائی کو فرمایا ہے کہ یہ فرمان خلافت کو زیست و نوال ہو گئے۔
اور ان کی جگہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا تقرر ہو گیا۔ یہ ولید حضرت عثمان کے اخیان و جہاد تھے اس لیے
وہ دونوں ایک ہی ماں اردو بنت کریم کے بیٹے تھے اور ان کی ماسیبتی حضرت عثمان کی ماسیبتی
حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں جو حضرت رسول کے والدین کی بہن تھیں۔

اس تقرر کا باعث یہ ہو کہ کوفہ میں حضرت سعد والی و مقدمہ چکے اور ان کی ماسیبتی
سعد نے ابن مسعود کو رخصتی کر کے بیت المال سے لے کر کوفہ تشریف لے گئے۔

اُن سے رقم ادا نہ ہو سکی۔ اور باہم سخت کٹامی ہو گئی اس جھگڑے کے وقت اتفاقاً حضرت سعد کے پیچھے ہاشم بن عقیلہ بن ابی وقاص موجود تھے۔ انھوں نے دونوں صاحبوں کو یکمکھایا۔ اور کہا آپ دونوں صاحب صحابی رسول اللہ ہیں اور سب لوگوں کی نظر میں آپ کے اخلاق و عادات پر لگی ہوئیں آپ کے لیے باہم یوں جھگڑنا مناسب نہیں ہے۔ سعد نے غیظ میں اس کے ہاتھ اٹھائے کہ ابن مسعود کے حق میں بدو عاکریں۔ چونکہ وہ مستجاب الدعوات تھے۔ حضور سرور عالم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اُن دعا قبول ہوگی اور اکثر موتوں پر ان کی دعا تیرہدف ثابت ہو چکی تھی۔ اس لیے اٹھا اٹھا کر فقط اتنا کہنے پائے تھے۔ اے آسمان و زمین کے مالک اگر ابن مسعود نے گھبرا کے روکا اور کہا دیکھیے کوئی بری بات زبان سے نہ نکالے گا۔ سعد رک گئے اور کہا خدا کی قسم خدا کا خوف نہ ہوتا تو میں ایسی بددعا کرتا کہ تیرہدف ہو جاتی۔ بعد ازاں عبداللہ بن مسعود اٹھ کر چلے گئے مگر کوشش شروع کی اور لوگوں کو درمیان میں ڈال کر بیت المال کی وہ رقم اُن سے وصول کریں اُن کے مقابل سعد نے اور لوگوں کو بیچ میں ڈال کر ملت چاہی۔ انجام یہ ہوا کہ اہل کوفہ کے دو گروہ ہو گئے ایک سعد بن ابی وقاص کے خلاف تھا اور دوسرا عبداللہ بن مسعود کے خلاف اور اہل کوفہ پر پھوٹ اور نا اتفاقی کی یہی پہلی آفت ہے جس میں وہ مبتلا ہو اور شیطان نے ان میں تفرقہ ڈال دیا۔

اہل کوفہ پر
پہلا تفرقہ

اول ان تمام واقعات کی اطلاع حضرت عثمان کو ہوئی تو دونوں بزرگوں سے ناراض ہوئے۔ اور یہ ارادہ کیا کہ دونوں کو طعنے کر دیں۔ حضرت عبداللہ کو حسب سابق تہمی خزانہ پر بحال رکھا مگر سعد کو حکومت کوفہ سے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو مقرر فرمایا۔ ولید حضرت فاروق کے عہد سے مسلماناں اجماع پر حاکم تھے۔ فرمان خلافت پاتے ہی وہ کوفہ میں آئے۔ اور سعد سے حکومت جائزہ لے لیا۔ اور بعد کے واقعات سے ظاہر ہوگا کہ اہل کوفہ نے ولید کو اس قدر پسند کیا کہ اس سے پہلے کسی حاکم سے وہ اتنے رنجی نہیں رہے تھے۔

ولید نے حکومت کوفہ کی عنان ہاتھ میں لیتے ہی عقبہ بن فرقہ کو حکومت آذربائیجان سے معزول کر دیا۔ وہ لوگ اپنے والی سے اس قدر خوش تھے کہ اس کے معزول ہوتے ہی بغاوت کر دی۔ اور خود ولید کا زبردست لشکر کے ساتھ جس کے افسر صدر العیش عبداللہ بن سہیل جسی تھے باغیوں کے سربراہ پیچھے بلا و متواتر بیر۔ اور طلیسان کو تائیس کر کے ادبیت سے لوندی غلام اسیر کر کے دوبارہ فسخ کر لیا۔ آخر محل آذربائیجان کے لوگوں نے نہت ہمارے صلح کی درخواست کی۔ اور جن شرطوں پر پیشتر صلح کے ان لوگوں سے صلح کی تھی اب بھی کر لی گئی۔ وہ شرطیں یہ تھیں کہ آٹھ ہزار درہم سالانہ دیا کریں۔ اور جو مال

معاوضت
آذربائیجان

اور ان کی
سزا

دیتے رہے میں اس کو بھی حسب معمول لدا کرتے ہیں۔

بعد ازاں ولید نے اطراف و جوانب میں فوجیں بھیج کر سارے ملک کو سخر کیا اور اسی سلسلہ میں
 عثمان بن ربیعہ باہلی کو بارہ ہزار لشکر کے ساتھ آرمینیا کی طرف روانہ کیا جو چند ہی روز میں سارے
 ملک کو مطیع و منقاد بنا کے بہت سے نوذبی غلاموں اور مال غنیمت کو لیے ہوئے واپس آگئے۔
 ان کارروائیوں کے بعد ولید کو قندھار کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ یہاں کے راستے سے آتے تھے
 اور شہر حدیبیہ میں پڑاؤ تھا کہ فرمان خلافت ملا جس کا مضمون یہ تھا کہ "مسلمانان شہر حدیبیہ میں
 کثیر التعداد فوج سے یورش کی ہے۔ لہذا تم اپنے بہادریوں میں سے کسی آزمودہ کماندار کو آٹھ ہزار
 فوج کے ساتھ قندھار روانہ کرو کہ وہ لوگ شام میں پہنچ کر اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کریں۔ ولید نے
 اسی وقت لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبے کے ذریعے سے اطلاع کیا۔ اور فاتح آرمینیا عثمان بن ربیعہ باہلی کو
 آٹھ ہزار فوج پر سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ یہ لوگ جلد ہی قندھار پہنچے اور شہر شام میں
 شریک ہو گئے جس کے سپہ سالار حبیب بن مسلمہ تھے۔

جسٹ و اتھیر تھا کہ حضرت عثمان نے جناب حویرہ کو حکم کیا کہ حبیب بن مسلمہ کو آٹھ ہزار سپہ سالار
 بنا کے ملک آرمینیا بھیجے۔ جناب متوہ نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی۔ اور حبیب نے جانشین مقرر کیا۔ اس
 سختی سے محاصرہ کیا کہ محصورین نے نہایت ہی اضطراب و اتجا کے ساتھ درخواست کی کہ چاہتے ہیں کہ
 جزیہ لیجیے اور چاہتے ہیں جلاوطن کیجیے۔ گرامان دیکھے۔ اس درخواست پر حبیب نے بن لوگوں کو مخاطب
 جانا جلاوطن کر دیا۔ اور کئی ہفتے تک وہاں ٹھہرے رہے۔ اور جلاوطن ہلا و درمیر بیٹے گئے۔
 اسی اثناء میں حبیب کو خبر ملی کہ علاقہ آرمی ناقص کا حاکم بطریق مسیحی حویران جس کی ٹکڑی قلعہ تھا تباہ ہو گیا۔
 چلی گئی ہے۔ اسی ہزار لشکر جوابے کر چلا ہے کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرے۔ بلا تامل حضرت حویران کو خبر
 ملی۔ انھوں نے حضرت عثمان کو لکھا۔ اور انھوں نے ولید کو حکم بھیجا کہ فوراً مسلمانان شام کی مدد کرے۔
 بعض اہل تاریخ کو اس میں اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک حضرت عثمان نے ولید کو نہیں جانیے تھی
 بن عاص کو حکم روانہ کرنے کا حکم کیا تھا۔ بہر حال جن بزرگ کے نام حکم کیا جوا انھوں نے عثمان کی
 حکم پر روانہ کیا جن کے ہمراہ نو یا حسب روایت سابقہ ہزار فوج تھی۔ یا بعض راویوں کے بیان کے
 مطابق چھ ہزار۔

حبیب نے قندھار کے لشکر کے آپکو پہنچنے کے بعد ایک شب کو ارادہ کیا کہ سوریان کی لشکر کی مدد
 بشنوں ماریں۔ بواسطہ جنگ سے آرامتہ ہوتے دیکھ کر ان کی بیوی ام عبد اللہ بہت غمگین ہو گئی۔

کہاں کا ارادہ ہے؟ کما سوریان کی حرم سرائیں جاتا ہوں یہ کہہ کے باہر نکلے اور زور شور سے روانہ ہو کر دیوبند کے پڑاؤ پر جا پڑے۔ اور لوگوں کو مارے گرا بنے اور قتل و قح کرتے ہوئے سوریان کی حرم تک جا پہنچے جس میں چاروں طرف قنائیں کھڑی ہوئی تھیں اور سرسبز و بہار خاتون کہلاتی تھی حبیب جب اس سرسبز و بہار میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ شریف و بہادر خاتون امیر عبد اللہ سامنے کھڑی ہیں۔ حیرت سے ان کی صورت دیکھی اور سمجھ گئے کہ غیبی سیوی کو نہیں گوارا ہے کہ یہ کسی زمانہ خانے میں جاؤں اور ان کے سو کسی اور عورت پر نظر ڈالوں۔

دیوبند کو شکست دے کر حبیب قالی قلا میں واپس آئے۔ چھوڑاں سے کوچ کر کے مقام مرال میں آئے تو غلام کا حاکم بطریق غیاث بن غم کی دستخطی سندھان لے کے حاضر ہوا۔ اور جو کچھ رقم اس کے ذمے واجب الادا تھی پیش کی حبیب نے اس کے معاہدے کو برقرار رکھا۔ اور آگے بڑھے تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ علاقہ بفرخان کے شہر شمس کا حاکم حاضر ہوا۔ اس کے علاقہ کی رقم خیرہ شخص کر کے آگے کی راہ لی۔ اور شہر زو شتا میں پہنچے۔ قرقم نہیں ارغوانی ہنگ تھا اس شہر میں تیار ہوتا تھا شہر سے ذرا فاصلے پر بیل نام ایک ندی تھی اس کے کنارے انہیں اور سواران عرب کو حکم دیا کہ بڑے شہر کا محاصرہ کریں۔ اہل شہر نے قلعہ بند ہو کر لڑنے کا ارادہ کیا اور قلعہ میں سے چاروں طرف بندوقیں لگا دی گئیں۔ آخر محصورین نے عاجز اگر امان مانگی حبیب نے ان کی درخواست قبول کی اور اس شہر میں قیام کر کے چاروں طرف فوجیں بھیجا شروع کیں۔ انہیں فوجوں میں سے ایک کا واقعہ ہے کہ مسلمان ایک مقام پر گھوڑوں کو سوار ہونے کے لیے کتے اور لنگا میں چڑھا رہے تھے کہ بیکار ایک روحی آپڑے۔ مسلمانوں نے نہایت ہی استقلال و پامردی سے گھوڑے تیار کر لیے اور ان پر سوار ہو کے ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنوں کو مار کے بھگا دیا۔ اسی واقعہ کی وجہ سے عربوں نے اس شہر کا نام ذات اللہ یعنی لنگسوں والا مقام قرار دے دیا۔

ایک فوج حبیب نے مقام تراج طبر میں بھیجا۔ اور ایک بغر وند میں آخر الذکر مقام کے بطریق نے خراج قبول کر کے صلح کی تھی کہ سارے علاقہ بفرخان کے حاکم نے اسے تمام شہروں کے متعلق صلح کر لی۔ یہاں سے کوچ کر کے حبیب شمس جان میں پہنچے یہاں کے لوگوں نے چونکہ متحارب کیا اس لیے ان کو بزور شمشیر غلبہ کر کے اور ان کے قلعوں پر قبضہ کر کے پھر سالار خلافت مقام جوزان کی طرف چلے۔ وہاں کا حاکم راستے ہی میں حاضر ہو گیا۔ اور اس سے صلح کر کے قلعہ میں پہنچے۔ اس شہر کے لوگوں نے بھی صلح کر لی۔ اور پھر یہاں سے ان کے اطراف و جوانب کے

کھانا ہے

ان کی کار

قلعوں اور شہروں کو صلح کے ذریعے سے اپنے قبضے میں کر لیا۔

یہ تو جعیث بن سلمہ کے کارنامے تھے سلمان بن ربیعہ باہلی جو لشکر عراق کے سردار تھے وہ رومیوں کو شکست دینے کے بعد علاقہ اتر انا کی طرف چلے، بلقان والوں سے اس اتر اتر علاقے کی انھیں فقط جان و مال کی مان ہے ان کے شہروں کی تفصیلیں چھوڑ دی گئیں اور جزیرہ خراج ان کے ذمے عالم کر لیا۔ یہاں سے بڑھ کے تسلمان شہر تروند پر پہنچے اور دریائے ترنور کے کنارے اتر اتر جوان کے اور شہر والوں کے درمیان حائل تھا۔ اہلی شہر اسلامی لشکر کاہ سے ایک فرسخ کی مسافت پر تھا چند روز تک اہل شہر مقابلہ کرتے رہے اور سلمان ان کے گرد و نواح کے گاؤں پر تاحیں کر رہے تھے آخر اہل شہر نے ان شرطوں پر جو بلقان والوں سے ہوئی تھیں صلح کر لی۔ سلمان نے شہر پر قابض ہونے کے بعد باہوی کے اندر قیام کیا اور یہاں سے اطراف و جوانب میں فوجیں بھیجے گئے۔ آخر اس سرزمین کے تمام قلعے فتح ہو گئے اور تسلمان نے تلاش جان کے گاؤں کو اسلام کی طرف بلایا۔ اگر انھوں نے بوجھ نہیں کیا اسلام قبول کرنے کے۔ قابض کیا لیکن جب مسلمانوں نے شکست دے کے انھیں مغلوب کر لیا تو اکثر نے جزیرہ قبول کر لیا اور جنھوں نے سلمان جو رکوعہ او کی تسلمان نے ایک لشکر شہر شکوہ پر بھیجا جس نے جاتے ہی اس کو فتح کر لیا۔ پھر یہاں سے بڑھ کر تسلمان اہلی نے اس مقام پر پڑاؤ ڈالا جہاں اتر اور شکوہ نام کی وندیاں آکر ملی ہیں۔ یہاں کے قیام میں انھوں نے مقام قلعہ کو فتح کیا اور مقامات شکوہ وغیرہ کے لوگوں نے ادا سے جزیرہ کے وعدے پر صلح کر لی۔ اسی سلسلہ میں ہ کھڑوان اور علاقہ کوہ قاف کے تمام فرماں رواؤں اور اہل منطقہ شاتران اور شہر باب والوں سے بھی صلح ہو گئی اور سارا علاقہ زیر علم اسلام تھا۔ مگر یہ رواروی کی قوی تھیں اس لیے کہ تسلمان کے واپس آتے ہی ان ب شہروں نے بغاوت کر دی۔

جعیث کی فوج کے بعد اس سال حضرت منویہ نے مملکت مہر چلے کیا وہ ایک لشکر جبار نے کوہ شقی سے چلے اور شہر غموریہ تک بڑھتے اور برابر قتل و قلع کر کے چلے گئے۔ ویریوں نے مسلمانوں کے خوف سے سارا ملک خالی کر دیا تھا۔ چنانچہ اقطاعیہ طرسوس سے غموریہ تک تمام قلعے رومی فوج سے خالی و افتادہ گئے۔ یہ دیکھ کر جناب محویہ نے یہ کارروائی کی کہ ان تمام قلعوں پر قبضہ کر کے سرزمین شام اور ہمزیرہ کے بہت سے لوگوں کو ان میں لایا دیا اور واپس آئے۔

بعد ازاں انھوں نے یزید بن جعیث کو ایک لشکر پر سردار مقرر کر کے اس ملک میں بھیجا جو کہ کھڑوان و جہاد کرنے کے لیے مخصوص کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ خود ویریوں کو بھگاتے ہوئے وہ تک چلے گئے۔

سلمان بن ربیعہ کی فوج

حضرت منویہ کی فوج

یزید بن جعیث کی فوج

ان کو بھی جیسا کہ راستے میں جو شہر خالی ملیں اُن میں اہل شام اور الجزیرہ کو آباد کرتے جاؤ۔ وہ جب اپنی
 محکم پوری کر کے پلٹے تو انطاکیہ تک جتنے روٹی قلعے ملے سب کو برابر سار کرتے آئے۔
 مصر کا لشکر اسلام بھی اس سال اپنی سندھ میں خاموش نہیں بیٹھا رہا۔ چنانچہ حضرت عثمان کے
 حکم کے مطابق والی مصر عمرو بن عاص نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو جہاد کرنے کے لیے افریقیہ
 کی طرف روانہ کیا۔ یہ وہیں جو لشکر اسلام تھا اس کے ایک سردار عبداللہ بن ابی سرح ہی تھے۔ وہ ایک
 زبردست لشکر کے افریقیہ کی طرف بڑھے اور دوڑتے جا کے اور راستے میں جو شہر ان میں تاجش
 کر کے مال غنیمت اور نوٹھی غلاموں کو لے کر واپس آئے۔ مگر اس محم نے ان کا ہوا اس قدر بڑھا دیا کہ
 مصر میں واپس آتے ہی براہ راست حضرت عثمان سے خط بھیج کر افریقیہ میں دوبارہ جہاد کرنے کی اجازت
 حاصل کی۔

افریقہ
 ابن ابی سرح
 کا فوج

ان دنوں قلمرو خلافت کے مشرقی حدود پر بھی مجاہدین اسلام کو مجبوری دکھارہے تھے۔ چنانچہ ادھر
 عبداللہ بن عامر نے حضرت عثمان سے کابل پر فوج کشی کی اجازت لی۔ یہ شہر ان دنوں سیستان کے
 علاقے میں تھا اور سیستان کا علاقہ اس زمانے میں خراسان کے علاقے سے بڑا تھا۔ عبداللہ جو شہر خراسان سے
 جا چھوٹے اور کابل کے گرد لڑائی چھیڑ دی۔

کابل پر فوج
 عبداللہ بن عامر

اسی سال یزدین بن موہبہ سپاہی ہوا اور اسی برس علاقہ بلخ اور پور پور پر سلاطین نے پہلے پہل جہاد کیا۔ مگر
 بعض اہل ہدایت اس جہاد کو سندھ بعد میں بتاتے ہیں۔ در آخر سال میں حضرت عثمان نے ہزار ہندس امیرین کی
 حیثیت سے لوگوں کو جمع کرایا۔

بلخ پر فوج
 یزدین بن موہبہ

حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش مگرمیچا اتوان کو گرفتار کر لیا اور اسے بلا کے فرمایا اپنی زوالی تھمارے ساتھ عمر بن
نے کی کئی قسٹ و تم نے ظلمت نہ کی اور اب شورش مچاتے ہو تو اور کپ سے تو سب سے کے ساتھ انصاف حرم کی
بھی تجدید کی تھی جن سے حد حرم معلوم ہو کر یہاں اراکین علی بن ابی طالبؓ کی سفارش سے وہ ملک پہنچا دیا گیا۔
مصر کے فتح ہونے کے زمانے سے اس وقت تک وہاں کے والی عمرو بن عاصؓ رہے تھے۔
حضرت عثمانؓ نے ۲۶ھ میں ان کو اس خدمت سے معزول کر کے ان کی جگہ اپنے رضائی بھائی عبداللہ بن
برز بن ابی اسرح کو مقرر کر دیا اور انتظام کیا کہ مقررہ فوج کے آخر تو عمرو بن عاصؓ ہی رہیں۔ مگر ابلی مقیم عبداللہ بن
سبا کے حکمت ان کے ہاتھ میں دے دی عیسیٰ بن عاصؓ سے ناراض ہو کر حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ گائے
کے سینک اور پانوی تو ہیں پکڑو اور دو روٹے دسرا شخص دو ہے؟

عبداللہ بن
عمر بن ابی اسرح

عبداللہ بن ابی اسرح اس فوج میں تھے جو خلافت کی جانب سے فقیہ بنی ہاشمؓ ہی حضرت عثمانؓ سے
۲۵ھ میں ان کو افریقیہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا اور وہ وہاں گیا کہ اگر تم کو یہ جہاد میں کامیابی ہو تو وہ
پانچواں حصہ خلافت کا حق ہے تم کو بطریق انعام دیا جائے گا۔ ساتھ ہی فرمایا عبداللہ بن نافع بن القیس
عبداللہ بن نافع بن حوشا افریقیہ پر حملہ کرنے والی فوج کے سربراہ ہوں اور وہ توں عبث و شہد بن ابی اسرح
کے ماتحت رہیں۔

ابن کا
جہاد افریقیہ

یہ لشکر تکر و مصر کے گزرنے کے بعد افریقیہ میں داخل ہوا تو علم اسلام کے شیعہ اس شہر بباد الزان نام
تھے افریقیہ والوں نے جب اسے یہیں مقیم پایے کہ طاقتور پانی تو خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ مگر
و دشمنوں کی اس تدبیر کو نظر آئی کہ اس کے پڑھنا مصلحت نہ معلوم ہو جائے صلح کر کے واپس پلٹا۔

رضائی بھائی کا یہ کارنامہ دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے ان سے جو وعدہ کیا تھا پورا کیا اور ان کو ابلی
بھی مقرر کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں اور عمرو بن عاصؓ میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ عبداللہ بن
حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ عیسیٰ بن عاصؓ نے ایسے جھگڑے پیدا کر دیے ہیں کہ خراج وصول نہ ہو رہا ہے اور جو مقررہ فوج
بارگاہ خلافت میں لکھی کہ عبداللہ بن عاصؓ نے فوجی انتظام بگاڑ دیا ہے۔ اس کا یہ انجام ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے عمرو بن
عاصؓ کو فوج کی سربراہی سے بھی معزول کر کے عیسیٰ بن عاصؓ کے تمام فوجی و دیوانی انتظامات عیسیٰ بن عاصؓ کے ہاتھ میں
دے دیے۔ اور عمرو بن عاصؓ وہیں سے چلے گئے۔

عمر بن
عبداللہ بن
نافع

جب پوری حکومت تلو عیسیٰ بن عاصؓ کے ہاتھ میں آئی تو انھوں نے حضرت عثمانؓ سے افریقیہ پر دوبارہ

حکم کرنے کی اجازت انکی آپ نے صحابہ کو جن کر کے شہرہ کیا اور جب اکثر شہرہ کی اس سے وہ تھک چکے تھے
سے ایک نیا زبردست لشکر تہہ کر کے روانہ فرمایا جس میں عبداللہ بن عباس بہت سے تھے اور ان کے
اس لشکر کو عبداللہ بن ابی سرح افریقیہ کی طرف بڑے بہادری سے لے گئے تھے عبداللہ بن عباس
اور ان کے ہمراہی بھی اس لشکر میں آئے جو پہلے سے اس سرزمین میں داخل ہو چکے تھے۔ اس کے بعد
لشکر نے طرابلس الغرب میں پہنچ کر تیوں کو شکست دی اور ان کے بعد کرا فریجہ پہنچ گئے۔ ان کے بعد
افریقہ الجزائر (الجیریا) وغیرہ کا نام تھا۔ یہاں پہنچ کر مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے مقامات پر خوف و
ہراس کے طوفان و جہانم کے شہرہ واپس پھینکے گئے۔

اس ملک کا فرمانروا قیسروم کی طرف سے تھیں۔ نام ایک شخص تھا جو قیسروم کا راجہ و قریب و قریب تھا
اس کی تلخ و طامس سے قلعہ ذخیرہ ایک پہاڑ پر تھی اسے مسلمانوں کی آنے کی خبر ہوئی تو متحہ بنے کی
تیاریاں کرنے لگا۔ نہایت بد و ہمت سے ایک لاکھ بیس ہزار فوج جمع کر لی اور مقابلے کے لیے تیار
اس کے دار السلطنت اور شہر بیطریق کے درمیان ایک مقام میں یہاں جنگ کریم ہوئی۔ اس میں ساریات شہزادہ
لڑائی ہوئی رہی آخر جبرجہ کو مناسب معلوم ہوا کہ اپنے دار السلطنت کی دیواروں کے نیچے پناہ لے کر اپنے
مسلمان بھی تعاقب کرتے ہوئے اس کے شہر پہنچا جو اسے اور ملایا نہ لڑائیاں ہونے میں عبداللہ
بن ابی سرح نے جبرجہ کو مطلع کر دیا کہ یہ اسلام قبول کر دیا جائیگا۔ وہ لشکر اس نے وہ فوج ہاتھوں کے
ماننے سے قلعہ انکار کیا۔

حضرت عثمان کا دل اس لڑائی کی طرف لگا ہوا تھا اور حالات غیر مسافہ کی وجہ سے دیر سے
معلوم ہوتے تھے۔ ایک باخبروں کے آنے میں اس قدر تاخیر ہوئی کہ آپ سخت پریشان ہو گئے۔ اور
آخر حضرت عبداللہ بن زبیر کو چند لوگوں کے ساتھ روانہ کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو جا کے میدان جنگ
کی خبر لائیں جسکم ہوتے ہی وہ نہایت پھرتی اور عجلت سے روانہ ہوئے اور افریقہ کے میدان جنگ
میں پہنچ کر دم لیا۔ ان کے پہنچنے پر بخا بدین نے زور و شور سے اندر بکیر بس کیا تو جبرجہ نے
لوگوں سے اس کا سبب پوچھا کسی نے کہا یہ خوشی کے نعرے ہیں اس لیے کہ مسلمانوں کی فوج نے
عبداللہ بن زبیر نے یہاں میدان میں پہنچ کر دیکھا کہ مسلمانوں کا مجمع سے قلعہ کے وقت اس
لوٹے ہیں اور اس کے بعد گرمی کی شدت سے اپنے خیموں میں واپس چلے آئے ہیں۔ وہ دوسرے دن
صبح کو ابن زبیر میدان میں آئے تو سپہ سالار اسلام ابن ابی سرح کی کسی طرف دعوت نہ دیکھائی دے گی۔
لوگوں سے پوچھا وہ کہاں ہیں جواب ملا کہ جبرجہ کے عام اعلان کر دیا ہے کہ جو کوئی عبداللہ بن ابی سرح

قتل کر کے گاؤں سے میں ایک لاکھ دینار انعام دوں گا۔ اور اپنی بیٹی کو بھی اسی کے عقد میں دے دوں گا۔ اس اعلان کے خوف سے ہمارے سردار جیسے کے ہاتھ نہیں نکلتے۔ اپنی زیر نواز ابی سرح کے غمے میں گئے اور کہا آپ ڈرنے کیوں ہیں؟ آپ بھی اشتہار دے دیجیے کہ جو کوئی جرجیر کا سر کاٹ لائے گا اس کو ایک لاکھ دینار ملیں گے۔ اور اس کی بیٹی بھی اسی کو دی جائے گی۔ اور اسی کو میں جرجیر کے ملک کا حاکم بھی بنا دوں گا۔ اس ضمن میں ان کا اعلان نوراً شایع کر دیا گیا۔ اور ایک بیکہ یہ حالت ہوئی کہ جرجیر اپنی جان کے لیے عبد اللہ بن ابی سرح سے زیادہ خائف تھا۔

اس کے بعد بھی لڑائی کو طول ہوا تو ابن زبیر کے مشورے سے ایک لشکر اسلام کا ایک حصہ لشکر گاہ میں روک دیا گیا۔ اور جیسے ہی ظہر کے وقت مسلمان میدان سے جوش شجاعت دکھائے، آپس آئے اور تھکے ماندے روتی بھی واپس گئے اور یقیناً کھول رہے تھے کہ ناگہاں خود عبد اللہ بن زبیر اس محفوظ لشکر کے ساتھ ان پر چاڑھے۔ مدھیوں کو خبر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ یہ لشکر اسلام ان کے چڑاؤ میں گھس پڑا۔ وہی ایسے بدحواس ہوئے کہ ہتھیار بھی نہ اٹھ سکے اور مسلمانوں نے تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ آخر جرجیر عبد اللہ بن زبیر کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کی بیٹی کچل گئی۔ وہی ہمت دار کے بھائے اور ہر طرف قتل ہونے لگے۔

اب عبد اللہ بن ابی سرح نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور آخر وہ بھی فتح ہو گیا اور تمام مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا کہ ہر سو کو اپنے حصے میں تین ہزار اور ہر سیدل کو ایک ہزار دینار ملے۔ عبد اللہ نے شہر سبیلہ کو بھی فتح کر لیا تو دیگر بلاد افریقہ کی طرف فوجیں روانہ کیں جن میں سے ایک فوج نے شہر نفطہ کو اور دوسرے نے حصن اجم کو فتح کیا جہاں تمام اطراف وجانب کے لوگ جمع تھے۔ چنانچہ وہ قلعہ چند روز محصور رہنے کے بعد فتح ہو سکا۔ آخر افریقہ والوں نے اپنی تمام کوششوں کا کام ہونے کے بعد پسپا لاکھ دینار سالانہ خراج ادا کرنے کا اقرار کر کے ایمان قبول کیا۔ جرجیر کی بیٹی عبد اللہ بن زبیر کو ملی۔ اور انھیں نے حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہو کر قرۃ فوج منایا۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ یہ افریقہ کی وسیع شاہراہی عبد اللہ بن زبیر کو نہیں بلکہ ایک انصاری بزرگ نے ملی تھی۔

۵۳ اس شاہراہی کے حسن و جمال علم فضل اور شجاعت و مردانگی کی باتیں نے بڑی تحریف کی ہے۔ مگر حسن اور انجمن و حسن ہے یہ بڑی فاضل و غلیظ ہوئی ہے کہ عبد اللہ بن زبیر کی جگہ ان کے والد جرجیر بن زبیر کو اس لڑائی کا مددگار اور شاہراہی کا جتنے والا بنا دیا۔

7

6

19

• 1. 2. 3. 4. 5. 6. 7. 8. 9. 10. 11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 840.

مقتدرے زمانے کے بعد حضرت عثمانؓ نے افریقہ کی حکومت عبداللہ بن ابی سرح کے قبضے سے نکال لی اور عبید بن نافع بن عبد القیس کو حاکم افریقہ مقرر فرمایا۔ عبداللہ بن ابی سرح مصر میں واپس آئے اور بہت کچھ رقم خزانہ مصر سے بارگاہ خلافت میں بھیجی۔ اتفاقاً اس کے پہنچنے کے زمانے میں عمرو بن عاصؓ حضرت عثمانؓ سے ملنے کو گئے جناب خلافت پناہ نے کہا "عمرو تم نے کہا کہ تمھارے بعد اس کو فتنی نے زیادہ دودھ دیا" عمرو نے پر جھٹک کر کہا "جی ہاں دودھ تو دیا مگر بچہ ملاک ہو گیا"۔

مشرق میں ان دنوں ایران کے شہر اطخرا والوں نے بغاوت کر دی تھی۔ لہذا عثمان بن ابی العاصؓ نے ۲۶ھ میں اس کو دوبارہ فتح کیا اور انھیں دونوں حضرت ملوٹہؓ نے قسطنطنیہ کی طرف قلمرو میں جہاد کیا۔ جناب ملوٹہ کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ اور وہ عین قلمرو اسلام کے وسیع کرنے کی فکر میں لگے رہتے۔ سب سے زیادہ ان کو اس بات کی تساہلی کہ مسلمان ہماری راستے سے جہاد کریں۔ چنانچہ اس نے پیشتر انھوں نے حضرت عمرؓ سے جزیرہ قبرس (سائپرس) پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ اور چونکہ اس جزیرے کا ساحل شام کے شہر حمص سے بہت قریب ہے۔ اس لیے حضرت فاروقؓ کو یہ اتفاق ملے تھے کہ حمص کے ایک ساحلی گاؤں سے رومی اس قدر قریب ہیں کہ اس گاؤں کے لوگ دیسوں کے کتوں کا بھونکنا اور ان کے مرغوں کا بانگ دینا سنا کرتے ہیں۔ متو یہی اس تحریک پر حضرت فاروقؓ نے عمرو بن عاصؓ کو لکھا کہ "مجھے تم مسند کی اصلی حالت اور سیما مان بھری کیفیت لکھ بھیجو"۔ حضرت نے لکھا کہ ایک بڑی چیز (جہاز) ہے جس پر ایک چھوٹا مخلوق (انسان) میٹھے کے جاتا ہے۔ گرد و پیش آسمان و پانی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ہوا و آگ گئی تو دل چھٹنے لگتے ہیں اور زور بہے چلی تو ٹالمر کے باعث پوش و حواس نہیں بجا رہتے۔ فلاح کا یقین کم اور شک زیادہ ہے۔ ان کی مثال ایک کیرے کی ہے جس کو ایک تھوڑا بٹھکا کے پانی میں چھوڑ دیا جائے۔ تشنہ کسی طرف جھکا تو وہ ڈوب گیا اور بجایو ہر دم پریشان و مضطرب رہا۔ عمرو بن عاصؓ نے یہ ایسا ہونگ منظر دکھایا تھا کہ حضرت عمرؓ سہم گئے اور جناب ملوٹہؓ کو لکھا کہ تم نے اس خدا کی جس نے تم کو یہ ہوش و رسالت کیا میں بھی کسی مسلمان کو جہاز پر سوار کر کے نہ بھیجوں گا۔ مجھے ایک مسلمان کی جان روم کے سارے عالم سے زیادہ عزیز ہے۔ لہذا اس طاعنے میں زیادہ ضرر نہ کرنا تم جانتے ہو کہ علماء کے ساتھ کیا معاملہ پیش کیا ہے۔ یہ سب مذاہب میں تیسرے کے مقابلے سے دست بردار ہوتا ہوں۔ جب حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا تو جناب پیغمبرؐ نے ان کی خدمت میں اصرار شروع کیا اور آخر اجازت حاصل کر ہی کے حین لیا۔ عبد بنی فہم اندلس کو لکھ دیا ہے۔ جہنم وایت کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ مکہ ان میں بھی فتوحات عثمانیہ ہے اور مکہ ہے کو اللہ کا اس کو دوبارہ فتح کیا ہو۔

افریقہ

ایران

جزیرہ

حضرت ملوٹہ

حضرت عمرؓ

مگر حضرت عثمانؓ نے جو اجازت کی تحریر بھی اُس میں لکھا تھا۔ اس قسم کے یہ تم خود لوگوں کو منتخب نہ کرنا۔ اور نہ انتخاب کے لیے قرعہ اندازی کرنا۔ بلکہ لوگوں کو اختیار سے دو۔ جو شخص برضا و رغبت جانا چاہے اُس کو سے جاؤ اور اس کی مدد کرو۔ مگر جو لوگ خاموش رہیں اُن سے ہرگز تعرض نہ کرنا۔ چنانچہ مسلمانوں نے یہی کیا۔ جبہ اللہ بن قیس عابی کو جو نبیؐ فرارہ کے خلیف تھے امیر المومنین بنو ہاشمؓ نے جہاد بن حسان کے ساتھ ہونے ان کے ہمراہ اکابر صحابہ کا ایک گروہ بھی تھا جن میں سے ابوذر غفاریؓ، جہاد بن حسان، جہادہ کی محترم بیوی اُم حرام اور ابوذر داء اور شک داہن اور اس کے ایسے صحبت یافتگان رسول اکرمؐ تھے۔

یہ مسلمانوں کا پہلا جنگی بڑا سہ ۲۹ھ میں ساحل شام سے روانہ ہو کر جزیرہ قبرس کی طرف چلا۔ دوسری طرف سے جبہ اللہ بن ابی سرح بھی مسیری ٹیرے کے ساتھ آگئے۔ دونوں ٹیروں نے قبرس کے ساحل پر لشکر ڈالا۔ کچھ لڑائی ضرور ہوئی مگر جزیرے والوں کو زیادہ متاثر کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور اس قرار پر صلح کر لی کہ متنازعہ رومیوں کو دیتے ہیں یعنی سات ہزار دینار مسلمانوں کو بھی دیا کریں گے۔ مگر مسلمان اس سے مانع نہ ہوں کہ وہ لوگ رومیوں کو بھی حسب معمول خراج دیتے رہیں۔ مسلمانوں نے اس خراج کے معاوضے میں یہ ذمہ داری اپنے سر لی کہ قبرس کو دشمن کے حملے سے بچائیں گے۔ اور قبرس والوں کو اس کا پابند کیا کہ رومی دشمنوں کی نقل و حرکت سے مسلمانوں کو براہ راست ملے کرتے رہیں۔ اور مسلمان جب رومیوں پر حملہ کریں گے تو ان کا راستہ اسی جزیرے کی طرف سے رہے گا۔

جہیز بن نفیر کا بیان ہے کہ جزیرہ قبرس کے فتح ہونے کے وقت مسلمانوں نے چند لوندی غلام پکڑے تو ابوہریرہؓ نے غصہ سے بڑھ کر زار و قطار رونے لگے۔ یہاں نے کہا خدا نے مسلمانوں کو غلبہ دیا ہے اس پر خوش ہونا چاہیے۔ رو نہ کیا؟ امیر نے شانے پر ہاتھ مار کے فرمایا جو لوگ خدا کی نافرمانی کرتے ہیں اُس کی نظر میں کیسے ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں؟ کوئی تو تم چاہے کیسی ہی زبردست و باجبرت ہو۔ جہاں اُس نے خدا کے حکموں کو چھوڑا ان کو خدا ایسا ہی ذلیل کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن لوگوں کو دیکھ رہے ہو۔ خدا ان پر کسی اور قوم کو غالب کر دیتا ہے جو لوگ انھیں پکڑ کر لوندی غلام بناتے ہیں اور خدا کو اس کی مصلحت پر و انہیں ہوتی۔“

ام حرام قبرس میں ایک خیر پر سوار جاری تھیں کہ جانور بھڑکا اس کی پیٹھ سے گدے میں گردن ٹوٹ گئی اور سات ہی روز بعد وار گئی حضور رسول خدا صلی علیہ وسلم نے ان محترم بیوی کو یہ خوشخبری سنائی تھی کہ اسلام کا جو پہلا بحری لشکر جہاد کرے گا اس میں تم بھی ہو گی۔“

عبداللہ بن قیس عابی اس کے بعد برابر امیر المومنین جہاد بن حسان کے ساتھ رہے۔ چنانچہ

سوز و غماز

خبر تیریں۔

شرط ملے۔

ابوہریرہؓ کی چشم پر تیریں۔

ام حرام کی شہادت۔

سیدہ ام کلثومؓ

انہوں نے جنگی میں اتر کر یا خاص سمنہ کے اندر جاڑوں اور گرمیوں میں سب ملا کے پچاس جہاد کیے۔ اور
اس خوش عنوانی اور احتیاط سے کہ ان کے ہمراہوں میں سے کبھی کوئی دبا اور کبھی انہیں شکست ہوئی۔
اور گاہ ربیع الثانی میں پیشہ ہوا تھا کہ تہذیب الشکر خیریت سے رہے۔ ان کی دعا قبول ہوئی۔ چنانچہ جب
خدا کو منظور ہوا کہ انہیں شہادت کا مرتبہ نصیب ہو تو بحری طلیحہ کی حیثیت سے ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر
مملکت روم کے شہر قسطنطنیہ کے ساحل پر جا کے تنہا اتر پڑے۔ قصد یہ تھا کہ کسی کو خبر نہ ہو اور وہاں کے
حالات دریافت کر لائیں۔ وہاں چند مختاروں نے تاجر سمجھ کر ان کے آگے دست سوال پھیلایا اور انہوں نے
قیاضی سے تیرت دی۔ مختاروں میں ایک عورت تھی جس نے دوڑ کے شہداءوں کو خبر کی کہ عبداللہ بن قیس
ہیں موجود ہیں۔ ان کا پرہیزگار نام سننے ہی رومی چڑھ آئے۔ مجبوراً انہوں نے تقابل شروع کیا۔ بہت
دیر تک دوا و شجاعت دیتے رہے اور آخر ایک طاقت عظیم کے مقابلے میں تنہا لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔
ان کے طاعن کشتی کو وہاں لے گئے اور مسلمانوں کو خبر کی۔ سننے ہی سب لوگ اپنے جہازوں کو لے کر
بڑھے۔ جو شش خروش سے قرقا کے بندر میں لنگر ڈال دیا۔ اور ان کے مصروف کار زادہ ہو گئے۔ اس وقت
شکر اسلام کے سردار عبداللہ کی بکھرتیاں بن عوف زدی تھے۔ فوج کو لاکھارستہ وقت کبھی بھی ان کی
زبان سے سخت و سست الفاظ نکل جاتے تھے۔ عبداللہ مرحوم کی ایک لڑی کلہری دکھ رہی تھی بولی بول کر
عبداللہ مرحوم کی زبان سے تو لڑائی میں یہ الفاظ نہ نکلتے تھے۔ استغیاں نے پوچھا اور کیا کہا کرتے تھے؟
کہا کرتے تھے ثابت قدم ہو نصیب نہ ہو جاسے گی۔ استغیاں نے اس کے بعد سب کی کلمہ اذیت کر لیا۔
یہ بڑی سخت لڑائی تھی۔ جس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ اور خروشمیوں کو مغلوب کر کے لشکر اسلام
واپس آیا۔

ان کے شہادت

ان کے
تکلیف

لوگوں کو اس پر بڑی حیرت تھی کہ قرقا کی وہ درویشہ عورت عبداللہ کو کیسے پہچان گئی۔ چنانچہ نصیب
ہونے کے بعد اس کو دھو نہ دھ کے پچھا تو اس نے کہا اس شخص کی حرکت تو تاجروں کی سی تھی مگر جب
میں نے سوال کیا تو اس نے باؤں ہوں کی سی فیاضی کی اس سے میں سمجھ گئی کہ یہ عبد اللہ کے سوا
اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

اسی سال اپنے مستعمر بن عبید بن مسعود کے ہم کے شہر تہذیب پر حملہ کیا اور انہیں یاہم میں
حضرت عثمانؓ نے ناکہ ثبت و واقفہ کے ساتھ عقد نکاح کیا جو عرب کی بڑی شریفانہ اور عزیز بیوی تھیں۔ پلے
سیچہ تھیں مگر حضرت ذی النورین کے عقد میں آئے سے پیشتر مسلمان ہو چکی تھیں۔ امیر حج اس سال ہی خود
حضرت خلافت مآب تھے۔

حضرت عثمانؓ
کی بیوی

اور ہوسنی
شعبہ اول ہوسنی
کی ناراضی۔

اسی سترہ میں مصر سے میں خیرائی کو بلایا اور کروباغی اور مرد جو گئے ہیں۔ ابو موسیٰ اشعری نے جو والی بصرہ تھے فوراً لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا۔ اور انہوں نے تقریریں پیدل جہاد کرنے کے فضائل بیان کیے جن کا اثر یہ ہوا کہ چند لوگ تو گھوڑوں پر سوار ہو کر دوسروں کی طرف سے باقی سب نے اتفاق کیا کہ پیدل کوچ کرے تاکہ زیادہ ثواب حاصل ہو۔ ان میں سے ایک گروہ نے کہا لیکن ہمیں عجلت نہ کرنی چاہیے۔ منتظر رہیں اور دیکھیں کہ خود ابو موسیٰ کیا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ قول سے زیادہ ان کا فعل قابل اتباع ہو گا۔ ابو موسیٰ نے کوئی کارآمدہ کیا تو ان کا مال و اسباب اور ساز و سامان قضاہارت سے چاہیں خچروں پر لاد کے نکالا گیا۔ اور خود گھوڑے پر سوار ہوئے۔ یہ دیکھتے ہی بہت سے لوگوں نے ان کو ان کے گھوڑے کی لگام پکڑا اور کہا یہ ذرا بڑے خچر جن پر آپ کا ساز و سامان لدا ہوا ہے ان میں سے بعض پر بھی سوار کرائیے۔ یا جس طرح آپ نے پیدل پہنے کا ہمیں شوق دلایا ہے خود بھی پیدل چلیے تاکہ لوگوں کا زہد دیکھ کر ابو موسیٰ نے ان سے کوڑے پکڑنے کا راز شروع کیے۔ جب یہاں تک فوج پہنچی تو لوگ لگام چھوڑ کے ہٹ گئے۔ مگر بجائے جہاد جانے کے سب سے حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ابو موسیٰ کی مضرولی کی درخواست پیش کی۔

اور ان کی
مضرولی۔

عبداللہ بن
مطلح بن عوف۔

اور ہوسنی
راہیوں کا
تقریر اور
کاماتے۔

آپ نے اس کا باعث پوچھا تو کہا پوچھ کر کہنے کی بہت یہ زیادہ مناسب ہو گا کہ آپ ان کو بدل دیں اور اسی سلسلہ میں ابو موسیٰ اشعری کی ایسی شکایتیں کیں کہ حضرت ذی النورین نے ان کو معزول کر کے عبداللہ بن عامر کو والی بصرہ مقرر کروا دیا۔ جن کی عہد سز زما نے میں گیس سال سے زیادہ مضرولی۔ اسی زمانے میں حضرت عثمان نے بہت سے والی مقرر فرمائے۔ چنانچہ عمرو بن عثمان بن مسعود کو خراسان پر بھیجا۔ جنہوں نے خراسان کے مشرق و شمال میں سبقت کی تو فرغانہ تک بڑھتے چلے گئے۔ اور اس علاقے کا کوئی مقام نہیں باقی رہا جس نے صلح کر کے اطاعت قبول کر لی۔ چنانچہ عبداللہ بن علی بن ابی طالب نے سیستان مامور فرمایا۔ انہوں نے اس سرزمین پر قدم رکھتے ہی سرش رعایا کی سرکوبی شروع کر دی۔ اور فغانہ اندام سے قدم بڑھایا تو کابل تک بڑھتے چلے آئے۔ عبداللہ بن عمر کو آپ نے کراں بھیجا وہ بڑے توتہر تک جا پہنچے۔ غالباً ان سے مراد دریا ہے ہندو۔ ادھر کراں میں حسب فرمان خلافت عبدالرحمن بن عباس ہوئے۔ اور اسی طرح اتوار و فاتس میں بھی آپ نے حکام بھیجے۔ عبداللہ بن عمر جو سیستان کے حاکم مقرر ہوئے آئے تھے چند روز بعد معزول ہوئے۔ اور ان کی جگہ عبداللہ بن عامر بھیجے گئے۔ ایک سال حکومت کر کے وہ بھی اس خلافت سے علیحدہ کر دیے گئے۔ اور ان کی خدمت میں عمر کو دی گئی۔ پھر عبدالرحمن بن عباس حکومت کراں سے ہٹائے گئے اور ان کی جگہ عدی بن زید کو ملی جو اس سے پیشتر بھی یہاں کے حکمران رہ چکے تھے۔ پھر حضرت عثمان نے عبداللہ بن عمر کو کراں سے واپس بلا کر حکومت

خانیس پر مقہر فرمایا اور مکران میں اُن کی خدمت تعمیر عثمان کو عطا فرمائی۔ بعد ازاں حاکم خراسان آپسے
 امیر بن احمد بنکری کو مقہر فرمایا اور حکومت سیستان کے تحت میں عمران بن فضیل جرجی کو دی اور عاصم بن
 عمرو نے اسی اثنا میں کرمان میں انتقال فرمایا۔

یہی روایت بدل ہو رہی ہے تھے کہ اہل خانیس نے بغاوت کر دی اور عبید اللہ بن عمران کو لوگوں کی کمرلی
 روانہ ہوئے۔ خاص اخص کے پھانک پر مقابلہ ہوا جس میں ایرانیوں نے اس طرح جان پھیل کے مقابلہ
 کیا کہ خانیس کے خلاف کو شکست ہوئی اور پھر سالار اسلام عبید اللہ نے شہادت پیا۔

اس شکست کا حال بصرے میں عبید اللہ بن عامر نے سنا تو فوراً لشکر متب کیا اور متواتر کوچ کر کے دشمنوں
 کے سر پر جا پہنچے اور اسی میدان اخص میں پھر غزنی کا بازار گرم ہوا لشکر اسلام میں بیٹنے کے سوا
 اب بڑا اسلامی اور شہرہ کے افسر عمران بن حصین تھے اور ان دونوں بزرگوں کا شہادت یاد تازہ ہے

میں تھا آخر سخت بیکر لڑائی کے بعد ایرانیوں نے شکست کھائی ان کا ایک گدہ غلام قتل ہو گیا۔ اور
 شہر اخص بڑا شہر فتح کر لیا اب عبید اللہ بن عامر فتح کا جھنڈا اڑاتے ہوئے بڑے تودار آب گرمیں

پیو تھے اس کو بھی فتح کیا اور شہر کوڑکی طرف چلے جو شہر اردشیر خرد کے نام سے مشہور تھا۔ راستہ میں
 سنا کہ اخص والوں نے پھر بغاوت کر دی مگر انوالو العزم ابن عامر نے پروانگی اور بڑھتے ہوئے شہر کوڑکی

چلے گئے۔ یہاں پر دست شہر تھا ہر بن حیان پہلے سے اس کا محاصرہ کیے ہوئے تھا تھے۔ مگر فتح نہ ہوا
 جس کی وجہ تھی کہ محاصرہ کرنے والوں کو بار بار تھوڑے سے آدمی شہر کے گرد چھوڑ کر اخص ملک آ آ کے

اڑتا اور مقابلہ کرنا پڑتا تھا جس کی وجہ سے بھی پوری قوت سے گوتیر و عباد و کیا جا سکا۔ ابن عامر کے
 پیو پیچھے میں ایک ایسی قدرتی صورت پیش آئی کہ بغیر کسی دشواری کے شہر فتح ہو گیا اور یہوں کہ ایک رات کو

کوئی مسلمان مجاہد نماز تہجد کے لیے اٹھا اس کے برابر خوجی کسی تھی جس میں گوشت ادرولی تھی۔ ایک کتا
 آیا اور خوجی کو کھینچتا ہوا بے چلایان بزرگ نے اس کا تعاقب کیا تو وہ ایک نفی راستے سے باہر کے

شہر کے اندر ہو رہا۔ ان بزرگ نے وہ راہ مسلمانوں کو بتا دیا چنانچہ مسلمان اس راہ سے شہر میں
 داخل ہوئے اور دم بھر میں فتح کر لیا۔

شہر کوڑکی ہو چکا تھا بن عامر اخص میں واپس آئے ایرانی قلعہ بند ہو گئے مسلمانوں نے شہر کے چاروں
 طرف سے ڈال دیا۔ جا بجا خفیہ لگا دیں اور کئی سخت لگائی کی کہ غمیوں کی ایک غفلت کثیر تھوڑی کی

نہ ہوئی۔ جن میں اکثر شہر زمانہ انوں واسے اور ذی اثر لوگ تھے جنہوں نے اطراف و جانب سے
 بھاگ کے شہر اخص کی شہر نیاد میں پناہ لی تھی آخر مسلمانوں نے شہر کو فتح ہی کر کے چھوڑا۔

بنیاد خانیس
 سلاطین کے
 حکمت۔

دوسرا سیکر
 اور سیکر۔

خروج واپس
 گرد و گرد۔

تاریخ شہر

محلہ خانیس

معضن راویوں کا بیان ہے کہ ابن عامر نے گور کے تختہ مٹانے سے پیشینہری واپس آکر اظہار کو فتح کیا۔ پھر شہر گور پر گئے۔ اور اس پر قابض ہونے کے بعد واپس آکر دیر پڑھنے کیا۔

اسپاہین عامر نے بارگاہِ خلافت میں ان نقشب کی اطلاع کی اور جو اس میں حضرت عثمان سے تھے

پیرمیں جیان بیکری خرمین را شد و پنجاب بن راشد و ترجمان بھیمی کو فاش کئے شہر میں والی

وہاں تک مقرر کرو اور ملک کو بھی چند لوگوں میں تقسیم کرو۔ چنانچہ آپ ہی نے نصف کوہ ویکٹوریہ

قرن ہجری کو کج کا۔ خالد بن عبد بن زبیر لوہرات کا۔ ان کے انحرافوں کا۔ زمین بن ہیرہ کی۔ ان کے

حجاز و بکال تھے چند روز بعد حضرت عثمانؓ نے خراسان کے نامور عاملوں اور بزرگوں کی مشورہ سے تختہ

کر دیا۔ چنانچہ قسطنطین پور سے خراسان کے حکم ہو گئے۔ اور جب قسطنطین خراسان کے حکم ہوئے تو امیر بنی امیہ کو

حضرت اتمی النورین سے سیستان کی حکومت دی۔ پھر ان کو ہشاک کے عہد الخوارزمین سے جو کہانہ سیستان

مقرر فرمایا! اور یہی آخر عند شافی تھا کہ یہاں کے حاکم نے اس طرح آپ کے ساتھ نہ کیا کرتا تھا اس کے

حاکم عثمان قاضی کے عمیر بن عثمان اور کربان کے اہل حق و سیدہ فاطمہ کے

ان عامہ کے ہاں بھی تھا۔ ابن عامر کی نظر میں ابن عامر کی شہرت و عظمت کو یہ نہیں سمجھتا کہ وہ ایک عوامی شخص ہے۔

یہ کہنے کی جرات نہ ہوئی کہ مجھے ایسا پس منعمون کی ایک شہزادی دے دی گئی کہ اس نے خراسان سے

چلے جائیں تو وہاں کی حکومت میرے ہاتھ میں رہے۔ ان تمام نے بلا آں میں یہ نیکو رویہ جو کوئی نہیں

چھپا کر کھا اور خراسان میں دیہیں آئے حضرت عثمان کی شہادت کے بعد یہ تھنوں پر کانرہ ہوا تو

ابن خازم کے پیش کو مشورہ دیا کہ اسے اپنے دوستوں سے روک کر لے جائیں۔

میں ان سے فکر کے ہیں اس کے جواب میں کہہ دے وہ نہ جیادہ ہی کھان سے کھائیں گے کچھ نہیں

ایں مازدر کی کس حرکت سے تفتیش نہایت ہی پر کم ہو گئی ہے۔

اسی سال کے ۲۹ ربیع الاول میں حضرت عثمان نے مسجد نبوی کو جو کچھ گنجائش دے سکی۔

کے دو محل سے لائی جاتی تھی اور جب ان کے لیے انورپ کی میل ریل انفرسٹریکچر کے زیرِ تعمیر کارکنوں نے یہ پتہ چھوڑ دیا ہے

جن پریشان نگاہ بنے ہوئے تھے۔ سبکی سوئی قائم کیے ہوئے چھوڑ دی تھی۔ ان کی تباہی و بربادی کے بارے میں

بمبارک باد کی ہوا میں ایک مومسائی نر اور کھڑکیاں لٹکانے والی لڑکیاں

[illegible]

تیسری فصل

مختلف واقعات عثمانی آغاز مخالفت تک

حضرت عثمانؓ سے پہلا اختلاف۔ جتنا کہ اختلاف پسند تھا، اسی کو ذرا لید کا ابتدائی طرزِ حال۔
 اس سے مخالفت۔ اس پر کیشی کا الزام۔ قد جاری ہونا اور منہولی بشتیہ بن عاصم کم کو ذرا۔ اس کا پہلا
 کوئی نہ کی نظر۔ ہدایت خلافت۔ اس کے مطابق عمل۔ حضرت عثمانؓ کا خلیفہ۔ سیدنا جبار و طبرستان
 میں۔ جاکم بصرہ ابن عامر کی مہم حسان بشتیہ تیس ہیں۔ فتح قربان بلقیہ کا سخت سوکر۔ ابن جبر بن کی
 کسرشی زمانہ امیدیہ قیصر کے ہاتھ سے اس کی اصلاح۔ یقیناً از انقاد پر بعد۔ قرآن میں اختلاف۔ فتح
 قرآن کی جانب حضرت عثمانؓ کی توبہ آپ کے مرتب کیے ہوئے قرآن۔ حضرت کی اکثریت پر کیا
 کوڑیں میں گر کے غالب ہو جائے اور وفاداری کا واقعہ۔ جتنا ہے تو یہ میں دان میں اختلاف اس کی بد سے
 فقرائے مشورہ بنو یونس نے آزمایا اور بچا پایا۔ بارگاہ خلافت میں ان کی شکایت۔ ماریش اور ذرا۔ سیدنا
 ابو ذر بنہ میں ان کی وفات۔ جہو میں تیسری اذان۔ تکیہ کیونکر سارے شام کے حاکم ہوئے۔ شام پر
 روہوں کا بھری حملہ۔ پوری جنگ۔ استعصوری۔ فتح اسلام شکست نصیب تین سو انجام۔ حضرت
 عثمانؓ کی مخالفت کا آغاز۔

اب ۱۹ھ کا آخری مہینہ تھا حضرت عثمانؓ حسبِ معمول حج کے لیے مکہ منظم میں تشریف لے گئے
 منی کے میدان میں آپ کا خیمہ نصب ہوا اور وہاں اور عرفات میں دونوں جگہ آپ نے سابق کے
 رواج کے خلاف نماز پجائے قصر کرنے کے پوری پڑھی۔ چونکہ یہ امر حضرت رسالتؐ کے عمل کے
 خلاف تھا اس لیے اکثر صحابہ اس پر متعجب ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے جناب ہی انورؓ سے
 مل کے کہائیں۔ حضرت رسول خداؐ اور ابو بکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما کے ساتھ برابر یہاں نماز پڑھی۔ سب
 دوی دو کشتیں پڑھیں اور آپ بھی اس سے پیشتر اپنے عہد خلافت میں دو ہی کشتیں پڑھتے رہے۔ کچھ میں
 نہیں آتا کہ اس سنوں طریقے کو آپ نے کیوں بدل دیا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ یہ فقط میری رائے
 تھی اور مجھے ایسا ہی مناسب معلوم ہوا۔
 سب حضرات کی طرح حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے بھی اس کارروائی پر اعتراض کیا تو حضرت عثمانؓ نے

حضرت عثمانؓ
پہلا عثمانؓ

صحابہ کو
پیشہ تھا

فرمایا کہ میں میرے اعزہ و اقارب میں۔ میرا مکان بھی یہاں موجود ہے اور طائف میں میرا ایک اسباب گاہ بھی ہے۔ اس سے پیشتر یہاں نمازیں قصر کیا تو بعض جہاں خصوصاً بیت کے حاجیوں نے میرے اس فعل سے حجت پکڑ کے خیال کیا کہ مقبرہ کو بھی نمازیں قصر کرنا جائز ہے اسی غلطی کے دور کرنے کے لیے اب کے میں نے پوری ناز پر یہی "عبدالرحمن" نے کہا یہ عذر کافی نہیں ہے۔ آپ کے عزیز نہ کہ میں ہوا کرتا ہوں بیوی بچے تو مدینہ میں ہیں۔ آپ کا مکان سکونہ بھی وہیں ہے اور مال اگر طائف میں ہے تو طائف بھی یہاں ہے۔ تین منزل ہے یہ ہا جہاں تین کا کہنا تو ان کے کہنے کی بنا پر حضرت رسولؐ اور حضرات عظیمینؑ کی پیروی میں نہیں چھوڑی جاسکتی۔ حضرت عثمانؓ بولے "خیر یہ میری ایک رائے تھی جس پر اب تو میں عمل کر چکا"۔

جب عبدالرحمنؓ جناب عثمانؓ کے پاس سے نکلیے تو عبداللہ بن مسعودؓ سے ملے اور کہا کہ رسولؐ اس رسول کے خلاف ہے جو ہم کو مسلم ہے اس پر ان مسودؓ نے کہا کہ مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ جو تمہاری رائے اور تمہارا علم ہے اسے تسلیم کر دو۔ وہ بولے "جو مخالفت باعث شرب ہے چنانچہ میں نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چار کتیں لڑھکیں"۔ یہ جواب سن کر حضرت عبدالرحمنؓ بولے کہ میں نے تو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دو پیر بھی لے کر اب آئیدہ چار پڑھا کر دوں گا"۔

بعض اہل روایت کے نزدیک یہ واقعہ سننے میں پیش آیا اور یہی پہلا اعتراض ہے جو حضرت عثمانؓ کے طرز عمل پر کیا گیا۔

خلافت عثمانی کے دوسرے سال ہم کو مذکی حکومت برتید کے تقریباً حال بیان کر آئے ہیں انھوں نے پانچ سال تک بہت اچھی حکومت کی اور رعایا میں ہر قدر نرمی سے ہر شخص خوش تھا۔ اور جو چاہتا ہے نہ تکلیف ان تک پہنچ جاتا۔ حاجب و دربان نہ ہونا کیا معنی معلوم ہوتا کہ ان کے مکان کے دروازے میں پہنچا نہیں میں سبکین اب کوئی میں چند ایسے چھکڑے پیدا ہوئے کہ شرفائے عرب کا ایک گروہ ان کے خلاف ہو گیا جنھوں نے پہلے تو حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے ہتھوڑے کی خواہش کی۔ اور جب حضرت عثمانؓ نے سماعت نہ کی تو انھوں نے یہ دیکھ کر کہ یہ پوشیدہ عیب آشکارا کرنا شروع کیا کہ وہ اور نو مسلم شاعر تو یہ ساتھ ساتھ یہ کہ شراب پیا کرتے ہیں انھیں مخالفوں نے دوست بن کر سو۔ تو میں ولید کی انھوں نے ہر کی انگوٹھی اتار لی اور حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پیش کر کے کہا ہم نے ان کی بدستھی کے عالم میں یہ انگوٹھی اتار لی۔ انھیں شراب پی کر تے کرتے اور ان کی وارٹی کو شراب میں بھرا دیا گھجھا"۔

اب بعض راویین اخبار کہتے ہیں کہ حضرت ذی النورین کے سامنے اس بات کی شہادت بھی پیش ہوئی کہ ولید نے جانت کو نہ میں سبج کی نازیدی سیہ سی کی حالت میں پڑھائی کہ مجاہدے دو کے چار کتیں لڑھکائی۔

والی کو ذریعہ
انتہائی طرز

ان سے
مخالفت

ان پر کچھ
اور ہم

اور سلام پھیرتے ہی مقتدیوں کی طرف مڑ کے گناہ کو توبہ و ایک اور پڑھادوں !
 بہر حال شرب خواری کا جرم اُن پر عائد ہوا حضرت علیؑ نے حد جاری کی اور عبد اللہ بن جعفر علیا
 نے آپ کے حکم سے چالیس درہے لگائے اور انہیں واقعات کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ نے اُن کو
 حکومت کو توبہ سے معزول کر کے ان کی جگہ متعبد بن عاص کو مقرر کر دیا جن کا بھی غفلان مشعاب تھا۔
 عجم پچیس سال سے زیادہ رہے مگر حضرت فاروقِ عظمیٰ کے انوش میں پرورش پائی تھی بلکہ شام کے فتح
 ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کو جنابِ تنویر کے پاس بھیجا تھا چنדר و زبید ہاں سے بلو ا کے
 فرمایا میں نے سنا تم ازبائش میں پڑے اور نیکو کار رہے۔ استقلال کھاؤ مذاہرت دے گا پھر دو شریف
 رکھیاں اُن کے عقد نکاح میں دے دیں جن میں سے ایک کے لحاظ سے حضرت عبدالرحمن بن عوف
 اور دوسری کے لحاظ سے جنابِ جبرین طعم ان کے ہمزلف تھے اور حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت
 ان کا شمار مغربین قریش میں تھا اس تربیت و محبت نے ان کے فرائج میں حضرت عمرؓ کی الوالاعزلی اور
 خوش تدبیری اور حضرت تنویر کی بربراری و ہنس و چٹکی جمع کر دی تھی۔

حیدر بن
 اور غزوہ
 سید بن
 مانتا کر توف

حضرت عثمانؓ نے جب انہیں والی کو توبہ فرمایا تو کوٹنے میں آئے اور مالک اشتر وغیرہ جو ولید کے
 ہمراہ بطور رفیقوں کے آئے تھے ان کے مدد و معاون بن گئے۔ کوٹ میں پہونچ کر انھوں نے منبر پر
 کھڑے ہو کر پہلی تقریر کی اس کا متن سنہوں بیٹھا کہ میں تمہارا حکم مقرر کیا گیا ہوں اور مجھے مجاہد اس
 خدمت سے نفرت تھی مگر امیر المؤمنین کے حکم سے مجبور ہو گیا۔ لوگو! توبہ و توبہ وار ہو گیا۔ اور سامنے نظر آ رہے ہیں
 اس سے لڑوں گا یا تو اسے شاہی دوں گا اور یا اسی کو شمش میں خود مرٹ جاؤں گا۔

ان کا پہلا
 غلبہ۔

جیتوا اور تحقیق کے بعد انھوں نے حضرت عثمانؓ کو اطلاع دی کہ کوٹ میں لڑائی پیدا ہو گئی ہے۔ شرفا
 اور مغربہ خاندانوں کے عرب جو یہاں آکر آباد ہوئے ہیں اُن کا غلبہ ہے اور وہ کسی کے بس کے نہیں ہیں
 جنابِ ذی النورین نے لکھا کہ جن لوگوں نے اس سرزمین کو فتح کیا تھا ان کو بے شک شرافت اور
 خصیلت حاصل ہے اور جو لوگ بعد کے زمانے میں وہاں جا کر سکونت پذیر ہوئے ہیں انھیں ان لوگوں کی
 پیروی کرنی چاہیے۔ لیکن پُرانوں میں اگر غفلت و کاہلی پیدا ہو گئی ہو۔ اور پیروی حق سے علیحدہ ہو گئے ہوں
 اور بعد والوں میں وہ صفات موجود ہوں تو اس صورت میں البتہ پچھلوں کو پیلوں کی پیروی کرنی چاہیے۔
 تم ہر شخص کا حفظِ مراتب کرو اور کسی کو اس کے حقوق سے محروم نہ ہوئے دینی چیزِ عدل کو قائم رکھے گی !
 یہ ہدایات خلافتِ ملنے کے بعد متعبد نے ناموران قادیسیہ کو بلوایا اور کہا کہ آپ لوگ یہاں کے سردار
 اور سب لوگوں کے حالات کے واقف کار ہیں رہنما مائتدوں کی حالتیں بھر پور نظر کر دیا کیجئے !

ان کے
 سلطان بن

ستید نے بعد کو آنے والے خاندانوں میں سے جو سپہ گرد اور بہادر تھے ان کو بھی اعلیٰ طبقہ رعایا میں شامل کر دیا اور صاحب علم قاریان قرآن کو بھی اسی اعلیٰ طبقہ میں رکھا اس پر اہل کوفہ میں پیسگوٹیاں ہوتے تھے۔ لوگوں سے اختلاف نہ ہوا اور ستید نے جو کچھ حالت تھی حضرت عثمانؓ کو لکھ بھیجا۔ آپ نے اہل مدینہ کو جمع کر کے ستید کا خط سنایا اور سب نے کہا کہ آپ نے جو کچھ کیا مناسب کیا۔ اب حضرت عثمانؓ نے بیعت عام میں تقریر کی کہ اے اہل مدینہ تیار ہو جاؤ اور حق پر ثابت قدم رہو مگر اٹھے اور تھکامی طرف چلے گئے۔ ہوسے یہاں خدا کی قسم جہاں تک بنے گا میں تمہارے حقوق کو تمہارے لیے محفوظ رکھوں گا اور جو لوگ عراق میں جہاد کر کے حق حاصل کریں وہ یہاں مدینہ میں رہا کر رہیں تو بھی اپنے حقوق پائیں گے۔ لوگوں نے دریافت کیا دوسرے ملکوں سے ہمارے حصوں کو آپ یہاں ہم تک کیونکر پہنچائیں گے؟ فرمایا اہل حجاز و تین میں سے جس کا جی چاہے اپنے حق کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے۔ اس پر سب کو خوشی ہو گئی اور اس کا انجام یہ ہوا کہ مختلف قبائل کے لوگوں نے بے رضامندی طرین بہت سے حقوق ہول لے لیے۔ ان اندرونی معاملات کا تصفیہ ہوتے ہی ستید نے جہاد کی طرف توجہ کی۔ بلاتستان کے سپہ سالار و سپہ سالار نے حضرت فاروق کے عہد میں ستود بن مقرن کو کچھ رقم دے کر صلح کر لیا تھی۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے سرکشی و بدعہری ظاہر ہوئی اور ستید نے ستود بن مقرن کو اور سرکار خ کر دیا۔ علم اسلام کے بیٹے اکابر صحابہ میں سے حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت حذیفہ بن یشام، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عبداللہ بن زبیر اور بہت سے علیل القدر صحبت یافتگان رسول اکرمؐ تھے۔

جس وقت یثرب کی طرف روانہ ہوا ہے اسی وقت ابن عامر زبردست لشکر کے ساتھ یثرب سے خواتین کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ اسی تیزی سے چلے کہ ستید سے آگے نکل گئے اور غنیمت پورہ رہا۔ پڑا ٹوٹا لے دیا۔

ستید قلم و خلافت سے محفل کر پہلے قیام میں آئے۔ یہاں کے لوگوں سے فتح نہاوند کے بعد حضرت حذیفہؓ نے صلح کی تھی بیعت دے یہاں سے شیعہ اکھڑے تو حجاز میں جا کر دم لیا۔ اہل حجاز نے دو لاکھ نذرانہ پیش کر کے صلح کر لی۔ اب لشکر اسلام مقام طہ میں پہنچا۔ یہ شہر سمندر کے کنارے علاقہ حجاز کا سیندر تھا۔ وہاں کے لوگوں نے مقابلہ کیا اور اسی سخت لڑائی ہوئی کہ مسلمانوں کو نماز کی بھی نصرت نہ ملی۔ چنانچہ حضورؐ نے خوف پڑ گئی اس پر کہ میں ستید سے ایک دشمن پر تلوار کا ایک لہجہ بھر پور سے ہاتھ مارا کہ شام سے کسی کے شیعہ تک کھیرے کی طرح کاٹتی ملی گئی۔ آخر شہر داخل ہوا۔ وہاں کی عورتیں

حضرت عثمانؓ
خلفہسید کا جہاد
طبرستان کاحاکم امروہ بن
عامر کی ہجرت
خواتینقیام میں
فتح حجازطہ کا نقشہ
شہر

جو قبول ہوئی اور اقرار کیا گیا کہ ان میں سے ایک تنفس کی بھی جان نہ لی جائے گی۔ مگر بھی قلعہ والوں سے لڑائی باقی تھی جب وصیاداکر کے مسلمانوں نے اس قلعہ کو فتح کیا تو اس میں جتنے لڑنے والے تھے۔ سب مارے گئے۔ بجز ایک شخص کے جو چھوڑ دیا گیا اور قلعہ میں جو کچھ سامان جنگ اور مال و اسباب تھا مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔

اب سقیہ نے آگے بڑھ کر اچھڑ پر قبضہ کیا مگر کوئی شہر نہیں بلکہ یہاں کا ایک شہر یہاں تھا۔ اسی مکان پر سوطہ قائم کر کے سقیہ وہاں چلے آئے۔

اہل جربان سے صلح ہوئی تھی اس کی رو سے اہل جربان بطور خراج کے ہر سال کبھی ایک لاکھ کبھی دو لاکھ اور تین لاکھ لاکھ پیش کیا کرتے اور کبھی یہ بھی ہوتا کہ کچھ نہ دیتے اور کہتے کہ ہم سے یہ مقرر ہوا ہے۔ چند روز بعد یہ انجام ہوا کہ انھوں نے خراج دینے سے بالکل انکار کر دیا اور مقررہ بھی ہو گئے۔ انکی سرکاری کے باعث قوس سے خراسان جانے کا راستہ بند ہو گیا۔ چنانچہ لوگ فارس سے کرمان ہوتے ہوئے نئے آستان میں جایا کرتے۔ مدت ہائے دراز کے بعد قتیبہ بن مسلم نے اپنی حکومت خراسان کے زمانے میں یزید بن مہلب کو بھیج کر یہ راستہ دوبارہ کھولا اور پھر انھیں شرطوں پر اہل جربان سے صلح کر لی جو سقیہ سے ہو چکی تھیں۔

اسی سال حدیبیہ نے رتبے کی ہم سے فارغ ہو کر کوہستان تغفار کا رخ کیا تاکہ عبدالرحمن بن سعید کی مدد کریں۔ سقیہ بن عاص بھی ان کے ساتھ تھے۔ پیشکر کو ج کے آذربائجان میں پہونچا اور یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ نظار اسلام مختلف حصوں میں تقسیم ہو جانے اور جب مختلف بہتوں سے اس طرح بہت کر رہے ہر حصے کو دوسرے حصے سے مدد اور قوت ملتی رہے۔ چند روز کی فوج کشی کے بعد تغذیفہ اور ان کے بعد عتبہ الرحمن اور سقیہ بھی واپس آ گئے۔

حضرت حدیبیہ کو اس سفر میں یہ نظر آیا کہ قرآن مجید میں اختلاف پڑا جاتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے کوٹنے میں آگے سقیہ سے کہا کہ اگر ہم نے اس وقت خبر نہ لی تو قرآن میں ایسا اختلاف پڑ جائے گا جو قیامت تک دور نہ ہو سکے گا۔ محض۔ متفق۔ بہتر ہے اور کوٹنے والے سب کی قرأت جدا ہے اور ہر ایک کو ناز ہے کہ ہماری ہی قرأت صحیح اور اچھی ہے۔ کوٹہ والوں کو دعویٰ ہے کہ ہم نے قرآن کو ابن مسعود سے سیکھا ہے ابصر سے والوں نے قرآن حضرت ابوموسیٰ سے پڑھا ہے اور ان کے نسخہ قرآن کو وہ باب بالباب نقل کیا کرتے تھے اور جب ان حضرات نے مشورہ کیا گیا تو اکثر صحابہ و تابعین نے ان کی رائے سے اتفاق کیا مگر کوٹنے کے پیروان ابن مسعود کہنے لگے آپ کو ہماری قرأت میں تامل کیا ہے۔ کیا ہم ابن مسعود کی قرأت

اہل جربان کی سرکاری اور ہادیہ۔

علامہ تغفار ہر حصہ۔

قرأت قرآن مختلف۔

سیر نہیں ہیں۔ (قرآن سے مراد صرف نبی اور طرز زادانہیں بلکہ ان کا اختلاف بھی تھا) حدیث نے اس پر
 بکڑ کے کہا تو جاہل عرب ہو۔ خاموش ہو۔ تم نہیں سمجھ سکتے کو کیا غلطی کرتے ہو۔ میں اگر زندہ ہا تو خدا کی قسم
 امیر المؤمنین کی خدمت میں جا کر عرض کروں گا کہ مسلمانوں کو اس صحبت سے بچا جائے۔ اس میں ابن مسعود کو
 کچھ ملال بھی ہوا جس کی وجہ سے حدیث پر ہم ہو کر بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں اس پر
 وٹا رہا ہوں اہمیت کی خبر لیجیے۔ بعد ازاں سالار واقعہ بیان کر دیا حضرت عثمان نے نصیحا کو جب کہ
 مشورہ کیا اور سب نے کہا کہ یہ بڑا نازک اور اہم معاملہ ہے اس میں غفلت نہ ہونی چاہیئے۔

حضرت عثمان
 کی کوریہ

اس مشورے کے مطابق حضرت ذی النورین نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد کا نسخہ جو حضرت زید بن
 نہ بڑھ سکے اہتمام و تحقیق سے جمع فرمایا تھا۔ اور وہ حضرت ام المؤمنین حضرت کے پاس رکھنا تھا۔ طلب
 فرمایا اور صاحب علم و بصیرت صحابہ حضرت زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن زبیر، قتیبہ بن عاص و عبدالرحمن
 بن حوث بن ہشام کو حکم دیا کہ اس کی متحدہ نقالیں کریں یہاں تک کہ ہر ایک کو اپنی اپنی کوریہ
 اختلاف پڑے تو قریش کی زبان اور ان کے خیالات کو اختیار کیجیے اس لیے کہ قرآن قریش ہی کی زبان
 اترنا ہے۔ اس طریقہ پر بیس نقالیں تیار ہوئیں تو حضرت عثمانؓ نے اسے نقل شدہ کو جناب ام المؤمنین حضرت کے
 پاس واپس بھیجا اور انہوں نے اس میں سے ایک ایک نسخہ قلم و خلافت کی ہر سمت کے صدر مقاموں میں
 بھیج دیا اور حکم دیا کہ سب لوگ اسی قرآن کو اختیار کریں اور اس کے علاوہ جو نسخے تھے وہ جلوا دیئے۔
 آپ کی اس کارروائی کو تمام لوگوں نے پسند کیا بجز اہل کوفہ کے ان کے پاس جب یہ قرآن پہنچا تو حضرت
 یا قنکان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہیں کہ یہ نسخہ حضرت زید بن ثابتؓ کے ہاتھ سے آیا ہے اس کے
 قبول کرنے میں تامل کیا۔ خود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے تجویزیں کھڑے ہو کر کہا کہ
 تمہارا نسخہ زیادہ نفع دینا ہے تمہارے نسخہ سے بہت زیادہ نفع ہوگا۔ تم اپنا نسخہ چھوڑ دو۔
 اعلیٰ اپنے عہد خلافت میں کوئی تشکیک لائے تو ایک شخص ان کے سامنے کھڑا ہوا اور جمع قرآن کے متعلق
 مجمع میں اس نے حضرت عثمانؓ کی بڑائی کی حضرت علیؓ نے اسے لٹکا کر کہا کہ فاش شو جو عثمانؓ نے یہ
 کارروائی ہم سب کے مشورے سے کی اور اگر کجائے عثمانؓ کے بچ کر یہ کام کرنا چاہتا تو میں بھی وہی راہ اختیار
 کرتا جو انہوں نے اختیار کی۔

حضرت عثمانؓ
 کی کوریہ

مگر اس سال ایک ایسا خوفناک اور پر عہد واقعہ پیش آیا کہ تمام علمائے کاتب گئے اور حضرت عثمانؓ کی
 پریشانی کی کوئی حد نہ تھی حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ نے مسلمانین اور عیسائیوں کے سر ملتا کر کے اور دنیا کے سر
 و زیرین موت پرانے کے لیے ایک چاندنی کی انگلی بھرا کے وسیع اہمیت فرمائی تھی جس میں آپ کا سر

اور تمام مسلمانوں - فرما توں اور صحابہوں پر وہ مہر ثبت کی جاتی آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے بکھائے اپنے نام کی نئی انگوٹھی بنوانے کے اسی انگوٹھی کو پسنا اور مہر خلافت کی حیثیت سے تمام تحریروں پر
اسی مہر کو ثبت کرتے رہے۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے اس کو اپنی انگلی میں پسنا اور ان کا بھی اسی طرح عمل
رہا۔ اب وہ مبارک انگوٹھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں تھی۔ مدینے سے وکیل کی مسافت پر اتریں نام ایک
بستی تھی۔ وہاں حضرت نے لوگوں کی نفع رسانی کے لیے ایک کنواں کھدوایا تھا اس کی جگہ پر مچھ کے
آپ نے اتفاقاً انگوٹھی اتاری اور اسے اٹھ بیٹھ رہے تھے کہ ہاتھ سے گر کے کنوے میں پانی گئی۔ فوراً
لوگوں نے اتر کے دھو نہ لیا شروع کیا مگر تیرہ دن لگن تھا نہ لگا۔ بلکہ اس کنوے میں پہلے تھوڑا ہی پانی تھا۔
انگوٹھی گرنے کے بعد اس قدر زیادہ ہو گیا کہ کسی کو تھما نہ ملتی تھی جناب فی النورین کو اس کا عجیب
صدمہ ہوا جب ڈھونڈتے ہیں کسی طرح کامیابی نہ ہوئی تو اعلان کر دیا کہ جو کوئی اس انگوٹھی کو لائے گا۔
اسے بہت کچھ انعام دیا جائے گا۔ اور ویسی ہی ایک اور انگوٹھی بنوائے جس میں وہی الفاظ منقوش تھے
چن فی۔ یہ انگوٹھی آپ اس وقت تک پہنے رہے جب تک کہ شہید ہوئے ہیں۔ آپ کی شہادت کے بعد
دیکھا تو غائب تھی اور پتہ نہ لگا کہ کون لے گیا۔

پنجمی سے اسی زمانے میں ابو ذر غفاریؓ کی وجہ سے ایک بہت ہی ناگوار جھگڑا پیش آیا۔ وہ بڑے
شیک نفس اور پاک باطن، انبیاء و مجاہدین تھے اور دنیا و دولت دنیا سے نفرت تھے۔ آیت کریمہ - الَّذِينَ كَفَرُوا
وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ كَاذِبُونَ۔ یعنی اللہ کے رسول کے بعد ان کے لیے کسی اور خدا کا وجود نہیں ہے۔
مسلمانوں کو اپنے پاس کچھ روپیہ پیسہ رکھنا حرام ہے۔ بجز اس کے کہ خیرات کرنے یا قرض ادا کرنے
کے لیے ہو۔ عبداللہ بن سباؓ وہ بنی سواد کے لقب سے مشہور تھا اور دشمن فقہاء گیزی کے لیے
مارا مارا پھرتا تھا۔ جب شام میں آیا تو ان سے مل کر اور کہا "تو یہاں دولت کو نہ کیا کیا کرتا ہے۔" یہاں
اس میں ان کا قصیدہ ہے کہ کسی چیز کو مسلمانوں کی ملکیت نہ کیلے کریں۔ اور جس چیز کو جب جاہلیان کے
چھوئے ہیں۔ ابو ذرؓ سے آدمی اس کے قریب سے آئے۔ ابو ذرؓ نے اسے مل کے کہا "اپنے مسلمانوں کے
مال کو خدا کا مال کیوں بتاتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم سب خدا کے بندے ہیں۔ اور جب ہم
اس کے بھی تو یہ سب مال بھی اسی کا ہے۔" ابو ذرؓ نے کہا تو غم نہ کیا کہ وہ مسنونہ نے کہا "اچھا اسی کا مال
ہی کا مال کہا کروں گا۔"

ابو ذر غفاری
کا واقعہ

جہاں سے
میں اور
ان میں
جھگڑا۔

حسن تجربہ ہے کہ جو لوگ سونے چاندی کی چیزیں رکھتے ہیں ان کی زندگی میں ان کی چیزیں برباد ہوں۔

اپنے سوداء ابو ذر کے بعد ابو ذر واء کے پاس گیا۔ اور ان سے بھی وہی کہا۔ مگر انھوں نے
ڈانٹا اور کہا "تو مجھے یہودی معلوم ہوتا ہے" یہاں وال دنگلی تو وہ حضرت عباہ بن صامت سے ملا۔
ان کے سامنے جو یہ خیال ظاہر کیا تو وہ اس کو جناب تنویر کے پاس کپڑے لگنے اور کہا اسی شخص نے
ابو ذر کو آپ کے خلاف کر دیا۔

ابو ذر کی یہ حالت تھی کہ شام میں راستہ اور اپنے اس عقیدے پر سختی سے قائم تھے جو کہ عوام الناس
میں پھیلاتے۔ انجام یہ ہوا کہ بہت سے فقیر اور محتاج اٹھ کھڑے ہوئے اور شورش مچا دی کہ امرا کے
پاس جو کچھ مال و دولت ہے اُسے فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں۔ آخر یہاں تک فوجیتا ہو چکی کہ وہ لوگ
کو اپنی عزت سمجھنا اور شوار ہو گیا۔ اور جناب تنویر یہ حیران تھے کہ کیا کریں۔

اسی اثناء میں ایک شب کو تنویر نے ایک ہزار دینار اپنے ایک غلام کے ہاتھ بطریق غیرت کے
ابو ذر کے پاس بھیج دیے۔ دوسرے دن تنویر کے کہنے سے اس غلام نے ابو ذر سے جا کر کہا میرے
مالک نے وہ رقم ایک سو اور بزرگ کے دینے کو کہی تھی میں کھلی سے آپ کو دے گیا۔ مہربانی کر کے
مجھے واپس فرما دیجئے۔ ابو ذر نے کہا "میرے پاس تو ایک دینار بھی باقی نہیں رہا۔ میں نے کل سنا ہی
رہا کہ خرچ کر ڈالی۔ مجھے تین دن کی ہمت دو کر مجھ کے گھیس واپس کروں" ان کا یہ جواب سن کے
تنویر سمجھ گئے کہ ابو ذر کا کل بھی اسی عقیدے پر ہے جس کو وہ لوگوں میں پھیلا رہے ہیں۔

آخر تنویر نے حضرت عثمان کو لکھا کہ ابو ذر نے میرا یہاں ناک میں دم کر دیا ہے اور ان کی وجہ
فقرا نے سخت شورش مچا رکھی ہے۔ حضرت عثمان نے جواب میں لکھا "تم سچا ہونا۔ اس کی صورت
نظر آتی ہے۔ نہ طاقتی ہی کہہ سکتے کہ وہ مجھ کی کوستہ بہر صورت تم ابو ذر کو میرے پاس نہ بھیجیں
میں سجدہ۔ اس ہنگامے کو موقوف کر دو" اس حکم کے مطابق ابو ذر نے یہ لکھ بھیجا کہ میں نے حضرت عثمان
سے ملے تو آپ نے یہ بھیجنا اہل غنا و ثروت کے لیے کیا ہے۔ میں نے انہوں نے نہ کہ شدہ بیان کر رہی ہیں کہ
سن کر حضرت عثمان نے فرمایا ابو ذر یہ لکھنا تمنا فرض ہے کہ جو معاملہ سامنے پیش ہو اس کا فیصلہ کروں
اور رعایا کو سنی خبر اور کفایت شعاری پر آمادہ کروں۔ میرا یہ کام نہیں کہ سب لوگوں کو دنیا ترک کرنے
اور زہد بن جانے پر مجبور کروں۔ ابو ذر نے کہا "اور لوگ جب تک خیرات دے کر رہیں پڑھیں اور
برادران اسلام پر احسان نہ کریں اور صلہ رحم نہ کریں آپ ان سے رنجی نہ ہو جیسا کہ اتفاق سے صحبت
میں کتب احبار بھی موجود تھے۔ وہ ہوتے جیسی تھے لگو لگو دے دی وہ اس پر نہ دنگلی توفیق سے بے فکر و ش
ہو گیا۔ یہ سنتے ہی ابو ذر ان کو مار بیٹھے اس زور سے ہاتھ مارا کہ وہ زخمی ہو گئے اور کہا "یہودیوں کے

ان کی وجہ سے
شورش مچا رہا ہے۔

سوداء نے
کہا "ابو ذر نے"

ابو ذر نے
کہا "میں نے"

حضرت ابو ذر

بیچے۔ چنانچہ معاملات سے کیا تعلق؟ حضرت عثمانؓ نے قصص کے معانی گردینے کی سفارش کی۔ اور

کتاب نے معاف کر دیا۔
ابو اوفہؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا مجھے مدینے سے چلے جانے کی اجازت دیجئے۔ کیونکہ
رسول خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کی آبادی کو پہلے تک پہنچ جائے۔ تو تم مدینے سے
چلے جانا چنانچہ مدینے کی آبادی اب تک پہنچ گئی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی
اور وہ مدینے سے دور تذبذہ نام ایک نئی میں جو الگ تھلک تھی جا کے سکونت پذیر ہو گئے۔ پھر وہاں
ایک مسجد بنائی جناب نبی النورینؐ نے انھیں چند اونٹن اور دو غلام عطا کیے اور وزیر مقرر کر دیا۔ وہ
تذبذہ میں رہتے مگر کبھی کبھی مدینے آتے تاکہ باکل و ہفتالی نہ ہو جائیں۔

تذبذہ کا تھکیلہ از نوۃ تجاشع نام ایک غلام تھا۔ نماز کا وقت آتا تو اس نے ابو ذرؓ سے کہا نماز
پڑھاؤ۔ انھوں نے کہا تمہیں پڑھاؤ۔ رسول خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر کوئی کنک غلام
تیرے پروردگار ہو تو اس کی اطاعت سے پیروی کرنا اور تم کو فقط کلام ہو کن کئے نہیں ہو۔

حضرت ابو ذرؓ سنہ ۱۱ھ میں تذبذہ میں آئے تھے۔ تیسرے سال یعنی ۱۳ھ میں وہیں
انتقال فرمایا۔ ان کی وفات کا واقعہ بھی نہایت حسرت ناک اور عبرت خیز ہے۔ بالکل و مراد پسین تھا کہ
صاحب زادی سے فرمایا ذرا باہر نکل کے دیکھو کوئی آتا دکھائی دیتا ہے۔ انھوں نے دیکھا اور واپس
آکر کہا کوئی نہیں۔ بوسے تو بھی میرا وقت نہیں آیا۔ اچھا تم ایک کبریٰ کو ذبح کر کے کھانا تیار کرو۔ میرے
دفع کرنے والے مجھے یقین ہے کہ نیک لوگ ہوں گے۔ ان سے کھانا کبھی کھانا کھائے یہاں سے
نہ جائیں۔ صاحب زادی نے جب کھانا پانچ کے تیار کر لیا تو حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا پیچہ جا کے دیکھو
کوئی آتا ہے؟ اس کی انھوں نے جواب دیا کہ ابان جہنمہ اور اسے بن بن کر ذرا اجڑا ہوا قبیلہ
کی طرف کر دو۔ اگر حکم کی تعمیل ہو تو میری کھانا پہنچے۔ علیؓ نے رسول اللہؐ اور روح پرور کوئی بیاض کر
گھیرا کے باہر نکلیں وہ سوار قریب آئے تھے۔ ان سے کہا ابو ذرؓ کے چہرے میں شکر ہے۔ یہ ہے۔ ان
لوگوں نے پوچھا کہاں؟ اشارہ کیا کہ وہ پڑے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا یہ ایک شہت ہے۔
بس سے خدا نے ہمیں شرف یاب کیا۔

ان لوگوں میں حضرت انسؓ بھی تھے۔ بوسے لگے اور کہا سچ فرمایا تھا رسول خدا ﷺ نے کہا ابو ذرؓ
تیرا میں گئے اور تمنا انھیں گئے۔ اب ان سب لوگوں نے انھیں مل دیا کھانا۔ نماز پڑھی اور دفن
کر دیا۔ ان کاموں سے فراغت ہوئی تو ان صاحب زادی نے کہا۔ ابو ذرؓ نے آپ سب صاحبوں کو

انجی و ناس

مسلم کہ سب سے پہلے اور سب سے پہلے وہاں ہے کہ آپ حبیب تک کہا نہ کہ ان میں سے نہ چاہیں۔ انھوں نے
کہا یا اور ابو ذر کے اہل خیال کو اپنے ساتھ لے جاسکے حضرت عثمان کو خبر کی اور چاہے منافق ہے
یہ ان کی صاحب دلی کو اپنے گھر میں رکھ لیا۔

بعض اہل روایت حضرت ابو ذر کی وفات کے اس واقعے کو مسلم میں بتاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں
ہے کہ ابن مسعود ان کے اہل خیال کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے بلکہ ان کو وہیں رہنے دیا اور چھوڑ کر کہہ دیا
آئے اور حضرت عثمان کو خبر کی جو حج کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ یمن کو چاہی ہی النورین
رہنے کی طرف سے ہوتے ہوئے عربینے واپس گئے اور محمد صحابی رسول کے اہل خیال کو اپنے ساتھ
لے گئے۔

حضرت ابو ذر اور حضرت متوہد عثمان کے اختلاف کو بعض لوگوں نے بہت کچھ رنگ کر بیان کیا
مگر کوئی ایسی روایت نہیں ہے جس سے کسی پر الزام لگتا ہو ابو ذر نے اپنی اجتہاد کی غلطی سے ایسا عقیدہ
اختیار کر لیا تھا جو نہ قرآن مجید کے موافق ہے اور نہ دنیا میں ایسا عقیدہ بجز چند افراد زہاد کے کسی تمدن
قوم کا عام مذہب بن سکتا ہے۔

اسی سلسلہ میں حضرت عثمان نے نماز جمعہ میں میری اذان پڑھا لی جس کو مودن زور و نام مقام پر
چڑھ کے دیا کرتا۔

اب اس زمانے میں متوہد سارے شام فلسطین کے مالک تھے اور اس حکومت کے ان کے ہاتھ
آنے کا باعث یہ ہوا کہ ملک شام ان دنوں تین وسیع صوبوں پر حاوی تھا۔ شمال میں حمص و قنسٹرین کا صوبہ
تھا۔ وسط میں دمشق اور اردن کا اور جنوب میں فلسطین کا جس سے مروانی اسرائیل کی ارض موعودہ تھی جو
تورات میں ارض یہودا کے نام سے یاد کی گئی ہے۔ ان صوبوں میں سے وسط کے صوبہ دمشق و اردن
حکومت حضرت عمر نے شام کے فتح ہونے کے بعد حضرت متوہد کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان
کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ طاعون ٹوٹا جس میں جب یزید کا انتقال ہوا تو ان کی جگہ آپ نے حضرت
متوہد ہی کو مقرر کر دیا۔ شمالی صوبے یعنی حمص و قنسٹرین کے حاکم بدر بن ابو عبیدہ بن الجراح مقرر ہوئے۔
وہ اپنی وفات کے وقت حبیب کہہ بیان کر چکے ہیں عیاض بن جابر بن عتاذ بن جبل کی جانب میں کی نصیحت
کر گئے تھے اور اگر یہ مانا جائے کہ ان کے بعد حکومت حمص متوہد کو ملی تو بھی اس میں شک نہیں کہ آخری
جانبیں عیاض ہوئے۔ جب عیاض نے بھی وفات پائی تو حضرت فاروق عظمیٰ نے ان کے مقام پر
ستید بن غنیمت کو مقرر فرمایا۔ پھر جب ستید نے بھی سفر آخرت کیا تو جناب فاروق عظمیٰ نے یہ خدمت

جو بن یزید
اردن
صوبہ کے
حاکم ہوئے۔

عمیر بن سعد انصاری کو دی وروی والی حق و قسرتین تھے کہ حضرت فاروق اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ تم میرے لئے گئے۔

تھوڑے زمانے کے بعد عبد اللہ بن مسعود نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے حق کی بات کہی ہے اور آپ کے موافق نہ آنے اور اپنی بیماری کے باعث اس حدیث سے استغناء سے دیا اور حضرت عثمان نے ان کا استغناء قبول کر کے ان کا علاقہ بھی متولیہ سے اختیار کر دیا اور اس کو تھوڑا سا زمانہ لکھنا کہ فلسطین کے والی عبد الرحمن بن علقمہ نے انتقال کیا اور جناب ذی النورین نے ان کا صوبہ بھی متولیہ کے ہاتھ میں دے دیا اس طور پر سارا شام فلسطین جناب متولیہ کے زیر فراں ہو گیا۔

ساری مملکت شام میں متولیہ کی دھاک پھیلی ہوئی تھی کہ ۳۱ھ میں رومیوں نے بحری راستے سے اس ملک پر نہایت سخت حملہ کرنا چاہا اور اس کا محرم یہ امر ہوا کہ مسلمان جب افریقہ پر پورے طور پر تسلط کر لیں تو اسی وقت شام پر بھی حملہ ہو سکے اور وہاں رومیوں کا قتل قح ہو تو ہر قتل کے بیٹے فلسطین نے ایک بہت بڑا نہروست لشکر جمع کیا اور اس کو پانچ چھ سو ہزاروں پرسوار کر کے چلا کہ شام پر حملہ کر کے مسلمانوں کو خبر ہوئی تو وہ بھی بحری جنگ کے لیے تیار ہو گئے اس لیے کہ جزیرہ قبرس کی فتح نے انہیں بحری جہاد کا حوصلہ دلا دیا تھا عبد اللہ بن مسعود بن ابی سرح ان دنوں مصر کے مالک اور بحری قوت کے افسر اعلیٰ ہونے کے باعث دولت خلافت کے امیر البحر تھے متولیہ کی اور ان کی بحری قوت تھمت ہوئی تو دونوں شاخیں متصری پڑے رومی ہمازوں کے مقابلے کو چلے جس وقت سمندر میں دونوں حریفوں کا سامنا ہوا باد بادی انصاف چل رہی تھی۔ دونوں طرف کے ہمازوں نے لنگڑا لیدے اب اگرچہ ہوا تھم گئی مگر شام تھی۔ دونوں نے لڑائی کو صبح پراٹھا رکھا۔ رات بھر رومی نرنگھا اور کھٹنے بجانے۔ اور مسلمان اپنے ہمازوں میں نازیں پڑھتے۔ تلاوت قرآن کرتے اور عایشیں مانگتے رہے۔

صبح ہوتے ہی رومیوں نے اپنے ہماز بڑھائے اور کئی کئی ہمازوں کو ایک دوسرے سے باندھ دیا۔ آخر وہ دونوں طرف کے ہماز بڑھے اور ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ فوراً آواروں و بھجروں سے لڑائی ہونے لگی۔ یہ خونخوار لڑائی تھوڑی دیر تک نہایت شدت پر رہی جس میں مسلمانوں کی جانب ایک غصت عظیم قتل ہو گئی۔ رومیوں میں بھی اتنے آدمی مارے گئے کہ انارازہ نہیں ہو سکتا اور کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں دونوں حریفوں نے اس قدر صبر سے کام لیا کہ اس سے پیشتر ایسا صبر و تحمل نہیں دیکھا گیا تھا۔

آخر خدا نے مسلمانوں کی مدد کی۔ فلسطین زخمی ہو شکست کھا کے بھاگا اور بحر خزر رومیوں کے

شام رومیوں کا
بحری جنگ

بحری جنگ
جہاد

فتح اسلام

کوئی نہ کیا۔ عبداللہ بن سعد مقام ذات الصواری میں جہاں یہ جنگ ہوئی تھی چند روز تک ٹھہرے رہے۔ پھر اپنے جہاز کو واپس لائے۔ اور اسی مقام ذات الصواری کی وجہ سے یہ بحری لڑائی مسلمانوں میں جنگ صواری کے نام سے مشہور ہوئی۔

قنطنین یہاں سے بھاگتا ہوا جزیرہ قنطنین میں پہنچا۔ لوگوں نے حال اس پر پوچھے اور اُس نے جو کچھ پیش آیا سنا لیا کہ وہ کاست یہاں کے کر دیا۔ انجام یہ ہوا کہ لوگ بجائے ہمدردی کرنے کے اُسے الزام دینے لگے کہ تم نے دین علیہوی کو غارت کر ڈالا اُس کے بڑے بڑے بہادر صانع کر دیے۔ اور اب اگر عرب ہمارے ملک پر چڑھ آئیں تو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ آخر لوگوں نے اسے حامی بنا بند کر کے مار ڈالا۔ اور جو لوگ اس کے ہمراہ آئے تھے انھیں حکم دیا کہ جزیرہ قنطنین کو چھوڑ کر قنطنین میں چلے جائیں۔

مگر سچ یہ ہے کہ اسلام میں فتنہ اور خطر ناک باہمی مخالفت کا آغاز بھی اسی لڑائی سے ہوا۔ اسی لڑائی میں پہلے بل محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان پر اعتراض کرنا شروع کیا۔ انھوں نے حضرت ابوبکر و عمر کے طرز عمل کو چھوڑ کر اگلے طریقے بدل دیے جس سے شاید یہ مفاد ہو کہ بحری لڑائی اختیار کی جس کی حضرت عمر نے کبھی اجازت نہ دی تھی۔ مگر اس کے ساتھ یہ اعتراض بھی تھے کہ انھوں نے عبداللہ بن سعد کو سردار مقرر کیا جن کا خون رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خلائ کو بہا دیا اور قرآن مجید نے ان کے کفر کی تصدیق کی تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو نکالا تھا ان کو انھوں نے بلالیا۔ اور نیز یہ سب رسول کو حکو مست کی خدمتوں سے ہٹانے کے لئے کی جگہ متنبہ علیہ اس اور ابن عباس مقرر کیا۔ ان لوگوں کے یہ اعتراضات عبداللہ بن سعد نے سنے تو دونوں سے کہا میں جس جہاز میں ہوں تم لوگ اس میں نہ آؤ بلکہ کسی اور جہاز پر سوار ہو کے چلو۔ چنانچہ وہ دونوں ایک اور جہاز میں سوار ہو گئے۔ جس میں بکر بن قبیصیوں کے کوئی عربی لاکھ لاکھ نہ تھا۔ پھر جب دشمنوں سے مقابلہ ہوا تو اس جہاز نے بہت ہی کم متبادلہ کیا جس کے باعث اس کو نقصان بھی بہت کم پہنچا۔ لوگوں نے ان دونوں سے اس کی شکایت کی تو کہا ہم بہت بدلتے ہیں سعد کے جھنڈے کے پتے ہم سے لے سکتے تھے جن کو عثمان نے سردار مقرر کیا ہے۔ وہی عثمان جن سے ایسے ایسے کام سرزد ہو چکے ہیں۔ عبداللہ نے ان کا جواب دیا کہ تم لوگ سنا لیا کہ اپنے اس قول سے باز آؤ۔ اور تمہاری۔ مگر ان پر اس کا مطلق اثر نہ ہوا بلکہ ان کے اثر سے اور لوگوں کے دلوں میں بھی فساد پیدا ہو گیا۔ اب لوگ وہ باتیں کہنے لگے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کہی گئی تھیں۔

قنطنین یہاں سے بھاگتا ہوا جزیرہ قنطنین میں پہنچا۔

حضرت عثمان کی مخالفت کا آغاز۔

چوتھی فصل

یزید جو کارا جانا اور ابن عامر کے کارنامے

یزید جو کلا بھگنا۔ برف باری سے لشکر ہمام کی تباہی۔ یزید جو مرو میں اور اس کا مارا جانا۔
 اس میں اختلاف روایت شہر یحکم کا نواہ گروی۔ مرو میں اس کی حالت۔ اس کے ساتھ حاکم
 مرو کا سلوک۔ یزید کی کایزید جو سے من۔ اس کی کٹناخی و دعا باری۔ یزید جو دیکھنے والے کے یہاں۔
 ماہویہ کی قنات قبی۔ کمال پے جی سے یزید جو کا ارا جانا قتل یزید جو کی روایت۔ یزید جو کا
 زمانہ حکمرانی۔ ابن عامر کی ہم جہان کا آغاز۔ کرکان اور سیستان کی ہمیں۔ فتح طیسین و طبرستان
 کی فتح۔ فتح رستاق رام۔ فتح باختر و جوینہ۔ یزید جو کا ایک بہادر سالار عرب کی شہادت۔
 فتح سہیتی۔ فتح حبست و اسفراہین۔ فتح سمر۔ یزید جو کا محاصرہ۔ اور اس کی فتح۔ فتح نسا و بلخ۔
 فتح خراس۔ فتح طوس۔ فتح تہران باغیں پوش۔ فتح مرو۔ فتح سیستان پر نوح کشی۔ فتح
 رستاق اصف۔ فتح سیستان میں افان۔ فتح مرو۔ فتح رستاق۔ ایک فیصلہ کن لڑائی جگہ جگہ۔
 مجاہدین کو ان کے سپہ سالار اعظم کی نصیحت۔ یزید جو جان کی فتح۔ فتح طالقان و فاراب۔ فتح
 بلخ۔ خوارزم پر حملہ۔ اس میں نامی نوز کا نذرانہ۔ کرکان میں بجاش کی کارگزاریاں اور فتح
 ہمید۔ فتح میرجان۔ فتح حیرت کا غنہ پر حملہ۔ سیستان میں رستاق کے کارنامے۔ فتح نانی۔ فتح
 کرکویر۔ فتح دشت۔ فتح نامت و دوسرے۔ فتح ندج۔ فتح موضع صبل رستم۔ بنادت سیستان۔
 حسن بصری رستاق کے منشی تھے۔ عبداللہ بن سمرہ نے والی سیستان۔ کرند و نوح۔ فتح کش۔
 فتح دوران۔ سیل طیسین۔ فتح کابل و زابلستان۔ سیستان بھر باغی ہو گیا۔ فتح کلا بھگنا۔
 میں ابن عامر کا حج۔ فتح ننگان۔

اکثر ادیان اخبار کا بیان ہے کہ اسی سال خسرو عجم یزید جو بن شہر یار مارا گیا اور
 دولت اکاسر و آل ساسان کا خاتمہ ہو گیا۔

یہ بیان گرائے ہیں کہ ۲۳ھ میں والی بصرہ ابن عامر مالک عجم کی بغاوت و سرکشی
 دور کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے جب انھوں نے شہر اور شیر خرہ کو فتح کیا تو یزید جو جو

یزید جو کا
 بھگنا۔

وہاں موجود تھا اپنی جان لے کے بھاگا اور ابن عامر نے اس کے تعاقب میں ایک لشکر روانہ کیا جس کے سردار جاشع بن سکود کی بامہم بن تیان تھے۔ وہ برابر کرمان تک اس کا تعاقب کرتے چلے گئے۔ یہ زہر و جہر وہاں بھی سفر نظر نہ آیا تو بھاگ کے خراسان میں ہو رہا سپہ سالار اسلام نے شدت سرا اور برف باری کی مطلق پروا نہ کی اور بلاتامل خراسان کی راہ لی مگر راستہ کے میدانوں اور پہاڑوں میں ایسی شدید برف پڑی کہ ایک نیزے کا پلندہ تک برف ہی برف تھی۔ سارا لشکر اسلام تباہ ہو گیا۔ اکیلے جاشع بچے اور ان کا ایک ساتھی جس کے ہمراہ ایک کینہ تھی اس نے ایک اونٹ کا پیٹ پھاڑ کے لوٹنے کو اس کے اندر بٹھا دیا اور خود چھٹکا۔ دوسرے دن واپس آئے دیکھا تو کینہ زندہ و سالم موجود تھی۔

برف باری سے
لشکر اسلام
کو تباہی۔

اس کے بعد جب عساکر اسلام خراسان میں پہنچے تو زہر و جہر کے مروج میں چلا گیا۔ سب مستحکم کا بھلا خور زاد اس کے ہمراہ تھا جو اپنے بادشاہ کو مہویہ کے سپرد کر کے خود عراق میں چلا آیا۔ یہ زہر دہنے مہویہ کے کچھ قسم مانگی اس نے دینے سے انکار کیا۔ اور انجام یہ ہوا کہ مہویہ کے ہرکانے سے اہل تروڈ کے کاہنہ زہر و جہر کے بیان موجود ہونے سے مسلمان ہمارے بھی دشمن ہو جائیں۔ چنانچہ اس کے خلاف ترکوں سے مدد مانگی۔ ترک ناگماں ایک رات کو تروڈ و جہر و اور اس کے لشکر پر آپڑے۔ سب کاقتل قتل کر دیا اور زہر و جہر و کیلا و تنہا بے موسم نکسار یا پیاہ دریائے مرغاب کی طرف بھاگا۔ دیکھنا رکے ایک چلی والا رہتا تھا زہر و جہر و نے اسی کے گھر میں پناہ لی رات کو سویا تو غا باد چلی والے نے سوئے تھے ہی میں مار ڈالا اور لاش دریا میں پھینک دی۔

یہ زہر و جہر و

اور اس کی
مارا جانا۔

بعض اہل اہل بیت کا بیان ہے کہ ترکوں نے اہل تروڈ کی مدد کی بلکہ خود اہل تروڈ نے شجون مار کے زہر و جہر و کا لشکر تباہ کر دیا۔ دوسرے دن لوگ زہر و جہر و کو تلاش کرنے لگے۔ اور آخر اس کے نقش قدم کا پتہ لگاتے ہوئے چلی والے کے ہرکان پر پہنچے۔ ایسے پکڑ کے مارا پیٹا تو اس نے قبول کیا کہ ہاں میں نے شہر پارہیم کو مار ڈالا ہے۔ اور اس کی لاش پانی میں سے نکال کے کھادی تلاش کرنے والوں نے اس کے انتقام میں چلی والے اور اس کے تمام اہل عیال کو قتل کر ڈالا۔ با و شاہ کی لاش کو تابوت میں رکھ کے اٹھریں پہنچایا۔ جہاں وہ شاہی خیمہ میں رکھ دی گئی۔

یہ زہر و جہر و کے انجام کے متعلق مختلف روایتیں ہیں بعض راویوں کا یہ بیان ہے کہ نہاد نے لاش کو
کے بعد وہ آصفیان کیا۔ وہاں قبطیاں نام ایک شخص جس کو فاتحین عرب سے کچھ فائدہ پہنچا تھا

بہر میں
آصفیان
روایت۔

انہوں نے ملنے کو آیا۔ دربانوں اور حاجیوں نے ہار پالی کا موقع نہ دیا تو انہیں نے دربان کو بار کے خون آلود کر دیا۔ انہوں نے اسی حالت میں جا کے بڑوہرہ کے سامنے فریاد کی تو شہر یا عجم کو اپنی کمزوری اور روناک حالت نظر آئی۔ فوراً اصفہان سے بھاگ کر رستے میں پہنچا۔ حاکم رستے نے حاضر ہو کر اپنا سارا علاقہ پیش کر دیا اور عرض کیا کہ میرے تمام قلعے مضبوط ہیں اطمینان سے ٹھہریں، مگر یہ دجود کو اطمینان نہ ہوا بلکہ دل میں اس سے کچھ بظن ہو کر اسی وقت بھاگا اور سیستان کی راہ لی۔ وہاں سے مرو میں گیا اور جب مرو میں پہنچا تو فقط ایک ہزار سو دربان شاد ہماراہ رکاب تھے۔

بعض لوگ اس کے بھی خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ رستے سے فارتس میں آیا۔ وہاں چار سال مقیم رہے کہ کرمان میں گیا۔ دو تین برس وہاں گزارے تھے کہ کرمان کے ہتھکان نے کوئی ایسی خواہش کی جس کو وہ نہ منظور کر سکا جس پر بے وفائیس کرمان نے حکم دیا کہ لوگ اس کی ٹانگیں کھینچتے ہوئے شہر کے باہر پھینک دیں اس ذلت و اذیت کے بعد ملاکت نزد شہر یا عجم سے سیستان کی راہ لی۔ تقریباً پانچ سال وہاں رہا اور اتنی بہت پید ہو گئی کہ خراسان میں جا کر لشکر جمع کرنے لگا تاکہ پھر عربوں سے مقابلہ کرے۔ مگر وہ پہنچا تو بہت سے محلی ہتھکانوں کے لڑکے نیشل کے طور پر اس کے ہمارہ تھے۔ جنہیں ایک قریش زاد بھی تھا۔

مرو سے اس نے خاقان چینی۔ شاہ فرغانہ شاہ کابل اور تاجدار تتر سے ملا کر کے دماغی رئیس جوان و دلور ہاتھ پیر نام ایک شخص تھا وہ یہ دجود کے خلاف ہو گیا۔ اور اپنے بیٹے بڑا کو اس کام پر مامور کیا کہ یہ دجود کو شہر پر پناہ بھی نہ ہونے دے یہ دجود کا چڑاؤ شہر کے باہر تھا۔ ایک دن سوہا ہو کر اس نے شہر کے گرد چکر لگایا۔ اور ایک دروازے سے شہر کے اندر جانا چاہا تو بڑا نے روکا اس کا باپ ہاتھ پیر بھی کھار وانی کو دیکھ رہا تھا۔ زبان سے چلا کہ کہا کہ بھلا کھو لو اور بادشاہ کو اندر آنے دینا مگر ہاتھ سے بیٹے کی طرف اشارہ کیا کہ ہرگز نہ دے دینا۔ یہ دجود کے لوگوں میں سے کسی نے اس کی یہ حرکت دیکھ کر دجود کے بڑوہرہ کو خبر کی اور ہاتھ پیر کے مار ڈالنے کی اجازت مانگی۔ مگر شہر یا عجم نے اس سے روکا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ دجود نے اس موقع پر ارادہ کیا تھا کہ ہاتھ پیر کو حکومت مرو سے منرو لے

شہر یا عجم
آواز نہ کرے

مرو میں آگیا
حالت۔

اس کے رستے
حاکم رستے کا
سورگ۔

عسکری اخبار العلوان نے بھی اس واقعے کو نوٹ فرمایا ہے۔ مگر سارا ماخذ طبری اور ابن اثیر ہیں اور اس باب کے تمام واقعات انہیں سے ماخوذ ہیں۔

اس کے بھتیجے صفحان کو دھقان قزوین مقرر کرے۔ ماہویہ کو اس کی خبر ہو گئی اور بادشاہ کی جان لینے کے درپے ہو گیا۔ اس سب کو اس نے ترکستان کے فراس روایت ترک قرقان کو بلایا کہ یہ زنجیروں کے قتل کرنے میں میری مدد کیجئے۔ اس کے علاوہ میں عربوں کو آپ کا دوست بنا دوں گا۔ علاوہ انہیں ایک ہزار درہم پیر وینے کا بھی وعدہ کیا۔ نیز کسے راہ راست پر جو کو لکھا کہ اگر آپ اپنے خاص دوستوں اور فرخ زاد کو ہٹا دیں تو میں حاضر ہوں اور شاؤں کہ عربوں سے کیا برتاؤ کیا جائے۔ یہ زنجیروں اس سب کو اپنے رفقا سے مشورہ کیا صفحان نے کہا میری رائے نہیں ہے کہ آپ اپنے دوستوں کو چھوڑ کر یہاں آکر رہیں۔ مگر ماہویہ نے اصرار کیا کہ نیزک کی دوستی کو آپ قیمت جانیں۔ اور اس کی درخواست کو ضرور قبول کرنا چاہیے۔ یہ زنجیروں نے اسی کی رائے اختیار کی۔ اور اپنے تمام وفادار غلاموں کو ہٹا دیا۔ فرخ زاد ناخام کو سمجھا ہوا تھا۔ اپنے بادشاہ کو دوست نا دشمن کی رائے پر عمل کرنے کو کہہ کر بیان بھلا ڈالا۔ اور وہ ملا کر نے لگا اور جب یہ زنجیروں اس کا ساتھ چھوڑ کر تہا ماہویہ کے پاس چلا گیا تو چھوڑنے کے کہنے لگا کہ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ تم لوگ شہر یا عجم کو اپنے بس میں کر کے مار دو گے۔ اس نے سنی دینے کے لیے یہ زنجیروں نے خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر لکھ کر میری نسبت تم کی بات کا اٹھائے۔ زکوہ میرے ہاتھ میں آئے۔ کو بھی میرے پاس بھیج دو۔ اور فرخ زاد نے زنجیروں اس کلمہ کی بھی سبیل کر دی۔

نیزک کا زنجیروں سے ملنا

اب نیزک آیا اور ماہویہ کے مشورے کے مطابق یہ زنجیروں سے اس شان سے ملا کہ محض طرفہ قائم تھی۔ گانا بجانا ہوا ہوا تھا اور نئے افغانی کا جام گردش میں تھا۔ نیزک کے آتے ہی ماہویہ اٹھ کر چلا گیا۔ اور نیزک پاسپا وہ آئے یہ زنجیروں سے ملا۔ یہ زنجیروں نے کہا آپ کو پیدل نہ چلنا چاہیے۔ میری سواری کے گھوڑے حاضر ہیں جس کو چاہیے پسند کر لیجئے۔ مگر نیزک نے اس کا خیال نہ کیا۔ اور یہ زنجیروں کا ہاتھ پیر سے اس کو اپنے لڑکے کی طرف سے چلا جب اپنے چٹاؤ کے چوچ میں پہنچ گیا تو تاجدار عجم سے کہا اپنی عیالوں پر اس کے کہی کہ آپ میرے عقد میں اس کے دیں تو بتاؤں کہ عربوں کے کس طرح سے کھانا کیا جائے۔ وارشہ و خیمہ سہری و زل سامانی کے تاجدار کو بھلا ایسی بات سننے کی کہاں تاب۔ سب سے اختیار یہ زنجیروں کی زبان سے نکالی نکل گئی۔ اور ساتھ ہی نیزک نے اس کو گور زار۔ یہ زنجیروں چوٹ لکھا کر چلا تا رہا بھاگا۔ اور نیزک کے لوگ بلاتال یہ زنجیروں کی فوج والوں کو ترمیم کرنے لگے۔

اس کی کہانی اور زنجیروں کا

یہ زنجیروں کا کہنا

اس ہنگامے اور مار دھا میں یہ زنجیروں سے نکل کے بھاگا اور ایک چکی والے کے گھر میں پناہ لی۔ تین روز تک وہاں ٹپا رہا اور کچھ نہ کھایا۔ آخر چکی والے نے جو چھپانا دیکھا اس کے کھانے کی جستجو کر کے کچھ کھائی، تو بھوکا ہو گا۔ یہ زنجیروں نے کہا جب تک سرور نہ بچتا ہو میرے حلق سے نوا

انہیں اترو سکتا تھا اتفاقاً وہاں ایک سرود نواز بھی موجود تھا اس نے بیان شروع کیا اور یزدجرد نے
 کھانا کھا یا یہ سرود نواز اسے کھلا کے باہر نکلا تو لوگوں سے سنا کہ شہزادہ عجم زجر و بجا لگا ہوا ہے۔
 اس کا حلیہ سنا تو مطابق پایا اور کہنے لگا اس شکل و شمائل کا تو ایک شخص فلاں اچھی دالے کے
 گھر میں چھپا ہوا ہے۔ ہوتے ہوتے یہ خبر مایہ ناک پہنچ گئی۔ اس نے فوراً ایک پارسی سردار
 کو بھیجا اور حکم دیا کہ جیسے ہی یزدجرد کو دیکھنا کھانا کھونٹ کے مار ڈالنا اور لاش کو دریا میں پھینک دینا
 اس سردار نے اس کے چلی دالے سے پوچھا تو اس نے چھپایا۔ سردار نے گھر میں کھس کے تلاشی
 لی۔ اب بھی یزدجرد نہ ملا تو چلی دالے کو مارا پٹا۔ مگر اس نے کسی طرح نہ بتایا۔ اب وہ ناکام واپس آیا۔
 تھا کہ ہزار ہوں میں سے کسی کی ناک میں مشک کی خوشبو آئی اور حریر کے لباس کا ایک کونہ دکھائی دیا۔
 اس کو پکڑ کے کھینچا تو یزدجرد برآمد ہو گیا اور خوشاد کرنے لگا کہ مجھے نہ مارو اور نہ کسی کو میرا پتہ بتاؤ۔
 اور اس کے مساوئے میں اس نے اپنی قیمتی انگوٹھی مرصع ڈاب اور ہاتھوں کے کڑے پیش کیے مگر
 قاتل نے کہا مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ چار درہم دیجیے تو چھوڑ دوں۔ درہم پاس نہ تھے۔
 وار اس نے عجم نے کہا اس انگوٹھی کی قیمت کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔ اس کو بے کرمیری جان
 چھوڑ دو۔ مگر اٹھا لیا گیا۔ آخر یزدجرد نے ابدیدہ ہو کر کہا لوگ کہا کرتے تھے کہ تم بھی چار درہم
 کو فحاج ہو گئے۔ اس کو بہت سی جھٹکتا تھا۔ آج کھلا کہ وہ بالکل سچ تھا۔

اب اس نے اپنے کان سے ایک گوشوارہ اتار کے چلی دالے سے کہا جھیم پھاؤ انگوٹھ کو
 بیان لیتے پڑھایا۔ ایک آہ کے ساتھ کہا کھنٹو۔ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ جو کوئی بادشاہوں کو
 قتل کرتا ہے۔ دنیا ہی میں آگ کے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ مجھے قتل نہ کرو۔ بلکہ اپنے دستقان
 یا عروپے کے پاس زندہ پکڑ لے چلو۔ میں وہ شخص ہوں کہ وہ بھی میری جان نہ لیں۔ مجھے یہ مگر
 کسی نے سماعت نہ کی۔ کمان کی تانٹ کا پھندا بنا کے اسے پھانسی دی۔ اور آفت زده شہر قہر
 کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ پھر مایہ نوب کے حکم کے بموجب اس کی لاش دریا میں پھینک دی گئی مگر قہر کے
 ایک سچی متہدہ کو اس پر غیرت ہوئی۔ لاش کو پانی سے نکال کے تابوت میں رکھا۔ اوپر میں دیں فن
 کر دیا۔ بعد ازاں مایہ نوب نے اس شخص کو جس نے یزدجرد کی نشان دہی کی تھی پکڑ کے اتارا مارا کرتے
 مارے مار ڈالا۔

ماہور کی
قنا و تباہیکمال پے چکی
کے یزدجرد
کا مارا ہوا

ایک اور طریقے سے یہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ یزدجرد قبل اس کے کہ عرب کرمان پر
 پہنچیں وہاں سے چار ہزار آدمیوں کے ساتھ بھاگ کر مرو میں گیا۔ مرو کی آبادی کے قریب

قتل یزدجرد
کا بیان

پہونچا تو دوسو ارسلے۔ جن میں سے ایک کا نام صبحان اور دوسرے کا براز تھا۔ ان دونوں میں
 باہم عداوت تھی۔ براز نے صبحان کی شکایت کی اور براز نے ارادہ کیا کہ صبحان کو موقع پر
 قتل کر دے۔ اس ارادے کو اس نے اپنی کسی محبوبہ کینیز پر ظاہر کیا۔ جس نے کسی اور سے کہا کہ
 خبر فاش ہو گئی۔ اس پر براز فرختہ ہو کر صبحان نے اپنے گروہ کو جمع کیا اور ارادہ کیا کہ براز کو
 پکڑ لے۔ یہ حال براز نے نہایت بدحواسی سے بھاگ گیا اس کے بعد خود براز کو بھی بھاگنا پڑا۔
 چنانچہ اور گشتیں سال ساسان قزو سے دو فرسخ ایک چکی کے قریب پہونچا۔ اور چکی واسے کے گھر
 میں پناہ لی اس نے گھانا کھلایا اور کچھ انعام مانگا۔ براز قزو سے ڈاک کر کے کھول کے دے دی۔
 اس سے کہا مجھے یہ نہیں چاہیے فقط چار روپہ عطا ہوں۔ مگر روپہ موجود تھے۔

بعد ازاں براز قزو کھلی گئی۔ سورہا چکی واسے نے غافل پائے اس کو اپنی کدال سے مار ڈالا
 زہور اور گھڑے جو کچھ بھر رہے تھے اتار لیے۔ اور لاش پائی میں پھینک دی۔ مگر پھینکتے وقت لاش کا پیٹ
 پھاڑ ڈالا۔ اور کوئی بھاری چیز اس میں باندھ دی تاکہ پانی کے اوپر نہ اُبھر سکے۔ چکی واسے نے
 اگرچہ یہ کارروائی بہت چھپائے کی تھی۔ مگر ایک نصرانی پادری کو خبر ہو گئی جو قزو میں دین منیسی کی
 تبلیغ کیا کرتا تھا اس نے اپنے ہم مذہبوں کو جمع کر کے کہا: "نہر پار کا بیٹا مار ڈالا گیا۔ اور شہر مار کون
 وہ جو شیریں کا بیٹا تھا۔ وہی شیریں جو مومنہ تھی اور ہم پر اس کے بڑے بڑے احسانات ہیں اس
 تقریر کا انجام یہ ہوا کہ ان لوگوں نے قزو میں ایک خمر بنایا۔ اور براز قزو کی لاش کو دریائے نکال کے
 اس میں رکھ دیا۔

براز قزو میں سال تک حکمران رہا۔ جن میں سے چار سال شوکت و جہمت اور شان و شکوہ سے
 جہاں بانی کی چھ برس مسلمانوں سے لڑنے اور لڑائی کے دھڑکے برداشت کرنے میں گزرے اور
 باقی زمانہ بھانسنے اور ناکامی کی ذلتیں برداشت کرنے میں گزرا۔ وہ آرو شیر باجکوں کی نسل کا آخری
 تاجدار تھا۔ اور اس کے بعد ملک عربوں کے لیے صاف ہو گیا۔ اور چونکہ اس کے بعد کوئی اور ساسانی
 بادشاہ نہیں ہوا۔ لہذا انجیوں نے اپنا سلسلہ اسی کی تخت نشینی کے زمانے سے جاری رکھا۔ ان میں
 رواج تھا کہ ہر بادشاہ کی تخت نشینی سے سسند کا حساب قائم کرتے جو اس کے مرنے پر ختم ہو جاتا۔
 حضرت عمر کی شہادت کے بعد اہل خراسان نے بغاوت کر دی تھی۔ عبداللہ بن عامر نے جب

ابن عامر کی
 بہ جہاد کا
 قاتل تھا۔

فائز کو فتح کر لیا تو حبیب بن اوس تمیمی نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر زمین آپ کے سامنے کھڑی ہوئی ہے اور اس میں سے تھوڑی سی ہی ابھی فتح ہوئی ہے۔ لہذا چلیے اور بڑھیے۔ خدا مہم و معاون ہے۔ ابن عامر نے کہا اس کا تو ہمیں حکم ہی ہے؟ اور آگے کی راہ لی۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ابن عامر فائز کو فتح کر کے بصرے میں واپس آئے۔ اور شریک بن اعرار حارثی کو اپنا نائب بنا کے شطرنج میں چھوڑ دیا۔ بصرے میں بھی لوگوں نے جب جہاد پر ابھارا تو زیادہ کو اپنا نائب بنا کے وہاں چھوڑا اور خود شکر کے ساتھ جہاں کشائی کے ارادے سے چل کھڑے ہوئے۔ انھوں نے بصرے سے براہ راست کرمان کا رخ کیا۔ تھوڑی دور جا کر نجاش بن سواد سلمیٰ کو جن کا شمار صحابہ رسالت میں تھا اہل کرمان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس لیے کہ ان لوگوں نے بغاوت و سرکشی اختیار کی تھی۔ اور تریح بن زیاد حرثی کو بیتابانہ حملہ کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ لوگ بھی بد عہدی کر کے باغی ہو گئے تھے۔ پھر خود ابن عامر شاپور کی طرف چلا اور اپنے مقصد پر ہمیش کا سردار احنف بن قیس کو مقرر کیا۔

خراسان کی سرحد پر دو قلعے تھے جن کا نام موخین عرب طبعین بتاتے ہیں۔ یہ دونوں قلعہ خراسان کے پچھلے حصے کے جاتے تھے۔ احنف جب ان قلعوں پر پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے صلح کر کے اطاعت قبول کر لی۔ ان لوگوں کو مطلع ہوا کہ لشکر اسلام خراسان میں داخل ہوا اب علاقہ کو ہستان آگیا۔ جہاں کے لوگوں نے احنف سے مقابلہ کیا اور شکست کھا کے اپنے ایک قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اتنے میں ابن عامر بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ جا پہنچے۔ ان کو دیکھ کر کوہستان والے مایوس ہوئے۔ چھ لاکھ درہم پیش کیے۔ اور صلح کر لی۔ بعض اہل تاریخ کہتے ہیں کہ کوہستان پر حملہ امیر بن احمد شکر ی نے کیا۔

ایک لشکر ابن عامر نے رفاق نام پچھلی جو مقام نیشاپور کے تواج میں تھا وہاں کے لوگوں نے مقابلہ کیا اور اس لشکر نے اس قلعہ کو بڑا شہر فتح کیا اور بٹھ کے اسی حوالہ کے مقامات باختر اور جہین کو بھی فتح کر لیا۔ اسی سلسلے میں ابن عامر نے اتود بن کلثوم عبدی کو تھوڑے لشکر کے ساتھ علاقہ نیشاپور کے شہر ہتی پڑھیا انھوں نے ہتیق کی فیصل کے پاس پہنچے مئی زور و شور سے حملہ کر دیا۔ حصا شہر کے ایک لشکرت میں سے اندر گھس پڑے۔ ان کے ساتھ چند اور سرکش مسلمان بھی شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ مہم و معاون نے زخمی کر کے روکا اور وہاں ان کا ایک گروہ یورش کر کے ان کی پشت پر بھی آگیا۔ جس کی وجہ سے ان کو ہتھیار کاڑھتے ہوئے ہو گیا۔ اس حالت میں اسود اور ان کے جاں باز رفقا جان بچھل کر لڑنے لگے۔

کرمان اور
سیستان
کی ہیں۔

نخ طبعین

علاقہ کوہستان
کی فتح

فتح رفاق
نام۔

نخ باختر اور
جہین۔

ایک ہزار
سوار اور
سواروں کی

اور قیامت کی لڑائی ہونے لگی جس میں استود اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ یہ دیکھ کر ان بہادران اسلام نے جو باہر تھے استود کے بھائی ادیم بن کلثوم کو اپنا سردار بنایا۔ اور سب نے اس دور سے حملہ کیا کہ تھوڑی ہی دیر میں دشمنوں کو مار کے ہٹا دیا اور شہر تین اُن کے ہاتھ فتح ہو گیا۔ مرحوم استود اپنی زندگی میں اکثر دعائیں مانگا کرتے تھے کہ خدایا دنیا میں احقر درندوں کے پیٹوں اور مردار خوار طیور کے پوٹوں سے ہو جس کا لحاظ کر کے اُن کے بھائی نے اور سب شہیدوں کو تو دفن کر دیا۔ مگر ان کی لاش میدان میں پڑی رہنے دی۔

خراسان کے مذکورہ شہروں کے علاوہ شہر ہشتاد گنگ بہت دیکھیں وہ دوسرا شہر ہے اور بلاد خوزستان و آذربائیجان کو بھی فتح کر لیا اور خاص شہر نیشاپور کی طرف بڑھے اہل نیشاپور شہر کے بچاؤ کے لیے اور قلعہ بند ہو کر مقابلہ شروع کیا۔ چنانچہ ابن عامر کئی مہینے تک محاصرہ کیے پڑے رہے۔ اس شہر کی ہر سمت کی محافظت ایک ایرانی مرد زبان کے سپرد تھی۔ جب لڑائی کو طویل ہوا اور شہر والوں کو سخت دشواریوں سے سابقہ پڑا تو ایک جانب کے مرد زبان نے اہل شہر سے چھپا کر خفیہ طریقے پر مسلمانوں سے امان مانگی اور وعدہ کیا کہ اگر مجھے امان دے دیں میں اس کے معاوضے میں مسلمانوں کو شہر کے اندر پہنچا دوں گا۔ یہ درخواست فوراً قبول کر لی گئی اور اس نے ایک رات بہادران اسلام کو شہر کے اندر پہنچا دیا اس طریقے سے سارا شہر تو فتح ہو گیا۔ مگر یہاں کا سب سے بڑا مرد زبان جو سب پر افسر تھا اپنے گروہ کے ساتھ اپنی گڑھی میں قلعہ بند ہو گیا اور اب بھی لڑائی کا خاتمہ نہیں ہو سکی۔ جب اس گروہ میں بھی مسلمانوں نے سخت دھماکے کیے تو ہجوم یاس سے وہ مرد زبان بھی خج اٹھا اور امان مانگی جس کے سلسلے میں اس نے سارے نیشاپور کے متعلق صلح کی شرطیں پیش کر دیں۔ آخر وہ لاکھ دیکھ پیش کر کے اُن لوگوں نے اپنی جانبیں بچائیں۔ سارے شہر پر قبضہ ہوا اور سب سے پہلے والی قیام پور قلعہ بن ہشتم سلی مقرر ہوئے۔

ابن عامر کی اصلی غرض یہ تھی کہ خراسان کے تمام شہر فتح کر لیے جائیں اور سارا ملک قلعہ و قلاع میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ انھوں نے جا بجا اور شکر بھی روانہ کیے تھے جن میں سے ایک بلاد نسا اور ابی ودر پر گیا اور دونوں شہروں کو بغیر اس کے کہ خویری کی نوبت آئے فتح کر لیا۔ ایک بہ سردار بن عبد اللہ بن حازم سلی شہر خس ر گیا۔ خسرواے پہلے اٹھ پھر امان مانگی مگر فقط سوادیموں کو امان دینے کا وعدہ کیا گیا۔ مرد زبان نے اس کو قبول کیا اور سوناموں کی گھر

پیش کر دی۔ مگر بھیدی سے اس میں خود اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ چنانچہ جب سلمان شہر میں داخل ہو سکے تو
سوا آدمیوں کو امان دی گئی اور مرزبان سے باقی لوگوں کے قتل ہوا۔ اسی اثنا میں طوس کا مرزبان
ابن عامر کی خدمت میں حاضر ہوا اور چھ لاکھ درہم پیش کر کے اطاعت قبول کر لی۔

فتح طوس

اس کے بعد ابن عامر نے ایک لشکر ابن خازم یا کسی اور شخص کے زیر علم قدیم شہر تہرات کی طرف
روانہ کیا۔ مرزبان تہرات کو خبر ہوئی تو خود ابن عامر کی خدمت میں حاضر ہوا اور تہرات باؤیس ہشت اور
بوشیخ والوں کی طرف سے صلح کر لی۔ مگر بعض موخرین کہتے ہیں کہ تہرات پر خود ابن عامر گئے تھے اہل شہر
پسے مقابلہ کیا۔ پھر دس لاکھ درہم پیش کر کے صلح کر لی۔

فتح تہرات

جب ابن عامر ان تمام شہروں پر غلبہ و تصرف ہو گئے تو مرو کے مرزبان نے سفارت
بجے کے بکیس لاکھ درہم صلح کر لی۔ سلمان پید سالار نے حاتم بن لقمان ہاشمی کو مرزبان مرو کے پاس
بھیجا۔ اور سارا علاقہ مرو صلیبی فتح ہو گیا۔ مگر اس علاقے کے شہر خج کے لوگوں نے مقابلہ کیا۔ جو حملہ
کر گئے۔ زور شمشیر فتح کیا گیا۔

فتح مرو

اسی موقع پر ابن عامر نے اخف بن قیس کو طبرستان کے فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ راستے میں
وہ ایک رشتاق (منڈی) پر ہو کر گزرا۔ وہاں دونوں گرو کھلاتا تھا۔ مگر مسلمانوں کے قبضے میں
آنے کے بعد رشتاق اخف کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اخف نے اس کا محاصرہ کر لیا اور آخر وہاں
لوگوں نے تین لاکھ درہم پیش کر کے امان چاہی۔ اخف نے کہا میں تم سے اس شرط پر
صلح کرتا ہوں کہ ہمارا ایک شخص کچھ دن ہمارا شہر کے اندر قصر حکومت میں اذان دے۔ اے اللہ اللہ
کر کے شہر کے اندر ڈراٹھیرے۔ اور وہیں آئے اس شرط کو ان لوگوں نے قبول کیا۔ اور اس
سرزمین پر نعرہ توحید بلند کر کے اخف مرو و مرو کی طرف بڑھے۔ وہاں کے لوگوں نے مقابلہ
کیا۔ اخف نے میدان جنگ گرم کر کے ان کو شکست دی اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔

طبرستان

فتح رشتاق

سکھتہ

فتح مرو

یہاں کا مرزبان عجمی حاکم بن باذان کا غریب تھا جس نے حضور سرور عالم کی زندگی میں آتش سنی
سے توبہ کر کے مذہب توحید کو اختیار کیا تھا اور سلمان اس کا بہت کچھ پاس لگا کرتے تھے۔ مرزبان کو
خف کو لکھ بھیجا کہ میرے غریب باذان نے دین اسلام قبول کر لیا تھا اس لیے میری مائتہ ہے کہ اس سے
صلح کر لوں۔ اخف نے اس کی درخواست قبول کی اور چھ لاکھ درہم صلح ہوئی اس کے بعد اخف نے ایک
لشکر رشتاق بھیجا جو اس سے بہت سے مویشی ہٹکا لایا اس کے بعد ہاں کے لوگوں نے صلح کا پیام بھیجا تو قبول کر لی
اس ان دنوں کے نام کہ شمشیر و شمشیریاں اور سرور و سلاطین نے پناہ دی کہ وہ درویش ہوں تھا۔

فتح رشتاق

ان سلسل فتوحات سے طخارستان والوں میں وطنی حمیت کا ایسا جوش پیدا ہو گیا کہ سب مل کر آمادہ ہوئے کہ کثیر لشکر اور فوج جمع کر کے اور گروہ و جوار کے ٹکڑوں سے مدد حاصل کر کے ایک فیصلہ کن لڑائی لڑیں۔ اور سلاطین نے جن شہروں پر قبضہ کر لیا ہے ان کو ان سے چھین لیں۔ آخر ان کی کوشش سے اتنا بڑا لشکر جمع ہو گیا کہ گویا آسمانوں کا سمندر تھا جو سخت ترین طوفان کی شورش سے بچھڑنے لگا تھا۔ اس لشکر میں کرکھانہ (جارجیا) طالقان، فاریاب اور اطراف و جوانب کی خلعت عظیم جمع تھی۔ اخف نے اس سخت طوفان کا حال سنا تو فوراً دشمنوں کے اس سیلاب کی طرف کوچ کیا اور دونوں حریفوں کا سامنا ہوتے ہی میدانِ حشر قائم ہو گیا عین معرکہ گیر و دار میں صفائیاں کے بادشاہ نے دعوے کے ساتھ اخف کو نیرہ مارا۔ اخف نے اپنے زبردست ہاتھ سے نیرہ پکڑ لیا اور ایک ہی جھٹکے میں اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ آخر سخت خونریزی کے بعد دشمنوں کو شکست ہوئی اور سپہ سالار عرب نے بھاگنے والے دشمنوں کو ہر طرف دگیر دگیر کے بہ کثرت قتل کیا۔ اور اس ظہیر الشان فتح کے بعد اخف مرو و رودیں واپس آئے۔

چند ہی روز بعد خراسانی کے علاقہ گرگان کے شہر جوزجان میں کچھ اور دشمن جمع ہوئے ہیں اخف نے فوراً ان لوگوں کے انتہیصال کے لیے اقرب بن عباس بنی کوان کی قوم کے شہسواران عرب کے ساتھ روانہ کیا اور رخصت کرتے وقت یہ تقریر کی اسے بنی تیم باہم دوست رہو، ایک دوسرے کے حال پر مباحثی کرو۔ بس اسی طرز عمل سے تمہارے سب کام میں مباحثیں گے جہاں کو پہلے خود اپنے بیٹوں اور مشرک گاہوں سے شہروں کو دینے لپنی ہو سوں اور غوثیوں کو مارو۔ اگر تم سے یہ ہو سکا تو تمہارا دین جان دوست رہے گا۔ اور خبردار باہم ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرنا۔ تم نے اس کی پابندی کی تو تمہارا جہاد درست رہے گا۔ اپنے ویدار اور ہمدرد کی زبان سے یہ نصیحتیں سن کر اقرب روانہ ہوئے تو جوزجان میں پہنچ کر دم لیا۔ اور دشمنوں پر ایسے کچے جوش سے حملہ کیا کہ پہلی گروہ آوری کے بعد دوسرا ہی حملہ ہوا تھا کہ دشمن شکست کھا کر بھاگے۔ اور جوزجان بہادران بنی تیم کی شیریدار سے فتح ہو گیا۔

اس کے بعد اخف نے علاقہ طالقان و فاریاب کو بھی صلحا فتح کر لیا۔ بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ فاتح فاریاب اخف نہیں بلکہ امیر بن احمد تھے اب تمام صوبہ جات ایران اسلام کے زیرِ حکومت تھے اور پوری قلمرو آل ساسان قلمرو خلافت میں شامل ہو گئی۔

اب اخف نے ترکستان کا ارادہ کیا اور شہر بلخ کی طرف چلے جو علاقہ طخارستان کا مرکز حکومت تھا عربی فتوحات کی رفتار اب دشمنوں کے لیے لڑی حوصلہ شکن تھی کان لوگوں کو مقابلے کی جرأت

ایک فیصلہ کن لڑائی۔

جنگ جوزجان

معارفہ بین کر

جوزجان

طالقان

فتح بلخ

نہ ہوتی۔ علی اختلاف الروایات چار یا سات لاکھ درہم پیش کر کے اطاعت قبول کر لی اور اسید بن شمس
حاکم بن مقرر ہوئے جس کے بعد حنفہ خوارزم کی طرف چلے جو دریائے جیون کے کنارے واقع تھا
اس شہر کا محاصرہ کیا اور فتح کے لیے بہت کچھ زور لگایا مگر قابو نہ پایا۔ آخر اس نے ہمارے صاحب زادے
سرداروں کو پیش کر کے مشورہ کیا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ حنفہ بن سید نے کہا: "اے صاحب زادے! اس شہر میں
نہ تو دین صوفی کا شہر یا دہشتہ اور وہ شہر چھوٹا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "جب تک کہ کسی کوئی کام نہ ہو
اس کو چھوڑ دے اور وہ کام کر جو ہو سکتا ہو۔" حنفہ نے اسی مشورے پر عمل کیا اور خوارزم کو غیر متوجہ
پھرتے کر رہ گئے وہاں چلے آئے۔

خوارزم بنو

اسی نام

مرغ نہیں اسید رقم خراج کو وصول کر چکے تھے جو از روئے معاہدہ اہل شہر کے دئے گئے۔
تھی۔ اتفاقاً ان دنوں عید نوروز کا زمانہ تھا۔ اس موقع پر اہل شہر نے بہت قیمتی نذرانہ لاکھ پیش کیا
جس میں بہت سے درہم و دینار کے علاوہ سواری کے جانور اور کپڑوں کے تھکان وغیرہ تھے۔ اسید
ان چیزوں کو دیکھ کر کہہ "معاہدہ صلح میں ان چیزوں کا تو اقرار نہ تھا۔" لوگوں نے کہا: "اس کو
صلح اور مقررہ خراج سے تعلق نہیں۔ یہ تو وہ نذرانہ ہے جس کو ہم عید نوروز کے دن ہمیشہ اپنے حاکم
کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔" یمن کر اسید بولے: "میں اس معاملے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خدا جانتے
مجھے اس کے لینے کا حق ہے یا نہیں۔ مگر ان کے طور پر میں رکھے لیتا ہوں غور کے بعد فیصلہ
ہو گا کہ یہ چیزیں لی جائیں یا نہیں۔" پھر جب حنفہ واپس آئے تو اسید نے اس نذرانے کا حال
ان سے بیان کیا۔ حنفہ نے پھر اہل شہر کو اپنے سامنے بلوایا اور نذرانہ نوروز کے بارے میں
سوال کیا۔ سب نے وہی جواب دیا جو اسید نے کہہ چکے تھے۔ اب اسید نے وہ سب چیزیں
حاکم خراسان بن تمام کے پاس بھیج دیں۔ ابن عامر نے اسید سے دریافت کیا کہ تم اس نذرانے کو
کیوں نہیں لیتے؟ انھوں نے صاف جواب دیا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ یہ جواب پا کر ابن عامر نے
ان چیزوں کو اپنے وہاں کے خزانے میں داخل کر لیا۔

نوروز کا
نذرانہ۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مجاہدین اسلام جب پہلے عراق کی سرحد پر نمودار ہوئے تھے۔
اس وقت ان کا اتفاقاً ورجہ کا تھا اور اب سارا ایران و ترکستان فتح کر لینے کے بعد ان کے بعض
سرداروں کی کیا حالت تھی یا اگرچہ اسید کے ایسے نیک نفس تھے بھی فتنہ نہیں ہوئے تھے۔ سلسلہ
یہ بیان کر آئے ہیں کہ خراسان میں داخل ہونے سے پہلے ہی ابن عامر نے مجاہد بن مسعود
کو فتح کر تان پر مامور کیا تھا۔ مجاہد اسی اور بجلی کی طرح کر تان کے شہر حمید پر جا پڑے۔ اور اس کے

کر تان کے
مجاہد بن مسعود
اور اس کے

بزرگ و شہر شیر فتح کر لیا۔ تمام لوگوں کو امان دی اور وہاں ایک عالی شان قہر بنایا جو مدت دراز تک
 قہر مجاشع کے نام سے مشہور رہا۔ پھر آگے بڑھ کے شہر سر جان پر پہنچے جو کرناں کا مرکز حکومت
 تھا۔ اہل شہر نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ شروع کیا۔ قہر مجاشع چند روز تک گھیر رہا تھا کہ پڑے۔ پھر ایک روز
 ہزاروں عسکر اس سے وصال کر کے فطیل کے اندر گھس پڑے اور فتح کر لیا۔ یہاں کے لوگوں نے قہر کو
 بدعہدی اور دغا بازی کی تھی اس لیے سب جلاوطن کر دیے گئے۔ بعد ازاں مجاشع نے بزرگ و شیر
 شہر حریت کو فتح کیا۔ ان بڑے بڑے شہروں کے فتح کر لینے کے بعد شمالی سپہ سالار نے سارے
 کرناں کا دورہ کیا اور جہاں قلعہ بنیاں اور مخالفت و عداوت کی بنیادیں نظر آئیں ان کو مشہد کر کے
 بغاوت کی قوت بالکل بیاہل کر ڈالی۔

اس کے بعد مجاشع قوم قھس (افغانہ) کے سربراہ بن گئے۔ ان لوگوں کے علاقے میں مغرور جلاوطن
 عجمیوں کا ایک گروہ کثیر جمع ہو گیا تھا۔ ان کی پامالی اور سرکوبی کی اور سارے ملک پر مجاشع کا ایسا
 رعب بیٹھ گیا کہ بہت سے مشہور و فتنہ جواہل کرناں تو جہازوں پر سوار ہو کر بھاگ گئے۔ جنہوں نے
 اکران میں جا کے قرا لیا اور بہت سے عیسائیوں میں چلے گئے۔ محمد عربیؐ ان کے رکاوٹ اور کئی جنموں پر قبضہ
 کر لیا۔ جن میں سے کئی سی حکیم مسلمانوں نے لکھو کے وطنے آباد کیے اور دولت حاصل کی اور خلافت کو
 فروغ و زمینوں کا عرشہ ادا کرنے لگے۔

ناظرین یہ بھی پڑھ آئے ہیں کہ ابن عامر نے ربیع بن زیاد حرقی کو سیستان کی فتح پر مامور کیا تھا۔
 وہ مائل سفر طے کر کے قلعہ زناق پر پہنچے۔ خاص طور پر دن کے دن جب کہ قلعہ واسے جن مائل سے تھے
 حملہ کر کے قلعہ میں گھس پڑے۔ شہر کو لوٹا۔ اور وہاں کے حاکم و ہتھان کو اسیر کر لیا۔ اس نے کبریٰ کی ایک
 کھال سونے چاندی سے بھر دی تو جان کی امان پائی اور عربوں اور اہل فارس میں جو شریں ہوں انھیں
 انھیں شریلوں پر صلح کر کے اطاعت چھکا دیا۔ اس کے بعد ربیعؓ کو یہ نام ایک شہر میں پہنچے وہاں
 لوگوں نے اطاعت قبول کی اور ربیعؓ کی طرف بڑھے جو سیستان کا دار الحکومت تھا۔ اسے
 میں روشت نام ایک شہر سامنے آیا تو اس پر حملہ کر دیا۔ اہل روشت لڑنے کو تیار ہو گئے۔ اور ایسی
 شجاعت و جانبازی سے لڑے کہ ان کے اسلحہ سے چند مسلمان شہید ہو گئے۔ لیکن لڑائی کا حکم
 یہ ہوا کہ دشمنان اسلام ہمت ہار کے بھاگے اور عربوں نے ایسے غلط و خفت کے ساتھ تعاقب
 کیا کہ اہل سیستان کی ایک خلقت غلام ہو گئی۔

اب ربیعؓ نے آگے بہت کی اور تاش روہ اور سرواد کو فتح کر کے خاص زرنج کے سامنے

فتح کرناں

فتح کرناں

افغانہ

سیستان

فتح کرناں

فتح کرناں

فتح کرناں

جیسے ڈال دیے۔ اہل زرغ نے بڑھ کے مقابلہ کیا مگر پہلے ہی سرکہ میں ایسی شکست کھائی کہ قلعہ میں چھوٹ کر بیٹھ رہے۔ اور شکر اسلام نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ آخر زرغ کے قزبان نے صلح کی جو کہ کی۔ اور کھلا بیجا کہ مجھے ان دی جائے تو بذات خود حاضر ہو کے اپنی درخواست پیش کروں اس کو امان دی گئی اور وہ آیا۔ مگر یہاں مسلمانوں کو اس عجیب خوفناک شان میں پایا کہ خود بیت اور تمام مسلمان کسی کسی لاش پر بیٹھے ہیں۔ اور کسی دوسری لاش سے تکیہ لگانے ہوئے ہیں۔ مرزبان پر اس منظر کا نہایت خوفناک اثر پڑا اور اسی وقت عاجزی سے کہا کہ میری درخواست صلح قبول کر لی جائے میں اس کے معاوضے میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک ہزار خوب و دوکان ابرو ظلام پیش کروں گا۔ جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سونے کا جام ہوگا۔ بہر حال صلح ہو گئی۔ مرزبان نے اپنی شرط پوری کی اور مسلمان شہر میں داخل ہوئے۔

اور یہاں پہنچ کر وہاں ہوئے۔
 یہاں سے چڑھ کے ریتج تھارو نام ایک ندی کے پار اترے اور ایک گائوں میں پہنچے جو
 رستہ تمیزان کا مہٹیل مشہور تھا۔ وہاں کے لوگ برسہا برس پہلے تو مسلمانوں نے مقابلہ کر کے
 انھیں شکست دی اور ان لوگوں کو مہٹیل فرماں بنا کے شہر ریتج میں وہیں آئے جہاں ریتج کا
 پورے ایک سال تک قیام رہا جس کے بعد وہ اپنی طرف سے ایک شخص کو عامل سیستان مقرر کر کے
 اپن عامر کے پاس وہیں چلے آئے۔

ابن عامر کے پاس واپس چلے آئے۔
مگر ان کے ملتے ہی بیتان والوں نے اُس عال کو کھال باہر کیا اور بناوت اختیار کر لی یہ
حکومت بیتان میں ڈیڑھ سال تک رہی اس ملک سے انھوں نے چائیں ہزار نوڈی غلام اسیر کیے
ربیع کے مئی اس مہم میں حضرت حسن بصری تھے جن کے نام سے شاید کوئی مسلمان نا آشنا نہ ہوگا۔
اہل بیتان کی سرکشی کی خبر ابن عامر کو پہونچی تو عبدالرحمن بن عمر بن حبیب بن عبدالمطلب کو والی
بیتان مقرر کر کے بھیجا انھوں نے آتے ہی زرتخ کا محاصرہ کر لیا اور جب بعد و باغی اہل شہر جا
سے عاجز آئے تو دو لاکھ درہم اور دو ہزار غلامان خوبرو پیش کر کے سندان حاصل کی عبدالرحمن نے
زرتخ پر قبضہ پاتے ہی قدم آگے بڑھایا اور زرتخ سے کشمکش کا ساما علامہ زیر فرمان کر لیا۔ یہ کھش
بہتہ و تسان کی جانب واقع ہے اس کے بعد عبدالرحمن نے دوسری طرف رخ کیا تو اس علاقے کو
جو زرتخ سے دو ان تک پھیلا ہوا ہے طبع و متقا و بنا لیا۔ دوران پر پہونچ کے انھوں نے لشکر و توان
اکو گونہ تونہ کے درمیان میں گھیر لیا اور جب ان لوگوں نے ہمت ہار کے اطاعت قبول کر لی تو خلیانی
کے کو فر سے شہر دوران میں داخل ہوئے نہ تو جس کی جانب مذکورہ بالا پہاڑ منسوب تھا ایک بہت کا

نام ہے جس کی صورت سونے کی بنی ہوئی تھی اور آنکھوں کی جگہ دو لب شہ جڑے ہوئے تھے۔
عبدالرحمن نے قیاب ہوتے ہی صورت کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا اور آنکھوں سے دونوں لب
اکھاڑ لیے پھر سونے اور دونوں لبوں کو قرزبان کے محلے کر کے کہا ان چیزوں کو کہیں لیجاؤ۔
مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے میرا مقصد فقط یہ بتانا تھا کہ یہ بت نہ اپنے آپ کو بچا سکتا ہے اور یہی
اور کو کچھ نفع یا ضرر پہنچا سکتا ہے۔

اس واقعہ کے بعد عبدالرحمن نے کابل اور زابلستان کو فتح کیا۔ زابلستان سے مراد وہ سارا
علاقہ ہے جو شہر غرینہ کے توبان میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کامیابیوں اور فتوح کے بعد زرخیز
میں واپس آئے۔ اور وہیں تھے کہ خلافت عثمانی کا انتظام درہم برہم ہونے لگا۔ آپ نے فتوہ امیر و مہاجر
یشکری کو اپنی جگہ چھوڑ کے واپس چلے آئے۔ مگر اہل سیستان بھی بغاوت و شورش میں ایسے
مشاق تھے کہ ان کے بیٹے ہی پھر بغاوت کر دی اور امیر کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔
کرمان و سیستان کی فتح بھی دراصل ابن عامر کے کارناموں میں شامل تھیں۔ یہ سب فتحیں
پوری ہوئیں تو لوگوں نے ان سے کہا جیسی نمایاں اور وسیع فتحیں آپ کو حاصل ہوئی ہیں کسی تو نہیں
نصیب ہوئیں۔ فائز، کرمان، سیستان، خراسان، طاقان، اور سیستان سب کو خدا نے
آپ کے ہاتھ سے فتح کرایا۔ انھوں نے کہا بیشک۔ اور اس کے شکریے میں مجھ پر واجب ہے
میں سے احرام باندھ کر حج کروں۔ چنانچہ انھوں نے عمرے کا احرام باندھا اور ارض حجاز کی
راہ لی اور عسہرہ ادا کرنے کے بعد حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

خراسان میں وہ اپنی جگہ قیام کر چکے تھے۔ قیام نے ان کے چلے آنے کے بعد
طخارستان کا دورہ کیا اور جس شہر میں گزر ہوا۔ وہاں کے لوگوں کو صلح و منقاد پایا اور سب نے ان کی
اطاعت و انقیاد کیا یہ دورہ ختم کر کے وہ سمگان میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے سرکشی کی۔
انھوں نے خوراک محصور کر لیا اور بزدل و شہیرہ خور کے اس علاقے کو بھی قلم و خلافت میں شامل کر لیا۔

پانچویں فصل

دیگر فتوحات اسلام اور حضرت عثمانؓ کے مخالفین

چند واقعات قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا پہلا حملہ ایک عوامی فساداتوں، بغاوت، قتل و غارتگری، جنگوں اور امن کی شہادت اور مسلمانوں کو شکست بخشنا میں تارن کی شورش۔ چالاک ابن خازم ان کی کارگراری۔ فتح عظیم۔ تارن مارا گیا ابن خازم حاکم خراسان۔ حضرت عباسؓ دیگر اکابر صحابہ کی وفات۔ دوم مصر پر حملہ جسے ترکستان میں نہیں۔ تیسرا دوبارہ فتح ہوا۔ تیسری مسلمانوں کا آباد ہونا یسید رالی کو ذوران کے ہم صحبت۔ کوفے میں فتنے کا آغاز۔ حضرت عمرؓ کی آن اندیشی۔ چوتھا واقعہ دوسری روایت سے بھی نصیحت خلافت میں نصیحت اور حضرت سلیمانؓ ان لوگوں کی کیفیت بازگاہ خلافت میں۔ عثمانؓ خلافت اور حبیب الرحمن بن خالد۔ ایک شہر اچھا و خلافت میں۔ بقرے کا فتنہ۔ عبداللہ بن سبا اس کے عقائد اس کی فتنہ انگیزی۔ غلط انہوں کی تفتیش۔ تارن باہر کا فتنے میں پڑنا۔ ۲۲ھ کا ج۔ وفات سعد۔

اسی ۲۲ھ میں جناب موسیٰ کے والد حضرت ابوسفیان نے اٹھاسی برس کی عمر میں سفر آخرت کیا اور پندرہ سال کے وقت جب حج کا زمانہ آیا تو خود حضرت عثمانؓ امیر حج بن کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔

اب ۲۲ھ ۸۲ھ ہجری (۶۵۲ء) شروع ہوا اسی سال کے اہم واقعات میں یہ ہے کہ حضرت سلیمان نے جو جزیرہ قبرص کو فتح کر چکے تھے اور ان کا زبردست بیڑہ جزائر تیونس پر تھیں کر رہا تھا۔ ارادہ کیا کہ قیصر روم کے مرکز حکومت یعنی خاص قسطنطنیہ پر حملہ کریں۔ چنانچہ وہ بذات اپنے بیڑے کو لے کر درہ وانیال میں گھس گئے اور قسطنطنیہ پر دھاوا کر دیا۔ زمان اسلام کی اول العزیز کی یادگار میں یہ واقعہ بھی مورخین کی زبان پر ہے کہ اس بکری تم میں حضرت سلیمان کی بیوی عاتکہ بہت قریظ جن کو بعض اہل روایت فاختہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اپنے بیڑے جو صمد شوہر کے ساتھ شریک جہاں تھیں اسی زمانے میں مسلمانوں کو حار جیادالوں اور علاقہ قفقاز کے ترکوں سے ایک شکست بھی ہو گئی اس کا باعث یہ ہوا کہ اس خلافت نے جب ان پرستو اور توح کشان

چند واقعات

قسطنطنیہ پر
مسلمانوں کا
پہلا حملہ۔ایک مجاہد
عائشہ
بناوت
قتل و غارت۔

اور غلبہ حاصل کیا تو انھوں نے آپس میں مل کر کہا ہم ایسے مخفونہ مقام میں ہیں کہ اس سے پہلے کوئی غنیمت
 ہم تک پہنچ ہی نہ سکتا تھا۔ مگر اب یہ حالت ہو گئی کہ عربوں کا ایک چھوٹا گروہ ہمیں برابر لڑکین و کبار ہے
 اور سلمان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کسی نے کہا اس کا باعث یہ ہے کہ عرب لوگ مرتے ہی نہیں ہیں۔ کسی
 نے دیکھا ہو گا کہ کسی میدان میں کوئی عرب بھی زخمی ہو کر گرا ہو۔ اور لوگوں نے کہا اچھا پہلے اسی کا ہتھیار
 کو لو کہ یہ جری حلاؤ اور مارے بھی جاسکتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ ان کے چند مسلح آدمی دروں اور کچھ ہوں
 چھپ کر بیٹھ رہے۔ اور جیسے ہی دو ایک عرب اس کے اُس کے اُدھر سے گزرے شکل پڑے اور ان کو
 اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔ اس واقعہ کی جیسے ہی خبر پہاڑوں میں پہلی طرف خوشیاں سنائی گئیں کہ ہم بھی
 عربوں کو قتل کر سکتے ہیں۔ فوراً سارے ملک میں جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ اور سب نے باہم عنایتیں
 کیا کہ ہم جان بچھریل کے عربوں سے مقابلہ کریں گے۔ اس کے بعد غدر کے لیے ایک نئے تھکر ہو گیا۔
 اتفاق کی بات کہ یہاں کے والی عبدالرحمن بن ربیعہ کو جو ذوالنون کے لقب سے مشہور تھے۔
 (ذوالنون اصل میں ان کی تلوار کا نام تھا) حضرت عثمانؓ نے تحریر فرمایا تھا کہ تمھاری ولایت کی
 رعایا مخالفت کے لیے زیادہ تیار ہوتی جاتی ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ مسلمانوں کو وہاں نقصان
 نہ پہنچ جائے مگر عبد الرحمن نے مخالفت کی اس ہدایت کا مطلق خیال نہ کیا بلکہ بڑھ کے ان
 شہرہ بلیغ پر حملہ کر دیا۔ وہاں تمام بھاری ترک جاکر جیادلوں کے ساتھ جمع ہو گئے تھے۔ اور مسلمانوں کی
 روک تھام کے لیے دشمنوں کا ہزاربردست لشکر موجود تھا۔ انہوں نے حریفوں کا سامنا ہوتے ہی
 سخت لڑائی چھیڑ لی جس میں حضرت ذوالنون جانیازی سے مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے اور
 ان کے ہمراہی مجاہدین عرب کے معمول تدبیر کے خلاف شکست کھا کے بھاگے۔ بھاگتے وقت
 ان کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک پہاڑوں کی طرف بھاگا۔ اور عبد الرحمن کے بھائی سلمان بن ربیعہ
 بھلا لا جن کو تنہا بن عاص نے حسب فرمان خلافت عبد الرحمن کی لکاک پھیرا تھا۔ دوسرا گروہ جبلان
 اور زککان کی طرف بھاگا۔ اس میں حضرت سلمان فارسی اور ابو ہریرہؓ کے ایسے نامور صحابی اور ان کے
 علاوہ اور بہت سے اکابر اسلام بھی موجود تھے۔ اس سبب کی خبر حضرت عثمانؓ کو پہنچی تو بے اختیار ان کی
 زبان سے نکلا انا للہ وانا الیہ راجعون بہادران کو نہ کی یہ حالت ہوئی! خسارہ و مازان کا قصور
 معاف کر۔ اور ان کی توبہ درج قبولیت حاصل کرے۔

کریم علیہ السلام
 کی طرف سے
 شہرہ بلیغ

اسی طرح کی ایک ناگوار شورش اس سال علاقہ ترکستان اور سرحد خراسان میں بھی مچ گئی۔ یہاں قریب
 نام ایک قندہ انگیر شخص پیدا ہوا جس نے مقام طبرستان و باغیس و تہرات اور کوہستان ترک کے لوگوں کو

مسلمانوں کی مخالفت پر ابھار کے چالیس ہزار سپہ گروں کا لشکر جمع کر لیا اور اس کو لے کر مقابلے کے لیے
 بڑھا۔ یہ حال سن کر حاکم خراسان قیس نے اپنے عزیز ابن خازم سے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے؟
 انھوں نے کہا میرے نزدیک آپ اتنے بڑے زبردست لشکر سے مقابلہ نہ کر سکیں گے لہذا
 سیدھے بھرے میرا بن عامر کے پاس چلے جائیے اور ان کو دشمنوں کی کثرت سے آگاہ کیجیے۔
 جب تک وہاں سے زبردست لشکر لے سکے آپ ان تمام مختلف شہروں میں قلعہ بند ہو کر دشمنوں سے
 لڑیں گے اور مکہ کے انتظام میں لڑائی کو طول دیں اسے پہنچنا چاہیں گے اس لشکر کے کوہنہ کیا
 اور خراسان کو چھوڑ کے بھرے میں واپس گئے ابن عامر نے صورت دیکھتے ہی مارضی ظاہر کی کہ تم
 اپنے علاقہ کو چھوڑ کر کیوں چلے آئے؟ اور قاتر کی شورش کی وجہ سے سخت متروک تھے۔

چالاک ابن
خازم

ان کا لڑنا

مگر ابن خازم نے یہ کارروائی کی کہ قیس کے جاتے ہی لوگوں کو ایک فرمان دکھا کے باور کرایا
 ابن عامر نے بھی کو حاکم خراسان مقرر کیا ہے اور چار ہزار بہادرانِ عرب کو اپنے ساتھ لے کر قاتر
 کے مقابلہ کو روانہ ہو گئے اور وہ ہوتے وقت ہزار بیویوں کو حکم دیا کہ سب لوگ جہاں تک ممکن ہو چربی
 اور تیل ساتھ لے لیں۔ قاتر کے قریب پہنچنے تو حکم دیا کہ ہر شخص اپنے نیزے کی نوک پر کوئی چھینٹ
 یا روئی لپیٹ کے شعل بنائے اور اس کو چربی یا تیل میں خوب چھی طرح کر کے بھسوا دینا باقی تھا کہ
 یہ تہذیب کے یہاں سے بھی بڑھے تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ شام ہو گئی۔ چودہ سو آدمیوں کو مقدمہ پیش
 کی حیثیت سے آگے بڑھایا اور حکم دیا کہ سب اپنی شعلیں روشن کر لیں ان کے پیچھے باقی فوج کے ساتھ
 خود بڑھے اور قریب پہنچ کر ان کی شعلیں بھی روشن کر دیں آدمی رات کے وقت ناگہاں مقدمہ پیش
 کے بہادر شعلیں روشن کیے ہوئے قاتر کے سامنے نمودار ہوئے۔ وہ نہایت پریشان ہو کر یہ لوگ
 کیا کرنے والے ہیں مگر اتنا اطمینان تھا کہ شعلیں ساتھ رکھنے کی وجہ سے یقین ہے کہ میرے لشکر پر
 بیخون نہ ماریں گے۔ اتنے میں ابن خازم اپنے سارے لشکر کے ساتھ نمودار ہوئے اور باقی بیویوں
 کو یکا یک نظر آ کر وہ اپنے بائیں ہر طرف جھگیں میں آگ لگی ہوئی تھیں۔ اس منظر کا ان پر سخت ہشمتاںک
 اثر پڑا۔ انھیں بھاڑ بھاڑ کے دیکھتے اور گھبراہٹ تھی کہ یکا یک ابن خازم نے حملے کا حکم دے دیا۔
 اور سلمان اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے بڑھے۔ بہت مقابلے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ بہت زور
 عجمی بھاگے جرات کے اندھیرے میں اوجھڑا دھڑکنے لگے اور مسلمانوں نے گھیر گھیر کے قتل کرنا
 شروع کیا خود قاتر مارا گیا اور اس کا سارے لشکر دم بھریں پا مال ہو گیا۔

فتح عظیم
قاتر مارا

صبح ہوتے ہی ابن خازم نے عبداللہ بن عامر کو فتح کی خوشخبری لکھی ان کو عین ترو کی حالت میں

یہ خبر پہنچی۔ اور اس معرکے کا مفصل حال معلوم ہوا تو بہت ہی خوش ہوئے ابن خازم کی کارگزاری کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا اور یاتوان سے ناراض تھے یا لکھ بیجا کہ اس وقت سے قمری خوار کے والی جس کا حکم ہو۔

اسی سترہ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس بن عبد المطلب نے اٹھاسی برس کی عمر میں عالم تقی کی راہ لی اور دنیا سے وہ برکت اٹھ گئی جو خلافت اسلامیہ کو باہمی اختلاف اور بدظنیوں سے بچا رکھے ہوئے تھی۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ہی سے فتنوں اور جنگوں کا دوروارہ کھل گیا۔ اسی سال حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن سعود نے بھی دنیا کو رخصت کیا۔

اب سترہ سترہ محمدی (۶۵۳ھ) شروع ہوا۔ حضرت ملویہ نے اس سال مملکت روم کے علاقہ قلیسیہ میں حسن المرأة نام ایک قلعہ پر حملہ کیا۔ اسی طرح عبداللہ بن سعد نے افریقیہ پر دوبارہ چڑھائی کی۔ اس لیے کہ وہاں کے لوگوں نے بغاوت کر دی تھی۔

شرقی سرحد خلافت کی جانب آخفت نے حکمران کے دونوں مردوں کو دوبارہ فتح کر لیا اور بعض موثرین ابن عامر کی مذکورہ سابق فتحوں کو بھی اسی سال تباہ میں علی بن القیاس بعض اہل روایت جزیرہ قبرص کی فتح کو بھی اسی سال بتاتے ہیں۔ مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ جزیرہ مذکور کی پہلی فتح تو اسی زمانے میں ہوئی جبکہ بتائی گئی ہے۔ مگر سترہ میں رومیوں نے ہمازوں کے دریے سے ایک لشکر عظیم بھیج کر ان کی مدد کی اور انھوں نے سرکشی اختیار کر لی۔ یہ حال جناب ملویہ نے سنہ ۲۳ھ میں زور و شوکت سے جو حکمہ کہہ کے قبرص کو دوبارہ فتح کیا۔ رومیوں کو پامال کیا اور جزیرے میں سے کثیر المقدار مال غنیمت کے ساتھ بہت سے لونڈی غلام بھی کچھ لائے۔ جدید معاہدہ صلح کے دریے سے ان کو از سر نو میلے و مقاد بنایا اور بڑا ہنر مسلمانان الہیہ کے آباد کردیے جنہوں نے جزیرہ مذکور میں مسجدیں بنائیں اور وہاں اپنا ایک خاص شہر بسا لیا اس دوسرے حملے کو بعض مؤرخین ۲۳ھ میں بتاتے ہیں۔

ہم اور پر اشارہ کرتے ہیں کہ خلافت اسلامیہ کی فکرو میں فتنوں کا آغاز اسی زمانے سے ہوا۔ جس کی بنیاد یوں پڑی کہ ولید کو جب بخاری کا الزام دیا گیا حضرت ذی النورین نے ان کی جگہ شعیب بن عاص کو دالی کو مذکورہ کر کے حکم دیا کہ ولید کو دار خلافت مدینہ میں بھیج دیں۔ شعیب نے ولید کو وہیں روانہ کرنے کے بعد مسجد اور بصرہ کو دھوا یا اور موثرین کو مدینہ سے مجاہدین قادیسہ اور قاریان قرآن کو اپنی صحبت اور مشورے کے لیے منتخب کیا۔ یہ لوگ ان کی اندرونی صحبتوں میں شریک ہو کر تے۔

ابن خازم

حضرت عباس

روم و قلیسیہ

قبرص

جزیرہ قبرص

قبرص

مدینہ

مگر سب وہ باہر نکلتے تو ہر شخص با، یا ب ہو سکتا۔

یہی واقعہ ایک روز ان کی محبت میں تھے کہ پہلی تذکرہ حبش اسدی کی زبان سے نکلا "طلحہ بن
بکر" اللہ بڑے فیاض شخص ہیں، سید نے کہا "جس شخص کے پاس نشاۃ کی سی زمین ہوا ہے، کھد
ایسا ہی فیاض ہونا چاہیے۔ ایسی کوئی زمین میرے پاس ہوئی تو تم لوگ توبہ میں کر سکتے۔ حبش کا حبش
عبدالرحمن بہت نوعمر آدمی تھا، امیر کی زبان سے یہ الفاظ سن کر بولا "میرا تو خدا کا پیغمبر ہی پیا ہوتا
تھا کہ یہ زمین آپ ہی کے قبضہ میں ہوتی، نشاۃ اس علاقے کی بہترین زمین تھی جو کوفہ کے
قریب دریائے فرات کے کنارے واقع تھی۔ اور تاجداران آل ساسان کے عہد میں ہمیشہ خاص
یاوشا ہوں کی جاگیر رہا کرتی، عبدالرحمن کے یہ الفاظ سن کر اور لوگ جو شریک صحبت تھے بگڑے
اور کہا "ماشاء اللہ اب تم لوگوں کی ایسی ہیویں ہیں! ان لوگوں کو برا فروختہ دیکھ کر حبش نے کہا "لا
عبد الرحمن ابھی لڑکا ہے آپ حضرات اس کے کئے کا خیال نہ کریں، مگر مسقرتوں کا وعدہ فروخت
اور کہنے لگے "خوب سارے علاقہ سوا کی تمنا اور سید کے لیے حبش نے کہا اور اس کو آپ
نہیں دیکھتے کہ اس سے بہت زیادہ اور اس کی دہلی چوٹی متاثر ہیں آپ کے لیے میں مگر مالک
بغداد، ابن زئی، امیر، مقصد ابن کوا، کیل در عتیر، جعفر بن تھے ان کی کسی طرح تسلی نہ ہوئی، استفادہ
بگڑے کہ اپنی محبت میں عبدالرحمن کو بگڑ کے مارنے بیٹے لگے عبدالرحمن کے باپ حبش نے
روکنا چاہا، تاہم کوئی مارا یہاں تک کہ دونوں پتے پتے بیہوش ہو گئے۔ سید کو کہ امیر تھے مگر انھوں
بجائے اس کے باؤ ڈال کر مکہ سے کام نہیں لیں، دلا دلا کے روکتے اور منع کرتے رہے مگر ان
لوگوں نے ایک دینی۔

اس اثنا میں یہ خبر مشہور ہوئی اور بنی اسد تک پہنچی حبش کے قبیلے والے تھے انھوں نے
نزد کر کے قصر امارت کو گھیر لیا جس کے اندر یہ واقعہ پیش آیا تھا، محاصرہ کرنے والوں میں خود طلحہ بھی جو
تھے اور تھوڑی دیر میں اور قبائل عرب بھی قصر کے گرد آ کے جمع ہو گئے۔ اور سب سید سے داد خواہ
ہوئے۔ سید باہر نکل آئے۔ اور کہا "یہ لوگوں میں باہر کی جھگڑا ہو گیا تھا، مگر خدا نے خیریت کی۔ اور
اب کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے۔" بہر حال سب کو سمجھا بھجوا کے واپس کر دیا۔ ان لوگوں کے جانے
کے بعد حبش پیش اور ان کے بیٹے کو ہوش آیا تو کہنے لگے "ہو رہا ہے کہ ان ایمان صحبت سے
بہو میں گئے" سید نے کہا "اب تم بھی ان لوگوں کو میری محبت میں نہ پاؤ گے مگر اتنا کرو کہ اپنی
زبانوں کو روک کے رہو تاکہ جھگڑا نہ بڑھے" اس کا وعدہ کر کے دونوں باپ بیٹے اپنے گھر گئے۔ اور

جیسا کہ تھا ویسا ہی کیا۔ میں نے کسی کے سامنے حرفِ شریکیت زبان سے نہ نکالا اور غاوش ہے
اگر وہ لوگ جنہوں نے ان کو مارا تھا فساد سے باز نہ آئے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور ستید
کی مخالفت کو سنے کہ نہ خود حضورؐ نہ خدا نے پُر اشراف کرنے لگے۔

حضرت زکریا
آل زکریا

اس واقعہ سے پہلے چلتا تھا کہ حضرت زکریاؑ غارِ قنبر میں جو نہایت سختی سے حکم دیا تھا کہ عرب لوگ
میں نہ داخل ہوں اور نہ میرے گھر میں نہ آئیں۔ اور ان کے گھر میں کوئی نہ رہے۔ اور ان کے گھر میں کوئی نہ رہے۔
تھا۔ ان کی تاکید تھی کہ عرب جہاں انہیں غریب مچا رہے ہیں۔ وہاں کے نہیں دیرینہ دار نہ بنیں۔ حضرت
علیؑ نے ان کے زمانہ میں یہ روک رکھا تھا کہ وہی قوم جو سرزمینِ عرب میں تھی۔ ان کے سے نہیں اٹھیں گے۔
دار اسے بچھ کی خاص کیا کیوں کہ یہ قبیلہ اور تہذیبِ عرب تھی اور ان کا انجام تھا کہ باہمی حدود و مناسبت
بہت سے بنی۔ ان میں پیدا ہوئے۔

یہی واقعہ
روایت ہے

مذکورہ بالا واقعہ کو بعض لوگوں نے اس وقت ان سے بیان کیا ہے کہ ستید بن عاص کے گھر میں
قدحِ رات کو نہ میں شعر عربی کی صحبت رہ کر تھی۔ میں اس کا لفظ نہیں سمجھتا۔ اور میں نے اپنے
شخصی وغیرہم کے ایسے سرزمین کو نہ شریک ہو کر کہ اس کا ایک دن اتفاقاً اس صحبت میں سید کی زبان سے
نکلا "سوا کا علاقہ قریش کا باغ ہے" اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عربوں نے یہاں کتنی جلدی کثرت
سے زمینداریاں پیدا کر لی تھیں۔ اور میں سرزمینِ عجم بن گئے تھے۔ ستید کے اس جملے پر الگ اشتہار نے
بگڑ کے کہا تو آپ کے خیال میں یہ سرزمین عراق جسے ہماری تلواروں نے فتح کیا ہے آپ کے اور آپ
قوم سے لیے ہے؟ اس معاملے میں جب یہ لوگ زیادہ دیر تک ستید سے الجھتے رہے تو عبدالرحمن بن ابی
سہل جو شہر کے کو توڑا تھے ڈانٹ کر کہا "یہ تم لوگ میرے زبان لڑاتے اور سختی و دشمنی کے لیے
میں گفتگو کرتے ہو؟" عبدالرحمن کے یہ الفاظ سن کر الگ اشتہار نے کہا "لوگوں سنو کہ جو چھوٹا چھوٹا
ساتھ ہی سب کے سب عبدالرحمن بن ابی سہل سے اور اس قدر مارا کہ عبدالرحمن بیمار ہو گئے۔
اس پر بھی مارتے رہے۔ اور انہیں کپڑے انہیں زمین پر چھینچا۔ بعد ازاں جب عبدالرحمن کے منہ پر
پانی چھڑکا گیا اور انہیں ہوش آیا تو بولے "افس مجھے اس شخص نے مارا ہے آپ کی صحبت کے لیے
میں ہی نے منتخب کیا تھا۔ ستید نے کہا خیر کچھ ہونا تھا ہوا اب آئندہ شعرِ خوانی کے لیے میرے
بیاں کوئی نہ آئے گا۔"

حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ

اس صحبت کے ٹوٹنے کے بعد وہ لوگ گھروں میں بیٹھ کر شہید کو اور ان کے ساتھ حضرت عثمانؓ
کو بھی بڑا بھلا کہنے لگے۔ چند روز میں ان کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے۔ اور ان کی تعداد بڑھی۔

یہ رنگ دیکھ کر سید اور دیگر شرفائے کوفہ نے حضرت عثمانؓ کو اطلاع کی اور لکھا کہ ان لوگوں کا یہاں کمال دیا جانا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جواب آیا کہ ان لوگوں کو تشام میں متغویہ کے پاس بھیج دو۔ اور ساتھ ہی حضرت عثمانؓ نے جناب منویہ کو لکھا کہ چند لوگ جو کوفہ میں آتش فشاں و بھڑکار رہے ہیں تمہارے پاس آتے ہیں ان کی نگرانی رکھو۔ انہیں فتنہ انگیزی سے روکو۔ اس میں اگر ان سے صلوات ظاہر ہو تو نبھا اور اگر ان پر تمہارا بھی زور نہ چلے تو انہیں میرے پاس بھیج دو۔

الغرض وہ لوگ دمشق میں پہنچے جناب منویہ نے ان کو کیندہ مرہم میں اتار ان کے نام پر وہی وظیفہ جاری کر دیا جو انہیں عراق میں خراؤ خلافت سے ملا کرتا تھا اور روزی و شام کو انہیں اپنے ساتھ دستار پر بٹھا کے کھلاتے۔ وہ چار روز بعد سیریل مذکورہ ان سے کہا تم لوگ اہل عرب ہو۔ خدا نے تمہیں اہل بیت بھی دیے ہیں اور زبانیں بھی دی ہیں۔ تم کو شرف اسلام حاصل ہوا۔ دنیا کی قوموں پر غلبہ آئے۔ اور ان کی دولت کے وارث ہو گئے مگر تمنا ہوں تم کو قریش سے مخالفت ہے سالانہ اگر قریش نہ ہوتے تو تم ذلیل و خوار ہوتے۔ یاد رکھو کہ تمہارے امام (خلیفہ) تمہارے حق میں سپر کا کام کرتے ہیں۔ اس سپر سے تم باہر نہ ہو۔ تمہارے امام خود تمہارے ظلم کو برداشت کرتے اور تمہاری حرکتوں سے تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ لہذا میں تمہیں خدا کا واسطہ دلا کے کہتا ہوں کہ ان حرکتوں سے باز آؤ۔ ورنہ خدا تمہیں ایسی آزمائشیں بھی ڈالے گا جو بری ہوگی۔ اس تقریر کے جواب میں مقصد نے کہا قریش کی جنبہ داری میں آپ اتنا سب کہہ گئے کہ اس کا خیال نہ کیا کہ یہ لوگ نہ تعداد میں دیگر قبائل عرب سے زیادہ ہیں اور نہ جاہلیت میں کچھ ایسے بڑے بہادر تھے کہ آپ ہیں ان کا خوف دلائیں۔ رہا یہ جو آپ نے ڈھال کا نام لیا تو سنیے۔ ڈھال جب پھٹ جائے تو ہم آزاد اور اس سے باہر ہیں۔ یہ جواب سن کر جناب منویہ نے کہا اب میری سمجھ میں آگیا کہ تم لوگ بو قوف اور بے عقلی کے اہمقوں خراب ہو۔ تمہیں ان سبیل نصیح اور زبان آور معلوم ہوتے ہو مگر تمہاری عقل کا یہ حال ہے کہ میں تو اسلام کا ذکر کرتا ہوں اور تم جاہلیت کا تذکرہ چھیڑے دیتے ہو۔ خدا ان لوگوں کو غارت کرے جنہوں نے تمہارے فتنہ کو بڑھا یا۔ خیر اب مجھ سے عقل سیکھو۔ غالباً یہ تو تمہارا خیال نہ ہو گا کہ جاہلیت اور اسلام دونوں عہد میں قریش کو جو عزت حاصل ہوئی وہ فقط خدا کی حرمت تھی۔ اس کو میں تسلیم کرتا ہوں کہ نہ وہ تعداد میں دیگر قبائل عرب سے زیادہ تھے اور نہ سب سے زبردست تھے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ سب سے زیادہ شریف تھے اور ٹیکو کاری میں بڑے ہوئے تھے۔ جاہلیت میں جب تمام قبائل عرب ایک دوسرے کو کھائے جاتے تھے۔ خدا نے بعض اپنی عنایت سے ان کو اس آفت سے محفوظ رکھا۔ اس لیے کہ

عہد جاہلیت
عہد نبوت

ان کو اپنے حرم کے مقبول عام ماسن میں جگہ دی۔ جب کہ بازاروں طرف لوٹ مار ہوئی رہتی تھی کوئی عربی یا عجمی اور گورایا کا لایا یا بھی نظر آتا ہے جس کے وطن پرصیبت نہ پڑی ہو اور اس کی عزت خاتون نہ ملی ہو۔ بجز قریش کے جن پر کسی دشمن سے اگر دست درازی کا ارادہ بھی کیا تو خدا نے اس کو ذلیل و خوار کر دیا۔ یہاں تک کہ اللہ جل شانہ کی مرضی ہوئی کہ جو شخص اس کے دین کی عزت و سپردی کرے اسے دنیا کی ذلت اور عقیبی کی نجات سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ بہترین مخلوقات یعنی اپنے پیغمبر صلعم کو ہدایت خلق اللہ کے لیے منتخب فرمایا پھر ان کے لیے اصحاب و رفقاء منتخب فرمائے۔ اور بہترین اصحاب وہی تھے جو قریش میں سے تھے۔ اس دینی سلطنت کی بنیاد انہیں کے لیے قائم کی اور بہترین کی حفاظت خاص انہیں کے واسطے مخصوص کر دی۔ لہذا تم خوب یاد رکھو کہ اس کے لیے بجز قریش کے اور کوئی مسوزوں نہیں ہے۔ جاہلیت اور کفر کے زمانے میں جب خدا ان کی حفاظت کرتا تھا تو کیا تمھارا خیال ہے کہ اب دنیا داری اور حق پرستی کے زمانے میں نہ کرے گا؟ تم لوگوں کی حالت پر افسوس ہے اور اسے مختصہ تو تو وہ شخص ہے جس کا گناہوں سب گناہوں سے بدتر ہے اس کے گھر انتہا سے زیادہ متعفن۔ اس کی وادی انتہا سے زیادہ پست۔ اُس کے رہنے والے انتہا سے زیادہ بیمار اور اس کے جوار والے انتہا سے زیادہ فاسق ہیں کبھی کوئی شریف و ضعیف آدمی اس بستی میں نہ آباد ہوا ہو گا کہ لوگ اُسے برا نہ کہنے لگے ہوں۔ چنانچہ وہ لوگ سارے اہل عرب میں بدترین خطابوں سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اور جن لوگوں سے اُن سے سمدھیادہ باد بھی نہایت برے تھے۔ یاد کرو کہ تم لوگ فارسیوں کے مطیع و نقاد تھے کہ دعوت اسلام کا آواز بلند ہوا لیکن اب بھی بنو ہجرین کی زبان نہیں ہو سکتا تھا کہ تم لوگ بھی دعوت اسلام میں شریک ہو جاتے۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی خیال کر کہ تو اپنی قوم بھریں بڑا ہے۔ یہاں تک کہ اسلام نے تجھ کو نکال کے اور لوگوں میں شامل کر دیا کہ باوجود ان سب باتوں کے اب تو آیا ہے کہ دین میں کبھی پیدا کرے؟ اور اسلام کو ذلیل کرے؟ خوب یاد کرو کہ قریش کو اس سے ضرر نہ پہونچے گا۔ اور کوئی چیز ان کو اپنا فرض بجالانے سے نہ روکے گی شیطان تم لوگوں سے غافل نہیں ہے۔ اس کو تمھاری خواہش معلوم ہو گئی۔ چنانچہ تمھارے ہی ذریعے سے وہ لوگوں کو بہکانے لگا۔ تم لوگ اپنی شرارت سے ایک بات پیدا کرو گے تو خدا تمھاری سرکوبی کے لیے اس سے بڑھ کے بڑی بات پیدا کر دے گا۔

اس قدر سمجھانے کے بعد جناب حضور ان کے پاس چلے آئے۔ وہ چارہ دہیہ بھی لے کر اور فرمایا اتم حیدر نشی کے آدمی ہونے کی کو تم سے فائدہ پہونچ سکتا ہے نہ ضرر لیکن اگر اپنی غلامی چاہتے ہو

اپنے ساتھیوں میں جا کے خاموش بیٹھ رہا اور جہاں غلام و غلامہ تھے وہیں مل رہا ہے وہ تم کو عارت نہ کرے
بہر حال تمہارا جہاں بھی چاہے جاؤ میں تمہارا سبب حالات امیر المؤمنین کو لکھ بھیجوں گا۔
اس کے بعد پھر ان لوگوں کو بلوا کے کہانیں پھر تم سے کہتا ہوں کہ رسول خدا صلعم معصوم تھے۔
انہوں نے مجھ کو والی مقرر فرمایا اور اپنے معاملات میں شریک کیا۔ پھر ابو بکر صدیق علیہ السلام ہوئے انہوں نے
مجھے والی کے عہد سے پرستہ کر کیا۔ بعد ازاں عمر فاروق علیہ السلام ہوئے۔ انہوں نے بھی مجھ کو یہی خدمت
دہی۔ ان کے بعد عثمان ذی النورین علیہ السلام ہوئے اور انہوں نے بھی مجھے والی بنایا میں یہ بھی
کہتا ہوں کہ جن جن حضرات نے مجھے والی بنایا آخر تک مجھ سے خوش رہے۔ رسول خدا صلعم کا رسول
تھا کہ حکومت کے عہدوں کے لیے مسلمانوں میں سے ان لوگوں کو منتخب فرمایا کرتے تھے جو دین و دنیا
ہوتے اور معاد فیہ خیر کے مستحق۔ لہذا تم لوگ اس بار سے میں اختلاف نہ کرو اور میں سمجھتا ہوں کہ تم
کچھ زبان سے کہتے ہو اس کے خلاف خود تمہارے دل گواہی دے رہے ہیں۔
بعض راویوں کا بیان ہے کہ اس موقع پر جناب متویر نے ان لوگوں سے یہ بھی کہا سنو میں
تم کو کسی بات کا حکم نہیں دیتا ہوں جب تک خود اپنے آپ کو اور اپنے خاندان والوں کو اس کا پابند
نہیں بنالیا ہوں۔ اس کے قریش جانے میں کہ میرے والد ابو سفیان سارے قریش میں اشرف تھے۔ اور
اشرف قریش کے فرزند تھے۔ مجھ کو نبی صلعم کے جن کو اللہ جل شانہ نے شرف و ہی ان کو رسالت
کے لیے منتخب کیا۔ اور سب سے اشرف و افضل بنا دیا۔ اور ابو سفیان کی نسبت تو میرا یہ خیال ہے کہ
اگر وہ سب آدمیوں کے باپ ہوتے تو ہر آدمی اسے دے دے کا درجہ و شایع ہوتا۔
اس پر مقدم نے بڑے کہنا تم بھوٹ کہتے ہو۔ سارے آدمی جن کی نسل سے ہیں (یعنی
آدم علیہ السلام) وہ ابو سفیان سے افضل اعلیٰ تھے۔ خدا نے انہیں خاص اپنے ہاتھ سے بنایا۔
ان میں روح پھونکی اور فرشتوں کو ان کے سجدے کا حکم دیا۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے ان کی
نسل میں اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی عقل مند بھی ہیں اور احمق بھی۔ حضرت متویر نے اس کا کچھ جواب
نہیں دیا اور اٹھ کر چلے گئے۔

دوسری بات کو پھر آ کے ان سے ملے اور دیر تک گفتگو کرنے کے بعد کہا تو کو بھی اختیار کرو۔
اور یہ نہیں ہو سکتا تو خاموش ہو۔ مقصد نے اس موقع پر کہا آپ حکومت کا بل نہیں ہیں اور نہ آپ کو
یہ فخر حاصل ہے کہ آپ کی اطاعت میں خدا کی مصیبت گوارا کر لی جائے۔ جناب متویر نے کہا کیا میں نے
سب باتوں سے پہلے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں تمہیں خدا سے ڈرے اور رسول کی پیروی کرنے کا

حکم دیتا ہوں۔ اور یہ چاہتا ہوں کہ سب سے سب خدا کی رسی کو مضبوط کرے رہو۔ اور اس فیض و
 نوازش کو ان لوگوں نے کتنا نہیں بلکہ تم نے اختلاف کرنے اور حکم نبی کی مخالفت کا ہم حکم دیا، متوہینے
 کہا تو ابھی اب میں تم کو خدا اور رسول کی پیروی کا حکم دیتا ہوں۔ اور اگر اس کے خلاف کہا ہے تو بلا بھی
 میں توبہ کرتا ہوں اور تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ جماعت کے ساتھ چلو۔ اپنے اماموں (مخلفاء) کی عزت کرو۔
 اور جہاں تک بنو ان کو اچھے راستے پر لے چلو اس کے جواب میں قصہ نے ورثی کے ساتھ کہا اور ہم
 تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اس عہدے سے علیحدہ ہو جاؤ مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو تم سے
 زیادہ اس خدمت کے مستحق ہیں جن کے باپ سابق الاسلام ہونے میں تمہارے باپ سے افضل تھے
 اور وہ خود بھی تم سے پہلے مسلمان ہونے کا شرف رکھتے ہیں بلحاظ توحید نے کہا خدا کی قسم مجھے بہتوں
 کے مقابلے میں سابق الاسلام ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اور بیشک ایسے ہی بہت سے لوگ موجود
 ہیں جو مجھ سے پہلے ایمان لائے اور مجھ سے افضل ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ میرے زمانے میں
 کوئی امارت کی خدمت انجام دینے والا اتنا زبردست نہیں ہے جتنا کہ میں ہوں عمر بن الخطاب کی یہی
 رائے تھی اگر انہیں کوئی مجھ سے زیادہ زبردست نظر آتا تو میرے حال پر یہ نظر عنایت ہرگز نہ ہوتی۔
 مجھ سے کوئی ایسا فعل بھی نہیں سرزد ہوا کہ اس خدمت سے علیحدہ ہونے کے قابل سمجھا جاؤں۔
 بہر حال تم لوگ ان باتوں سے باز آؤ اور میں تم کھا کے کہتا ہوں کہ اگر معاملات کا فیصلہ تمہاری ہوں
 کے مطابق ہوتا تو اسلام کو ایک دن یا ایک شب کے لیے بھی استقامت و حاصل ہوتی۔ اس کو سمجھو
 اور صلاحیت کی باتیں کرو خدا کی سبطت بہت زبردست ہے مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو تم لوگ
 ان خیالات میں غیظان کی پیروی اور خدا کی نافرمانی کر بیٹھو اور اس کی پاداش میں داخل دوزخ ہو گئے
 کلمات سنئے ہی وہ لوگ سخت برا فروخت ہو کر غصے میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت متوہر جھپٹ پڑے اور
 ان کی داڑھی کھلی مگر علم متوہر مشہور تھا آپ نے کمال متانت سے فرمایا ہٹو اور ہوش میں آؤ۔ یہ کہہ کر
 سرزمین نہیں ہے۔ شام کے لوگ اگر تمہیں ایسی حرکت دیکھ پائیں گے تو ان کا روکنا میرے امکان سے
 باہر ہو جائے گا۔ بغیر تمہاری جان لیے نہ رہیں گے اور میں اپنی جان کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تم
 لوگوں کی سب کھینکیاں حماقت و بے عقلی کی ہیں۔ یہ کہنے کے بعد جناب متوہر ان کے پاس
 اٹھ کر چلے آئے۔

پھر حضرت عثمان کو لکھ بھیجا کہ میرے پاس چند لوگ آئے جنہیں خدا نے عقل سے محروم کر دیا۔
 اور نہ ان کا کوئی خاص مسلک ہے فقط اتنا ہے کہ عدالت نے ان کو نارض کر دیا ہے۔ ان کا مقصد

ان لوگوں کا
 عینیت و کلام

خدا کی رضا مندی نہیں ہے۔ اور نہ وہ کوئی مستحول و متوجہ بات کہتے ہیں۔ مجھے تو ان کا مقصد فقط یہ نظر آتا ہے کہ مفتی پیدا کریں اور دینیوں کو ٹوٹیں ماریں۔ خدا انہیں از لاشیں میں ڈالنے اور ان کی تہمتیں لینے کو بہتے۔ اور بعد ازاں انہیں ذلیل و خوار کرنے والا ہے۔ لہذا آپ تنبیہ کو اور ان کے ہمارے گناہوں کو فراموش کران لوگوں سے سروکار نہ رکھیں اس لیے کہ یہ کسی شمار و قطار میں نہیں ہیں۔

اس کے بعد بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جناب تنویر کو حکم فرمایا کہ ان لوگوں کو سید بن عاص کے پاس کو فہم بھیج دو چنانچہ وہ کو فہم گئے اور یہی سختی دوریدہ دہنی سے خلافت کے خلاف اور حضرت عثمانؓ کی مخالفت میں زبان درامی شروع کی سید ان سے پسند مانگنے لگے اور حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع کی۔ آپ نے حکم بھیجا کہ اچھا ان لوگوں کو شہر محض میں حبس دارالحرم بن خالد بن ولید کے پاس بھیج دو۔ وہاں پہنچے تو عبد الرحمنؓ نے ان کو اپنے وہاں آمار اور ان کے ام پر قیلعے جاری کر دیے۔

لیکن دیگر مورخین کا یہ بیان ہے کہ یہ لوگ جب دمشق سے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک نئے دوسرے سے کہا ہمیں کو فہم دیکھنا چاہیے اس لیے کہ وہاں کے لوگ ہیں بڑا بھلا کہتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہم ان پر زور میں چلیں۔ ان کو مصر روانہ ہوئے تو راستے میں عبد الرحمن بن خالد بن ولید نے ان کو جس کے والی تھے اپنے پاس بوجہ بیجا اور ان کا سامنا ہونے ہی کہا اسے شیطان کے ہاتھ کے ہتھیار دیا۔ مرجبان ان دنوں شیطان تو حسرت سے نیچاں پر رہا ہے کہ تو خوش و خرم ہو۔ خدا جب الرحمن کو (بھیسے) عارت کر کے اگر وہ ہتھیار دی تا دیہہ و تنبیہ نہ کرے۔ اسے وہ لوگوں کی اہمیت میں نہیں جانتا کہ عربی ہو یا عجمی۔ مجھ سے وہ نہ کہنا جو تم نے تنویر سے کہا تھا میں خالد بن ولید کا بیٹا ہوں۔ اور اس شخص کا فرزند ہوں جس کو بچہ عورتوں نے غبی المذاق بنا دیا تھا۔ اور اس کی اولاد ہوں جس نے مردوں کو ہلاک کیا تھا۔ لہذا اس وقت اگر تم مجھے خبر ہوئی کہ میرے عمارتوں میں سے کسی نے تیری ناک پھل دی اور تم مجھ کو ذلیل کیا تو مجھے یہاں سے بہت دور بھیج دیوں گا۔

اس کے بعد عبد الرحمنؓ نے ایک جہیز تک ان لوگوں کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ اور جب سوار ہوتے تو وہ لوگ بھی ہمراہ رکاب ہوتے۔ اس زمانے میں جب کہ بعض قصہ سنانے آجاتا تو کہتے۔ "او ماہ رنطلا۔ اب تو مجھے معلوم ہوا کہ جس شخص کے حق میں شکی مناسب نہیں ہے اس کے ساتھ برائی کرنا نہایت مناسب ہے۔ تیرے جو خیالات میں نے کئے ہیں ان کو میرے سامنے اس میں نہیں ظاہر کرتا۔ وہی کہہ جو تو نے سید اور تنویر کے سامنے کہا تھا اس کے جواب میں وہ لوگ

دشمنانِ مظلوم
اور عبد الرحمن
بن خالد۔

مارے خوف کے یہی کہا کرتے کہ ہم خدا کی درگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔
ان لوگوں کی نیت کہا جاتا ہے کہ اپنے خیالات سے تائب ہو گئے اور خاصۃً مالک اشتر کی نسبت
بیان کیا جاتا ہے کہ دوبار حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب عثمان نے اُن سے فرمایا
تھیں اختیار ہے جہاں چاہو جا کے رہو۔ اور وہ بارگاہِ خلافت سے رخصت ہو کر پھر عتبہ بن
خالد کے پاس چلے گئے۔

مالک اشتر
بارگاہِ خلافت
میں۔

بصرہ کا نذر
عبداللہ بن
سہل۔

ان فقہہ اکبیران کو توفہ کے مقابلے سے بھی زیادہ خطرناک جھگڑا بصرہ میں پیدا ہوا۔ وہاں
عبداللہ بن عامر کو حکومت کرتے جب تین سال ہو گئے تو انہوں نے سنا کہ حکیم بن جبلة عہدی کے
گھر میں ایک شخص آکے ٹھہرا ہے جس کا نام عبداللہ بن سہل ہے اور ابن توداء کے لقب سے
عوام میں مشہور ہے۔ اس شخص سے بصرہ کے بعض لوگ ملے اور اُس نے اُن کو فریب دے کے
برکالیا۔ مگر صاف طور پر کسی کو یہ نہیں بتایا کہ میرا اصلی مقصد کیا ہے۔

ہم اس شخص کا حال اس موقع پر بیان کر آئے ہیں جب یہ ابو ذر غفاریؓ سے ملا تھا اور اُن کو بہکا
جناب تنویر کے خلاف کر دیا تھا یہ پہلے یہودی تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں مسلمان ہوا پہلے حجاز
میں دورہ کرتا رہا۔ وہاں سے بصرہ میں آیا۔ عبداللہ بن عامر کو جب اس کی نسبت اشتباہ ہوا تو
اس سے پوچھ بھگیا کہ تو کون ہے؟ اُس نے کہلا بھیجی میں اہل کتاب میں کا ایک شخص ہوں۔ ایسا
لایا ہوں اور آپ کی پناہ میں ہوں۔ انہوں نے حکم دیا کہ تیرے متعلق میں طرح طرح کے انوائس
رہا ہوں۔ لہذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تو یہاں سے چلا جائے۔ اس حکم کے مطابق وہ بصرہ سے
بکھل کے کوفہ میں پہنچا۔ مگر وہاں سے بھی نکالا گیا۔ پھر شام میں گیا اور وہاں سے بھی خارج البلد
کیا گیا۔ تب مصر میں پہنچا اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔ مصر میں پہلے اس نے لوگوں سے کہنا شروع
کیا کہ جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پھر دنیا میں آنے کے قائل ہیں اُن سے تعجب ہے کہ محمدؐ کے دوبارہ
دنیا میں تشریف لانے کو وہ انہیں غرض پہلے اُس نے رجوت یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوبارہ دنیا میں
تشریف لانے کا حقیقہ ظاہر کیا جس کو بہت سے لوگوں نے قبول کر لیا اس کے بعد اُس نے
یہ دعویٰ کیا کہ ہر نبی کا ایک جی ہوتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جی حضرت عیسیٰؑ میں ہے۔ اس سے بڑا خاتم
کون ہو سکتا ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو ناجائز رکھے اور اُن کے جی کے مقابلے پر کھڑا ہو
عثمانؓ نے خلافت کو بغیر حق کے لیا ہے۔ چنانچہ مصر میں اُس سے بہت سے لوگوں کو انہیں عقائد کے
خطوط بھیجنا شروع کیے اور جابجا اس کے ہم خیال پیدا ہو گئے تو اُس نے سب کو لکھا کہ اُس عقیدے کے

اس کے
عقائد۔

چھٹی فصل

خلافت عثمانی کے آخری پرشور شورشِ امام

شورش کا بڑھنا۔ کوثر کا سزورین سے غالی ہو جانا۔ تیرہ قبیلے کا فتنہ۔ شکارے ہوئے
مقتضیوں کا دلہا۔ انجمنی فتنہ انگیزی۔ اصرار اور اکرہیں ناکامی۔ شورشِ جرحہ۔ متوہ کے ایک غلام کا
مارا جانا۔ شورشِ جرحہ دوسری روایت سے۔ ابن ابی قیس کی حضرت عثمان سے کٹنا۔ فتنہ انگیز۔ اور آپ کی
زارہی۔ یہ ترازو دلیوں کی مرینہ بطنی رات سے شور۔ ابن حاکم کی رائے۔ متوہ اور حضرت سوزہ کی تہا۔
عبداللہ بن سعد کی رائے۔ مسعود بن عاص کی رائے۔ باتوں کی دہلی۔ بہرہ منی شریعی کا تقریریت
کوثر پر۔ ابو کسحی کی ہڈی اہل کوثر۔ تحریف قمار میں۔ خلافت کی نازک حالت۔ حضرت علی رضوہ
حضرت عثمان کو۔ حضرت عثمان کا جواب۔ باہمی رد و قدح۔ حضرت عثمان کا خطبہ۔ شورش اور برہمی۔
منطقہ شہرت کی تقطیع۔ حج میں امیر المؤمنین اور دلیوں کا مجمع۔ حضرت عثمان کا استغفار۔ سعید کا جواب۔
ابن سعد کا جواب۔ متوہ کا جواب۔ عمر بن عاص کا جواب۔ حضرت عثمان کا انڈیشہ۔ متوہ کی ہوس
خلعت ہونے کی بنا۔ ترینہ برہمی کی تقریر۔ حضرت علی اور سوزہ میں ایک جھڑپ۔ حضرت عثمان کا
ارشاد۔ جن لوگوں کو جو ایسا تھا ان سے دہلی لیا گیا۔ متوہ کا شور اور حضرت عثمان کا نہ اٹنا۔
متوہ کی آخری تقریر کا برہمی۔ کسے سامنے۔

۳۳ھ میں عبداللہ بن سبا کی فتنہ انگیزی رہا اور زیادہ بڑھیں اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ سارے
تفکر و اسلام میں حضرت عثمان اور ان کے دلیوں کے خلاف شورش مچ گئی جو لوگ حضرت
ذی النورین سے متخرف ہو گئے تھے انھوں نے باہم مصلحت کی۔ پھر ایک جگہ جمع ہوئے اور
ارادہ کیا کہ امور متنازعہ فیہیں آپ سے مناظرہ کریں۔

وہ لوگ جو کوفہ سے نکالے گئے تھے عبدالرحمن بن خالد کے پاس آنچرہ بھیجا تھا
ہوئے تھے۔ کہ تعید بن عاص حسب الطلب حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے
پلائے جانے کے وجہ بعد معلوم ہوں گے۔ دینے میں جانے سے پہلے وہ اپنے زیر فرمان
مہاکت کا یہ انتظام کر گئے کہ شورش برپا نہیں ہو اور باجیان کا۔ تعید بن عاص کو توے کا۔ یہ تعید بن عاص

شورش کا
بڑھنا۔

کوثر کا سزورین
سے غالی ہو جانا۔

ہمدان کا۔ شائب بن اقرع کو آہنمان کا۔ تھاک بن حبیب کو علوانا کا۔ حکیم بن سلام حزامی کو قوس کا۔ جزی بن عبید اللہ کو قرقیہ کا۔ سلمان بن رزیہ کو قعقاز کا۔ اور عبید بن نہاس کو طوان کا والی مقر کر دیا۔ غرض کہ تو تمام مغر و زواروں اور ذی رائے لوگوں سے خالی تھا۔ فقہا و افتخا بن عمر و فضیلہ کی حیثیت سے اور عمرو بن حریثہ نائب امیر کی شان سے کوئے میں تھے۔

ایسے نازک موقع پر پیڑ پھرنے والے اس ارادے سے اٹھا کہ حضرت عثمانؓ کو سبب خلافت سے اتارے اور جو لوگ ابن عباسؓ کے فریب میں آ گئے تھے اس کے ساتھ ہوئے۔

یہ لوگ ایک بڑا گروہ باندھ کر کوفے سے چلے تو اس فوج قشاع نے ان کو روکا کہ کہاں اور کس ارادے سے جاتے ہو آئیں ہم اس لیے جاتے ہیں کہ شہید کو یہاں کی حکومت پر واپس لائیں۔ قشاع نے اس میں کوئی مضائقہ نہ دیکھا اور ان لوگوں کو روڑی کی اجازت دے دی۔

ارپ تریزید بن قیس نے ان لوگوں کو جو یہاں سے نکالے ہوئے تھے اور عبدالرحمن بن خالد کے پاس متعین تھے خط بھیج کے بلوایا۔ چنانچہ مالک اشتر اور ان کے سب رفقاء بھی کوٹنے میں آئے۔ ان لوگوں کے آنے کے بعد جو جمعہ پڑا اس میں نماز جمعہ کے وقت اشتر نے مسجد باج کے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا میں امیر المؤمنین عثمان بن عفان کے پاس سے آیا ہوں۔ اور تم کو اس کے لیے تیار و آراہ دیکھ آیا ہوں کہ یہاں اگر تمہاری عورتوں پر سو پڑے پھر باز کریں۔ اور تم لوگ جو بیتاٹھے مصیبتِ بھان سے بھی ایک ایک ہزار درہم وصول کریں۔ بتیکہ خیال یہ ہے کہ تمہاری جائداد اس جو تم کو غنیمت میں ملی ہے وہ اصل ترشش کا باغ ہے۔ انہیں غنیمت ہی سب کو ان باتوں میں اپنی تحفہ دے سکی نظر آئی۔ مگر جو لوگ ذی ہوش و صاحب رائے تھے انھوں نے ان باتوں کا اعتبار نہ کیا۔ اور لوگوں کو سمجھا نہ سکے۔

اس بے یزد نگار اور اس کے نقیب نے بیگوں میں اعلان کیا کہ جو کوئی سید کو کوٹے میں پھیرنا چاہتا ہو یزد سید اس کے لئے اس شور و غوغا کے وقت تین و پنجیہ لوگ سمجھ ہی میں ٹھہرے رہیں گے۔ سید کے نائب وزیر خیریت سید اسماعیل بکھڑے ہو کر حمد و ثناء الہی کے بعد کہا کہ اگر کوئی چاہے تو وہ اس کے لئے اس وقت کو کوٹے میں آئے۔ سید نے فرمایا کہ اس وقت کو کوٹے میں نہ آئے۔ سید نے فرمایا کہ اس وقت کو کوٹے میں نہ آئے۔ سید نے فرمایا کہ اس وقت کو کوٹے میں نہ آئے۔

مالک شتر وغیرہ اس کے تمام بچہ خیال ہمراہ تھے۔ جن کی تعداد ہزاروں کو پہنچتی ہوئی تھی۔ انھوں نے
وہاں سید بن عاص جو حضرت عثمانؓ سے مل کر واپس آ رہے تھے ان سے ملے اور ایک گروہ عظیم
کو دیکھ کر حال پوچھا۔ یہ لوگ کون سے ہیں تو یہ کہہ رہے تھے کہ ہم سید کو واپس لانا چاہتے ہیں۔ اب
خود سید کو موجود پایا تو غل مچایا کہ ہم آپ کی حکومت نہیں چاہتے۔ انھوں نے کہا اس کے لیے تو
یہ کافی تھا کہ ایک شخص کو تم امیر المومنین کے پاس بھیج دیتے۔ اور ایک شخص میرے پاس چلا آتا۔ ہزار
آویسوں کے مدینے جانے کی کیا ضرورت ہے ان لوگوں کو یہ جواب دے کر سید مسینے کی طرف
واپس چلے گئے۔

اس شخصانی ان لوگوں نے ایک غلام کو دیکھا جو اونٹ کو تیزی سے بھگائے لیے جاتا تھا اور
کہتا جاتا تھا سید کو واپس نہ جانا چاہیے تھا یہ سنتے ہی مالک شتر نے طیش میں آکر اس پر حملہ کر دیا
اور اسے قتل کر ڈالا پس اتنی ہی باتوں پر اس بستی کا ہنگامہ جو تاریخ عرب میں "یم جردہ" کے نام سے
مشہور ہے ختم ہو گیا جو مسیح میں پیش آیا۔

ذکورہ واقعہ ایوم جردہ کی بعض لوگ یہ صورت بتاتے ہیں کہ چند لوگ کوٹے میں جمع ہوئے۔
اور حضرت عثمانؓ کی کارروائیوں پر اعتراض ہونے لگے۔ انھوں نے بالاتفاق مامر بن عبد شمس
کو جو مامر بن عبد شمس کے نام سے مشہور تھا حضرت عثمانؓ کی خدمت میں بھیجا۔ اُس نے بارگاہِ خلافت
میں حاضر ہو کر عرض کیا اہل بیت مسلمانوں کے ہیں اور آپ کے معاملات پر غور کیا اور اس نتیجے کو پہنچے
آپ کے سخت غلیاں ہو گئی ہیں۔ لہذا خدا سے ڈریے اور توبہ کیجیے۔ حضرت عثمانؓ کو یہ سننا خاندان
اندر آگشتلوگ کو اس گزر فرمایا لوگ اس شخص کو لکھا پڑھا اور قاری قرآن سمجھتے ہیں مگر بد تیزی کی یہ حالت
ہے کہ مجھ سے ایسے تحقیر کے الفاظ نہیں گفتگو کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی نہیں جانتا کہ خدا کہاں ہے؟
عامر نے کہا جی میں جانتا ہوں کہ خدا کہاں ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی کہ ان باک بہا لہ صاوا (یہی تیرا پروردگار
لکھتا تھا یہاں لکھا ہوا ہے)

جب یہاں تک نوبت پہنچی کہ یہ فرقہ انگیر لوگ خود حضرت عثمانؓ کے سامنے آکر گناہیاں کرنے
لگے تو حضرت عثمانؓ نے اپنے سفیر دوڑا کہ ممتاز و صاحب رائے و ایمان ملک جناب۔ متوجہ
عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ سید بن عاص۔ عمر بن ماس۔ اور عبد اللہ بن مامر کو مدینے میں بلا بھیجنا
اور جب یہ سب حضرات آکے جمع ہو گئے تو ان سے فرمایا تم لوگ میرے وزیر و مشیر ہو۔ اور تمہیں ہر
مجھ کو بھروسہ ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ لوگوں نے سخت فتنہ پیدا کر دیا ہے مجھ سے تقاضا کیا جا رہا ہے

اپنے تمام والیوں کو معزول کر دو۔ اور اس بات کی استدعا ہے کہ میں ان کی مرضی پر چلوں۔ لہذا
 بتاؤ کہ اس نازک موقع پر تمہاری کیا رائے ہے؟“ اہل عامر نے کہا: امیر المومنین ان سب کو جہاد میں مصروف
 کر دیجئے تاکہ اپنے ذاتی معاملات میں چپکے رفتہ رفتہ انگیزی کو بھول جائیں۔“ سعید نے یہ مشورہ دیا کہ یہ فتنہ
 یوں دفع ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کے سرغناخا کر دیے جائیں۔ جناب تنویر لبوٹے۔ اپنے تمام
 سرداران فوج کے نام احکام جاری کیجئے کہ اپنے علاقے کے فتنہ جو لوگوں کو دبا دیں۔ اور اہل شام
 کے متعلق میں وہ واری کرتا ہوں۔“ عبداللہ بن سعد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ لوگ بالطلح دولت کے
 جو یا ہوتے ہیں۔ آپ فیاضی سے کام لیجیے۔ کچھ دے دلا کہ ان لوگوں کی زبانیں بند کیجئے۔ اور ان کے
 دل اپنے اٹھ میں لے لیجئے۔“ اب عمرو بن عاص اٹھے اور کہا امیر المومنین آپ نے ویسی ہی حکومت
 کی جیسی بنی امیہ کے کسی شخص کو کرنا چاہیے تھی۔ آپ کے دل میں جو بات آئی آپ نے کسی اور اور
 جبری چاہا انھوں نے کہا۔ انجام یہ ہوا کہ اوہ آپ سید سے راستے سے ہٹے اور اوہ بھی ہٹ گئے
 لہذا راستے پر سے کیا تو آپ اعتدال سے کام لیں اور یہاں تک سے علحدہ ہو جائیں۔ اور یہ بھی
 نہیں منظور ہے تو استقلال سے کام لیجئے۔ اور قوت کے ساتھ سبقت کیجئے۔“
 یہ رائیں سن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ صحیح راستے سعید کی ہے کہ فتنہ انگیز لوگوں کے سرغناخا
 خا کر دیے جائیں۔ مگر اس میں جو خرابیاں ہیں کاش وہ نہ ہوتیں۔ اور حضرت عمرو بن عاص کی رائے پر
 آپ نے اظہارِ راضی کیا۔

اب سب حضرات اٹھ کر چلے گئے۔ فقط عمرو بن عاص باقی تھے تنہائی میں انھوں نے عرض
 کیا کہ امیر المومنین میری نظر میں آپ کی عزت و حرمت سب سے زیادہ ہے لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ
 دروازے میں ایسے لوگ لگے کھڑے ہیں جو ہماری راؤں کو سنتے ہی دینا بھرتیں شہر کر دیں گے۔
 مجھے مناسب معلوم ہوا کہ عوام میں اپنی ہی رائے شہور کروں تاکہ مخالفین مجھ پر بھروسہ کرنے لگیں۔ پھر
 ان کو دوست بنا کے آپ کی خدمت بجا لاؤں اور ہمارے شہر کو رخ کر دوں۔“

ان کا رروائی کے بعد حضرت عثمانؓ نے تمام والیوں کو ان کے علاقوں میں واپس روانہ کیا
 اور ہدایت کی کہ جاتے ہی جہاد کے لیے نہیں روانہ کریں۔ ساتھ ہی یہ ارادہ فرمایا کہ مخالفین کو جو دخل
 مل رہے ہیں روک ویسے جائیں تاکہ اختلاج ان کو طلح و شفا دے۔ اور اسی موقع پر سعید
 واپس آکر جب کوفے کے قریب پہنچے تو ہنگامہ بزم کا واقعہ پیش آیا۔

فتنہ انگیزوں کے کہنے سے وہ پھر مدینہ میں واپس گئے۔ اور حضرت عثمانؓ کی خدمت میں

ابن عمار
 و اس کے
 سید اور
 حواریوں
 کا رہا۔

عبداللہ بن
 سعد کا کہنا

عمرو بن
 عاص کے

والیوں کی
 رہنمائی

ابو موسیٰ اشعری کا
تقرر و طاعت
کو توہم ہے۔

حاضر ہو کر جرمہ کے بلوائیوں کا حال بیان کیا اور کہا وہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ولایت کو تہ سے بدل دیا جاؤں اور میری جگہ ابوسوی اشعری مقرر کیے جائیں، حضرت عثمان نے اسی وقت ابوسوی اشعری کو حاکم مقرر کر دیا۔ اور ان لوگوں کے نام ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ میں نے اسی شخص کو تمہارا حاکم مقرر کر دیا جس کو تم پسند کرتے ہو۔ میں خدا کی قسم تمہاری اصلاح میں اپنی توت صرف کروں گا۔ صبر سے کام لوں گا اور تمہاری فلاح و رفاه میں کوئی کوشش نہ اٹھا رکھوں گا۔ اس کے ساتھ تم کو بھی یہ چاہیے کہ تم سے جس بات کی خواہش کی جائے اس کو قبول کرو۔ تم انہیں باتوں کی استدعا کرو جن میں خداوند علی کی نافرمانی نہ ہو۔ اس کے معاوضے میں تمہارے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو تمہیں پسند ہوتا کہ خدا کے سامنے تمہارے لیے کوئی حجت نہ باقی رہ جائے۔ ہم حسب کلم خداوندی صبر سے کام لیں گے۔ یہاں تک کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ۔

ابو موسیٰ اشعری کی
سزا کی خبر

ادھر کو ذی النورین کی یہ تحریر پہنچی اور حکمران و اہل ان ملک جو کونے کے قریب تھے وہاں آگئے چنانچہ جزیر قرقیشیا سے اور قلعہ خلوان سے آگئے اور نئے والی ابوسوی اشعری نے مسجد جامع میں منبر پر کھڑے ہو کر اس ضمنوں کی تقریر کی کہ لوگو ساری امت کا ساتھ دو اور جناب ذی النورین کی اطاعت کرو۔ سب لوگوں نے اس حکم کو قبول کیا۔ اور کہا آپ نماز پڑھائیں۔ ابوسوی نے کہا نہیں جب تک تم لوگ حضرت عثمان کی اطاعت و فرماں برداری کا اقرار نہ کرو گے میں نماز نہ پڑھاؤں گا۔ سب نے بالاتفاق وعدہ کیا اور انہوں نے نماز پڑھائی پھر ماتحت و اہل ان ملک ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے سب کو ان کی خدمتوں پر بحال رکھا۔

علاقہ تھقاز میں
ہیں۔

ابوسوی کو حاکم کو تہ مقرر کرتے وقت حضرت عثمان نے صدیقہ بن یان کو حکم دیا کہ فوج لیکر علاقہ تھقاز میں جائیں اور جہاد کریں چنانچہ وہ ادھر روانہ ہو گئے۔ اب حضرت عثمان کی مخالفت کا ہنگامہ نہایت سختی سے ملن تھا۔ بعض معزز صحابہ کی رائیں بھی متزلزل ہونے لگیں۔ بعض صحابہ وغیرہ نے ایک دوسرے کو لکھ بھیجا۔ ہمارے یہاں آؤ یا اس لیے کہ خود ہمارے گھر میں جہاد موجود ہے۔ اور علی العموم حضرت ذی النورین کی مخالفت ہونے لگی۔ صحابہ کی عام حالت یہ ہو رہی تھی کہ کوئی نہ کسی کو منع کرتا تھا نہ روکتا تھا۔ مگر حضرت زید بن ثابتؓ ابو اسیدؓ سعدؓ اور حسان بن ثابتؓ کے جو حضرت عثمان کی طرف داری پر استقلال سے قائم تھے۔

مخالفت کی
نازک حالت

حضرت علیؓ کا
مشہورہ حضرت
عثمانؓ کا

آخر تمام اکابر مدینہ جمع ہو کر حضرت علیؓ کے پاس گئے اور زمانہ کی یہ نازک حالت ان سے بیان کی حضرت علیؓ اسی وقت اٹھ کر حضرت عثمانؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میں بہت سے مسلمانوں کی طرف سے آیا ہوں۔ اور جو کچھ وہ کہتے ہیں جانتا ہوں کہ آپ کے گوش گزار کروں۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں نہ کوئی ایسی بات ہے جو آپ کو معلوم نہ ہو۔ نہ کوئی ایسا شہود دے سکتا ہوں جو آپ کے خیال میں موجود نہ ہو۔ ایسی کون سی بات ہو سکتی ہے جس کو ہم بتائیں اور آپ پہلے سے نہ جانتے ہو۔ آپ دیکھ لیں۔ مجتہد رسالت سے شرفیاد یا یہ جھٹور سرور عالم کی باتیں اسپنے کانوں سے سن چکے ہیں۔ آپ کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ حقوق کے لحاظ سے زاین ابی قحافہ (ابو بکرؓ) کو آپ پر فوقیت حاصل تھی نہ ابن خطاب (عمرؓ) کو۔ قرابت میں آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہیں۔ اور حضرت رسالت کی دامادی کا جو فخر آپ کو حاصل ہے ان دونوں کو انہیں نصیب تھا۔ اگر نہ کسی اور بات میں وہ دونوں آپ سے بڑھے ہوتے تھے۔ لہذا خدا کے لیے اپنے دل میں غور کیجیے۔ بخدا آپ نہ دیکھتے ہیں نہ غور کرتے ہیں۔ راستہ صاف اور روشن ہے اور شعائر دین قائم ہیں۔ اسے عثمانؓ آپ بخوبی جان لیں کہ امام عادل جو پیروی ہدایت کرے سنت معلوم کو قائم کرے۔ اور بدعت متروکہ کو مٹائے۔ خدا کے تمام بندوں سے افضل ہوتا ہے اور جو امام ظالم گمراہ ہوا اور گمراہ کرے۔ بدعتوں کو مٹائے اور بدعتوں کو زندہ کرے۔ وہ بدترین نوع انسان ہوتا ہے میں آپ کو خدا کی سطوت اور اس کے انتقام کا خوف دلاتا ہوں۔ اور ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ ہی اہم امت کے دو امام نہ ثابت ہوں جو مارا جائے گا۔ اس کا خون گرتے ہی قیامت تک کے لیے اس امت پر قتل و خونریزی کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور مسلمان کے تمام معاملات درجہ و برہم ہو جائیں گے۔ ایسے گروہ پیدا ہوں گے جو اس کی رفاقت چھوڑ دیں گے۔ اور باطل کے غلبے کی وجہ سے ان کو حق نہ نظر آئے گا۔

حضرت عثمانؓ کا
جواب۔

حضرت علیؓ کی یہ تقریریں کہ حضرت عثمانؓ نے کہا بھائی میں جانتا ہوں کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ اگر میرے مقام پر ہوتے اپنے عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے۔ دوستی کو بنا رہے۔ پریشان حال کو پناہ دیتے۔ اور اس قسم کے لوگوں کو دالی مقرر کرتے جن کو عمر فاروقؓ نے مقرر کیا تھا تو میں نہ آپ کو الزام دیتا اور نہ عیب لگاتا۔ اسے علیؓ میں آپ سے قسم دلا سکے پوچھتا ہوں کہ تم غیر بن خبیہ کو جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔ عمرؓ نے دالی نہیں مقرر کیا تھا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں مقرر کیا تھا حضرت عثمانؓ تو پھر میں نے قرابت کی بنا پر اگر ابن عامر کو مقرر کیا تو آپ مجھے کیوں الزام دیتے ہیں؟

بہرہ و
فائدہ۔

حضرت علیؓ: ”حضرت عمرؓ جس کی کو دالی مقرر کرتے تھے اس کا ایک منہ بھی کبھی خلاف باتے تو فوراً سر کھل دیتے اور سخت ترین سزا دیتے۔ مگر آپؓ یہ نہیں کرتے بلکہ نصف سے کام لیتے ہیں کمزوری ظاہر کرتے اور اپنے اعزہ کے ساتھ نرمی کرتے ہیں۔“

حضرت عثمانؓ: ”وہ لوگ آپؓ کے بھی تو عزیز ہیں۔“

حضرت علیؓ: ”ہاں میرے عزیز ہیں لیکن ان کے علاوہ ان سے افضل عزیز بھی موجود ہیں۔“

حضرت عثمانؓ: ”آپؓ تو جانتے ہیں کہ مکتوبہ کو حضرت عمرؓ نے دالی مقرر کیا تھا۔ لہذا میں سے نہ بھی

ان کو مقرر کر دیا۔“

حضرت علیؓ: ”میں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ آپؓ کو اس کی خبر ہے کہ حضرت عمرؓ کا غلام بڑا دان سے اتنا ذرا ہو گا جتنا کہ مکتوبہ ان کے نام سے کا پتے تھے؟“

حضرت عثمانؓ: ”ہاں جانتا ہوں۔“

حضرت علیؓ: ”مگر اب سوچیں یہ حالت ہے کہ بغیر اس کے کہ آپؓ کو خبر بھی کریں معاملات سلطنت کا فیصلہ کر دیا کرتے ہیں پھر لوگوں میں شہور کرتے ہیں کہ یہ امیر المؤمنین کا حکم ہے اور آپؓ ایسے امور کو نہ جانتے ہیں اور ان سے جواب نہیں طلب کرتے۔“

حضرت عثمانؓ
خلفہ

اس گفتگو کے بعد حضرت علیؓ جناب ذی النورینؑ کے پاس سے اٹھ کے چلے آئے ان کے

حضرت عثمانؓ بھی گھر سے نکلے سجد ہوئی کے منبر پر بیٹھے اور مجمع عام میں حمد و نعت کے بعد فرمایا

ہر چیز میں ایک آفت ہوتی ہے اور ہر امر میں کوئی عیب ہوتا ہے اس امت کی آفت اور اس نعمت

خلافت کا عیب طعن مارنے والے فتنہ جو اور عیب ہیں لوگ ہیں جو تمہارے سامنے تمہاری سی

اور تمہارے پیچھے تمہارے خلاف اور ناگوار باتیں کیا کرتے ہیں۔ بدجہد کی قسم تم لوگ مجھ میں وہ

عیوب بناتے ہو جن کو تم عمر بن خطابؓ میں گوارا اور قبول کیا کرتے تھے مگر انھوں نے تمہیں پانوں سے

کچلا۔ ہاتھ سے مارا۔ اور زبان سے نیست و نابود کروا دیا جس کا انجام یہ ہوا کہ ان کی ہر بات چاہے پسند

یا پسند قسم نے قبول کر لی۔ مگر میں نے تمہارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا۔ ہاتھ اور زبان کو تم سے روکا

نتیجہ یہ ہوا کہ مجھ پر تمہاری حرمت بڑھ گئی۔ اچھا سنو۔ میں خدا کی قسم اپنے دوست اشخاص کے لحاظ سے

توی۔ اپنے حامیوں کی وجہ سے غالب اور اپنے طرفداروں سے اعتبار سے زبردست ہوں۔

میرے بھی خواہوں کا شمار زیادہ ہے۔ میں کون تو سب میری مدد کو آجائیں گے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ

میں ایسے اخلاق کو بھی ظاہر کر سکتا ہوں جو مجھے نہیں پسند ہے۔ اور ایسے الفاظ بھی کہہ سکتا ہوں جو

میری زبان سے نہیں نکلتے۔ لہذا اپنی زبانوں کو مجھ سے روکو۔ اور اپنے دلیوں پر طعن و تشنیع نہ کرو۔
 سے باز آ جاؤ۔ اس کا بھی خیال کر دو کہ میں نے اس شخص کو تصریح کرنے سے روک دیا جو اگر میری
 جگہ پر کھڑے ہو کر گفتگو کرتا تو تم لوگ بغیر اس کے کہ مجھے کچھ کہنے سننے کی نوبت آئے۔ راضی
 ہو جاتے۔ بتاؤ کہ تمہارا کن صاحب مدعا کیا ہے؟ مجھ سے پہلے تم لوگوں کو جو کچھ مل رہا تھا اس میں
 خدا کی قسم ذرا بھی کمی نہیں ہوئی۔ یہی تم کو پہلے بھی مل رہا تھا۔ مگر تم نے اس زمانے میں کبھی اختلاف
 نہیں کیا یا۔

اس موقع پر مروان بن حکم اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اگر تم لوگ چاہتے ہو تو اسی وقت فیصلہ
 ہو سکتا ہے۔ اور خدا کی قسم ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار ہی سے ہو گا۔ یہ سنتے ہی حضرت عثمان نے ڈانٹ کر
 کہا تم پیچ رہو مجھے اور میرے اصحاب کو باتیں کرنے دو۔ تمہارے بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مروان
 کو کچھ اور کہنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور حضرت عثمان منبر پر سے اتر آئے۔ گرافیس کہ چنانچہ فی النور میں
 کے اس خطبے نے اور آگ لگا دی۔ دشمنوں کی شورش حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ اور ابن سبا کی سازشی
 مہم امت نے ساری قلمرو خلافت میں ایک آگ سی لگا رکھی تھی۔ ہر جگہ لوگ گھبرا گھبرا کے ایک دوسرے
 سے پوچھتے کہ قلمرو خلافت میں کیا اندھیر چھا رہا ہے۔ اور کوئی کچھ جواب نہ دے سکتا۔

آخر پریشان ہو کر حضرت عثمان نے تمام شہروں میں خطوط بھیجے اور اپنے عاملوں کے نام
 لکھ کر ان پر بیان کیا کہ جن کا منہ منہ تھا اہل مدینہ کو اطلاع ملی ہے کہ بعض مقامات میں لوگوں کو گالیاں
 دی جاتی ہیں۔ اور سے جاتے ہیں اور ان پر طعن طرح کے ظلم ہو رہے ہیں۔ لہذا کل ایام ملک
 اور جن جن لوگوں کو مجھ سے اور میرے عاملوں سے شکایت ہو چکے ہو ان کے بیان کریں۔
 اور اپنا حق وصول کر لیں۔ اور اگر شکایت نہ ہو تو میرے دلیوں کی حالت گسٹری کی علی الاعلان تصدیق کریں۔
 یہ فرمان اور خطوط جب باہمی شہروں اور ملکوں میں پڑے گئے تو ان کو سن کر بہت سے

لوگ زار و قطار روئے اور حضرت عثمان کو دعائیں دینے لگے۔ اور جیسے ہی حج کا زمانہ آیا۔ عبداللہ
 بن مہاجر عبداللہ بن سعد بن عوف بن ابی سفیان بن عقیل بن عاص اور عمرو بن عاص اور بہت سے لوگ
 مکہ منورہ میں جمع ہو گئے۔ ان سب کے مجمع عام میں حضرت عثمان نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ یہ کیا شکایت
 ہے؟ اور میری بدنامی ہو رہی ہے؟ بخدا جسے اندیشہ ہے کہ تم لوگوں (دلیوں) کی نسبت یہ سچ نہ کہا
 جا رہا ہو۔ اور اس کا انزام مجھ میرے اور کسی پر نہیں ہے۔ سب نے کہا آپ نے تو اپنے مقتضوں
 اور سچائیوں کو کوئی چیز کے دریافت کر لیا۔ وہ لوگ عیسے اور داپس آ گئے۔ نہ انہیں کسی جگہ کوئی ظلم جو

شورش اور

نہیں ہوئی

حج میں ہمارا

حضرت عثمان

نظر آیا اور وہ ان خبروں کی تصدیق نہ ہوئی، حضرت عثمانؓ نے فرمایا ان باتوں کی اہلیت نہیں ہے
چونکہ یہ سیر کیوں مشہور ہو رہی ہیں؟

اس سوال کا جواب سچے سچے یہ دیا کہ یہ بالکل موضوع اوجھل خبریں ہیں جو چھپ سکے چھپ سکے
بنا کر پھیلا دی جاتی ہیں اور ان خبروں کے روکنے کی تہذیب یہ ہے کہ جن لوگوں سے یہ خبریں نکلتی
جائیں ان کی تفتیش کی جائے اور جن سے ان کی اہلیت ثابت ہو وہ قتل کیے جائیں۔
عبداللہ بن سعدؓ نے کہا جب آپؐ لوگوں پر حضرت ابراہیمؑ کی شفقت کرتے رہے، یہاں تو
پھر ان سے مواخذہ بھی کیجیے۔ ان لوگوں کے سامنے میں دگر دگر کرنے کی بدست سخت گیری کرنا
زیادہ مناسب ہے۔

مغویہ ہوئے۔ جس سرزمین کا وہاں آپؐ نے پیغمبر بنایا ہے وہاں سے کچھ بھڑکائی نہ ہو
قسم کی کوئی خبر آپؐ تک نہیں پہنچی ہے۔ اور آپؐ ملاقاتوں کا حال یہ دونوں حضرات نے یاد کیا ہو سکتا
بہر حال مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں سے ایسی خبروں کی اجاب ثابت ہو ان کی ہتھولی
آویس کی جائے۔

اب عربین عاص نے زبان کھولی اور کہا مجھے تو یہ نظر آ رہا ہے کہ لوگوں کے حق میں آپؐ
نہایت ہی نرم ہو گئے ہیں۔ وہ بیل ڈال دی ہے۔ اور جتنے وظائف عمر فاروقؓ دیا کرتے تھے
آپؐ ان سے زیادہ دینے لگے ہیں۔ لہذا آپؐ کے لیے بہترین شہرہ یہ ہے کہ دونوں ماجن
بزرگوں کا طریقہ اختیار کیجیے۔

ان سب لوگوں کی رائیں سن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا اصل حقیقت یہ ہے کہ ہر امت کے
آئے کا ایک دروازہ ہوتا ہے۔ وہ دروازہ کھل گیا۔ یہ وہ فتنے ہیں جن کا اس امت کے لیے اندیشہ
ہے۔ ان کا دروازہ بند کرنے کی چاہ ہے۔ جن قدر کوشش کی جائے وہ ضرور کھینچے گا۔ لہذا ہر مذہب
اللہ کے قائم رکھنے کے اور تمام امور میں نرمی و صلاحیت ہی سے کام لینا چاہیے۔ اس پر ہر بھی
فتنوں کا دروازہ کھل گیا تو کسی پر اس کا الزام نہ ہو گا۔ اور خدا جانتا ہے کہ میں نے لوگوں کو کبھی
ایسی صلاحیت سے نہیں روکا۔ بجز اب فتنے کی چکی پھر نہیں سی کوئے۔ اور خوش نصیبی ہو عثمانؓ کی
اگر مجھے اپنے ہاتھ سے اس مکی کو نہ چلائے، الفرض جاؤ اور لوگوں کو تسلی دو۔ ان کے جو
حقوق ہوں اور کرواؤ خدا کے حقوق پورے کرنے کی کوشش کرو۔

حضرت عثمانؓ کی اس تقریر پر یہ صحبت ختم ہوئی، آپؐ اپنے قیام گاہ پر تشریف لا گئے۔

اور وایان ملک نے اپنا اپنا راستہ لیا۔ لیکن مدینہ منورہ تک حضرت ذی النورین اور تمام مایوسوں کا ساتھ رہا۔ راستے میں ایک حدی خوان نے اتفاقاً ایک شکر گاہ جس کا مضمون یہ تھا کہ حضرت عثمان کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوں گے، لکھتے ہوئے جو یہ غصہ سنا تو اس ساربان کو ڈانٹا اور کہا "تو جھوٹا ہے۔ خلافت عثمانؓ کے بعد متولیہ کو ملے گی۔" لوگ کہتے ہیں یہی واقعہ ہے جس نے جناب متولیہ کے دل میں خلافت کی ہوس پیدا کر دی۔

میرے کو پس
چاہئے کہ

مدینہ طیبہ میں پہنچ کر حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ اور زبیرؓ کو بلوایا مٹو بھی شریک صحبت تھے جنہوں نے سب صاحبوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا آپ سب حضرات رسول اکرمؐ کے صحابی ہیں بہترین مخلوقات ہیں۔ اور آپ ہی کو خلافت کا استحقاق حاصل ہے۔ لہذا آپ کے سوا اور کوئی شخص جانشینی حضرت رسولؐ کی ہوس نہیں کر سکتا۔ مگر اس شخص کے جس کو طعنے و انگیر ہو اور جبر و تعدی سے کام لے۔ آپ نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کیا جن کی عمر اب بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اور اگر ان کی نسبت اب آپ مثل الجواہر من جوائے اندیشہ کریں تو کچھ بعید نہیں ہے۔ میرے نزدیک ان کا اس درجے کو پہنچ جانا بھی ان کے لیے موجب شرف ہو گا۔ مگر جس قول کے کہے جانے کا مجھے اندیشہ تھا اب وہ ہر شخص کی زبان پر ہے۔ تاہم مجھے اس کا اقرار ہے کہ یہ جو کچھ ہوا آپ حضرات کی کوشش سے نہیں ہوا۔ خیر اب میں کہتا ہوں کہ یہ ہاتھ خلافت کی مدد کو موجود ہے اور معاملہ خلافت میں آپ اور لوگوں کو کٹھن نہ لایا میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ لوگوں نے اگر اس کا ارادہ کیا تو انہیں رک ہی ہوگی۔ جناب متولیہ کے یہ افعال سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا تمھاری ماں مرے تمھیں اس معاملے سے کیا تعلق ہے متولیہ نے کہا "میری ماں کا نام نہ ہو۔ تم سب کی ماؤں سے وہ کچھ بڑی نہیں ہیں۔ اس لیے کہ اس ملامتیں سوائے ہم کے ہاتھ پر بعیت کی۔ بجائے اس کے میری بات کا جواب دو۔"

میرے کو پس
چاہئے کہ

حضرت علیؓ
اور زبیرؓ
میرے ایک
جملہ پر۔

حضرت عثمانؓ
ارشاد۔

یہ باہمی رد و قدح دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے کہا "میرا جھٹیلا (متولیہ) کچھ کتاب خیر میں اپنا اور اپنی خلافت کا حال بدوی بیان کیے دیتا ہوں جو دو بزرگ مجھ سے پہلے خلیفہ ہوئے تھے انھوں نے اپنے نقیبوں پر ظلم کیا اور ان دونوں کو کسی حکم کا الزام نہیں دیا جاسکتا۔ مگر خود حضرت رسول خدا کی حالت جتنی کہ اپنے قربت و اوروں کو دیکھتے تھے میں ایک ایسے گروہ کا شخص ہوں جس میں کثرت سے عیال دار اور خلیل المصافح لوگ ہیں۔ لہذا ان کے لیے میں نے کسی خدا کا اپنا ہاتھ کھول دیا۔ اس کو اگر ہر لوگ میری علی ہی سمجھتے ہو تو جن جن لوگوں کو میں نے دیا ہے ان سے واپس لے لو میں وعدہ

کر تا ہوں کہ تمھاری مخالفت نہ کروں گا۔

یہ سن کر سب نے حضرت عثمان کی نیک نفسی کا احترام کیا اور کہا: آپ نے عبد اللہ بن مسعود بن اسید کو پاس ہزار کی اور مروان بن حکم کو پندرہ ہزار کی قمیص دی ہیں ان سے واپس لے لیجئے۔ حضرت عثمان نے اسی وقت یہ قمیص ان لوگوں سے لے لیں اور سب لوگ حضرت خلافتِ نبیاء سے راضی ہو کر اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔

جس کو ہزار کی قمیص دی گئی وہ اسے واپس لے گیا۔

اس کے بعد نہائی میں موثق پھر جنابِ نبویؐ نے حضرت عثمان سے کہا مناسب پہنچو تم

اس کے بعد نہائی میں موثق پھر جنابِ نبویؐ نے حضرت عثمان سے کہا مناسب پہنچو تم ہے کہ آپ میرے ساتھ شام میں چلے چلیں۔ وہاں کے لوگ مطلع فرماں ہیں: حضرت عثمان نے کہا مجھے چاہیے کہ یہاں ہی لاچ لایا جائے جو رسول اللہ کو چھوڑ کر آکر ہیں نہ جاؤں گا۔ چاہیے یہ لگا لگاٹ جائے کہ روپے کے باہر قدم نہ لگائوں گا۔ منویہ نے کہا تو چھپا میں شام سے ایک لشکر متبع روں گا جو یہاں آپ کے پاس ٹھہرے گا اور آپ کی مخالفت کرے گا لیکن ہے کہ کوئی آفت اٹھ نہ پڑی ہو۔ اس وقت کوئی آپ کا بچا نے والا گرد و ضرر موجود ہونا چاہیے۔ حضرت عثمان نے کہا منہ چھوٹا شہر ہے اور ایک لشکر کے یہاں رہنے سے سائین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شاہری میں پڑ جائیں گے اس لیے مجھے یہی گوارا نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں تدبیروں میں ناکام ہو کر منویہ نے کہا خدا کی قسم لوگ آپ کو فریب دیں گے اور لایں گے مگر حضرت عثمان نے کسی طرح نہ مانا اور فرمایا: سبھی اللہ نعم اکوئل۔

اس کے بعد حضرت عثمان نے اپنے ارادے سے چلے گئے۔

اب جنابِ منویہ نے سفر کے کپڑے پہنے اور شام کے ارادے سے چلے گئے۔ حضرت عثمان کی اطلاع پر وزیر کا ایک جگہ جمع دیکھا ان کے پاس جا کھڑے ہوئے اور کہا آپ صاحب جانتے ہیں کہ حکومت کے لیے لوگ ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کو مبعوث کیا اور اس وقت سے لوگوں کو بیعت اسلام، قیامتِ محبت اور وینداری کی کوشش کے لحاظ سے شرافت اور فضیلت حاصل ہونے لگی۔ لہذا آپ لوگ اگر اسی اصول پر قائم رہیں تو حکومت آپ کی ہے اور سب آپ کی اطاعت و پیروی کو تیار ہیں لیکن اگر غلبے کے ذریعے سے دنیا حاصل کرنے کی ہوس کی گئی تو حکومت ان سے چھین لی جائے گی اور غیروں کو مل جائے گی۔ خسر و فتنہ ملے گا اس قسم کا تغیر و تبدل کرنے کی قدرت ہر وقت حاصل ہے۔ میں آپ حضرات کے درمیان بولا سے محترم خلیفہ عثمان کو چھوڑے جاتا ہوں۔ ان کے ساتھ بھلائی کیجیے۔ اور ان کے مدد و معاون رہیے۔ یہ تہذیب

کر کے تمویہ چلے گئے۔ اور حضرت علیؑ نے کہا "انہوں نے بات تو اچھی کہی"۔ زبیرؓ لے
 "خدا کی قسم آپ کے اور ہمارے دلوں میں آج سے پہلے کبھی اس شخص کی اتنی
 عزت نہ تھی"۔

ساتویں فصل

بلوایوں کی شورش

خلافت راشدہ کو صدر حضرت عثمان کی ابتدائی ہمدردی، اعتراض اور اس کا جواب۔
 دوسرا اعتراض اس کا جواب۔ بنی امیہ کا خیال حضرت عثمانؓ کی شخصیت پر قائم اہل مدینہ کی مخالفت۔
 جناب بنو امیہ کی ان کو دھکی تمغہ کا خوف کا شور۔ حضرت عثمانؓ کی دیکھ نہ سکی توبہ کا آخری شور۔
 اور انتقام خون عثمانؓ کا حق حاصل کرنا۔ بیرونی بلا میں مدد کا افساد۔ خود بخود مدینہ والوں نے بلوایوں کا
 بلایا۔ زونگی مصر کے بلوایوں کا مکودہ کے بلوایوں کی بقرے کے بلوایوں کی۔ متروکوں کی اطلاع
 حضرت عثمانؓ کو۔ آپ کی تقریب عام میں حضرت عثمانؓ کی آمد کی ناکامی۔ بلوایوں کے پڑاؤ اور ان کے
 ارادے۔ حضرت طلحہ اور زبیر اور علیؓ کے طعناں۔ ان کے دلیل مدینہ میں بیعتوں سے جان بچانے کا
 کیا۔ اور حضرت عثمانؓ کے معاون ابنی حضرت عثمانؓ کی خواہش سے حضرت علیؓ کا جانا۔ اور بلوایوں
 کو واپس کرنا۔ حضرت عثمانؓ کا علانیہ قرار۔ متروکوں نے ان کی سائے بدل دی۔ متروکوں کی افسردہ
 تقریر۔ حضرت علیؓ کی پریشانی۔ آپ کی نصیحت حضرت عثمانؓ سے۔ جناب بنو امیہ کا حضرت عثمانؓ کو
 سمجھانا۔ جناب عثمانؓ کا حضرت علیؓ کے گھر جانا۔ اور بنی امیہ واپس آنا۔ حضرت عثمانؓ کی سخت
 بلوایوں کے پھر واپس آنے کا سبب۔ حضرت عثمانؓ کا خط۔ اس کا تذکرہ حضرت عثمانؓ کے سبب
 اہل مصر حضرت عثمانؓ کے سامنے۔ حضرت عثمانؓ کا خط سے انکار۔ اہل مصر کا اصرار کہ خلافت کو
 چھوڑ دیجیے۔ حضرت عثمانؓ کا اس سے انکار۔ اہل مصر کا دعویٰ۔ اور حضرت عثمانؓ کا جواب۔ حضرت عثمانؓ
 کا محاصرہ۔ ابتدائی ایام محاصرہ۔ بنی امیہ کی حالت۔ بلوایوں کی پہلی چہرہ دہی۔ آپ اہل مدینہ
 کو مدد سے روکتے ہیں۔ حضرت علیؓ کو بنی امیہ کی دھکی۔ حضرت عثمانؓ کا زور پھانے سے بھی روکتے ہیں۔

جو ہنگامہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا باعث ہوا تھا اس نے خلافت راشدہ کی کمر توڑ دی۔ اور
 نتیجہ ہے کہ اس نے ہمیشہ کے لیے خلافت اسلامیہ کو کمزور کر دیا۔ اسلام کی تاریخ میں یہ نہایت ہی
 اہم اور حد سے زیادہ نازک واقعات ہیں خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو تمام صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو عادل و نفع دہ اور واجب التسلیم تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت عثمان
ابتداءً

حضرت عثمانؓ سے ابتداءً لوگ نہایت ہی خوش تھے۔ بلکہ آپ کو حضرت عمرؓ کے بھی اچھا کہتے تھے۔ اس لیے کہ آپ زیادہ رحمدل، شفیق اور فیاض تھے۔ آپ کے زمانے میں حتیٰ مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ وظائف جاری ہوئے اور اہل تہذیب کی دولت مندی حد سے گزر گئی لیکن اس میں آپ نے اپنے خاندان والوں میں سے بنی امیہ کے ساتھ زیادہ سلوک کیا۔ لوگوں کو اس پر اعتراض ہوا اور آپ نے یہ جواب دیا کہ قرآن مجید میں ذوی القربی کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم ہے چنانچہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اوقات اپنے اعزہ حضرت عباسؓ وغیرہ کو زیادہ فیاضی کے ساتھ عطا فرمایا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر قریش اور مخصوص بنی امیہ کے ساتھ خاص رعایتیں فرمائیں اور ان کو سب سے زیادہ دیا۔ مخالفوں کے پاس اس کا کوئی جواب تو نہ تھا۔ مگر مخالفت سے باز نہ آتے تھے۔

اقتراض
اس کا جواب

دوسرا اثر

ان کا جواب

دوسری بات یہ تھی کہ آپ نے بعض ان نوجوانوں کو جو صحابی ہونے کی عزت نہ رکھتے تھے اور آپ کے قربت داروں میں تھے۔ بصرہ و عراق وغیرہ میں والی ملک مقرر فرمایا اور اگرچہ ان کا برصغیر چلنا تھا مگر وہ ان خدمتوں سے محروم رکھے گئے۔ اس کی وجہ شاہ ولی اللہ صاحب نے انانہ انجمن میں لکھا ہے۔ وہ یہ کہ گذشتہ فتحوں کے بعد حضرات مخین کے عہد کے سپہ سالاروں اور الوالعزم والیوں میں سے اکثر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور جو باقی تھے وہ بجائے جہاد میں سرگرمی دکھانے اور ممالک و دروز میں علاء کلمۃ الحق کرنے کے مقصد سے ممالک میں بیٹھے کہ صرف حکومت کرنے کو پسند کرتے تھے۔ اور دولت مندی اور اگلے کارناموں کے فخر نے ان میں ملک گیری و جہاد کا جو شش ٹھنڈا کر دیا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری ہوں یا سعد بن ابی وقاص اب کو فہم بصرہ کے دارالامارہ میں بیٹھے کہ نقطہ حکومت کرتے تھے۔ اسی طرح عمرو بن عاص نے مصر کی فتح پر فخر کر لی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے حوصلہ مند اور الوالعزم نوجوانوں سے کام لینا چاہا جن کی گویا یہ نوعمری کا نازہ خون و دڑ رہا تھا۔ بلا لحاظ اس کے کہ ان کو نہجت رسول اکرم کا صرف مائل ہو یا نہ ہو اور اس قسم کی الوالعزمی چونکہ بنی امیہ میں بیشتر سے موجود تھی اس لیے زیادہ تر انہیں کا انتخاب ہوا۔ اور اس حکمت عملی کا مفید نتیجہ بھی حضرت عثمانؓ ہی کے زمانے میں نظر آ گیا۔ عیسیٰ اللہ بن ابی سرح نے بجائے اس کے کہ عمرو بن عاص کی طرح فسطاط و اسکندریہ کی ہوا لکھا یا کریں اور قیصر پر حملہ کر کے قریب قریب سارے شمالی افریقہ میں توحید کا نعرہ بلند کر دیا۔ اور ایک بہت بڑا وسیع ملک تلمذ خلافت میں شامل ہو گیا۔ اسی طرح ابن عامر نے اپنی حوصلہ مندی سے تمام ممالک فارس و عجم کو جو بالکل قبضے سے

مجلس گئے تھے مطیع و متقاد بنا کے سارے تنقہ ساز و کرتائن اور طعنائت و ذہانت کو مطیع الاسلام بنایا۔
معرض اس مصلحت کو تو نہیں دیکھتے تھے مگر ناراض تھے کہ اپنے ہی لوگوں کو دیتے اور اپنے ہی
عزیزوں کو عہدوں پر مقرر کرتے ہیں۔ یہ شکایتیں بہت سے صحابہ کے زبانوں پر بھی جاری ہوئیں
اور بعض ازواج مطہرات رسالت بھی عوام سے سن سن کر حضرت عثمان کو لازم دینے لگے یہاں تک
باقی ماندگاں اہل شوری و عشرہ مبشرہ حضرات علی طلحہ اور زبیر کا طرز عمل بھی مشتبہ نظر آنے لگا ساتھ
نہی امیر میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ بزرگان امت اس لیے حضرت عثمان کی مخالفت کر رہے ہیں کہ
سند خلافت کو اپنے لیے خالی کرائیں اور انھوں نے طیش میں آکر سختی سے جواب دینا شروع کیا حضرت
عثمان کے اصول حکمرانی کی صبر داری کرنے لگے اور گو کہ حضرت عثمان اکثر ان کو روکتے تھے مگر ان
بے اعتدالی کے جوابوں نے عام لوگوں میں اور زیادہ ناراضی بڑھا دی۔

نہی امیر کا
خوالہ۔

حضرت عثمان
کے گوشہ نشین۔

مدینہ کے اکابر و اجد صحابہ حضرت عثمان کے پاس آکر آپ کے دلیلوں کی شکایتوں کا دفتر
کھولتے اور درخواست کرتے کہ آپ ان کو فوراً معزول کر دیں مگر عائشہ ان دلیلوں کی طرف داری
کرتے جس سے آپ ایک کشمکش میں پڑے ہوئے تھے اس کے ساتھ عمر بہت زیادہ ہو گئی تھی و باغ
کے نور تھا اور قوی میں تھا محال پیدا ہو گیا تھا۔ اور اگر وہ پیش کے لوگوں کے سمجھانے سے آپ اس
نتیجہ کو پہنچتے کہ میرے دلیلوں کی شکایتیں محض نفیس و غنا کی وجہ سے کی جا رہی ہیں۔ وہ ہرگز
ایسے بڑے نہیں ہیں۔ جیسے کہ مشہور کیے جاتے ہیں۔ لہذا آپ ان کی صبر داری فرمائیے اور جو
ان کے معزول کرنے کو جائزہ خیال کرتے۔

آخر اہل مدینہ
کی مخالفت۔

آخر اہل مدینہ نے عام مخالفت کر دی جس میں امض اکابر صحابہ کے ساتھ مدینہ والوں کے کثیر التعداد
غلام اور بہت سے بدوی قبائل بھی شریک ہو گئے اور بنی امیہ کو یہ نظر آیا کہ حضرت عثمان کی مخالفت
کے پردے میں دراصل ہمارے خاندان کی پامالی کی کوشش کی جا رہی ہے۔

چنانچہ اس زمانے میں
ایک بار جب کہ اکثر بزرگان مہاجرین کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر بھی
وجود تھے اور متوجہ بھی مدینہ میں آئے ہوئے تھے متوجہ نے سب کو ان الفاظ میں متنبہ کیا کہ "اے
گو وہ صحابہ ہیں آپ کو اپنے بوڑھے بزرگ (حضرت عثمان) کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں
اگر آپ کے درمیان میں یہ مار ڈالے گئے تو خدا کی قسم مدینے کو سواروں اور پیادوں سے بھروں گا
پھر عمار کی طرف رخ کر کے کہا تمہارا شام میں ایک لاکھ سوار موجود ہیں جن میں سے ہر ایک ماہور پاتا
اور اسی تعداد میں ان کے اولاد و احفاد اور غلام ہیں جو نہ علی کو جانتے ہیں نہ ان کی قرابت کو نہ عمار کے

واقعتہ میں نہ ان کے گوشہ کار ناموں سے۔ نہ زیر کو جانتے ہیں نہ ان کے جواب کو۔ نہ انہیں
حلقہ کی خبر سے نہ ان کے واقعات ہجرت کی۔ نہ وہ ابن عرب سے ہیبت کھاتے ہیں نہ ان کی
وہبت سے۔ نہ متحد سے ڈرتے ہیں نہ ان کی وعالی تیر بہدف ہونے سے۔ لہذا اسے عمار
کل جو فتنہ پیدا ہونے والا ہے اس میں خبر دار نہ پڑنا کہ پھر اس کے بعد یہ نہ کہا جائے کہ فلان عثمان
کا قاتل ہے اور فلان علی کا۔

ان مخیافتوں کے نتیجے میں جو عداوت بنی ایہ کو اکابر صحابہ سے ہو گئی تھی اس کا اندازہ اس سے
ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے گوشہ تنقیروں کے بعد جناب متوہ سے تنہائی میں پوچھا کہ "اب
اس بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ یہ وہاں جین چاہتے ہیں کہ تم کو پہلے ہی ملائیں (یعنی
میرے سر سے کا انتظار کیے بغیر خلافت کو حاصل کر لیں) اور چونکہ ان لوگوں کے دل میں ہے اس کو
کہ کے چھوڑ دیں گے، تو انھوں نے کہا میری رائے میں تو آپ مجھے اجازت دیجیے کہ ان سب
لوگوں کے سر اڑا دوں، پوچھا اس کے؟ کہا علیؓ، طلحہ اور زبیرؓ کے۔ یہ سننے ہی حضرت عثمانؓ پر نہک
پڑے اور فرمایا: جان اللہ! اصحاب رسالت کو مار ڈالوں، اور بغیر اس کے کہ انھوں نے کچھ کیا ہو
یا شکی گناہ کے مرتکب ہوئے ہوں، اکتوا یہ نے کہا تو یاد رکھیے کہ اگر آپ نے ان لوگوں کو قتل کر لیا
تو یہ عقوبت آپ کو مل کرے گی۔" حضرت عثمانؓ نے فرمایا جو کچھ ہو میرا وہ پہلا شخص نہ بنوں گا جو
رسول اللہؐ کا جانشین ہو کر آپ کی امت کا خون گرائے۔

اب متوہ نے کہا تو پھر تین باتوں میں سے ایک کو آپ اختیار کیجیے، پوچھا کون باتیں؟ کہا
"پہلی یہ کہ میں یہاں مدینہ میں آپ کی حفاظت کے لیے لشکر اسلام کے چار ہزار سوار مقرر کروں؟
حضرت عثمانؓ نے پوچھا ان کی خواہ کہاں سے دی جائے گی؟ کہا بیت المال سے؟ جناب
ذی النورینؑ نے حیرت کے الفاظ میں کہا محض اپنی حفاظت کے لیے میں مسلمانوں کے بیت المال
سے چار ہزار سواروں کو خواہ دوں، ایہ تو مجھ سے نہ ہو گا۔ متوہ نے کہا تو پھر دوسری بات اختیار
کیجیے۔ وہ یہ کہ ان سب لوگوں کو یہاں سے نکال کے دور دور مقامات میں پھینک دیجیے اس طرح
جو شخص ایک کچھ دنوں اور انہیں مہموں اور اچھ کاموں میں اس طرح پھینا دیتیجیے کہ ان سے زیادہ فکر
اپنے انونٹوں کی رہے۔" اس پر حضرت عثمانؓ اور زیادہ متحیر ہوئے اور فرمایا: جان اللہ! مسفرین مہاجرین
اکابر صحابہ اور باقی مانڈگان ثورنی۔ ان کو ان کے وطنوں سے نکالوں، اور گھر بار اور اعزہ اقارب کے
جدا کروں، ایہ بھی نہیں ہو سکتا۔ متوہ نے کہا تو آپ فقہا تیسری بات رہ گئی۔ وہ یہ ہے کہ اگر آپ

سورہ کا ذکر ہے۔

حضرت عثمانؓ کا ذکر ہے۔

سورہ کا ذکر ہے۔

اور تمام لوگوں
کو ان کا حق
میں کر۔

مار ڈائے جائیں تو مجھے حق عطا کیجیے کہ آپ کے خون کا دعویدار بنوں حضرت عثمانؓ نے کہا
"ہاں یہ ہو سکتا ہے"

میر وانی پادشاہ
نور کا لکھنؤ

آخر معاملات نے اور زیادہ نازک صورت اختیار کی جو لوگ حضرت عثمانؓ سے منحرف تھے انھوں نے
تمام شہروں میں علانیہ عذر و بہانوں کے لیے ایک دن مقرر کیا مگر والیان ہمسک کو تہ نگاہ کیا۔
اور انھوں نے ایسی سید از مغربی سے کام لیا کہ قتلہ انگیزوں کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی تاہم
باغیوں نے بجائے شہروں میں اندر بچانے کے ارادہ کیا کہ خاص دین میں پہنچ کر حضرت
عثمانؓ پر زور کریں جس کا اصلی سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود دینے والوں کی طرف سے اُن کے
پاس خطوط آئے جن کا مضمون یہ تھا کہ اگر تم کو جہاد کا شوق ہو تو یہاں آؤ۔ اس لیے کہ قتلہ
خلیفہ نے دین محمدی کو غارت کر دیا۔ فوراً آؤ اور اس کی اصلاح کرو۔

خود بخود
نے پانچوں
کو بلایا۔

دو گنی مسکن
بلوایوں کی

مصر میں محمد بن ابی بکر اور محمد بن حذیفہ لوگوں کو حضرت عثمانؓ کی مخالفت پر ابھار رہے تھے
اُن کے اثر سے مصر والوں کا ایک گروہ عمرے کا بہانہ کر کے چل کھڑا ہوا جس میں محمد بن ابی بکر
بھی تھے عبد الرحمن بن عوف بھی اپنے پانچ سو یا ایک ہزار ساتھیوں کے ساتھ اس گروہ
شامل ہو گیا کرتانہ بن بکیر شہر اور ثروان بن حمران سکونی وغیرہ بھی اُن کے ساتھ ہوئے۔ اور
خاقانی بن حرب علی اُن کا سر غنایا۔

کوئی کے
پہرے لگائی

بصرے کے
بلوایوں کی

اسی تعداد میں ایک گروہ کو نہ سے چلا جس میں یزید بن صوحان عبدی اشتر خنی۔ زبیر بن نضر
حاتمی اور عبد اللہ بن صہم عامری تھے تیسری طرف سے اسی تعداد میں بصرے کے بلوایوں کا ایک
گروہ بھی مدینے کی طرف چلا جس میں حکیم بن جبار عبدی۔ ذریج بن جبار۔ بشیر بن شریک غسانی اور ابن الحارث
وغیرہ تھے۔ اور اُن کا سردار جو قوس بن زہیر سعدی تھا یہ سب لوگ شوال کے مہینے میں روانہ ہوئے۔
اور سب نے شہر والوں پر یہ ظاہر کیا کہ حج کو جاتے ہیں۔

مصر والوں کی
ظلمت اور
مشرق کی

آپ کی تبریع
عام تھا۔

مصر والے جیسے ہی قنطاط سے روانہ ہوئے وہاں کے والی عبد اللہ بن سعد کو خبر ہو گئی۔
انھوں نے فوراً حضرت عثمانؓ کو اطلاع کی۔ آپ نے خبر پاتے ہی سجدہ نبوی میں منبر پر کھڑے
ہو کر ایک تقریر کی جس میں ان بلوایوں کی روانگی کا حال بیان کیا اور فرمایا قتلہ جوئی میں
ان لوگوں نے غفلت کی اور میری عمر کو راز کرنا چاہنا خدا کی قسم اگر میں ان کے ہاتھوں زندگی سے جدا

ہو گیا تو چہرہ و تنہا کریں گے کہ میری عمر کا ایک ایک دن ایک ایک سال کا ہوتا۔ اس لیے کہ میرے بعد یہ لوگ خوزینہ کی مصیبت اور شوش کو بچھیں گے۔ اور نظر آجائے گا کہ شریعت کے احکام کچھ سے کچھ ہو گئے۔ پھر اسی وقت حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن سعد کو حکم بھیجا کہ ان بلویوں کے لشکر میں خود روانہ ہوں۔ اس حکم کے مطابق وہ چلے شہر اکیہ تک پہنچے انھیں کہنا کہ میری بلویوں نے حضرت عثمانؓ کو محصور کر لیا۔ ساتھ ہی یہ خبر ملی کہ عبداللہ بن حذیفہ نے تمام اہل شہر کو اپنے موافق کر لیا ہے۔ فوراً لپٹ کے مصر پہنچے۔ مگر مخالفت کا جوش اس قدر غالب تھا کہ لوگوں نے شہر میں نہ آنے دیا۔ اور مجبوراً وہ ارض غلظت میں جا کر ٹھہر رہے کہ کبھی ان ہنگاموں کا کیا انجام ہوتا ہے۔ سب کچھ کے بلوائی کہنے کے قریب پہنچے تو بصرے والوں میں سے تھوڑے بڑے کے مقام ذی شیب میں اتر پڑے۔ اور اس بات کی کوشش شروع کی کہ حضرت عثمانؓ کو مسند خلافت سے اتار کے حضرت طلحہؓ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اہل کوفہ میں کچھ لوگ بڑے کے مقام تھوڑے اور اس کے درپے ہوئے کہ خلیفہ زمانہ کو ہٹا کے حضرت زبیرؓ کو خلیفہ بنائیں۔ مصرواے جب نیلے کے قریب پہنچے تو ذی لہرہ میں ٹھہر گئے اور اس کوشش میں مصروف ہوئے کہ حضرت علیؓ کو مسند خلافت پر بٹھائیں۔ اور زیادہ بن لہرہ و عتد بن عمر لہجیوں کی طرح مصرواے بصرے والوں میں آتے جاتے رہتے تاکہ سب کو ایک اسیر بناتی کریں۔

عبداللہ بن سعد کی بلوائی

بلوائیوں کے ہاتھ اور ان کے ارادے حضرت طلحہؓ کے قریب

ان کے کہیں دینے

بنو ہاشم نے ہجرا کیا

ابن حضرت عثمانؓ کے

اب زیاد اور عبداللہ نے سب سے کہا آپ سب میں ٹھہریں ہم فراموشی میں جا کر دیکھ آئیں کہ وہاں کا کیا رنگ ہے۔ سنا ہے کہ ہمارے آئے کی خبر ہو گئی ہے اور لڑائی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اگر یہ سچ نکلا تو ہم واپس آ کے آپ کو اطلاع کر دیں گے اور خیال کریں گے کہ ہم سے آئے ہیں غلطی ہو گئی۔ اس قرار و او کے مطابق دونوں مدینے میں گئے۔ لوگوں پر ظاہر کیا کہ ہم خاندان رسالت کی حکومت چاہتے ہیں اور نیز ہماری خواہش ہے کہ بعض وایان ملک بدل دیے جائیں اور حضرات علیؓ وطلحہؓ و زبیرؓ سے ملنا چاہا۔ مگر سب نے ملنے سے انکار کیا۔ اور وہ اپنے گروہ میں واپس چلے آئے۔ اس کے بعد مصر کے چند لوگ مدینہ میں جا کر حضرت علیؓ سے اور بصرے کے چند لوگ حضرت طلحہؓ سے ملے۔ اور کہا ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ اور آپ نے زمانا تو سخت جھگڑا پیدا کریں گے۔ آپ کی جماعت کو توڑ دیں گے۔ اور برابر آپ کے پاس آتے ہیں گے۔ یہاں تک کہ آپ قبول کریں۔ مگر انجام یہ ہوا کہ دونوں حضرات نے ان کو جھڑک کر اپنے سامنے سے نکال دیا۔ بلکہ ان لوگوں کی دست برد سے بچانے کے لیے حضرت علیؓ نے اپنے فرزند جناب حسنؓ کو ایک گروہ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے مکان پر بھیج دیا اور فرمایا جو لوگ ذی لہرہ و ذی شیب اور

اتھوں میں جمع ہیں رسول خدا صلعم نے اُن کو ملعون بتایا ہے۔ اسی طرح حضرت طلحہ نے بھی اپنے دو بیٹوں کو جناب ذی النورین کی اخلاط کے لیے بھیج دیا۔ کو ذوالوں کے سفیروں نے حضرت زبیر کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی التجا کی اور یہی جواب پایا اور زبیر کے فرزند حضرت عبداللہ بھی حضرت عثمانؓ کے دروازے پر کھڑے تھے کہ کسی کو اُن کی طرف قدم نہ بڑھانے دیں۔

مدینے کا ایک رنگ اورا کا پر صباہ کی یہ مستعدی دیکھ کر یہ لوگ اپنے گروہوں میں واپس گئے ان لوگوں کے قویٰ شب میں جمع ہونے کی خبر حضرت عثمانؓ نے سنی تو حضرت علیؓ کے گھر میں

حضرت عثمانؓ کی خواہش کے حضرت علیؓ کا جاننا۔

تشریف لے گئے اُن سے ملے اپنے حقوق قرابت جتانے اور یہ کہہ کر ان لوگوں پر آپ کا اثر ہے اُن سے خواہش کی کہ آپ اُن کے پاس جائیں اور انہیں روکیے۔ مگر وہ یہاں تک آئے

تو میری توہین ہوگی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں انہیں کیا کہہ کے پھیروں؟ حضرت عثمانؓ نے کہا آپ جو مناسب جائیں کہیں میں اس کا پابند رہوں گا۔ حضرت علیؓ نے کہا میں آپ سے باہر

کہہ چکا۔ آپ نے ہر بار وعدہ کیا اور پھر اس کے بعد اپنے قول سے پھر گئے۔ محل میں یہ سب کارروائیاں مروان بن الحارث بن عوف اور عبداللہ بن سعد کے باعث ہیں۔ آپ ان کا کتنا ماننے ہیں

اور میرے کہنے پر عمل نہیں کرتے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا اب میں آپ کی اطاعت اور اُن کی مخالفت کروں گا۔ اس گفتگو کے بعد حضرت علیؓ جناب عثمانؓ کی خواہش کے مطابق تیس مہاجرین

اور انصار کو ساتھ لے کر اہل مصر کے پاس گئے اور اُن کو سمجھا دیا کہ وہ اپنے میں

واپس آکر حضرت عثمانؓ سے کہا کہ وہ لوگ واپس گئے۔ پھر فرمایا آپ خود مل کے مجمع عام میں اپنی بات

اعلان کر دیجئے کیا اصحاب کی گئی ہیں۔ تمام شہروں کے لوگ بربہم ہو رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوٹنے اور بصرے کے بلوائی بھی آہو نہیں اور اس وقت پھر آپ مجھ سے فرمائیں کہ اُن کے پاس

جاؤ۔ اس وقت اگر میں جانے میں کوتاہی کروں گا تو آپ کہیں گے کہ قرابت کا بھی خیال نہ کیا۔ حضرت علیؓ کے کہنے سے حضرت عثمانؓ سجد ہوئے میں آئے اور سب لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی

حضرت عثمانؓ کا رفق علیہ السلام۔

جس میں اپنی غلطیوں کا اعتراف اور توبہ کا اظہار کیا اور کہا اگر حق مجھے غلام بنا دے تو میں غلام کوئی

طرح نہ ہوں گا۔ میں مروان وغیرہ کو بھی تمھارے سامنے جھکا دوں گا۔ اور تم جب جا ہو گے مجھ تک پہنچ سکو گے۔ یہ سن کر تمام لوگ رقت قلب سے رونے لگے اور خود حضرت عثمانؓ کی آنکھوں سے

بھی آنسو جاری ہوئے۔ اس کے بعد جب گھر میں آئے تو وہاں مروان سفید اور چند اور نوجواناں بنی امیہ کو موجود پایا

مروان نے کہا "امیر المومنین میں کچھ عرض کروں؟" حضرت کی بیوی نے کہا کہ جو بڑی عقل مند اور ذی ہوش ہے جو یہی کہیں بولیں "میں تم خاموش رہوں لوگ ان کو قتل کر کے کسی اور کو جانشین کر دیں گے انھوں نے جو کچھ کہہ دیا ہے اس سے ہرگز نہ ہٹنا چاہیے۔" مروان نے ناملہ کو سخت جواب دیا اور ناملہ نے بھی سختی سے مکر مقتولیت کے ساتھ اس کی ترویج کی۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے مروان کو بولنے کی اجازت دے دی۔ اور اس نے کہا "آپ کا یہ قول اگر کسی مجبوری سے ہوتا تو سب کے پہلے اس کو میں قبول کرتا۔ مگر آپ نے تو ذلت اختیار کر لی۔ خدا کی قسم خطا پر فاعل رہنا اور خدا سے توبہ کر لینا اس کے اچھا تھا کہ صلیبیہ خطا کا اقرار کیا جائے۔" حضرت عثمانؓ نے کہا تو اچھا تم باہر جا کے جو چاہو لوگوں سے کہہ دو اب مجھے تو کچھ کہتے شرم آتی ہے۔ اجازت پاتے ہی مروان باہر نکلا تو دیکھا کہ لوگوں کا ٹھٹھ لگا ہوا ہے۔ ان میں کھڑے ہو کر کہا تم لوگ کیوں جھجھتے ہو؟ کیا ہمیں لوٹنے آئے ہو چاہتے ہو کہ ہماری سلطنت ہم سے چھین لو؟ اور ہمیں ہمیشہ کے لیے محال دو؟ یہ ارادہ ہے تو ہم بھی تمھارے ساتھ وہ سلوک کریں گے جو تم کو ناگوار گزرے گا۔ جاؤ اپنے گھر جاؤ اور ہم خدا کی قسم بنے والے نہیں ہیں۔"

مروان نے
اس کی رائے
بول دی۔

مروان کی
معتداند
تقریر۔

مروان کی اس تقریر نے ایک بیک آگ لگا دی اور برہمی شورش پہلے سے زیادہ ہو گئی اور لوگوں نے دوڑ کے حضرت علیؓ کو خبر کی۔ آپ فوراً عبد الرحمن بن اسود سے ملے اور کہا "آپ عثمانؓ کے خطبے کے وقت بوجہ تھے؟" کہا "ہاں" پوچھا اور مروان نے جو کچھ کہا وہ بھی پنے نے کہا "ہاں"۔ اب حضرت علیؓ نے سب سے خطاب کر کے فرمایا خدا کے بندو! اور مسلمانو! میں گھر میں بیٹھ رہتا ہوں کہتے ہیں کہ میں نے تعلقات قربت قطع کر دیے۔ معاملات میں دخل دیتا ہوں تو یہ انجام ہوتا ہے کہ مروان یوں آئے ان کے قول کے ساتھ ملاعت کرتا ہے۔ ان کی تلوار مروان کے ہاتھ میں ہے۔ اور بادجو دیکھ وہ صحبت رسول اللہؐ کا شرف حاصل کر چکے ہیں اور کہن سال ہیں مگر وہ ان کی تلوار کو جھڑ چاہتا ہے چلا دیتا ہے۔" اس کے بعد حضرت علیؓ غصے میں بھرے ہوئے جناب عثمانؓ کے پاس گئے اور کہا "آپ جو مروان سے راضی ہیں! اور مروان آپ سے راضی ہے! فیض اس وجہ سے ہے کہ آپ دین اور عقل سے مہٹ گئے ہیں بعینہ یہ حال ہے جیسے ساربان اونٹنی کو جھڑ چاہتا ہے لیجانا ہے مروان خدا کی قسم دین میں صائب الرائے ہے اور نہ اپنی ذات میں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو آپ کے درجے سے گرا کر دے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ وہ آپ کا درجہ کچھ بڑھائے۔ بس اب اس کے بعد میں یہاں نہ آؤں گا۔ آپ کی وہ ذاتی بزرگی شریفی لے گئی اور اب ادوروں کی رائے

حضرت علیؓ کی
پریشانی۔

اس کی خبر
مروان سے
عثمانؓ سے۔

جناب ناکہ کا
حضرت عثمانؓ سے
کہہ دیا۔

رفیق
جناب عثمانؓ کا
حضرت علیؓ سے
کہہ دیا۔

اور یہ نتیجہ
دوہیں آتا۔

کوہنہ کی
سخت کالی۔

اس کی رائے پر غالب ہے، یہ کہہ کر حضرت علیؓ چلے گئے۔ مگر آپ نے جیسے ہی دروازے کے
باہر قدم نکالا جناب ناکہ نے حضرت عثمانؓ سے کہا علیؓ نے جو کچھ کہا تم نے سن لیا۔ اور اب وہ
بچہ تھکا رہا ہے پاس نہ آئیں گے تبھاری مہاروان کے ہاتھ میں ہے جدہر جانتا ہے تم کو یہی بتاؤ
حضرت عثمانؓ بولے تو پھر میں کیا کروں؟ ناکہ بولیں خدا سے ڈرو اور تم سے پہلے دو
بزرگوں کی جو وضع رہی ہے وہی وضع تم بھی اپنی رکھو۔ ناکہ کی اس گفتگو کی خبر مروان کو ہوئی تو
فوراً دوڑ آیا اور ناکہ کی شان میں پھرت کلامی کرنے کو تھا کہ حضرت عثمانؓ نے ڈانٹ کے دک دیا
اور وہ اپنا ہاتھ لے کے چلا گیا۔ رات کو پھر حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے گھر میں گئے اور ان سے
کہا میں اپنے قول سے نہ پھروں گا اور جواب نے کہا ہے وہی کروں گا۔ حضرت علیؓ نے کہا
آپ نے حضرت رسول خدا صلعم کے منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور ان باتوں کو قبول کیا جن
لوگ چاہتے ہیں۔ پھر آپ جب گھر میں گئے تو مروان نے آپ کے پاس سے کہہ خاص آپ کے
دروازے پر لوگوں کو نکالیاں دیں اور ایذا پہنچائی۔ اس کا جواب جناب عثمانؓ نے کچھ نہیں دیا
بلکہ یہ کہتے اٹھ کھڑے ہوئے کہ تم نے مجھ کو ذلیل کیا اور لوگوں کو میرے خلاف کر دیا۔ حضرت
علیؓ نے فرمایا میں خدا کی قسم تمام لوگوں سے زیادہ آپ کی جان بچانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن
جب کوئی ایسی بات کہتا ہوں جس میں آپ کی سلامتی اور بہبود ہو تو مروان اگر دوسری بات پیش کرتا
آپ فوراً اس کی بات مان لیتے ہیں اور میری بات رد کر دیتے ہیں۔

دوسرے ہی روز مروان نے حضرت عثمانؓ سے یہ اعلان کر دیا کہ مہر دے جو آئے تھے
پلٹ گئے۔ اور سب لوگوں نے جو کچھ ہمیں میرے متعلق سنی ہیں غلط ہیں۔ اس تقریر کے وقت
عمر بن عاص نے اٹھ کر کہا عثمانؓ خدا سے ڈرو۔ تم نے بہت سے کام کیے اور تبھارے ساتھ
ہم نے بھی کیے۔ لہذا تم بھی خدا کی درگاہ میں توبہ کرو اور ہم بھی کریں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے
کمال برہمی کے ساتھ کہا اس بات پر ہے! جب سے میں اپنے چھ حکومت سے معزول کیا گیا
کیڑوں میں جوئیں پڑ گئیں۔ اسی وقت دوسری طرف سے آواز آئی کہ توبہ کرو! اور عمر بن عاص نے
دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا خداوند! سب سے پہلے میں توبہ کرتا ہوں۔ توبہ کرتے ہی عمرو بن
اسمٹے تو مدینہ چھوڑ دیا اور ارض فلسطین میں پہنچ کر دم لیا۔ کہتے ہیں جانے سے پہلے حضرت
عثمانؓ کے خلاف حضرت علیؓ اور زبیرؓ کے ابھارنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور پھر
فلسطین میں بھی وہ حضرت عثمانؓ کی شہادت ہی کے منتظر رہا کرتے تھے۔

جب یو ایٹوں نے واپس جانے کے بعد پھر ایک مدینے کی طرف مبعوث کرنے کا ارادہ کیا تو محمد بن مسلمہ نے جا کر واپسی کا سبب پوچھا ان لوگوں نے ایک خط پیش کیا اور کہا "مقام اربیب میں ہم کو عثمان کا ایک غلام ملا جو زکوٰۃ کے ایک ٹوٹ پر سوار مصر کی طرف جا رہا تھا (اس شخص کا نام بعض روایتوں میں ابو الاسود سہمی بتایا گیا ہے) ہم نے اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس ایک سیسے کے چھتکے میں یہ خط نکلا جس میں عثمان اپنے والی مصر کو حکم دیتے ہیں کہ عبد الرحمن بن حدیس - عمرو بن محقق اور عروہ بن ربیع کو کوڑے ماریں جائیں ان کی ڈاڑھیاں اور سر منڈوا جائیں پھر ان میں سے بعض مصلوب کیے جائیں اور بعض مقید کیے جائیں۔ اسی کے ساتھ ان لوگوں نے یہ بھی کہا "ہم سے اس معاملے میں حضرت علیؓ سے گفتگو ہو چکی ہے انھوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ عثمان کو اس بارے میں سمجھائیں گے لیکن جب ہم نے سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید سے تذکرہ کیا تو انھوں نے صاف جواب دے دیا کہ تم تمھارے معاملہ میں نہ دخل دیں گے۔ بہر حال آج نظر کے بعد ہم حضرت علیؓ کے ساتھ اگر حضرت عثمانؓ سے ملیں گے۔ محمد بن مسلمہ نے یہی ان لوگوں سے کوشش کا وعدہ کر لیا چنانچہ وقت مقررہ پر دونوں حضرات یعنی حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور اہل مصر کے لیے حاضری کی اجازت مانگی۔ مروان حضرت عثمانؓ کے پاس موجود تھا بولا مجھے جانے دیجیے میں ان لوگوں سے گفتگو کر چکا اگر حضرت عثمانؓ نے اس موقع پر برا بھلا کہہ کے اور ڈانٹ ڈپٹ کیے اس کو اپنے سامنے سے نکال دیا۔ اس کے جانے کے بعد دونوں صاحبوں نے حضرت عثمانؓ سے خط کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عثمانؓ نے قسم کھائی کہ نہ میں نے اس خط کو لکھا اور نہ مجھے اس کی اطلاع ہے۔ محمد بن مسلمہ یہ سن کر کہنے لگے بیشک آپ سچ کہتے ہیں اور فیصل آپ کا نہیں ہو سکتا یہ کاروائی یقیناً مروان کی ہے۔"

یو ایٹوں کے
پھر واپس
آنے کا سبب۔

حضرت عثمانؓ
کا خط۔

اس کا تذکرہ
حضرت عثمانؓ
کے سامنے۔

اہل مصر
خدا کے
سامنے۔

اب اہل مصر باریاب ہوئے تو انھوں نے سلام کیا مگر یہ نہیں کہا کہ "اسلام علیک یا امیر المؤمنین"۔
جن الفاظ میں خلیفہ رسول کو سلام کیا جاتا تھا ان کے اسی انداز سے لوگ سمجھ گئے کہ یہ لوگ شہر پر تاراج
ہیں۔ انھوں نے حضرت عثمانؓ کے سامنے عبد اللہ بن سعد کی بہت سی غیر منصفانہ کارروائیاں
بیان کیں پھر کہا "ہم آپ کے قتل کرنے کا ارادہ کر کے مصر سے چلے گئے مگر حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہ
نے ہمیں سمجھا کے واپس کر دیا اور وعدہ کیا ہے کہ ہماری سب شکایتیں رفع ہو جائیں گی۔ واپس
جا رہے تھے کہ راستے میں یہ خط ملا جس پر آپ کی مہربانی اور عبد اللہ بن سعد والی مصر کو حکم ہے کہ

حضرت عثمان
خدا سے نوازے

میں کوڑے ماریں۔ ہمارے ناک کان کاٹیں اور مدتوں کے لیے ہم کو قید کر دیں۔ حضرت عثمان نے قسم کھا کے کہا میں نے یہ احکام نہیں جلدی کیے اور مجھے اس خط کی خبر ہے۔ حضرت علی اور ابن مسعود دونوں نے ان لوگوں کے سامنے تصدیق کی کہ واقعی حضرت عثمان نے یہ کارروائی نہیں کی۔ مصر والوں نے پوچھا تو پھر یہ خط کس نے لکھا؟ جناب ذی النورین نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ ان لوگوں نے کہا آپ کے نام سے اتنی بڑی جرأت کی جائے خاص آپ کا غلام زکوۃ کے اونٹ پر سوار کر کے بھیجا جائے خط پر آپ کی مہر ہو۔ اور اپنے بڑے بڑے اہم احکام آپ کے نام سے دیے گئے ہوں۔ اور آپ کو خبر نہ ہو۔ حضرت عثمان نے کہا ہاں مجھے نہیں خبر ہے۔ اس لوگوں نے کہا دو صورتوں سے خالی نہیں ہے اس انکار میں یا آپ جھوٹے ہیں یا سچے۔ اگر جھوٹے ہیں تو منہ خلافت سے اتار دینے کے قابل ہیں اس لیے کہ آپ نے ناحق ہمارے لیے سزاؤں کا حکم دیا۔ اور اگر آپ سچے ہیں تو بھی آپ کو خلافت سے علیحدہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ ضعیفی سے آپ میں حکومت کی صلاحیت نہیں باقی رہی ہے غفلت پیدا ہو گئی ہے۔ اور دشمن برے ہیں۔ اور ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ خلافت کو اس شخص کے ہاتھ میں چھوڑیں جس کی ضعیفی و غفلت کے باعث معاملات کا فیصلہ کوئی اور شخص کرتا ہو۔ بہر تقدیر آپ خلافت سے ہمکنار ہو جائیں۔ حضرت عثمان نے کہا میں اس کرتے کو تو نہ اتاروں گا جو خدا نے مجھ کو نبھا دیا ہے لیکن ہاں توبہ کرتا ہوں اور سب باتوں سے باز آئے کو تیار ہوں۔ مصریوں نے کہا کاش پہلا گناہ ہوتا جس سے آپ نے توبہ کی ہوتی۔ اس سے پہلے بھی آپ توبہ کر چکے ہیں۔ یہیں توبہ نظر آتا ہے کہ آپ توبہ کرتے ہیں اور پھر وہی کام کرنے لگتے ہیں اس لیے ہم تو جب تک آپ کو خلافت سے علیحدہ نہ کر لیں گے نہ واپس جائیں گے۔ یا تو اس کوشش میں آپ ہی کو قتل کریں گے یا خود مارے جائیں گے۔ اور اگر آپ کے اعدا اور قضا فرما رہے ہوں تو ہم سے ان سے مقابلہ ہو گا۔ اس کے بعد بھی حضرت عثمان نے یہی فرمایا کہ یہ تو نہ ہو گا کہ میں خدا کی عطا کردہ خلافت سے علیحدگی اختیار کروں۔ اس کے مقابلہ مار ڈالا جائے زیادہ پسند ہے۔ اور یہ جو تم نے کہا کہ جو کوئی مزاحم ہو گا اس سے لڑو گے تو میں کسی کو تمہارے مقابلے کا مکھنہ دوں گا۔ اور کوئی لڑا تو بغیر میری اجازت کے لڑے گا۔ مجھے لڑنا ہی ہوتا تو بعض لشکر دیں کہ باہر سے یہاں بلا لیتا۔ یا خود میں ہی اور سرزمین میں چلا جاتا۔

اب چاروں طرف سے ایک شور و غوغا مچ گیا۔ صحبت کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت علیؑ

اہل مدینہ کا ہوا
کہاں حضرت
چھوڑ دیتے۔حضرت عثمانؓ
اس سے نوازے

اہل مدینہ کو

اور حضرت
عثمانؓ کا چہرہ

اہل مضر کو وہاں سے باہر نکالا اور اپنے گھر چلے گئے۔ مضر والوں نے اسی گھری حضرت عثمان کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور شہر کو دیا کہ جو کوئی عثمان کی حمایت نہ کرے اس کے لیے امان ہے۔

حضرت عثمان کا محاصرہ۔

محاصرے کے ابتدائی ایام میں اتنی سختی نہ تھی۔ مدینے کے لوگ تو ان بلوایوں کے خوف سے دروازے بند کر کے گھروں میں بیٹھ رہے۔ مگر خود حضرت عثمان روز بروز کم ہو کر سجد بنوی میں آتے اور نماز پڑھاتے۔ کسی کو اس کی بھی روک نہ تھی کہ جناب ذی النورین سے بات کرے۔ محاصرہ اور اہل مضر کے بلوایوں سے شروع ہوا۔ اہل بصرہ و کوفہ کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کر رہے ہیں اور ہم سب میں باہم عہد وہاں ہو گیا ہے۔ حضرت عثمان نے اہل کوفہ و بصرہ سے پوچھا یہی کہ تم لوگ تو کئی منزل واپس جا چکے تھے تمہیں اہل مضر کا حال کیسے معلوم ہوا کہ پلٹ پڑے؟ اس کا جواب ان سے یہ ملا کہ ”آپ خود جو چاہیں سمجھ لیں۔ مگر لوگ اس شخص (عثمان) کو سب مذاہب سے نہیں رکھنا چاہتے۔“

اہل مضر کا محاصرہ۔

حیرت کی یہ بات ہے کہ یہ لوگ اگرچہ حضرت عثمان کے سخت مخالفت تھے مگر نماز انہیں کئے پیچھے نہ تھے۔ ہاں یہ البتہ تھا کہ اہل مدینہ اگر کسی جگہ جمع ہونا چاہتے تو یہ لوگ مزاحم ہوتے۔ اور نہ پسند کرتے کہ ان کے خلاف کوئی قوت مدینے میں پیدا ہو سکے۔ حضرت عثمان نے اس درمیان میں یہ کارروائی کی کہ مختلف مقامات کے وادیوں کو ان معاملات کی اطلاع دے کر مدد مانگی۔ اور لکھا کہ اے بلوایوں کو روکو اور یہی بتا دو کہ ان وقتہ جو لوگوں کا مقصد کیا ہے۔ ان خطوں کا فوری اثر ہوا اور ہر جگہ سے بڑے بڑے گروہ چل کھڑے ہوئے۔ چنانچہ مثنویہ نے حبیب بن مسلمہ قسری کو اور عبد اللہ بن سعد نے مثنویہ بن خدیج کو لشکروں کے ساتھ روانہ کر دیا۔ کوفے سے قنصاع بن عمرو فوراً روانہ ہو گئے۔ اور حیدر لوگ جن میں عقبہ بن عامر، عبد اللہ بن ابی اوفیہ اور غطفانہ کاتب وغیرہ تھے ٹھہر گئے کہ اور لوگوں کو جمع کر کے مدینے میں لائیں۔ علی بن ابی قیس بصرے میں عثمان بن حصین، انس بن مالک اور شام میں عمرو و لوگوں کو غلیفہ بن ابی لکک کے لیے جمع کرنے لگے۔ اور ایسا ہی جوش ہمدردی ان صحابیوں میں پیدا ہو گیا جو لشکر شام میں تھے۔

واپس بلکک کا راستہ۔

بلوایوں کے داخل ہونے کے بعد جو پہلا جہد پڑا اس میں نماز کے بعد حضرت عثمان نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا لوگو خدا خدا کرو۔ اور بخدا تمام اہل ترینہ جانتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

بلوایوں کی پہلی چیز واران۔

تم لوگوں کو بلوں بتایا ہے۔ لہذا غلطی میں نہ پڑو۔ اور صراطِ مستقیم پر قائم رہو۔ اس کے بعد محمد بن
سید نے کھڑے ہو کر حضرت عثمانؓ کے بیان کی تصدیق کی تھی کہ عکرم بن جبہ نے اُن کو زبردستی
بٹھا دیا۔ زید بن ثابتؓ کچھ کہنے کو اٹھے ایک بلوائی نے اُن کو بھی بٹھا دیا اور ساتھ ہی شور مچا دیا
ہنگامہ مچا دیا۔ اُس نے مسجد میں ہنگامہ مچا دیا۔ سنگرز نے ٹھیسوں میں بھر بھر کے چاروں طرف
مارنے لگے۔ یہاں تک کہ سب لوگوں کو مسجد سے نکال دیا۔ اور حضرت عثمانؓ پر اتنی بوچھاڑ
ہوئی کہ آپ فیر سے گرے اور بیہوش ہو گئے۔ اور لوگ ہاتھوں پر اٹھا کے آپ کو گھر لے گئے۔
جب یہاں تک نوبت پہنچی تو چند اہل مدینہ جن میں حضرت حسن بن علیؓ زید بن ثابتؓ اور
ابو ہریرہؓ تھے اکادہ ہوئے کہ بلوائیوں سے لڑیں اور حضرت عثمانؓ کو اُن کے شر سے بچائیں۔
حضرت عثمانؓ نے سنا تو اُن کو قسم دلائی کہ اس ارادے سے باز آئیں۔ مگر وہ سب حضرات
اپنے گھروں کو واپس گئے۔ چونکہ حضرت عثمانؓ کو سنگزروں کی اذیت سے غش آگیا تھا۔
حضرت علیؓ اور طلحہؓ اور زبیر عیادت کو آئے۔ اور جو کچھ حالت دیکھتے تھے اُس کی شکایت کی۔
اس وقت یہاں بنی امیہ میں سے بھی چند لوگ موجود تھے جن میں زیادہ نمایاں مروان تھا۔ اُن
لوگوں نے جواب میں حضرت علیؓ سے یہ کہا کہ تمہیں نے ہم کو ہلاک کیا اور یہ سب تمہارا کیا وعدہ
لیکن اگر تمہارے مقصد میں کامیاب بھی ہو گئے تو ہم خدا کی قسم تمہاری دنیا تم کو دیں گے۔
یہ جواب حضرت علیؓ کو سخت ناگوار گزرا اور آپ کے ساتھی سب غصے میں بھرے ہوئے
وہاں سے اٹھ آئے۔

آپ اہل مدینہ
اور شیعہ کو
بھی -

حضرت بنی امیہ
وہابی -

حضرت عثمانؓ
کا غنا
بھی دیکھئے۔

ان حضرات کے چلے آنے کے بعد میں دیکھتا ہوں کہ حضرت عثمانؓ ہی مسجد میں آکر نماز پڑھاتے
رہے۔ اور اب آپ کی مخالفت اس رجب کو پہنچی کہ بدعاشوں نے آپ کو نماز سے بھیج دیا۔
اور آپ کی جگہ ان کا سرغنا غافقی نماز پڑھانے لگا۔ ان دنوں مدینہ کی یہ حالت تھی کہ لوگ خوف
کے مارے گھر کے باہر قدم نہ نکالتے اور اگر کوئی کسی ضرورت سے باہر نکلتا بھی تو تلووار
باندھے ہوئے اور اگر کوئی بلوائیوں سے مزاحم ہوتا تو وہ بلا تامل اس کو قتل کر دیتے۔

آٹھویں فصل

حضرت عثمان کی شہادت

مردان کا غلط مشورہ۔ حضرت علیؑ سے استساعت۔ وقتی تسلیع اور امن پتھر لوہائیوں کا نفع۔
 حضرت عثمانؓ کا جواب۔ کوٹھے پر سے آپؐ کی تقریر۔ محفلوں کا جواب۔ آپؐ کے حامی و معاون۔
 آپؐ کے پاس آنے جانے اور مانے پانی کی روک۔ پانی پہنچانے میں حضرت علیؑ کی ناکامی۔ اُمّ المؤمنین
 ام حبیبہؓ کی ناکامی۔ کوٹھے پر سے آپؐ کی آخری تقریر۔ مجتہدین اہل بکر کی کج روی۔ نافذ و ج کے ساتھ
 ابن عباسؓ۔ حضرت طلحہؓ پر تہمت۔ دروگہاں خلافت کی آمد۔ قتل عثمانؓ پر باغیوں کی ناکامی۔ آپؐ کے
 دروازے کا سحر کرنا۔ آپؐ کا اپنے طرفداروں کو روکنا اور باہر نکلنا۔ اہل اسلام کی انصافیت یا غیورگی
 اور پیچھے رہنے کی خوشخبری آپؐ کو بنیادین عیاض کا اراجا۔ اہل عثمانؓ کے قاتل کے دینے سے حضرت عثمانؓ کا
 انکار۔ آپؐ کے دروازے میں آگ لگا دی گئی۔ آپؐ کی اسے اہلیت۔ پتھر آپؐ اپنے طرفداروں کو
 ڈکے دیے۔ بغیر بن شہید کا مشورہ۔ حضرت عثمانؓ کا جواب۔ یثویوں پر حملہ۔ مردان کا اتفاق
 نہ چاہنا۔ مجتہدین اہل بکر کی آخری تدبیر۔ دوسرے مکان سے چوکر باہر پہنچنا۔ جن لوگوں کو قتل کی جڑ
 نہ ہوئی۔ مجتہدین اہل بکر کی گستاخی۔ حضرت عثمانؓ کا مرنے کیلئے تیار ہونا۔ بدعاشوں کا زہر اچھی
 انگلیوں کی گھٹیلوں کا تہی ضرب اور شہادت۔ حضرت نادر کی انگلیاں کٹنا۔ ایک بدعاش کا اڑانا۔
 آپؐ کی شہادت کی شہرت۔ حضرت علیؑ کو بید صدر۔ زہر شہادت اور غور فیہ۔ آپؐ کے خون کو
 کرتے کا سنو یہ کہے پاس جانا۔ شام کی ملک کا راستے سے واپس جانا۔ بدعاشوں کا نادم ہونا۔
 تین دن کے بعد دفن ہونا۔ دفن میں فرات میں اور جھگڑے۔ آپؐ کی شہادت پر عریضے۔ اصل
 حقیقت۔ حضرت عثمانؓ کی بات۔ بدعاشیں دینے سے کیوں نہ نکالے جاسکے ابھی
 شور و شش۔ اور آپؐ کو شہید کرنا۔ آپؐ کی شان شہادت۔ تمام
 کبار صحابہ کی برأت۔

محاصرے میں جب زیادہ سختی ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے اپنی خانگی مشیروں سے مشورہ کیا
 اور سب کی یہ رائے قرار پائی کہ حضرت علیؑ کے پاس آؤی میں کفر خویش کی جائے کر ان لوگوں کو

مردان کا
 غلط مشورہ۔

حضرت علیؓ
سے اہانت۔

دینی سہولت

سمجھا بھجا کرو پس کریں۔ ساتھ ہی مروان نے کہا یہ لوگ جو کچھ چاہتے ہیں اس کا وعدہ کر لیا جا تا کہ اتنی مہلت مل جائے کہ باہر سے مدد آ سکے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ایسا کیسے اب یہ لوگ انہو کو نہ منظور کریں گے۔ مروان بولا۔ اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ جو کچھ چاہیں اس کو منظور کر لیجیے اور جہاں تک ٹالا جائے ٹالیے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ لوگ باغی ہیں اور باغیوں سے جو وعدہ کیا جائے کچھ ضرور نہیں کہ وہ واجب العمل بھی ہو۔ آخر حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو بلوایا اور کہا آپ ان لوگوں کی حالت دیکھ رہے ہیں؟ ان کی شورش سے مجھے اپنی جان خطرے میں نظر آتی ہے۔ پس مذاجس طرح بنے ان لوگوں کو واپس کیجیے اور جو حقوق مانگے میں ان کے دینے کو تیار ہوں۔ چاہے وہ حقوق میری ذات سے متعلق ہوں یا کسی اور کی ذات سے۔ حضرت علیؓ نے کہا لوگوں کو آپ کے قتل کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی ضرورت آپ کے انصاف کی ہے۔ اور جب تک ان لوگوں کی خواہشیں نہ پوری ہوں گی کچھ نہ مانیں گے۔ میں نے پہلے بھی ان لوگوں سے اقرار کر لیا تھا کہ ان کی خواہشیں پوری کی جائیں گی۔ مگر آپ نے میرے اس اقرار کو پورا نہیں کیا۔ اب پھر مجھے آفت میں نہ پھنسائیے اس لیے کہ میں گیا تو آپ کی طرف سے ہر بات کا اقرار کروں گا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا اگر بیچے اور میں خدا کی قسم آپ کے اس اقرار کو پورا کروں گا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے باہر آمد ہو کے لوگوں سے کہا تم لوگوں نے جو کچھ حقوق مانگے تم کو دینے جاتے ہیں۔ اور حضرت عثمانؓ وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارے ساتھ بذات خود انصاف فرمائیں گے۔ لوگوں نے کہا ہم نے قبول کیا مگر اس کی مضبوطی کر لیجیے اس لیے کہ اب ہم خالی خوئی وعدے پر نہ رہتی ہوں گے۔ پس کہ حضرت علیؓ پھر حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور ان لوگوں نے جو کچھ کہا تھا بیان کیا حضرت عثمانؓ نے کہا تو آپ میرے اور ان لوگوں کے درمیان ایک مدت مقرر کرادیجیے۔ اس لیے کہ ایک ہی دن میں ان کی شکایتوں کا رفع کرنا امکان سے باہر ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا جو امور خالی دینے سے متعلق ہیں ان کے لیے کسی مدت کی ضرورت نہیں رہے وہ امور جو باہر سے تعلق رکھتے ہیں ان کے لیے اتنی مدت رہنی چاہیے جتنے زمانے میں آپ کے احکام وہاں تک پہنچ جائیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا تو اچھا معاملات دینے کے متعلق مجھے تین دن کی مہلت دیجیے۔ اس کو حضرت علیؓ نے منظور کیا۔ اور باہم ایک تحریر ہوئی کہ کل مظلے دور کر دیے جائیں گے۔ اور تمام عامل جن کو یہ لوگ ناپسند کرتے ہیں ہنزول ہوں۔ اس قرار داد کے مطابق محاصرہ کرنے والے رک گئے۔

مگر جب تین دن گزر گئے اور کوئی رد و بدل نہ ہوا تو لوگوں نے پھر زفرہ کیا جس کا باعث یہ ہوا کہ
عمر بن زعم انصاری اہل بصرہ کے ان باقی ماندہ لوگوں کے پاس گئے جو دینی خشت میں خیمہ زن
تھے اور ان کو اطلاع دی کہ مدت مقررہ گزر گئی اور حضرت عثمانؓ نے کچھ نہیں کیا۔ وہ لوگ فوراً مدینہ
پر چڑھ آئے اور سختی سے تقاضا کیا کہ اپنے عاملوں کو موقوف اور مطالبہ کو واپس لے۔ اس کے جواب میں
حضرت عثمانؓ نے کہا اگر یہی ہوا کہ جسے تم چاہو میں مقرر کر دوں اور جسے ناپسند کرو معزول کر دوں
پھر میری کیا حیثیت رہ جائے گی؟ یہ تو تمہاری حکومت ہوئی یہ الفاظ سننے ہی سب لوگ
بگڑا کھڑے ہوئے اور کہا اب تو بخدا یہ ہوگا کہ یا ان باتوں کو چھوڑ دے یا خلافت سے دست بردار
ہو جیے یا مقابلہ کیجیے۔ پہلی بات کے قبول کرنے سے حضرت عثمانؓ نے قطعاً احتلاف کیا۔ اور
خلافت سے دست بردار ہونے کے بارے میں کہا جو باس خدا نے مجھے بچھا دیا ہے اس کو
نہ اتار دوں گا۔

پھر باہر نکل کر

حضرت عثمانؓ کا جواب۔

اس گھڑی سے محاصرے میں زیادہ سختی شروع ہو گئی حضرت عثمانؓ نے حضرات علیؓ اور طلحہؓ اور
زبیرؓ کو پھر بلوایا اور جب وہ آگئے تو ان کے سامنے اپنے کوٹھے پر برآمد ہوئے اور سب کی طرف
خطاب کر کے کہا لوگو بیٹھ جاؤ اور جب سب مکانوں کی محرابوں اور زمینوں پر بیٹھ گئے تو فرمایا
اے اہل مدینہ میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد خلافت تمہارے
حق میں چلی رہے۔ اس کے بعد کہا میں تمہیں قسم دلا کے چھٹتا ہوں کہ تم کو یا دے عمر فاروقؓ
کے شہید ہونے کے وقت تم نے دعا مانگی تھی کہ خدا تم میں سے بہترین شخص کو تمہارے لیے
منتخب کرے۔ اور تم سب کو اس پر متفق کر دے؟ کیا تم کہتے ہو کہ خدا نے تمہاری وہ دعا نہیں قبول
کی؟ یا تم کہتے ہو کہ خدا نے اپنے دین کو ذلیل سمجھا؟ چاہے کوئی غلیلہ منتخب ہو جائے اس کی
برادری کی؟ اور دیندار لوگ مختلف الراء نہیں ہوئے؟ کیا تم کہتے ہو کہ صحیح مشورہ نہیں ہوا اور اس کی
جو کچھ ہو محض سکارہ تھا؟ جس کے یہ سننے ہوئے کہ خدا نے امت محمدیؐ کو چھوڑ دیا؟ یا تم یہ کہتے ہو
خدا کو میرے انجام کا رکا علم تھا؟ اب اس کے بعد میں پھر تمہیں قسم دلا کے چھٹتا ہوں کہ کیا تم جیسے
گندہ شمشاد کا زنا سوں اور میری ان فضیلتوں سے واقف نہیں ہو جن کی بنا پر مجھے انتخاب کرنے میں
اور دین پر فضیلت دی گئی؟ خبردار مجھے قتل نہ کرو۔ اس لیے کہ بجز زنا سے حصہ کرنے والے کے
اور مرتد کے اور اس شخص کے جو کسی مسلمان کو نیکیا مار ڈالے کسی کا قتل کرنا جائز نہیں ہے یا دیکھو
اگر تم نے مجھے قتل کر ڈالا تو لوگو خدا کی گردنوں پر لے لو گے اور باہمی جھگڑوں کو خدا بھی تم

رکھ دے گا

دور نہ کرے گا

مخالفوں کا
جواب -

مخالفوں اور باغیوں نے اس تقریر کی تردید میں کہا آپ کے غلط منتخب ہو جانے کا باعث تو یہ ہے کہ خدا نے آپ کو ایک آزمائش قرار دیا اور اپنے بندوں کو اس میں مبتلا کیا۔ رہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے تعلقات اور آپ کے نیک کام تو یہ شک پہلے آپ ایسے ہوئے نیکو کار تھے اور علیحدہ منتخب ہونے کے اہل تھے۔ لیکن بعد ازاں آپ نے ایسے کام کیے جن سے آپ خود واقف ہیں۔ لہذا ضرور ہے کہ ہم آپ پر حق کو جاری کریں تاکہ یہ فقہ سالائین پر نہ اٹھ رہے اور یہ جو آپ نے کہا کہ تین شخصوں کے سوا اور کسی کا خون حلال نہیں ہے۔ تو سنیہ قرآن مجید سے ان کے سوا اور لوگوں کا قتل کرنا بھی مباح ثابت ہوتا ہے اس شخص کا قتل کرنا جو دنیا میں شاد و پیر ہے اس شخص کا قتل کرنا جو بغاوت کرے اور بغاوت میں لڑے۔ اس شخص کا قتل کرنا جو اجرائے حق میں مانع و مزاحم ہو۔ اس پر اصرار کرے اور اس کی جنبہ داری میں تھکھا اٹھائے۔ آپ وہ شخص ہیں جس نے بغاوت و سرکشی کی۔ حق کے راستے میں مانع و مزاحم ہوا۔ اور اس پر اصرار کیا اور جس کی پرستش کیا اس کا معاوضہ اپنی ذات سے نہیں کیا اور یہ بول اختیار کی کہ تم تم پر حاکم ہیں۔ بہر حال اگر آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں تو ہم سب لڑائی چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور اندر جا کے بیٹھ رہے۔ مگر باقی وقت اہل بدعت کو قسم دلائی کہ آپ سب صاحبان سنیہ گھروں کو واپس چلے جائیں۔ میری حمایت میں لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کی تاکید سے سب لوگ واپس چلے گئے مگر حضرت حسنؓ بن علیؓ، عبداللہ بن عباسؓ، محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے سے چند اور بزرگ اپنی جگہ سے نہ اٹھے اور ان کی رفاقت میں اور بہت سے لوگ بھی موجود تھے۔

آپ کے
خاموشی کا

محاصرہ کل چالیس روز تک رہا۔ اور جب انھار دواؤں کو گھسنے تو مختلف شہروں سے سواروں نے آکر بلوائیوں کو خبر کی کہ بہت سے لشکر تمھارے مقابلے پر آنے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر محاصرہ کرنے والوں نے آپ کے پاس لوگوں کے آنے جانے کی بھی روک ٹوک شروع کر دی اور ضرورتوں کی چیزوں کو بھی اندر جانے سے روک دیا حتیٰ کہ وہ پانی بھی آپ پر نہ کر دیا گیا۔

آپ کے
خاموشی کا
پانی کی
پانی کی

پانی کی سخت تکلیف ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے مخفی طور پر حضرات علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور ازونؓ مسطرات رسالت کو اپنی حالت سے مطلع کیا اور انھیں ہش کی کہ مجھے پانی پہنچائیے۔ سب حضرات اعانت پر آمادہ ہو گئے اور سب سے پہلے حضرت علیؓ اور ام المومنینؓ اُمّ حبیبہؓ نے پانی پہنچانے کی کوشش کی۔ حضرت علیؓ ان کے اندر صیر سے میں بلوائیوں سے جا کر ملے اور فرمایا یہ جو تم کر رہے ہو یہ لمانوں کا طریقہ ہے۔

پانی پہنچانے
پانی پہنچانے
پانی پہنچانے

اور نہ کافروں کا شیوہ۔ پانی اور حوائج ضروریہ کو نہ بند کرو۔ روحی اور فنی کسی کو قید کرتے ہیں تو کھلانے پلانے میں کمی نہیں کرتے۔ مگر ان شرار نے آپ کا حکم ماننے سے قطعی انکار کیا۔ اور حضرت علیؑ نے اپنا حکم امار کے حضرت عثمانؓ کے گھر میں پھینکا دیا جس میں اشارہ تھا کہ میں آپ کی مدد کے لیے آیا ہوں۔

حضرت عثمانؓ اپنے ایک بچہ پر سوار ہو گئے گھر سے نکلیں اور پانی کا ایک گیلہ اٹھ کر کہا: یہ شراب باغیوں نے اُن کو دیا ہے۔ یہ بچہ گیلہ اور بچہ کو مارنے لگے۔ آپ نے کہا: مجھ سے تعلق نبی امیہ کی چند دستیں ہیں۔ چاہتی ہوں کہ اُن کے بارے میں حضرت عثمانؓ سے مشورہ کروں تاکہ تمہوں کا مال ضائع نہ ہو۔ شرابیوں نے ایک دُکھی تنوار سے بچہ کا تنگ کاٹ دیا۔ بچہ بچہ کا اور قریب تھا کہ وہ بچہ ختم ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر جا پڑیں۔ مگر چند رہنما ساتھ تھے انہوں نے بچہ پٹ کے چپے اُٹار لیا۔ اور گھر پہنچا آئے۔

اب جناب نبی النورینؐ کی ظلمی انتہائی درجہ پہنچ گئی تھی۔ آپ دوانے کی تلکی نے یہ دست با کر دیا تھا۔ آخر گھبرا گئے ایک دن پھر کوٹھے پر چڑھے اور سرش باغیوں کی طرف خطاب کر کے کہا: میں تمہیں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ یہ سامنے کا بیر تو درجہ میں سے میرے میاں پانی آتا ہے اُسے میں نے عامر سلمانوں کی سیرابی کے لیے اپنے روپیہ سے خریدا تھا یا نہیں؟ پھر اس کو عامر سلمانوں کی نذر کر دیا اور جس طرح سب اس سے پانی لیتے تھے میں بھی پانی لیتا رہا تب نے اس کی تصدیق کی اور آپ نے پوچھا تو پھر مجھے اس کا پانی لینے سے کیوں روکتے ہو؟ مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا اور میں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ میں نے فلاں فلاں زمینیں خرید کے مسجد بنوائی ہیں بڑھائیں یا نہیں؟ سب نے قرار کیا اور آپ نے پوچھا بھلا تھا سب ظلم میں مجھ سے پہلے کوئی اور بھی اس جدید نماز پڑھنے سے روکا گیا تھا؟ پھر اسی سلسلہ میں ارشاد ہوا قسم کھانے کے بعد کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باتیں میری نسبت فرمائیں یا نہیں؟ اور اپنے فضائل کی حدیں گنوائے گئے۔

غالباً اسی موقع پر حضرت عثمانؓ نے یہ بھی فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ جن وجہ سے تم نے سرش کی میں نے اُن سے توبہ کر لی اور خدا سے معافی مانگی۔ تمہارا خیال ہے کہ میں نے طرز حکمرانی کو بدل دیا۔

اگر اس وعوے میں سچے ہو تو عادل کو اہوں کو لا کے پیش کرو۔ ورنہ میں خدائے جسندہ لاشریک کی قسم کھانے کو سوچو ہوں جس خط کو کہتے ہو اس کو نہ میں نے لکھا نہ لکھو یا نہ مجھے اس کی اطلاع رہے پھر فرمایا سُنو اور اطاعت کرو۔ سرکشی و تقدیر اندازی سے بچو خدا کی ہدایت کو قبول کرو۔ اور اس کے عذاب سے ڈرو اگر تم وہی کر گزرے جو چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ کچھ مسلمانوں میں اتحاد نہ ہو اور تمھارا دشمن تم پر مسلط ہو جائیگا یہ بھی سُن لو کہ ایک گروہ نے دعویٰ کیا کہ مجھے وہ لوگ حق کی طرف ملتا ہے ہیں مگر جب حق اُن کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے مجھے پھیر لیا میری ورازی عسر ان کو اگر ایسا گزری اور پیر اعلیٰ خانہ کرنے کی انھیں منکر ہوئی۔ وہ تم کو پہلے لکھ چکے تھے کہ میں نے جو کچھ حقوق دیے اُن پر وہ راضی ہو گئے۔ اور مجھے یا وہیں آنا کہ جن باتوں کا اقرار میں نے کیا اُن میں سے کوئی بھی پوری نہ کی گئی ہو۔ ان لوگوں کا دعویٰ تھا کہ جدو د اللہ کی پابندی اور ترک منطام کے خواہشمند گاہ میں ہیں نے اس پر بھی رضامندی ظاہر کی انھوں نے کہا کہ عمر و بن عاص اور عیسیٰ د اللہ بن قیس کے ایسے قوی و امین لوگ تھرر سکے جائیں اس کی بھی میں نے تعمیل کر دی۔ مگر اب بھی راضی نہ ہوئے اور میرا مسجد کا راستہ روک دیا۔ مدینہ سر پٹھا لیا میرے سامنے تین شرطیں پیش کرتے ہیں۔ یا تو یہ کہ ہر شخص جس کے ساتھ جان کر یا بے جانے بدسلوکی ہوئی ہو اس کا انتقام میری ذات سے لیں یا یہ کہ میں خلافت کو چھوڑ دوں اور وہ کسی اور کو خلیفہ بنائیں یا ایسی فوجوں کو بلوائیں جو اُن کی مصلحتوں اور مجھے ان کی قوت سے مغلوب کریں۔ حالانکہ خدا کا پیسہ کم ہے کہ میری اطاعت و فرماں برداری کی جائے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے ان شرطوں کا جواب دیا چنانچہ خلافت سے دست بردار ہونے کے متعلق کہا مجھے سولی دیا جانا گوارا ہے اور یہ میں گوارا کہ خلافت کو چھوڑ دوں۔ اس لیے کہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے کہ عثمانؓ میرے بعد خدائے تعالیٰ تم کو ایک بار کرتے پھرائے گا۔ لوگ اُس کو اتروانا چاہیں تو ہرگز نہ اتارنا یا اب تک کہ مجھ سے ملو گاہا آپ کی اس تقریر کے بعد عام لوگوں میں شہرت ہوئی کہ حضرت عثمانؓ حوائج ضروریہ سے روکے گئے ہیں اور سب نے کہنا شروع کیا کہ امیر المؤمنین کو ان باتوں سے نہ روکنا چاہیے۔ مگر سب کو خاموش کرنے کے لیے اشرع بنی امیہ کھڑا ہوا اور بولا یہ ان کا فریب ہے دھوکے میں نہ آؤ۔ یہ مومن حج کا زمانہ تھا اور لوگ حج کی غرض سے روانہ ہو رہے تھے۔ چھوٹے رسول اللہ حضرت ام المؤمنین

محمد بن ابی بکر
کی خبر دی۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی مکہ معظمہ کا ارادہ کیا اور اپنے سوتیلے بھائی محمد بن ابی بکر سے جو مصر کے بلوایوں کے ساتھ حضرت عثمانؓ پر پوشش کر کے آئے تھے فرمایا میرے ساتھ چل کے مجھے حج کرواؤ۔ انھوں نے جانے سے انکار کیا اور کہا مجھ سے تو جہاں تک بنے گا اہل مصر کا ساتھ دوں گا مگر خطبہ کاتب نے ان کا یہ جواب سنا تو تعجب کیا اور فرمایا اُمّ المؤمنین کے ساتھ تو نہیں جاتے مگر ان مردم خوار بیخبر یوں کا ساتھ دینے کو تیار ہو جسدہ جانا جائز نہیں ہے اور اگر تم زبردستی کامیاب بھی ہو گئے تو یاد رکھو کہ نبی عید منات غالب آئیں گے اور تم کو کچھ نہ ملے گا۔ یہ کہتے ہی خطبہ دیتے چھوڑ کر کوفہ میں چلے گئے۔ اور ان کی زبان پر تین شعر تھے جن کا مضمون یہ تھا کہ لوگ جن حکمران ہیں اُس پر مجھے تعجب آتا ہے خلافت کو ماننا چاہتے ہیں لیکن اگر وہ مسکائی تو سمجھو ان لوگوں سے بھلائی بھی جاتی رہی اس کے جاتے ہی وہ سخت ذلت میں مبتلا ہوں گے۔ یہود و نصاریٰ کی کسی حالت ہو جائے گی۔ اور کیساں طور پر گمراہ ہوں گے۔

حضرت علیؓ اور ام المؤمنین ام حبیبہؓ کو جو واقعات پیش آئے تھے ان کی خبر حضرات طلحہ اور زبیر نے سنی تو گھروں سے قہر نہ نکالا۔ اور حرام کے مائدان والے جن کا مکان حضرت عثمانؓ کے مکان سے ملا ہوا تھا چپکے سے آپ کو پانی پہونچا دیا کرتے تھے۔

کاندری سے
ابن عباسؓ

اب وقت تھا کہ حاجیوں کا قافلہ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کو جا رہا تھا۔ اور کوئی صاحب امیر الحج مقرر کیے جائیں۔ اس دینی خدمت کے انجام دینے کے لیے حضرت عثمانؓ پھر کوشش پر آمادہ ہوئے حضرت عتبہؓ انھیں عباسؓ کو سامنے بلوایا اور حکم دیا کہ آپ امیر حج بن کر قافلے کے ساتھ روانہ ہوں ابن عباسؓ ان حضرات میں تھے جو جناب ذی النورینؓ کی حفاظت کے لیے ہر وقت آپ کے دروازے پر موجود رہتے عرض کیا امیر المؤمنینؓ مجھے حج میں جانے کے مقابل ان لوگوں کے مقابلہ پر ٹھہرنا اور جہاد کرنا زیادہ اچھا اور ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے پھر وہی حکم دیا اور ان کو قہم دلا کے روانہ کر دیا۔

حضرت طلحہؓ
زبیرؓ

عبداللہ بن عباسؓ بن ابی ربیعہ کی ایک روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت طلحہؓ بھی بے رحم بلوایوں میں شریک تھے اور ان سے ساز رکھتے تھے۔ مگر یہ طعن غلط ہے۔ اس لیے کہ حضرت طلحہؓ کے فرزند آخر وقت تک حضرت عثمانؓ کے دروازے پر ٹھہرے انھیں بلوایوں کی شویش سے بچاتے اور فتنہ انگیزوں کی پوشش کو روکتے رہے۔ یہ غیر ممکن ہے کہ ان کے صاحبزادے یوں سینہ سپر ہو اور والد بزرگوار دشمنوں کا ساتھ دیں۔

حضرت زبیر کے متعلق اہل روایت میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کے شہید ہونے سے پہلے وہ مدینہ سے چلے گئے تھے اور بعض کا بیان ہے کہ انہیں مدینہ ہی میں مقیم رہا۔

اس اثنا میں یو ایٹوں کو خبر ملی کہ جو لوگ حج کو آئے ہوئے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ بعد حج یہاں آکر حضرت عثمان کی مدد کریں۔ اور اس کام کو بھی وہ نیکو اپنے مناسک حج کے سمجھتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی سمجھا گیا کہ تمام شہروں سے لوگ چل چکے ہیں ان خبروں نے بد معاش بلوائیوں میں زیادہ شور مچا دیا۔ سرگرمی پیدا کر دی۔ اور سب میں مشورہ کے بعد قرار پایا کہ جو جھگڑا عمر نے سولے لیا ہے اس سے ناواقفیکہ غلیظہ وقت کو قتل نہ کروائیں نجات نہیں مل سکتی جیسے ہی ان کے مارے جانے کی خبر مشہور ہو گئی سب جہاں ہیں وہیں رک جائیں گے۔ اور کوئی اور حکم کا قصد نہ کرے گا۔

اس قرار واد کے مطابق سب نے حضرت عثمان کے دروازے پر پورش کی حضرات حسن بن عبد اللہ بن زبیر، محمد بن طلحہ، عمروان، سعید بن عاص اور دیگر فرزندان صحابہ نے ان کو پوری شجاعت سے روکا اور ہٹا دیا۔ اس سحر کہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر ایسا ایک تیرٹکا خون میں نہا گئے۔ محمد بن طلحہ بھی زخمی ہوئے اور حضرت علی کے غلام قنبر کو بھی چوٹ لگی۔

حضرت عثمان نے اس موقع پر ناراضی کے الفاظ میں اپنے ان حامیوں سے فرمایا میں تم سب کو اپنی حمایت کے فرض سے بری کرتا ہوں اور مرکز نہیں چاہتا کہ تم میری حمایت میں لڑو۔ مگر ان حضرات نے آپ کا یہ حکم نہ مانا۔ کیونکہ امام وقت کی احانت کو ایسا فرض خیال فرماتے تھے ان کا اصرار دیکھ کر حضرت عثمان نے اپنا دروازہ کھول دیا اور باہر نکل آئے آپ کو گھر کے باہر دیکھتے ہی حامیان خلافت نے بلوائیوں پر اس زور و شور سے حملہ کیا کہ وہ لوگ گھبرا کر بھاگے اور فرزندان صحابہ نے آپ کا تعاقب کیا۔

غالباً اسی وقت کا تذکرہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے جو مدینے کے اسرائیلی النسل صحابی اور کتب سامدی کے عالم و فاضل تھے بڑھ چکے بلوائیوں سے کہا تو گو خدا کی تلوار کو اپنے اوپر برہنہ نہ کرو۔ یہ تلوار نکلی تو پھر بھی میان میں نہ جائے گی۔ مگر خود آج تمھارا حاکم و رہے کر اٹھتا ہے مگر تلوار

مس ابن اثیر جلد سوم

مس الامارہ و السیاسة صفحہ ۲۸

مس ابن اثیر جلد سوم

ابن کثیر
تاریخ الامم و السیاسة

تاریخ عثمان
ابن کثیر

آپ کے
دروازے

آپ کا
اچھے خاندان

ابن کثیر
تاریخ الامم و السیاسة

ابن کثیر
تاریخ الامم و السیاسة

کے کر اٹھ کھڑے۔ مدینے کو بارہ ہزار فرشتے اپنے جھوسٹ میں لیے ہوئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک فرشتہ وہ فرشتے چھوڑ کے چلے جائیں گے۔ بد معاشوں نے چلا کے کہا اویسودن کے بچے۔ تجھے ان علامات سے کیا تسلی ہو گی اور ان بچاؤ کے برسرِ طرف سے نکلنے اور ڈھیلے پڑنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گئے۔ مجبوراً انھوں نے حضرت عثمان کی طرف خطاب کر کے کہا اہل انونین صبر کیجیے۔ خدا کی قسم آپ کتابِ اتمانی میں خلیفہ مظلوم شہید کے لقب سے یاد کیے گئے ہیں۔

پھر حضرت عثمان نے اپنے طرفداروں کو نہیں دلا کر لڑائی سے روکا اور گھریں واپس تشریف لے گئے۔ اور اپنے طرفداروں کو مکان کے اندر کر کے دروازہ بند کر لیا۔

اور پھر انہی فرشتوں کی آواز

اس موقع پر ایک بہت ہی افسوس ناک واقعہ پیش آیا۔ ثیار بن عیاض نام ایک صاحب نے جو صحابی ہیں سے تھے حضرت عثمان کو آپ کا نام لے کے پکارا۔ آپ مکان کی چھت پر بہاؤ ہوئے۔ ثیار انھیں قسم دیکر کہنے لگے کہ آپ ہاں لوگوں سے علیحدہ ہو جائیں۔ وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ یکا یک آپ کے طرفداروں میں سے کثیرین صلت کنہی نے ثیار کو تیرے کا نشانہ بنا دیا۔ یوں نے تقاضا شروع کیا کہ ثیار کے قاتل کو ہمارے سپرد کیجیے تاکہ ہم اس پر قصاص جاری کریں۔ حضرت عثمان نے فرمایا تم لوگ میرے قاتل کے درپے ہو۔ ایسی حالت میں کسی ایسے شخص کو تو میں ہرگز تمھارے حوالے نہیں کر سکتا جو میری مدد پر قتل اس پر سب نے برا فروخت ہو کے پھر آپ کے دروازے پر زور دیا۔ اب باہر کوئی روکنے والا نہ تھا۔ مگر دروازہ بند تھا۔ اور جب کسی طرح کسی کے کھول سکے تو بلوائیوں اس میں اور اس کے آگے جو چھتا تھا اس میں آگ لگا دی جس کی وجہ سے جو لوگ اندر تھے وہ بھی دروازے کے پاس سے ہٹ گئے۔

ثیار بن عیاض کا نام

ان کے قاتل کے رہنے کے بعد حضرت عثمان کی جگہ آپ کے دروازے پر زور دیا۔

حضرت عثمان گھریں جاتے ہی کہ ٹھہر چڑھ گئے۔ نماز کی نیت باندھ لی۔ اور اس میں سورہ طہ شروع کر دی۔ باوجودیکہ سخت ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ چن چن پکار کی آوازیں بن تھیں۔ مگر آپ تلاوت میں اس قدر محو و غرق تھے کہ نہ شور و غل سنانہ کھانے اور نہ کسی جگہ نماز مستعد میں آئے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو قرآن مجید لے کر بیٹھ گئے اور یہ آیت پڑھنے لگے۔ الذین قال لهم ان من الناس قتل جمیعوا لکم فاشعروا بہم ایا ما و قالوا جینا اللہ نعم الکیل۔

آپ کا نیت

دروازے کی گنگ بھڑکی تو آپ نے ان سب حضرات کو جو گھر کے اندر تھے بلایا اور فرمایا یوں نہ کرو۔ تم نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے جس پر میں میرے ساتھ قائم ہوں۔ ان لوگوں نے دروازے میں آگ اس لیے لگائی ہے کہ اس سے زیادہ سخت کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پھر حضرت حسن سے فرمایا

پھر کیا ہی فرشتوں کی آواز

سمحارے والد اس وقت ایک بڑے اہم معاملے میں مبتلا ہیں۔ میں تمہیں قسم دلاتا ہوں کہ انھیں کے پاس واپس جاؤ، مگر حضرت یحییٰ نے آپ کا کہنا مانا۔ بنو نضیر بن انس بن شریف حج کر کے ایک چھوٹے ٹکڑے کے ساتھ طبری عجلت سے آپہنچے تھے اور اس وقت حضرت عثمان کے گھر میں موجود تھے اور اس سے پہلے حضرت بنو نضیر نے حضرت عثمان سے عرض کیا تھا آپ امام زمانہ ہیں۔ اور آپ پر یہ آفت نازل ہوئی ہے۔ میں اس بلا سے بچنے کی تین صورتیں پیش کرتا ہوں۔ یا نکل کے لڑیے اور ہم سب پوری اور کافی قوت سے آپ کے ہمراہ ہیں کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آپ حق پر اور یہ لوگ باطل پر ہیں۔ یہ نہیں تو ہم آپ کے مکان میں پشت پر دروازہ توڑ دیتے ہیں اور ہر سے نکل سکے کم منظم میں بھاگ چلیں۔ جہاں سب لوگ آپ کے موافق ہیں۔ اور یہ بھی نہیں تو شام میں چلے جائیے اور بھی سب لوگ آپ کے ہمراہ ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہاں حضور موجود ہیں۔ یحییٰ بن نضیر نے فرمایا نہ سمجھ سے یہ ہو گا کہ نکل کے مقابلہ کروں اور وہ شخص نبیوں جس کی وجہ سے امت محمدی میں خونریزی ہو، اور یہ جو کہتے ہو کہ مکہ میں جاؤں تو میں نے اپنے کانوں سے رسول خدا صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قریش میں سے کہہ پرا ایک شخص صلعم کرے گا اور اس پر سارے عالم کا نصف فدا کیا جائے گا۔ یہ ہو گا۔ میں وہ شخص نہیں بننا چاہتا۔ باقی رہا یہ کہ شام میں چلا جاؤں تو میں کو کہ اپنے مکان ہجرت اور جو ارادت رسول کو چھوڑ کے میں نہیں رہ جاؤں گا۔

یہ مایہ نوسانہ جواب پانے کے بعد تغیر میں شبہ دشمنوں کے مقابلے کے لیے رجز پڑھتے ہوئے
بہر نکلتے اور ان کے ساتھ ہی حضرات شیخ، محمد بن طلحہ، و سعید بن عاص بھی رجز خوانی کرتے بڑے
سب کے بعد عبید اللہ بن زبیر نکلتے جن سے حضرت عثمان کی زندگی کے آخرین واقعات مروی
ہیں۔ ان بزرگوں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور اور لوگ بھی تھے۔ اور مروان بھی رجز پڑھتا باہر نکلا۔
مروان کا سامنا میدان میں آتے ہی جی نہیں کے ایک شخص سے ہو گیا جس کا نام باع تھا
اُس نے مروان کے شانے پر تلوار کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ شاد کٹ گیا۔ اور اس کی زندگی بھر
یہ کندھا جھونتا رہا۔ بیلے کا وار پڑنے کے بعد عبید بن نفاع نے زرقی نے ارادہ کیا کہ بڑھ کر مروان کا
کا م تمام کر دے۔ لیکن ابوبکر بن عدی کی ماں فاطمہ خبیثوں نے مروان کو دودھ پلایا تھا بچ میں آگئیں اور
چلائیں مار ڈالنا چاہتے ہو تو اب حملے کی ضرورت نہیں۔ وہ مر چکا۔ لیکن اگر اس کے گوشت کے مجھے
بوتیاں کرنا چاہتے ہو تو یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ عبید بن نفاع نے اس سے ہٹ گیا۔ اور فاطمہ نے
جس طرح بنا مروان کو اٹھا کے اپنے گھر کے اندر کر لیا۔ اور فرزند ان مروان نے فاطمہ کے اس حق کو

منیرہ بیگم
کامیاب

عقربا قسار
چراغ

ملفوظات

مروان کا
اتفاق سے
بھی جا رہا۔

اپنے عہد خلافت میں ہمیشہ یاد رکھا اور اس کا بیٹا والی ملک مقرر کیا گیا۔
 جس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے ہیں محمد بن ابی بکر نے دو بلویوں کو پاس بلا کے
 کہا "ابنی ہاشم نے کہیں حسن کے چہرے کو خون لادو دیکھ لیا تو سب چڑھ اٹیں گے اور سارا بنانا بھیل
 بگاڑ جائے گا۔" اب عثمانؓ کو اس طرح قتل کرنا چاہیے کہ کسی کو کانوں کا خبر نہ ہو چنانچہ لوگ
 بغیر اس کے کہ اور بلویوں کو خبر کریں ایک انصاری بزرگ کے مکان میں گھسے جن کا گھر حضرت
 عثمانؓ کے گھر سے ملا تھا۔ اس میں سے ہو کر وہ حضرت عثمانؓ کے قریب پہنچ گئے اور جو حضرات
 دروازے پر دشمنوں کو روک رہے تھے انہیں خبر بھی نہ ہونے پائی۔
 حضرت عثمانؓ اس وقت جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کوٹھے پر تھے اور بھڑان کی بیوی حضرت زلمہ کے کوئی
 پاس نہ تھا۔ ان بے رحم بلویوں نے جو قریب پہنچ گئے تھے اپنے میں سے ایک کو بھیجا کہ جا کے
 آپ کو شہید کرے۔ وہ سامنے گیا اور کہا "تم خلافت چھوڑ دو تو ہم بھی تم کو چھوڑ دیں" آپ نے میٹھس
 کے ساتھ اس نے بعض منافخواریاں فرمائے اور کہا جو کرتا خدا نے پٹھا دیا ہے اس کو تو نہ اتاروں گا
 جب تک کہ خدا کیوں کو فضیلت اور بد بختوں کو ذلت نہ دے لے۔ اس جواب کا اس شخص پر کچھ ایسا
 رعب پڑا کہ اٹھ بیٹاؤں واپس آیا اب وہ سر شخص گیا اس کی صورت دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا "او
 میرا قاتل نہیں ہو سکتا اس لیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے شر سے محفوظ رہنے کی دعا دی تھی" اس نے بھی
 جرات نہ ہوئی اور پلٹ آیا اور تیسرا پہنچا جو قریشی سردار تھا اس کو پہچان کر حضرت عثمانؓ بولے "اتھے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرفت کی دعا دی ہے وہ خون نہ گرا جس کا گرا نا حرام ہے" اور یہ شخص بھی مرعوب
 ہو کر چلا آیا۔

ابن محمد بن ابی بکر پہنچے حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا، تم پر انوس ہے، آیا تم اللہ تعالیٰ پر غصہ کا
 جسے تاریخ الخلفاء

مسند ابن اثیر نے عمر بن خرم کا مکان بتایا ہے۔
 مسند ابن اثیر جلد ۳، حالات حضرت عثمانؓ۔

ابن اثیر نے ذکر قتل عثمانؓ کے سچے لکھا ہے کہ لوگوں نے بہت سے دباب کو حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے قاتل کا
 سبب بتایا ہے جن کا بیان کرنا ہم نے ترک کر دیا اس کے بعد بھی بعض ایسے واقعات بیان کئے ہیں جو ایک دوسرے کے
 خلاف ہیں اور اس وجہ سے ان کے غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا چنانچہ روای عبد اللہ بن عمرؓ نے خود ان کو ترک کر دیا ہے
 لیکن واقعات کے پڑھنے سے محمد بن ابی بکر کے اس قدر مخالفت اور جوش کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے (یعنی حضرت بنو ہاشم)

محمد بن ابی بکر
 کی طرف سے
 دوسرے
 مکان میں
 ہو کر آیا

چین کر
 قتل کیا
 نہ ہوا

محمد بن ابی بکر
 کا قاتل

یہ حاشیہ لکھا گیا ہے۔ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ابن عباس کے یہ روایت کی ہے کہ زہری نے سعید بن المسیب سے پوچھا کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت عثمان کو کن وجہ سے قتل کیا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں ان کی مدافعت نہیں کی ابن المسیب نے جواب دیا کہ حضرت عثمان غلام قتل کئے گئے جنہوں نے ان کو قتل کیا وہ غلام تھے جن لوگوں نے ان کی مدد کی وہ معذور تھے۔ حضرت عثمان جب غلام مقرر ہوئے تو صحابہ کی ایک جماعت نے ان کی خلافت ناپسند کی اس لیے کہ وہ اپنی قوم بنی امیہ کو دوست رکھتے تھے۔ بارہ سال انھوں نے خلافت کی بنی امیہ کے اکثر لوگوں کو جن کو شرفِ صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل نہیں تھا بڑے بڑے صوبوں پر حاکم بنا کر بھیج دیتے تھے۔ ان حاکموں کے جو حالات لوگ دیکھتے ہیں اگر بیان کرتے تھے ان کو سن کر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتے تھے اور ان کے معزول کرنے کی صلاح دیتے تھے۔ لیکن حضرت عثمان ان کو معزول نہیں فرماتے تھے جب آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کے معرکہ حکومت دئی اور کئی سال تک وہ وہاں حکومت کرتے رہے تو لوگ ان کی شکایت لے کر چلے گئے۔ اس سے پہلے حضرت عثمان کی طرف سے عبداللہ بن مسعود، ابوذر غفاری، یاسر کی نسبت (جو مہاجرین سابقین سے تھے) احکام کی مخالفت ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا تھا اور اس وجہ سے قبائل بنو ذیل، بنو نہرہ، بنو غفار، بنو مخزوم اور ان کے پیروں کے قبیلے آپ سے کدورت پیدا ہو گئی تھی۔ جب حضرت عثمان نے عبداللہ بن ابی سرح کو کسی کے متعلق شدید حکم بھیجا تو اس نے اس کو قتل کر دیا۔ اس پر مصر کے ساتھ سوادی ان کی شکایت لے کر مدینہ پہنچے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت امیر بن ابی اسد نے حضرت عثمان کو کہا کہ مناسب یہ ہے کہ ہمتِ عبداللہ بن ابی سرح کو آپ معزول کر دیں۔ اور درخواستوں کا انصاف کریں۔ لوگوں کی استدعا پر آپ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا حاکم مقرر کر دیا۔ ان کے ساتھ مجاہدین و انصار کی ایک جماعت بھی روانہ ہوئی۔ جب یہ لوگ تین روز کا سفر کر چکے تو ایک سبھا غلام اونٹ پر سوار ہوا اور اونٹ کو بے اختیار روڑا مچا دیا۔ جب اس سے حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت عثمان کا غلام ہے اس کے سامان کی تفتیش کی گئی تو ایک غلام جو حضرت عثمان کی طرف سے عبداللہ بن ابی سرح کے نام لکھا گیا تھا بھٹن یہ تھا کہ جب محمد اور فلاں فلاں اشخاص تمہارے پاس آئیں تو کسی جلد سے ان کو قتل کر دو۔ جو خط وہ لے آئیں گے اس کی تعمیل مت کرو اور تم میرے دوست حکم تک اپنی خدمت پر قائم رہو۔ جو لوگ تمہاری فریاد لے کر میرے پاس آتے ہیں ان کو میرے دوسرے حکم تک نہیں آکر۔ اس خط کو لے کر محمد بن ابی بکر اور ان کے بھائی مدینہ میں لوٹ آئے۔ حضرت طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کو جمع کر کے وہ خط دکھا یا جس کے دیکھنے سے تمام اہل مدینہ حضرت عثمان سے کد ہو گئے۔ تمام صحابہ غمزدہ ہو کر اپنے گھروں میں جا کر بیٹھ رہے۔ اور لوگوں نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور محمد بن ابی بکر نے بنی تمیم وغیرہ کو بھاجا دیا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، عمار اور دیگر صحابہ کو جو سب اہل بدر سے تھے بلو بھیجا۔ اور سب کو لیکر حضرت عثمان کے پاس گئے۔ خط غلام اور اونٹ کو دکھلایا حضرت عثمان نے فرمایا غلام اور اونٹ بیکل میرے ہی پاس کیسے آئے

قسم کھا کر فرمایا کہ اس خط کا مجھے نطق علم نہیں، میں نے نہ اس کو لکھا، یا اسے دیکھا یا اسے لکھ کر پھان لیا کہ وہ مردان کا لکھا ہوا ہے اور کہہ کر وہاں ہمارے قہوین کو دیا جائے تاکہ ہم اس خط کے متعلق تحقیقات کریں۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے دینے سے انکار فرمایا کیونکہ ان کو خوف تھا کہ تحقیق واقعہ سے قبل ہی یوائی مردان کو سیرت مل کر دیں۔ اس پر تمام صحابہ چلے گئے اور اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔ اس کے بعد محمد بن ابی بکر کے متعلق جو دو قحاحات سعید بن السید نے بیان کئے ہیں وہی ہیں جو عثمانؓ کتاب میں مندرج ہیں۔ (نہلم نمبر ۱)

انہما کر کرتے ہو اور آیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی بُرائی کی تھی سوائے اس کے کہ اللہ کا حق تم سے لیا تھا۔ محمد بن ابی بکر نے آپؐ کی وارثی پکڑ لی اور کہا اے ڈھیل خدا مجھے رسوا کرے حضرت عثمانؓ بولے کہ میں عیث نہیں ہوں بلکہ میں عثمانؓ امیر المؤمنین ہوں حضرت عثمانؓ کے مخالف آپؐ کو بخش کہہ کر خطاب کرتے تھے محمد بن ابی بکر کہتے تھے کہ تمہارے حمایتی معاویہ اور فلاں فلاں لوگ اس وقت کہاں ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے تمہارے باپ اگر چھوٹے تو وہ بھی میری اس وارثی کو یوں دیکھ لیتے۔ محمد بن ابی بکر کہنے لگے کہ اگر میرے والد زندہ ہوتے اور آپؐ کے اس طرز عمل کو دیکھتے تو وہ بھی اسے گوارا نہیں کرتے اور جو میں اب آپؐ کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں وہ وہ وارثی پکڑنے سے بھی زیادہ سخت فعل ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اس کے جواب میں میں صرف خدا سے امداد طلب کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں۔ محمد بن ابی بکر یہ سن کر آپؐ کو چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے وضو کیا اور قرآن کو پھیر غوش میں لیکر بیٹھ گئے اب اور بہت سے بد معاش اس مقام تک پہنچ گئے تھے چنانچہ ایک کو زندہ کا بد معاش ایک چھوٹا تبریہ ہوئے پوچھا جس سے آپؐ کے شانے کو ٹھکے کے پاس نہ جی کیا اور آپؐ کو خون میں نہلا دیا۔ خون کی وسعت قرآن مجیب پر پڑی اتنے میں ایک اور شخص آیا اور آپؐ کو ایک ٹھوکریسید کی تیسرے شخص نے آگے تلوار کا ہولانا جس سے آپؐ کو بخش گیا۔ یہ حالت دیکھ کر بی بی عائشہؓ نے اور اور بیویوں نے جو غل سن کر اپنی پوچھی تھیں آپؐ کے منہ پر پانی چھڑکا اور سرد کر کے لگیں۔ پانی چھڑکنے سے آپؐ کو پوچھش آگیا اس درمیان میں ایک مصری بد معاش نے آپؐ کی ریش مبارک پر ایک ہاتھ مارا جتنے بال بھی میں آئے نوحی لیے اور تلوار بلند کر کے بولائے ٹھو اور وار کر دیا حضرت عثمانؓ نے اس کی تلوار اپنے ہاتھ پر لی جس سے دست مبارک کٹ گیا اور آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم یہ پھل ہاتھ ہے جس نے قرآن لکھا اتنے میں ایک گرہ چھپر پست قد چمک رو شخص ایک فولادی گرز

حضرت عثمانؓ کا ریش مبارک کا پانی چھڑکا

آپؐ کی ریش مبارک

ہاتھ میں لیے ہوئے آیا اور سوال کیا کہ ”اؤ ڈھیل تو کس مذہب پر ہے؟“ آپ نے فرمایا میں ڈھیل نہیں بلکہ عثمان بن عفان ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام کے دین مسمیٰ پر ہوں اور مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ اس نے کہاں اور یہ وہی سے کہا تو چھوٹا سا ہے اور آپ کی بائیں کندھی پر گرز مارا۔ سر سے خون جوش مار کے پھٹنے لگا۔ اور آپ رحمہ کے بل کرے۔ یہ حالت زار دیکھ کر حضرت نائلہ کمال بے قرار رہی سستہ بیچ میں آگئیں۔ اور نبیہ شیبہ نے بھی اپنے آپ کو حضرت عثمانؓ کے اوپر ڈال دیا۔ اتنے میں ایک اور نصری شخص شمشیر بہنہ ہاتھ میں لیے ہوئے آیا اور بولائیں خدا کی قسم اس کی ناک کاٹ لوں گا۔ اس کو حضرت نائلہ نے روکا اور اس کو شمشیر میں آپ کی چادر کھل گئی۔ اور نصری ظالم نے جو دیکھا کہ ناکہ بیچ میں یہ تو ان کے کان کے گوشوارے اور شانے کے درمیان میں تلوار ڈال کر آپ کی ناک پر حربہ کرے مگر جناب نائلہ نے تلوار اپنے ہاتھ سے کپڑی اور آپ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ جس پر طیش میں آکر آپ نے اپنے شوہر کے غلام حبشی زبان کو پکارا اور فرمایا میری مدد کو آ۔ اور باج تلوار کے جھپٹا اور ایک ہی وار میں اس نصری شخص کو ڈھیر کر دیا۔

کامی قریب
اور شہادت

جناب نائلہ
کی انگلیاں کٹ
گئیں۔

ایک دوسرا
نائلہ

اب ایک اور بدعاش تلوار پیسے ہوئے آیا اور صبا سے کہا ہٹو پھر تلوار کی نوک حضرت عثمان کے پیٹ پر رکھ کے گڑوئی حضرت نائلہ نے اس کی تھی تلوار کپڑی جس سے آپ کی انگلیاں جو پہلے ہی کٹ چکی تھیں جدا ہو کے گر گئیں۔ اور تلوار حضرت عثمانؓ کے پیٹ میں پوسٹ ہو گئی۔ یہ دیکھ کر عورتیں چلا چلا گئے آہ و بکا اور فریاد و زاری کرنے لگیں۔ اور بدعاش جو اندر گھسے ہوئے تھے اپنا کام پورا کر کے بھاگے۔ تب حضرت نائلہ نے بیرونی دیوار کے پاس آکر غل مچایا کہ امیر المومنین ٹرڈاے گئے یہ آواز نہ سنی کھلی تھی جس نے باہر دے جانے شروع کر دیں۔ اور بدعاش کو دیا جو دروازہ روکے اور سینہ سپر بنے کھڑے تھے حضرات مسیحین اور ان کے رفقاء فوراً اوپر چڑھ آئے۔ حضرت عثمانؓ کو مقتول دیکھا۔ ویرانک اور بچھک کے روتے رہے۔ اب یہ خبر ہر طرف مشہور ہو گئی۔ لوگ دوڑ دوڑ کے آنے لگے۔ اور دم بھریں سارے مدینہ میں غل مچا ہوا تھا۔ حضرات علیؓ بطحہ۔ زبیرؓ اور سعدؓ اور اکثر اکابر مدینہ حیران و پریشان دوڑے آئے آپ کی لاش دیکھ کر زار و قطار روئے اور حضرت علیؓ کو تو فوج سے غش آگیا۔ جب افادہ ہوا تو دونوں صاحب زادوں سے فرمایا تم دو دروازے پر کھڑے رہو اور امیر المومنین شہید ہو گئے یا یہ کہہ کر دونوں فرزندوں کو مارا۔ محمد بن طلحہ اور عبد اللہ بن زبیر کو بھی بے چارے کہا غرض یہ حالت تھی کہ آپ کے ہوش و حواس بجا نہ تھے اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اب کیا ہو گا اس ظلم نے عجب کے لمحے میں کہا اے ابو الحسن یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ اپنے دونوں فرزندوں کو

آپ کی شہادت

حضرت علیؓ
بے حد

آپ نے کیوں اراہ فرمایا طلحہ امیر المومنین بغیر کسی وصہ شیعہ اور جدو بردہاں کے مار ڈالے گئے؟
اس کے بعد حضرت علیؑ اپنے گھوڑوں گئے اور دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔
یہ جمعہ کا مبارک دن تھا۔ ماہ مبارک ذی الحجہ کی ۸ تاریخ تھی۔ اور ۳۵ھ تھا۔ آپ کو
نبیر رسالت پر قدم رکھے آٹھ یا بارہ دن کم بارہ برس ہوئے تھے۔ اور عمر شریف بیاسی برس سے
تجاوڑ کر چکی تھی۔

زاد شہادت
اور حضرت

اب حضرت آنکھ نے دیکھ سب سے پہلی کارروائی یہ کی کہ جناب تنویر کے نام ایک خط لکھا جس میں
کل واقعات لوگوں کا مکان پر تھیں۔ انا حضرت عثمانؓ کا قرآن سے کہہ دیتا جانا اور سب سے بدین الی بکر
نے جو کچھ کیا تھا اور نیز اپنے تمام حالات لکھے۔ اور عثمان بن بشیر انصاری کو بلا کے ان کے آٹھ وہ خط
روانہ کر دیا۔ اس خط کے ساتھ انھوں نے حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتی بھیج دیا۔ اور ان کی لاش
کے بال بھی جو محمد بن ابی بکر نے نوحی کے ڈال دیے تھے اس کرتے کی گتھڑی میں باندھ دیا۔
حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں بھی غالباً انھیں چیزوں کے ساتھ نکلیں نعمان تھوڑے ہی دور
گئے ہوں گے کہ قریب بن اسید ملے جن کو تنویر نے چار ہزار فوج کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی مدد
بیجا تھا۔ انھیں نعمان سے حضرت عثمانؓ کے اس انجام کی خبر ملی تو انھیں کس ساتھ شام کی طرف پلٹ گئے۔
ان واقعات کے بعد مصر کے بدعاش پھر حضرت عثمانؓ کے گھر میں آئے اور آپ کی
لاش کو دیکھا تو شراور اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ مگر ان لوگوں نے جو گھر بھسا موجود تھے ان کو بار
بار پرکھ دیا۔ دروازے کے پاس پھر لڑائی ہوئی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ مردان اسی موقع پر زخمی ہو گئے
مگر انھیں

ہر ایک کو ان
کے پاس تیار

شام کی لاش
راستے سے
اپس جانا۔

بہا شہر کا
نادم ہونا۔

کہتے ہیں کہ شہادت کے بعد تین دن تک آپ کی لاش گھر کے اندر پڑی رہی۔ بلویوں کے
ہنگامے اور شورش کی وجہ سے کسی کو دفن کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ تکلیف بن حزام
قریشی اور بکیر بن مطلق سے نہرا گیا حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دفن کی اجازت مانگی۔ آپ نے
اجازت دی چنانچہ مغرب عشا کے درمیان حضرات زبیرؓ جنت بن علیؑ ابو جہم بن مذہبہ اور
خدیجہ مطلق کے اعزاء و ان وغیرہ جنازہ لے کے چلے۔ دیگر ادویوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے
حضرت علیؑ طلحہ زید بن ثابتؓ اور کتب بن مالکؓ بھی جنازے کے ہمراہ تھے۔ ناگاہ خبر ملی کہ راستے
میں لوگ تاک لگائے بیٹھے ہیں کہ جنازہ قریب سے گزرے تو سنگھاری کریں حضرت علیؑ نے فوراً

تین دن کے بعد
دفن ہونا۔

وفن میں نہیں
اور نہ بکڑے۔

۴ ویں بھیج کر انھیں اس حرکت سے روکا اور سب صاحب جنازے کو لئے کڑش کو کب نام ایک احاطہ میں پہنچے جو جنت البقیع سے ملتی تھا مختلف راویوں کے بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابو حضرات جنازے کو لئے کر گئے وہ آپ کو جنت البقیع میں دفن کرنا چاہتے تھے مگر بعض نوجوانان انصار مزاحم ہوئے جو اس کے بھی خلاف تھے کہ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جائے۔ چنانچہ ابوجہم بن حذیفہ سے اور ایک شخص سے اس معاملہ میں سخت کلامی ہو گئی۔ انجام یہ ہوا کہ یہ اختلاف آیات حضرت حسنؓ اور حضرت خبیرؓ یا مروان نے نماز پڑھائی اور جنت البقیع کی حد سے باہر حش کو کب میں ایک گڑھا کھود کے دفن کر دیا ایک زمانے کے بعد جب معاویہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بیچ کی رواد گردا کے احاطہ حش کو کب کو بھی جنت البقیع میں داخل کر دیا اور حکم دیا کہ آپ کے مزار کے گرد اور لوگ دفن کیے جائیں۔

آپ کی شہادت
پر مشورہ ہے۔

آپ کی شہادت پر بہت سے مرثیے کہے گئے مگر بہترین مرثیہ کوئٹ بن ابیہ نے کہا جو بالکل سچا اور نہایت ہی عبرت خیز ہے فرماتے ہیں:-

فَلَيْتَ كَيْدِيْ شَمَّ اَعْلَى بَابِ
وَأَتَيْتُ اَنْ لَّمْ تَكُنْ بِنَا بِل

اپنے ذہن ہاتھ روک لیے (حضرت عثمانؓ نے) پھر دروازہ بند کر لیا اور نہیں کر لیا کہ خدا کا نیکہ رہا ہے

وَقَالَ لِّاَهْلِ الدَّارِ اَتَقْلُوْهُمُ
عَفَا اللّٰهُ عَنْ كَيْلِ اَمْرِ لَمْ تَقِيْل

اور جو لوگ گھوس موجود تھے ان سے کہا ان لوگوں سے نہ لو خدا ہر شے کا تصور رحمت کر لیا ہوا ہے

فَكَيْفَ رَاَيْتَ اللّٰهَ صَبَّحْ
الْعَادُوَّةَ وَالْبَعْضُ اَعْبَدُوْا رِ

پھر کیا دیکھا تو نے کہ اللہ نے ان میں عداوت نہیں کو ڈالیا بعد اس کے کہ باہم مل گئے تھے؟

وَكَيْفَ رَاَيْتَ اَنْجِيْرَ اَوْ رَعِيْدَه
عَرِنَ اَنْ اَسْ اَوْ اَبْرَ اِيَّاحَ اَلْجَوَانِل

اور کیا دیکھا تو نے کہ بھلائی ان کے بعد پائی گئی لوگوں میں سے جس طرح کہ تیرا وہاں کے جھوٹے پلے جاتے ہیں

حسن بقیع

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عبت اللہ بن سبا کی سازش اور اس کی

حسن بقیع
کی بابت۔

خفیہ مراسلتوں نے امیر المومنین عثمانؓ اور آپ کے والیوں کی طرف سے ہر جگہ کے لوگوں کو ظہن کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے ہر طرح کی تحقیق کی۔ مگر حج میں شکایت کرنے والوں کو شکایت کا موقع دیا۔ پھر والی بھی بدلے۔ قرآن مجید کے حکم اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تابانی میں کہ حضرت عباسؓ اور اپنے اعزہ سے زیادہ سلوک ہوتے تھے اپنے جن عزیزوں اور قرابت داروں

سے تاریخ خلفاء۔ حالات حضرت عثمانؓ

کچھ دیا تھا عوام کی شکایت پر اُن سے واپس بھی لے لیا مگر غنہ جو یوں کو کسی طرح اطمینان نہ ہوا۔ وہ بجز اس کے کہ آپ خلافت چھوڑ دیں اور کوہنیں چاہتے تھے۔ آخر خود مدینہ کے غلام اور عوام میں سب کی سازشوں کے شکار ہوئے اور انھوں نے اپنی مدد پر اطراف کے بدویوں اور باہر کے بد معاشوں کو مختار بنوا دیا اور کوہنہ سے بلایا یہ لوگ اپنے اپنے مذاق کے مطابق اس بات پر تیار ہو گئے اُن کے خلاف کو حضرت عثمان سے خالی کر کے صحابہ میں سے کسی ایسے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی ان کو پسند ہوں۔ خود ان بزرگوں کی یہ حالت تھی کہ اس غنہ کو حیرت و خوف کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور بطوایوں کو چاہیے اُن کے کہتے ہی بڑے طر فدا رہوں اپنے پاس نہ پھٹکنے دیتے تھے اور اُن سے پناہ مانگتے تھے۔

یہ بزرگ اور دیگر اکابر صحابہ یقیناً ان لوگوں کو مدینہ سے مار کے نکال دیتے مگر خرابی یہ تھی کہ ایک طرف تو خود حضرت عثمان لڑائی کے خلاف تھے اور جو لوگ مدد کو آتے اُن کو بار بار روک کے فرماتے تھے کہ اپنے گھر جاؤ۔ دوسری طرف مدینہ کے اکثر نوجوان اور شرفائے ہلچہ جین و انصار کے تمام غلام بدوایوں کے ساتھ شریک ہو گئے تھے جن کی کثرت دیکھ کر علیؑ یوں بالطرح و زبیرؓ کی کو بجز اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہنے کے کوئی مقرر نہ نظر آتا تھا اور اُن کی غموشی سے باغیوں اور بد معاشوں کا حوصلہ بڑھتا تھا کہ حضرت عثمان کو مسجد میں آنے سے روکا۔ آپ کا واند پانی بند کر دیا اور بار بار تاکید کرتے تھے کہ خلافت چھوڑ دیجیے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر تمہیں ایک خلعت پہنایا جائے گا اگر کوئی اس کو اتروانا چاہے تو میرے پاس عالم بقائیں چلے آنا مگر اپنے جسم سے نہ اتارنا۔ چونکہ یہ حضرت مخبص صوفی کا صحیح حکم تھا لہذا اس سے انحراف کرنے کو آپ کفر خیال فرماتے ہیں۔

بدوایوں کا خیال تھا کہ آپ تنگ اگر خلافت سے دست بردار ہو جائیں گے مگر کسی طرح اُن کی یہ فراہ پوری نہ ہوئی اور خبریں آئیں کہ حجاج مکر منظر سے اور بہت سی فوجیں شام و عراق سے آپ کی مدد کے لیے آرہی ہیں۔ یہ سنتے ہی آمادہ ہو گئے کسی کمک کے پہنچنے سے پہلے ہی آپ کا کام تمام کر دیا۔ چنانچہ جو نوعمر بزرگان صحابہ دروازے پر تھے اُن کو خبر بھی نہ ہوئی اور بد معاش ایک دوسرے مکان سے ہو کر آپ تک جا پہنچے اور کمال شقاوت و سنگدلی سے آپ کو شہید کر ڈالا۔ اور سچ ہوا ۱۰ھ میں جو خود حضرت عثمان اور دیگر صحابہ پکار پکار کے کہہ رہے تھے کہ یہ ظالمانہ تلوار اگر چل گئی تو پھر قیامت تک نہ رکے گی۔ چنانچہ جو اس و امان اس سے پیشتر عہد خلافت راشدہ میں

بد معاش ہیں
سے کوہنہ
نہ نکالے جاسکتے

اُن کا شورش

اور آپ کو
شہید کرنا

نویں فصل

حضرت عثمان کے حالات زندگی پر ایک عام نظر

آپ کا خاندان - خیریاں اور ہرولہ زری بہترین بنی امیہ - کتب ایمان لائے۔ دوا دی
رسالت کا شرف - توحید پر ثابت قدمی - ہجرت حبش - ہجرت مدینہ - علیہ السلام - حضرت رسول اللہ
اور حضرت ابوبکر سے شہادت - کثرت شرکت غزوہ بدر - دوسری ہجرت جگر رسالت سے نکل -
لقب ذی النورین - خیریاں اور اولاد - اولیات حضرت عثمان - خدمت دین - ہر روز کی
نزداری - مسجد نبوی کی توبین - غزوہ تبوک کے لیے فیاضی - اعدین بھاگنا اور قصہ کی معافی - ہجرت
میں آپ کی فضیلت - خدمت رسالت - رسول خدا کا دعائیں دینا - حق تعالیٰ کی عبادت - غزوہ بدر کی
کفالت - مدیم اللہ فیاضی - غلام آزاد کرنا - شادگی - غزوہ بدر - حبشہ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
شہادت کی خبر سے وحشی - ہر سال نکلیا - عثمان بن عفان کا احترام - کتب باری اور انبیا باری سے
روکن - عثمان بن عفان - ایک نفس - محمد بن عبد اللہ - محمد بن ابی بکر - کتب بن دمی - الحکمہ - محمد بن عثمان -
کمال بن زیاد - حضرت عثمان کی بابت - تمام اچھے لوگ آپ کے خون سے بری تھے۔

حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن
حبیب بن عبد مناف کے بیٹے تھے۔ چنانچہ پانچویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب حضرت
رسول خدا کے اجداد میں جا ملتا ہے، آپ کی والدہ اجدہ اور بی بی زینب بنت جحش بن عبد مناف
کی بی بی تھیں۔ حضرت عبد المطلب کی نواسی اور خود جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان بی بی تھیں جو آپ کے
والدہ زینب بنت جحش کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں۔ واقعہ اسی سبب سے کہ چھ سال بعد
پیدا ہوئے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ برس چھوٹے تھے۔

آپ طلوع تیر اسلام سے پہلے ہی نہایت ہی فیاض تھے اور ہر روز تھے اور اسلام لانے
کے بعد بھی ویسے ہی بخشنے والے اور تبلیغ و اشاعت دین میں جناب رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدد و معاون ہے۔

آپ کا خاندان

خیریاں اور
ہرولہ زری

نزول شریعت اسلامیہ سے پہلے ہی آپ نے بہت سی مروجہ بدعات کیوں کو چھوڑ دیا تھا۔ شراب اپنے
اور حرام کرنی تھی۔ زنا اور قزاقی سے ہمیشہ بچتے رہتے اور قریش میں اس قدر محبوب تھے کہ مثل شہنشاہ
اجک والرحمن حب قریش عثمان یعنی میں خدا کی قسم کچھ ویسا ہی چاہتا ہوں جیسا قریش عثمان
چاہتے ہیں۔

اگرچہ آپ بنی امیہ میں بہتر بنی امیہ ان بنی امیہ میں نہیں جن کو جناب رسول خدا صلعم سے
عناد تھا۔ آخر تک مخالف رہے اور ان کے ساتھ تالیف قلب کے لیے حضور سرور عالم نے بڑی
کشاہدہ ملی سے اظہار وجود و کرم فرمایا جناب عثمان کا شمار سابقین اسلام میں ہے قبل اس کے کہ
پنجاب رسالت مآب صلعم دشمنوں کے اندیشے سے اتر کے مکان میں گشت گیر ہوں آپ حضرت یحییٰ
کے اثر سے مسلمان ہوئے اور آپ کا شمار ان دس منتخب بزرگان اُمت میں ہے جن پر حسب وعدہ
مخبر صادق و وزخ کی انگ حرام ہو گئی تھی۔

آغاز اسلام ہی میں آپ کو جناب رسالت مآب صلعم کی دامادی کا شرف حاصل ہو چکا تھا
اس لیے کہ حضرت رقیہ کے ساتھ جو حضور سرور عالم کی سب صاحبہ ادیوں سے زیادہ ممتاز
تھیں آپ کا عقد ہو گیا۔ حضرت عثمان کی خوب روٹی و خوش حالی کی بھی جو انان قریش میں شہرت تھی۔
چنانچہ ان دونوں دلیسا دو لہن کی زیبائی و رعنائی کا چرچا ہر گھر میں ہو رہا تھا۔ خادم رسالت
اسامہ بن زید کہتے ہیں ایک بار رسول خدا صلعم نے مجھے کچھ گوشت دیا کہ جناب عثمان کے گھر میں
دسے آؤں۔ وہاں گیا تو دونوں میاں بیویوں کے چہرے کی دلکشی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ
حضرت رقیہ اور حضرت عثمان کے چہروں کو میں بار بار دیکھتا اور نہ دیکھ چکتا۔ واپس آیا تو حضور
سرور عالم نے پوچھا تم نے کبھی دنیا میں ان دونوں سے اچھا کوئی اور جوڑا بھی دیکھا
تھا؟ میں نے عرض کیا "کبھی نہیں"۔

بنی امیہ ہمیں ہونے کی وجہ سے آپ کا مسلمان ہونا جس قدر مسلمانوں کی نظر میں اہمیت
رکھتا تھا اسی قدر بنی امیہ کو ایسے دولت مند و مغرور کنز زمین کے اپنے گروہ سے نکل جانے پر
اموس تھا۔ چنانچہ آپ کے اسلام کی شہرت ہو سکتی ہے آپ کے چچا بیکھ بن ابی العاص نے

آپ کو رمی میں باندھ دیا اور ڈانٹا کہ باب دادا کا دین چھوڑ کے نیا مذہب دین اختیار کر لیا جب تک اس دین سے باز نہ آؤ گے نہ چھوڑوں گا۔ مگر آپ نے سب طرح کی سختیاں برداشت کیں تو حید کو چھوڑنا تھا نہ چھوڑا۔ آخر حکیم عاجز آگئے اور ان کی سنگدلی پر آپ کا استقبال غالب آیا۔

توحید پر ثابت

ہجرت سے پیشتر جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو زیادہ عاجز کیا تو حضرت عثمانؓ اپنی بیوی سینہ تخت بکر رسالت حضرت رقیہ کو بھرا لے کر ارض حبش میں چلے گئے ان دنوں رسول خدا صلعم کا دل لڑکھٹا آپ میں لگا رہتا۔ اور ہر گھڑی غیر حیرت کے فطرت سے عرض یوں حضرت عثمانؓ نے ہجرت اولیٰ کا حکم حاصل فرمایا جس وقت سوا دھ کو چھوڑ کر چلے میں حضورؐ انورؑ نے فرمایا خدا نے غزوئیں کی طرف ابراہیمؑ کو بلا کر کے بعد جس نے سب سے پہلے ہجرت کی وہ یہی دونوں تھے۔ پھر وہاں سے واپس آئے اور دوسری ہجرت کے ثواب میں شریک ہوئے جو مدینہ طیبہ کی طرف تھی۔ چنانچہ آپ کا شمار ان خوش نصیب سابقین اسلام میں ہے جن کو دونوں ہجرتوں کا فخر حاصل تھا۔

ہجرت حبش

ہجرت مدینہ

علیہ مبارک یہ تھا کہ میاں قد۔ نازک کتابی چہرہ گندم گون رنگ۔ چہرے پر چمک کے داغ نہایت خوبصورت دانت۔ بڑی اور خوب گنتی ڈاڑھی۔ سر پر گھنے اور بڑے بڑے بال جو کانوں کے نیچے شانوں کے درمیان سے چوڑی چمکی چمکی ہوئے خوب بھرے بھرے شانے یعنی باؤں اور مضبوط اور گداز پٹریاں۔ کہنے کیا کہ آخر عمر میں چنیا پر سے بال اڑ گئے تھے۔ بلحاظ پیمیں ریش مقدس کو زور دے دیتے اور سونے کے کاروبار سے دانت بندھے رہتے۔ جلتے تو بہت تیز جلتے اور سب سے بڑی فضیلت و فصاحت تھی کہ حضرت رسول اکرمؐ اور جناب ابراہیمؑ خلیل اللہؑ سے بہت شاہد تھے چنانچہ رسول خدا صلعم نے حضرت رقیہؑ کی نکاح کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثومؑ کو آپ کے عقد نکاح میں دیتے وقت صاحبزادی سے فرمایا بیٹی تمہارے شوہر کی صورت تمہارے دادا ابراہیمؑ اور تمہارے باپ محمدؐ سے بہت ملتی ہے۔ اخلاق و عادات بھی حضورؐ پر و عالم سے ملتے جلتے تھے چنانچہ ارشاد ہوا میرے تمام اہل بیت میں اخلاق و عادات مجھ سے مشابہ تر عثمانؓ ہیں۔

علیہ مبارک

حضرت رسول اللہؐ اور حضرت ابراہیمؑ سے مشابہت۔

۱۔ تاریخ خلفاء۔ حالات حضرت عثمانؓ

۲۔ ترجمہ زاد اللہ صفحہ ۲۰۱۔

۳۔ تاریخ خلفاء۔ حالات حضرت عثمانؓ

۴۔ سوانح ابن قتیبة۔ حالات حضرت عثمانؓ

۵۔ تاریخ خلفاء۔ حالات حضرت عثمانؓ

آپ کی کنیت پہلے ابو عمرو تھی مگر جب حضرت رقیہ کے بطن سے حمل نے ایک فرزند دیا اور اس کا نام عبد اللہ رکھا گیا تو ابو عبد اللہ کی کنیت اختیار کر لی۔ اگرچہ وہ صاحبِ اَدَمے تھوڑی ہی عمر میں والدین کے جگر کو داغ دے گئے مگر کنیت آخر تک اُن کی یاد تازہ کرتی رہی۔

شکرِ مذکور

دوسری ہجرت
رسالت سے
نکاح۔

تقدیمِ الزین

بیویاں اور
اولاد۔

ہجرت کے بعد دوسری ہجرت شروع ہوا تھا کہ غزوہ بدر کا سرِ مکہ پیش آیا۔ اتفاقاً اُس وقت جس گروہِ رسول اللہ صلعم حضرت رقیہ تختِ بیات تھیں۔ لہذا آپ نے حضرت عثمان کو اجازت دی کہ بجائے میدانِ جنگ میں جانے کے گھر میں ٹھہر کے بیوی کی تیارداری کرو۔ اور بعدِ بدر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اُدھر حضرت رقیہ نے فرودیں بریں کی راہ لی۔ مالِ غنیمت تقسیم ہوا تو حضورِ کریم عالم نے اُس میں حضرت عثمان کا بھی حصہ لگایا۔ چنانچہ آپ مجاہدینِ بدر میں شمار کیے گئے اور قبۃ الرسول کی خدمت کے ساتھ آپ کو علمِ رسالت کے نیچے جہاد کرنے کا ثواب بھی حاصل ہو گیا۔ پھر جنابِ رسول صلعم نے اپنی دوسری نعتِ جگر حضرت ام کلثوم کو بھی آپ کے عقد نکاح میں دے دیا۔ مگر افسوس کہ چھ سات سال بعد اُن صاحبزادی نے بھی سفرِ آخرت فرمایا جس پر حضرت عثمان کو طول و کچھ کہ حضور رسالت نے فرمایا اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو ان سب کو یکے بعد دیگرے عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ دونوں صاحبزادیوں کے ساتھ آپ کا کیسا اچھا برتاؤ اور اتفاق اور حضور رسول اکرم صلعم آپ سے کس قدر خوش ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بجز آپ کے کبھی کسی کو دنیا میں یہ فخر و شرف نہیں نصیب ہوا کہ پیغمبر کی دو بیٹیاں اُس کے عقد میں آئی ہوں۔ اور اسی شرف کی بنیاد پر آپ ذی التورین کے محترم لقب سے یاد کیے گئے۔ بعض اہل سیر و روایت اس خطابیہ یہ وجہ بتاتے ہیں کہ آپ جاہلیت میں بھی فیاض تھے۔ اور اسلام میں بھی۔

مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ اسی سلسلہ میں حضرت عثمان کی اور سب بیویوں اور بیٹیوں کی تذکرہ بھی کر دیا جائے۔ حضرت رسول خدا صلعم کی دونوں صاحبزادیوں کے علاوہ آپ نے فاختہ بنت غزوہ ان سے عقد کیا تھا۔ اُن کے بطن سے عبد اللہ اصغر پیدا ہوئے اور بچپن میں داغ دے گئے۔ بعد ازاں آپ نے ام عمر و بنت جندب دوسرے سے عقد فرمایا۔ اُن کے بطن سے چار فرزند عسہ و خالد ابان، اعمر اور عمر نام ایک صاحبِ اَدَمی پیدا ہوئے ان بیوی کے علاوہ آپ نے بنت ولیدہ مخزومیہ سے عقد کیا۔ اُن کے بطن سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئی جن کا نام ام سیدہ تھا۔

۱۰۵ تاریخ مکلفہ صفحہ

۲۰۰ ترجمہ از ترجمہ صفحہ

اور ان سے ولید و سید نام و فرزند بھی پیدا ہوئے آپ نے ام البنین بنت قیسہ نزاریہ کو بھی نکاح میں لیا ان کے بطن سے عبد الملک نام ایک بچہ پیدا ہوا جو بچپن ہی میں رخصت ہو گیا آپ کی ایک بیوی زلمہ بنت ثعلبہ بن کے بطن سے عین صاحب زادیاں عائشہ ام ابان اور آخرت میں پیدا ہوئیں۔ پھر آپ نے نائلہ بنت فراتہ کلبیہ سے نکاح کیا ان کے بطن سے مزین نام ایک صاحب زادی پیدا ہوئی عین راویان میر کہتے ہیں کہ ام البنین کے بطن سے عبد الملک کے علاوہ ایک اور سہ فرزند پیدا ہوئے جس کا نام ثعلبہ تھا اور نائلہ کے بطن سے ایک فرزند عقیلہ اور ایک صاحب زادی پیدا ہوئی جن کا نام ام البنین رکھا گیا یہ صاحب زادی عبداللہ بن زید بن ابی سنان کے عقد میں تھیں۔ مذکور بالا سب کو اس سے چار بیٹے نائلہ۔ زلمہ۔ فاختہ اور ام البنین آپ کی شہادت کے وقت سو جو تھیں اور کتے میں کو معاصر کے زمانے میں آپ نے ام البنین کو طلاق دے دی تھی۔

مذکورہ ذیل امور کو مورث نے آپ کے اولیات میں شامل کیا ہے لیکن ان کاموں کو پہلے ہی آپ نے انجام دیا (۱) مجاہدین اسلام و سوزین صحابہ کو قطعے جائیدادیں اور زمینداریاں (۲) تکبیرہ ناپست آوازیں کہی (۳) سب کو مخلوق (ایک مرد و یک عرب خوشبو) سے عطر فرمایا (۴) جس کی ناز میں بی بی اذان اضافہ کی (۵) سوزنوں کے لیے نعلین بنادی کیے (۶) منابر طہ کی ثمت قافری (۷) تمام مالک اسلام میں قرآن کی ایسی اشاعت کی کہ پھر قرآن کے بارے میں کوئی تفرقہ نہیں پڑ سکا۔

آپ اپنے عہد سے دو متقدمان اسلام میں تھے اور آپ کی دولت ہمیشہ مسلمانوں کی خدمت اور ترقی اسلام میں کامرانی رہی مسلمان ہجرت کر کے مدینے میں آئے تو مسلمانوں کو پالی کی تکلیف تھی۔ بیرونہ نام ایک کنوئیں تھا جس کا ایک سووی کے قبضے میں تھا اور وہ نہایت قیمتی لکھی مسلمان کو پالی نہ بھر سکتے تھے اور مسلمانوں میں پالی کی تکلیف دیکھ کر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اس کنوئیں کو ترقی کر مسلمانوں کے لیے عام کر دو اس کے موضع میں جنت کے لیے ارشاد فرمایا کہ جنت عثمان نام اس کنوئیں کے نام ہے اور کنوئیں کی خریداری میں کھٹوکی۔ اس نے پھر سے کنوئیں کے کھینچنے سے اس کا کیا کر گیا ہاں یہ جو ملتا ہے اس کو نہیں کھاتا اور اس کا حق بی بی اذان حضرت عثمان سے تھا اس کی خریداری قیمت بیسے بارہ ہزار درہم کی رقم دے کر اودھا کنوئیں خرید لیا اور

سہ روز بعد ۳۰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔

یہ طے ہوا کہ کنوئیں سے ایک دن پانی لینے کا حق عثمانؓ کو رہا اور ایک دن اس یہودی کو آپؐ سے اپنا حق مسلمانوں کو عام کر دیا اور رسولؐ ہو گیا کہ آپؐ کی باری کے دن مسلمان و روزگار پانی بھر لیا کرے گا یہ انجام ہوا کہ پانی کی خریداری موقوف ہو گئی اور آخر خود اس یہودی نے حضرت عثمانؓ کے پاس آکر کہا وہ باقی نصف حصہ بھی آپؐ ہی خرید لیں۔ آپؐ نے اٹھ ہزار درہم دے کے باقی حصہ بھی مول لے لیا۔ اور سارے کنوئیں کو مسلمانوں کے حق میں وقف کر دیا۔ اور حضرت صلعمؓ بے حد غلط ہوئے اور حضرت عثمانؓ نے اس طریقے سے جنت خرید لی۔ مگر یہ خیال کرنے اور حرکت کرنے کا واقعہ ہے کہ محسوری کے زمانے میں ہی کنوئیں سے حضرت عثمانؓ کا پانی روکا گیا۔ اور آپؐ کے خاندان کو ایک ایک قطرہ آب پڑی دشواریوں سے نصیب ہو سکتا تھا۔

دینے میں جب مسلمانوں کی زیادہ کثرت ہوئی اور سید بنوئی حق پرستان توحید کے لیے تنگ ثابت ہوئی تو رسول اللہ صلعمؐ نے فرمایا کون ہے کہ ہماری سجدہ کو وسیع کرے اور جنت کو بے شمار یہ وہی سودا کرنے کو بھی حضرت عثمانؓ ہی اُٹھے۔ آپؐ نے مقام خمسہ دار کا زمین جس پر ایک قبیلہ کا سرکاری خانہ تھا میں بیگ سپین ہزار درہم پر خرید فرما کر سجدہ رسالت میں منشا کی کر دی۔ اور اپنی بے نظیر فیاضی سے دوبارہ جنت خرید لی۔

غزوہ تبوک کے موقع پر لشکر رسالت کے لیے زاورا کی بہت کمی تھی۔ اپنی اپنی حالت و استطاعت کے مطابق تمام صحابہ نے ایشاکرم کا جوہر دیکھا مگر حضرت عثمانؓ نے بوسو پچاس اونٹوں اور پچاس گھوڑوں کا انصرام اپنے روپیہ سے کر کے رسول خدا صلعمؐ کو بے انتہا خوش کروایا۔ ایشاکرم کو آپؐ عثمانؓ چاہے کچھ کریں نہیں ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ اور بے اختیار یہ الفاظ تین بار زبان مبارک سے نکلے "میں عثمانؓ سے رہی ہوا خدا یا تو بھی رہی ہو" ایک موقع پر حضرت عثمانؓ نے جناب رسالتؐ کی خدمت میں صلوا بھیجا۔ آپؐ نوش فرما کر یہی غلط ہوئے اور فرمایا خداوند عثمانؓ تیری رضا چاہتا ہے اس سے رہی ہو جائے۔

ان واقعات سے پیشتر حضرت عثمانؓ پر ایک الزام آیا تھا یہ کہ غزوہ احد میں جب مشرکین نے پشت کی طرف سے نکل کے حمل کر دیا مسلمانوں کو شکست ہوئی اور حضورؐ و سرور عالمؐ کی شہادت کی خبر ہو گئی۔ تو حضرت عثمانؓ اور بہت سے صحابہ کمال بدحواسی و اضطراب سے میدان چھوڑ کے چلے گئے تھے

مسند ابن کثیر خلاصہ حالات حضرت عثمانؓ

مسند ترمذی انوار النعمان صفحہ ۲۰۶ و ۲۰۷

سید بنوئی کی تاریخ

غزوہ تبوک کی یہ فیاضی

ایشاکرم اور نصیر کی ساری

اگر خداوند جل و علانی ان کا اور ان سب مسلمانوں کا قصود وحی متلو کے ذریعہ سے یہ ارشاد فرما کر

معات کرو یا کہ ولقد عفا اللہ عنہم

آپ کی سب سے بڑی فضیلت جیسی اور کسی کو نہ نصیب ہوگی یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ حضور سرور عالم کے رفیقین کو مشرکین کہہ کے پاس گئے تو مشرکین نے آپ کو گھر سے اور

بیعت مدینہ
پہلے آپ کی
فضیلت۔

طواف کعبہ کی اجازت دے دی مگر آپ نے یہ منظور کیا اور کہا بغیر حضرت رسالت کے میں طواف نہیں کر سکتا یہی خود رسول خدا صلعم نے اپنی جگہ پر صحابہ سے فرمایا تھا کہ جب تک میں طواف نہ کروں گا

عثمان ہرگز طواف نہ کریں گے۔ اتنے میں خبر آئی کہ مشرکین نے حضرت عثمان کو شہید کر ڈالا۔ آپ یہ سنتے ہی جان دینے اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے ایک وخت کے بچے بیٹھ گئے۔ اور

پھر ایسوں سے جہاد کے لیے بیعت لینا شروع کر دی۔ اسی سلسلہ میں آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ بتایا اور دوسرے ہاتھ کو اپنا پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر حضرت عثمان کی طرف

بیعت فرمائی۔ اور ان کو بھی اپنی اس بیعت میں شریک کر لیا۔ یہ کتنی بڑی عزت تھی اجابنازی اور خاص دینی سرگرمی کے موقع پر حضرت سرور عالم خاص اپنے نورانی ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ بتاتے ہیں اور اپنے

گوشت پرست کو ان کا گوشت پرست قرار دیتے ہیں۔ بے شک آپ رسالت کے دست بازو تھے اور یہی مبارک ہاتھ تھا جو پیغمبر کے سینے کی وحی کو قلب پر کیا کرتا تھا۔

خداوند تعالیٰ

ایک بار حضرت عثمان نے جناب عائشہ صدیقہ کی زبان سے سن پایا کہ حضرت رسول خدا صلعم اور اہل بیت رسالت کو چار فاقے گزر چکے ہیں حضرت عثمان زار و قطار روئے گئے پھر اسی وقت

گئے۔ اٹا گئیوں اور خرمے اونٹوں پر لاو کے لائے۔ اُس کے ساتھ ایک فوج اور صفات کی ہوئی بکری اور تین سو درہم جو رسالت میں پیشکش کو دیے اس اثنا عثمانی کی خبر جناب رسالت کو ہوئی

تو خوش ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور وہی دعا کی جو ایک بار پہلے کر چکے تھے کہ خسر داؤد امیں عثمان سے رہنی ہوں تو بھی اُس سے رہنی ہو جا!

یہی نہیں رسول خدا صلعم اکثر اوقات آپ کے حق میں دعا فرمایا کرتے تھے اہل بیتہ خدایہ رضی اللہ عنہم اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو اول شب سے صبح تک حضرت عثمان کے حق میں سلسلہ دعا

رسول خدا کا
دعا فرماتے رہے۔

بسم اللہ عبادت ابن شہید حالات حضرت عثمان

عمر ترجمہ از ادب الختم صفحہ ۲۰۳ و ۲۰۴۔

مختصر قرآن
عبادت

حضرت عثمانؓ کا حافظہ بہت قوی تھا چنانچہ آپ نے حضور سرور عالمؐ کی یہی قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ اکثر اہل قرآن کو یہ ہوتا کہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے۔ بڑے تپتی دہریہ تھے ہمیشہ روزہ رکھتے اور قائم لیل تھے شب زندہ داری کی یہ حالت تھی کہ رات کے فقط تھوڑے سے ابتدائی حصہ میں سو لیا کرتے پھر ساری رات جاگتے اور عبادت کرتے گذر جاتی خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ نمازیں روتے روتے وائسی انگوٹوں سے تر ہو جاتی۔

تھوڑی دیر کی
کثرت

حضرت ابن عباس سے آپ کی فیاضی کا ایک عجیب واقعہ مروی ہے۔ زمانہ خلافتِ اولیٰ اپنے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہدِ ہمایوں میں ایک بار قحط پڑا اور لوگ فقر و فاقے کی مصیبت میں مبتلا تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی کرامت سمجھیے یا جو خیال سمجھیے کہ آپ نے لوگوں سے فرمایا کل صبح کو تمھاری مصیبت دور ہو جائے گی۔ صبح ہوتے ہی مدینہ میں مشہور ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے ایک ہزار اونٹ غلہ سے لدے آ رہے ہیں اونٹ آبادی میں داخل نہ ہونے پائے تھے کہ مدینے پہنچتے آ پہنچے اور حضرت عثمانؓ سے اُس غلہ کی خرید کا سودا کرنے لگے۔ آپ نے پوچھا "شام کی خریداری پر کیا نفع ہو گئے؟" انھوں نے کہا "اُس کے بارہ آپ نے فرمایا مگر مجھے تو اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے۔" انھوں نے پہلے دس کے چودہ کسے۔ پھر دس کے پندرہ دینے لگے مگر آپ نے برابر ہی جواب دیا کہ مجھے اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے۔ اس اثنا میں اونٹ آ گئے اور غلہ اترنا شروع ہوا۔ اُن فقیہوں نے حیران ہو کے پوچھا وہ کون تا جو ہے جو آپ کو اس سے زیادہ نفع دے رہا ہے؟ فرمایا مجھے ایک ایک درہم کے عوض میں دس دس درہم مل رہے ہیں بھلا تم دو گے؟ سب نے کہا "یہ تو ہمارے اسکان میں نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا "تو میں انھیں کو گواہ کرتا ہوں کہ یہ سب غلہ میں نے مدینے کے فقیروں اور محتاجوں کو دے دیا۔"

مدیر ہلال
فیاضی کا

سلسلہ میں بہت سے ملک فتح ہوئے اور صحابہ ہر طرف جہانگیر می داعلاء کلمۃ اللہ میں کامیاب تھے۔ مدینہ میں ان دنوں دولت کی انتہا نہ رہی تھی خزانے بھر گئے تھے اور حضرت عثمانؓ کی کھول کے فیاضیاں کر رہے تھے۔ جو کوئی آ کے مانگتا آپ بے تکلف اجازت دے دیتے چنانچہ ایک ایک شخص لاکھ لاکھ توڑے اٹھائے جاتا جن میں چار ہزار وقیعہ چاندی ہوتی۔

غلام زادہ کا

آپ کا معمول تھا کہ جب جب کو ایک غلام آنا دکر تھے اور اگر کسی جمعہ میں اتفاقاً ناند ہو جاتا تو دکر

ہجوم میں اس کا معادہ فرما دیتے یہ مانوں اور رفیقوں کو پرکھنا کھانے کھلا تھے اور خود قتلہ سر کے اور زینوں پر سہ ہوتی۔ لباس بھی سا وہ اور کم قیمت رہتا۔ سادگی کی یہ حالت تھی کہ مسجد پر پہنچنا تکلف تھا اور ڈال کے اس پر سوجھاتے اور عام لوگوں میں بیٹھتے تو اس وضع سے کہ کسی قوم کا تہیاز نہ نظر آتا۔ جس پر بھرتی کشتے میں یہ مسجد نبوی میں گیا تو دیکھا کہ حضرت عثمانؓ مان اپنی چادر پر ہاتھ ٹیکے بیٹھا اسنے میں کو ہشتی رٹتے ہوئے آئے اور آپ نے اُن کا جھگڑا چکا دیا۔

ایک بار آپ نے ایک غلام سے کہا میں نے تیری کوتاہی کی تھی تو تیری میرا کان بڑے کسل کے اس نے جگہ لامر فوق الادب آہستہ سے کان پڑا تو فرمایا نہیں زور سے کان بڑکے مٹی دینا کا قصاص قصاص آخرت سے اچھا ہے۔

مناجات اور صبر و شکر کی یہ شان تھی کہ چالیس دن محاصروں۔ دانہ پانی بند ہوا اور سخت سخت آہستہ سے پہنچائی گئیں۔ مگر آپ کی زبان سے شکایت کا کلمہ نہ نکلا۔ تمام عزا و بلا زمین اور آسمان پر بند ہوا کر رہے تھے کہ ہم کو بے گھر کیلئے اور بلوائیوں سے مقابلہ کیجئے مگر اس کو پسند نہ فرمایا۔

مختلف صحیح و مستند حدیثوں سے ثابت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے آپ کی شہادت کی پیشین گوئی فرمادی تھی۔ ایک بار ارشاد ہوا عثمانؓ کو خوشخبری سنا دو کہ وہ ایک ہنگامہ میں ثابت قدم رہیں گے۔ ایک بار حضرت طلحہؓ سے ارشاد ہوا ہر نبی کے ساتھ جنت میں اس کی امت میں سے کوئی رفیق ہو گا۔ میرے رفیق عثمانؓ میں وہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔ ان حدیثوں کی خود حضرت عثمانؓ کو پوری اطلاع تھی چنانچہ محمدؐ ہی کے زمانے میں آخر تک یہی کہتے رہے کہ ”رسول اللہ صلعم نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے اور میری اس پر قائم ہوں۔“

ایام خلافت میں ہجرت آخری سال کے ہر سال آپ حج کو جاتے اور امات المؤمنین کو ساتھ لے جاکر حج کراتے۔ تمام شہروں میں لکھ بھیجا تھا کہ بن لوگوں کو کچھ شکایت ہو تو ہم حج میں آکر مجھ سے ملیں۔ اچھے کام کریں اور بُرے کاموں سے بچیں۔ کنز و خصل اگر مظلوم ہو تو میں ہر زبردست کے مقابلے میں اس کے ساتھ ہوں۔“

۱۔ تاریخ الخلفاء۔ حالات حضرت عثمانؓ

۲۔ ابن اثیر جلد ۳۔ حالات حضرت عثمانؓ

۳۔ تاریخ الخلفاء۔ حالات حضرت عثمانؓ

عائشہ بنت ابی بکر
رضی اللہ عنہا

اس کے بکھلے اور ادا شدہ کے خاندان نبوت سے کوئی گستاخی کرے کسی شخص نے عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو توہین کی تھی۔ آپ نے اُس کو مارا پٹایا اور فرمایا "بھلائی کتنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے چچا کی تعظیم و تکریم کریں اور میں اُن کی توہین گوارا کروں؟ ایسی بات کو جو گوارا کرے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔"

ابوبکر بازاری
رضی اللہ عنہ

مدینہ میں جب دوستانہ ہیڑھی توہین برائی برپا ہوئی کہ لوگوں کو بکھڑا بازاری اور علیل بازاری شوق ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے انھیں سال یہ برائی دیکھ کر ایک شخص کو ماسور فرمایا کہ بکھڑوں کے پرکاٹ دے اور غلیلوں کو توڑ دے۔

عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ

جو لوگ آپ کی مخالفت پر اٹھے ان میں شاذ و نادر ہی کوئی ہوگا جو غلوں نیت سے اصلاح کے لئے اٹھا ہو۔ بلکہ اکثر ذاتی اسباب سے آپ کے دشمن ہو گئے تھے۔ اُن میں سب سے عجیب واقعہ محمد بن جعفر بن ابی سہلؓ کے ساتھ ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے آپ کے پوتے تھے اور بنی امیہ کے گروہ میں تھے وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تو محمد بن جعفر کو ایک بابائے پیغمبر چھوڑ گئے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو خوش کیا۔ یہ شہادت پوری سے رکھا اور ناز و محرم سے بالا۔ کچھ پاؤں بٹھالے تو درخواست کی کہ مجھے نہیں کھانا، اہل مقرر کیے حضرت عثمانؓ نے فرمایا اگر تم اس سے اہل ہوتے تو میں تمہیں اس خدمت پر مقرر کر دیتا۔ محمد نے کہا تو اچھا مجھے باہر جانے کی اجازت دیجیے کہ وہی کہاں سے کھاؤں؟ حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی۔ خود ہی اُن کے پیٹے زاوراہ فراہم کیا سواری اور سامان سفر کا بندوبست فرمایا۔ اور اس طرح خدمت کیا کہ جس طرح کوئی باب بیٹے کو خدمت کرتا ہے۔ وہ مدینہ چھوڑ کے مسجد میں پہنچے اور وہاں پہنچتے ہی محسن اس شخص سے کہ نہیں کہیں کا والی ہیں مقرر کیا اُن لوگوں میں شامل ہو گئے جو حضرت عثمانؓ کے خلاف تھے اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑک رہے تھے۔

محمد بن ابی بکر
رضی اللہ عنہ

سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ اپنے وقت کے امام حدیث اور متین نقمائے روزگار میں تھے اُن کے کسی نے پوچھا محمد بن ابی بکر حضرت عثمانؓ کے کیوں خلاف ہو گئے؟ فرمایا "میں غصہ اور لالچ کے باعث اسلام میں اُن کو ایک وقت حال تھی بعض گروہوں نے بکھایا اور اُن میں ایک لالچ پیدا ہوا۔ اُن میں ایک طرح کی سرکشی و کسر تھی جس نے انھیں سختی نہر اٹھرایا اور حضرت عثمانؓ نے اُن کی مٹی پر رورے لگائے۔ اُن باتوں کا انجام یہ ہوا کہ محمد (ستودہ صفات) سے مذموم یعنی محبوب ہو گئے۔"

کعب بن زید
رضی اللہ عنہ

کعب بن زید امیہ کے جو عراق کے ہوائیوں کے ساتھ آیا تھا اُس کی حالت یہ تھی کہ گھیند کھینے میں مصروف رہا کہ حضرت عثمانؓ نے سنا تو اپنے عامل ولید کو لکھا اسے مار دلو اور ذیت پہنچاؤ کہ

اس غنویت سے باز آئے۔ رویت نے اس کو سزا دی۔ اور لوگوں میں اعلان کر دیا کہ جو کوئی اس طرح تصنیف کرے گا مستوجب سزا ہو گا۔ اور حضرت عثمان کا خط عام لوگوں میں سامنے پڑھ کے سنا دیا۔ کہ سب اس سزایابی پر رجم تھا چنانچہ اسی جوش میں آپ سے انتقام لینے کے لیے مدینے میں آیا۔

عمیر بن ضابطی جو آپ کے قتل کرنے کے لیے مدینے پر نذر عہد کر کے چڑھ آیا تھا اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے باپ ضابطی بن حارث جرجی نے اُن دنوں جبکہ ولید بن عقبہ والی کوفہ تھے چند انصار سے عاریہ ایک شکاری کتیا حاصل کی جو ہرنوں کا شکار کرتی تھی اور اس کے واپس کرنے میں لیٹ بے لگنے لگا۔ انصار نے اپنی کتیا زبردستی چھین لی۔ یوں زور نہ چلا تو اُس نے انصار کی ہجو میں تین شعر کہے

جن میں سے آخری شعر کا یہ مطلب تھا کہ اپنی کتیا کو نہ چھوڑ دو۔ وہ تو تمہاری ماں ہے۔ اور ماں کو عاق کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ انصار نے اس کی شکایت حضرت عثمان کی خدمت میں کی۔ آپ نے اُس کو سزا دی کہ وہ قید کر دیا۔ اسی قید میں وہ اتفاقاً مر گیا۔ اور باپ کا بدلہ لینے کو عمر باقیوں کے ساتھ مدینے میں آیا۔ بلویوں میں لکیل بن زیاد بھی تھا۔ اس نے ایک بار حضرت عثمان کے سامنے کچھ گستاخی اور

دیریدہ دہنی کی تھی۔ آپ نے اُس کے ہتھ پر ایک پتھر مار دیا۔ وہ لڑا ہٹا۔ کہے جو تڑا کے بل پر جاگرا۔ اور بولا ایسے المومنین آپ نے مجھے اذیت پہنچائی۔ آپ نے فرمایا تو کیا تم نے گستاخی نہیں کی؟ اُس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے گستاخی نہیں کی۔ آپ نے فرمایا ایسا ہے تو بھی مجھے مٹا کر دو۔ اُس نے زبان سے صاف کر دیا۔ لکڑوں سے نفع نہ نکلا اور موقع پاتے ہی دشمنی پر آمادہ ہو گیا۔

آپ کی شہادت کے بعد بنی امیہ نے علی بن ابی طالب اور ان تمام لوگوں نے جو حضرت عثمان کے خون کا انتقام لینے کو اٹھے تھے اس ہنگامہ کا سارا بار حضرت علیؑ کے سر ڈال دیا۔ حضرت علیؑ کو ہمیشہ اس سے انکار رہا۔ اور اپنی براہت کرتے رہے۔ چنانچہ حسان بن زید کہتے ہیں میں نے حضرت علیؑ کو خطبے میں آمادہ کیا یہ فرماتے سنا کہ لوگو! تم لوگ میرے اور عثمان کے بارے میں دیریدہ دہنی کرتے ہو۔ مگر میری اور ان کی مثال وہی ہے جو خدا تعالیٰ نے فراوی سے کہ "وَرَعَا مَا فِي صَدْرِ نَجْمٍ نَّجَلٍ اَوْ اَنَا عَلِيٌّ سَرَّ سَقَا طَبِيعِي" (ان کے دلوں میں جو کھوٹ تھا اس کو ہم نے کھینچ کے نکال ڈالا۔ وہ بھائی بھائی ہیں اور ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہیں)

بہر حال آپ کو جن لوگوں نے شہید کیا بندہ عرض اور ہوس کے دامن میں اسیر تھے۔ اور اس عہد کے جتنے اچھے لوگ تھے آپ کے فضل کمال کے موقوف اور آپ کی خوبیوں کے مقرر تھے۔ اور اپنے آپ کو اس سے بچاتے تھے کہ دشمنان عثمانؓ میں ان کا نام شامل کیا جائے۔

عمیر بن ضابطی

کیس بنیداد

حضرت علیؑ کی براہت

تمام اچھے لوگ آپ کے فضل و کرم سے بے غش ہیں۔

پیش کشی

خلافت علی مرتضیٰ

پہلی فصل

حضرت علیؑ کے ہاتھ پر جیت

اختلاف صحابہ، شہادت عثمانؓ کے بعد دوسرا دن، حضرت علیؑ کے ہاتھ پر جیت برپا ہے روایت کی
دوسری روایت، تہذیب کی حالت، اثنیہ فیروز میں اختلاف، سب سے اختلاف سے انکار، حضرت علیؑ کا ہاتھ
قبول کرنا، طلحہ و زبیر پر چہرہ حضرت علیؑ کا غلبہ، طلحہ و زبیر کی علانیہ بیعت، سب سے انکار، عبداللہ بن مسعودؓ کا تعلق
جتن کا اہم جہاں نے بیعت نہیں کی بیعت کرنے والوں کی شرط، حضرت علیؑ کی تقریر قبل عثمانؓ کی تھی۔
تائید عثمانؓ کو سزا دینے پر حضرت عثمانؓ کا عند حضرت علیؑ سے، زبیر کا آواز، حضرت علیؑ کی استقامت۔
فصل چھ خلافت کی روک، چودہویں کی زارہنی، اودہ و نوں کی کرشمی، طلحہ و زبیر کو دینے میں روکنا، تہذیب کا
مشورہ حضرت علیؑ کو، عبداللہ بن عباسؓ کا مشورہ، حضرت علیؑ کا انکار، ابن عباسؓ کا حکومت شام سے
انکار، بیعت علیؑ کی اطلاع دینا، اسلام میں تیور کا انکار، اور تیور کا حکومت شام لینے میں عذر۔
اس زمانے کے دایانہ، حضرت علیؑ کے دیدار والی، تہذیب والی شام کی، کاشی، تہذیب کی حالت
بقصرے کی حالت، کوڑی کی حالت، تین کا حال، حضرت علیؑ کی تجویز، آہل کوڑی کی اطاعت، تیور کا
حضرت علیؑ کا خلافت، تیور کا جواب، اس جواب کے دینے میں تیور کی شان، تیور میں قادیانہ کی
شورش، حضرت حسنؓ اور حضرت علیؑ میں گفتگو، تیور کی علیؑ کی، اہل مدینہ کی شکر، طلحہ و زبیر کی بیعت دینا۔
ان کا مدینہ سے کوڑی، تیور کی تیور، حضرت علیؑ کا خطبہ، اعلان جنگ، حقیر، عائشہؓ و طلحہ و زبیر
کی مخالفت کی اطلاع، اہل مدینہ کی تسبیح، اہل عمر کی علیؑ کی، ان کا مدینہ سے جہاں، جہاں، حضرت
علیؑ کا تیور اور اہل مدینہ۔

یہ نہایت نازک زمانہ تھا۔ صحابہ میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور اس کے نتیجے میں ایسی
 فتنات اور تشدد اور دہشتیں سلف کی کتابوں میں درج ہیں کہ ان سے کسی صحیح قیچہ تک پہنچنا غیر ممکن ہے۔
 ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کے دوسرے دن صبح کو تمام
 صحابہ مسجد نبویؐ میں جمع ہوئے اور ہر طرف سے تلواریں اور نیزے کو الزام دیا جانے لگا۔ انھوں نے گول گول
 انھیں پس کیوں جن میں کچھ تو حضرت عثمانؓ کے الزام دیا کچھ ان کی برائت کی۔ اور آخر میں کہا "اس
 جھگڑے کو چھوڑ دو" اور نیزہ کرنے بھی کہا کہ "علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کرو جن سے ہم سب رہنمی ہیں بعد از
 سب حضرات علیؑ کے پاس ان کے گھوڑے آئے اور باوجود آپ کے انکار کے بیعت کرنے پر
 مصر ہوئے آپ نے فرمایا یہ تمھارا نہیں بل شوری و اہل بدر کا کام ہے۔ یہ جواب سن کر وہ لوگ
 گمراہی میں باہم گمراہ عثمانؓ کے مارے جانے کی خبر دینا شروع ہو گئی اور کسی کے جانشین منتخب
 ہونے کی خبر لوگ اس کے ساتھ نہیں گئے تو ہر جگہ ہنگامہ مچ جانے لگا۔ بعد اچھر علیؑ کے پاس
 چلو اور بیعت کیے بغیر وہاں سے نہ لو۔ چنانچہ پھر حضرت علیؑ کے پاس پہنچے اور اشتہار مچا کر
 کہہ کرے اس سے کھلایا۔ حضرت علیؑ نے اسے بھی وہی جواب دیا مگر اس نے ڈر اور ہلکا کے اور بے انتہا
 کہہ سن کے حضرت علیؑ کو مجبور کر دیا اور سب آپ کو بیعت کرنے کے لیے مسجد میں لائے جہاں سب
 پہلے طلحہ نے بیعت کی اور چونکہ ان کا ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا کسی نے "انا اللہ" کہہ کر کہا جس ہاتھ نے
 سب سے پہلے بیعت کو ہاتھ ٹھہرایا انتخاب ہے۔ خدا خیر کرے۔ طلحہ کے بعد زبیرؓ نے بیعت کی حضرت
 علیؑ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم دونوں سے دل سے بیعت کرتے ہو تو کرو ورنہ کہو میں خود ہوں
 ہاتھ پر بیعت کروں۔ مگر انھوں نے کہا انہیں ہم آپ ہی کو خلیفہ بنائیں گے۔ لیکن چار مہینے کے بعد
 بھاگ کر مکہ منکر میں ہو رہے اور بیعت توڑ دی۔

اختلاف
صحابہشبائت
عثمانی کے
مید و مسل
دنحضرت علی
کے ہاتھ پر
بیعت کرنا
روایتوں

گرد و سرخی روایت جس کی دیگر واقعات سے بھی توثیق ہوتی ہے یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے
 شہید ہونے کے بعد پانچ دن مدینے میں طوائف الملک تھیں اور بلوائیوں کا سرغننا عائشہؓ بن حرب
 کو یہ مدینے کا حاکم تھا سب اس سے آکر کہتے تھے کہ کسی کو خلیفہ مقرر کرو مگر اکابر صحابہ میں سے جس کے
 پاس جاتے وہ پناہ مانگتا اور انکار کرتا حضرت طلحہؓ کو ان لوگوں نے ایک احاطہ میں پایا۔ حضرات
 انسؓ و زبیرؓ کو مدینے کے باہر ہی طرف جاتے دیکھا۔ بنی امیہ کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ ان میں سے

دوسری روایت

مدینہ کی

جن جن لوگوں سے بن پڑا بھاگ گئے۔ فقط وہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جو جانے سے منذور تھے اور ان کے بڑے رکن سید اور ولی اور قرآن بھاگ کے مکے پہنچ گئے۔

اسی حالت میں مہر والے حضرت علی کے پاس اور کوفے والے حضرت زبیر کے پاس اور بصرے والے حضرت طلحہ کے پاس گئے مگر کوئی صاحب نہ ملے۔ ہمدان بن جہاٹ کی بیات تھی کہ حضرت عثمان کے شہید کرنے پر تو سب متفق تھے مگر اس میں باہم اختلاف تھا کہ کسے خلیفہ بنائیں جب تینوں بزرگوں کی طرف سے انکار ہوا تو سب حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس پہنچے اور کہا آپ خلافت کو قبول کیجیے۔ انھوں نے کہا میں اپنی اور عتد اللہ بن عمر کی طرف سے انکار کیے دیتا ہوں۔ ہم دونوں میں سے کسی کو خلافت کی ضرورت نہیں ہے۔

سرطرف سے قطعاً انکار ہوا تو سب گھبرائے اور سخت پریشانی کے ساتھ ایک دوسرے کہنے لگے اگر ہم بغیر کسی امام کو مقرر کیے واپس گئے تو کبھی سر جھکاؤ نہ ملے گا۔ آخر سب نے اپنے مدینے کے رفیقوں کو جمع کیا اور ان سے کہا تم اس سرزمین کے رہنے والے اور امت کا غم کرنے کے ذمہ دار ہو۔ اور ہم تمہارے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ لہذا غور کر کے کسی کو خلیفہ منتخب کرو۔ اس کے لیے ہم تم کو ایک دن کی مہلت دیتے ہیں اس مدت کے اندر تم نے فیصلہ نہ کر لیا تو کل ہم علیؑ کو ظہر زبور اور اوربت سے لوگوں کی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیں گے۔

اس کا انجام یہ ہوا کہ بہت سے لوگ جو غالباً اہل مصر تھے زندہ بچ کے حضرت علیؑ کے دروازے پر پہنچے اور کہا ہم تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ حضرت علیؑ نے عذر کیا مگر سب نے قہقہے دانا شروع کیں۔ اور کہا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم کس وقت یہ نہیں گئے ہیں؟ اور اسلام کبھی تباہی کی حالت میں ہے؟ مجبوراً حضرت علیؑ نے آمادگی ظاہر کی مگر یہ شرط لے کر کہ ہر امر میں ان کو آپ کی پیروی و فرماں برداری کرنا پڑے گی۔ اور اس موقع پر پھر فرمایا کہ اگر تم کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرو تو بہتر ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سب سے زیادہ اس کی طاعت کروں گا۔

اسی سب لوگ جو مکہ کے دن کو عام بیعت کے لیے مقرر کر کے چلے گئے اور اپنی جگہ پر آئے ہر پرانے قرار دی کہ طلحہ اور زبیر جسے جس طرح بنے بیعت کر لی جانے انھوں نے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو پھر کوئی جھکاؤ نہ باقی رہے گا چنانچہ بصرے والوں نے حکیم بن جہلہ کو زبیر کے چچا۔ اس نے آپ کو توار سے دھمکایا۔ اور زبیر کو لاسے بیعت کر لی حضرت طلحہ کے پاس شمر بنی لہجہ اپنے چند رفیقوں کے ساتھ گیا اور انھوں نے ہزار عذر کیا ایک نہ مانا۔ زبیر تو دھمکیاں دے لایا۔

انھیں غلبہ کیا
اختلاف۔

سود کا خلافت
سے انکار۔

حضرت علیؑ کا
پیروی قبول
کرنا۔

طلحہ زبیر چچہ

اور انھوں نے بھی اسی شان سے اکر بیت کی۔

اب جبکہ مقررہ دن آیا اور بلوایوں کے ساتھ تمام اہل مدینہ بھی مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔ اہل کتبہ و یقرہ اس وقت تک طلحہ و زبیر کے خیال میں تھے بلکہ انھیں اندیشہ تھا کہ مصر و اہل مدینہ کو بھی اپنا ہم خیال بنائے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت نہ کروں! اتنے میں حضرت علیؑ آئے اور منبر پر چڑھ کر یہ تقریر کی۔ لوگو! جانشین رسول کو تمھارے عام اتفاق اور تمھاری اجازت سے ہونا چاہیے۔ یہ خاص تمھارا معاملہ ہے کسی اور کو اس میں دخل نہیں بلکہ ہم ایک امر قرار دے کر جدا ہو گئے ہیں پسند نہ کرنا تمھارا کرم نے مجھ اس کے کہ میں ہی تمھارا حاکم ہوں کسی بات کو نہ مانا۔ خوب سمجھو کہ مجھے تمھارے مقابلے میں فقط اتنا امتیاز ہے گا کہ تمھارے مال کی کنیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی مجھے حق نہیں کہ ایک درہم بھی اپنے لیے لوں مگر تم اس کو قبول کرتے ہو تو مجھے خلیفہ ہونا منطوق ہے سب نے باوجود بند کما ہم سب اسی رائے پر قائم ہیں جس کو طے کر کے کل جدا ہو گئے تھے۔ ان کے اس جواب پر حضرت علیؑ نے فرمایا خداوند! لوگو! راہ رہو۔“

حضرت علیؑ کی خطبہ۔

اب لوگوں نے طلحہ کو بیعت کے لیے بٹھایا۔ انھوں نے ہاتھ بٹھاتے وقت کہا "میں اپنی مرضی کے خلاف بیعت کرتا ہوں" پھر زبیر لانے گئے اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ انھوں نے بھی وہی فقرہ کہہ کے بیعت کی۔ بعد ازاں اور لوگ لائے گئے جن کو بیعت کرنے میں تامل تھا اور ان سے بھی بیعت کر لی گئی۔ متعدد بن ابی وقاصؓ آئے اور حضرت علیؑ نے ان سے بیعت لینا چاہی۔ انھوں نے کہا جب تک سب لوگ بیعت نہ کر لیں میں بیعت نہ کروں گا اور آپ میری طرف سے کسی قسم کا اندیشہ نہ کریں۔ حضرت علیؑ نے ان کا عذر قبول کر لیا اب لوگ عجلہ شدہ عمر کو پکڑ لائے اور کہا بیعت کرو۔ انھوں نے بھی وہی کہا جو سعد نے کہا تھا کہ جب تک سب لوگ بیعت نہ کریں میں بیعت نہ کروں گا۔ حضرت علیؑ نے کہا تو انہیں کوئی خاص پیش کر دو۔ انھوں نے کہا "میرا خاص کوئی نہیں ہے" اس جواب پر شستر نے بگڑنے کے حضرت علیؑ سے کہا اجازت ہو کہ اس کا سر اڑا دوں۔ مگر حضرت علیؑ نے فرمایا ان کا خاص میں خود ہوں۔“

طلحہ و زبیر کی غلامیہ بیعت۔

سعد و زبیر بن عوف کا تامل۔

انصار کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بجز چند کے سب نے بیعت کر لی۔ مگر منہ بنہ ذیل لوگوں نے جو اکابر انصار تھے بیعت نہیں کی۔ حسان بن ثابت۔ کعب بن لکاب۔ مسلمہ بن مخلد۔ ابو سعید خدری۔ محمد بن مسلمہ۔ نعمان بن بشیر۔ زید بن ثابت۔ رافع بن خدیج۔ فضالہ بن عبیدہ۔ اور کعب بن عجرہ۔ یہ سب حضرات حضرت عثمانؓ کے طرفدار تھے۔ مذکورہ حضرات کے علاوہ نامور صحابہ میں عبد اللہ بن سلام

جن کا جواب نے بیعت نہیں کی۔

حسب بن سنان سلمہ بن سلامہ۔ اُسامہ بن زید۔ خداؤ بن مظلوم اور خیر بن شمیمہ نے بھی بیعت کی۔
 جن کا جوہار نے بیعت کی بھی تو یہ اقرار ہے کہ بیعت کی کہ کلام اللہ قریب و بعد اور قوی و ضعیف
 سب پر قائم کیا جائے۔ خاص لوگ بیعت کر چکے تو عوام سے بیعت لی جائے لگی اور یہی سمجھا گیا کہ
 سابق کے طرز عمل کے مطابق اہل مدینہ ہی کی ہاتھ سے حضرت علی کی خلافت کی بنیاد پڑی۔
 انرض اس طرح ۲۵ ہجری الحمر ۲۵ کو امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ خلیفہ اور ساری دنیائے اسلام
 کے حاکم اور نائب رسول منتخب ہوئے۔

بیعت کی تکمیل کے بعد حضرت علیؓ نے ایک تقریر کی جس کا مضمون حمد و ثنائے الہی کے بعد یہ تھا کہ
 خدا نے ہدایت کرنے والی کتاب نازل کی جس میں بھلائی اور بُرائی کو ظاہر کر دیا۔ لہذا بھلائی کو اختیار کرو
 اور بُرائی کو چھوڑ دو۔ اور اپنے فرضوں کو بجا لاؤ۔ مسلمان وہ ہے جو مسلمانوں کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے
 بچائے۔ بھڑاس صورت کے کہ حق اس کے خلاف ہو۔ مسلمانوں کا خون حلال نہیں ہے بجز اس کے کہ
 اذرو نے شرع کسی کا قتل کرنا جائز ہو جائے۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے قاتلین عثمانؓ کی تحقیقات کے لیے حضرت تاملہ کے پاس گئے
 انھوں نے کہا کچھ لوگ کس آئے جن کا نام میں نہیں جانتی صورت دیکھو تو پہچان لوں۔ مگر اس
 ساتھ محمد بن ابی بکر تھے۔ حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکر سے پوچھا۔ انھوں نے کہا تاملہ بھی یہ ہیں۔ میں
 گیا بیشک تھا۔ مگر جیسے ہی انھوں نے میرے باپ کا نام لیا۔ میں پلٹ آیا اور اب میں اس گناہ سے
 خدا کی درگاہ میں توبہ کرتا ہوں لیکن یہ عرض ہے کہ میں نے ان کو قتل کیا۔ قتل کرنے میں مدد دی۔
 تاملہ نے کہا ہاں یہ سچ ہے مگر قاتلوں کو یہی اپنے ساتھ لائے تھے۔ حضرت علیؓ نے اسی پتھیش کی
 کارروائی ختم کر دی۔ بلکہ اس کے بعد جب ولید بن عقبہ نے آپ سے ہاسکے پوچھا کہ آپ نے قاتلین
 عثمانؓ کے بارے میں کیا کارروائی کی؟ تو فرمایا میں نے اس کا حکم دیا۔ اس سے منع کیا۔ اس پر
 مجھے خوشی ہوئی۔ نہ بڑا مسلم ہوا۔ پھر آپ نے قاتلین عثمانؓ کو امان دے دی اگرچہ ان سے
 رہنی بھی نہ تھیں۔

اس کارروائی کے بعد حضرت علیؓ نے گھر میں واپس تشریف لے گئے تو طلحہ اور زبیرؓ اور جند اور صحابہ
 اکٹھے اور سب اہم نے بیعت کرتے وقت شرط کر لی ہے کہ قرآن کے حد و قائم کیے جائیں۔ آپ

عہ ابن اثیر جلد سوم واقعہ بیعت حضرت علیؓ

عہ الامتہ والسیاتہ صفحہ ۴۲ -

بیعت کرنے
 والوں کا ٹولو

حضرت علیؓ کی
 تقریر۔

قاتلین عثمانؓ کی
 پتھیش۔

قاتلین عثمانؓ کو
 قتل کرنے پر
 حضرت علیؓ کا حکم

جانتے ہیں کہ یہ لوگ عثمان کے قتل کرنے میں شریک تھے اور ان کے خون کو انھوں نے
جاڑ کر لیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا جو آپ صاحبوں کے ذہن میں ہے اس سے میں ناواقف
نہیں ہوں۔ مگر ان لوگوں سے کہ ساتھ کیا کارروائی کی جائے جن پر ہماری حکومت نہیں ملے وہ خود
ہم پر حکومت کر رہے ہیں۔ آفت تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے ساتھ ہمارے نوجوانوں کو بھی
لے کر اٹھ کر دیا ہے اور بہت سے بدوی عرب بھی ان میں آ کے شامل ہو گئے ہیں۔ لہذا جس بات کی
آپ خواہش کرتے ہیں اس کا بھلا ابھی کچھ بھی سوچ رہا ہے۔ آپ نے کہا نہیں اب حضرت علیؑ نے
فرمایا بخدا میں بھی وہی چاہتا ہوں جو تم چاہتے ہو لیکن اس پر عمل درآمد اس وقت ہو گا جب خدا چاہے گا
یہ تو ایک جاہلیت کا سا واقعہ ہے۔ ابھی اسی وقت اس معاملہ کو چھڑو یا گیا تو طرح طرح کے خیالات
پیدا ہوں گے۔ ایک گروہ آپ کا مؤید ہو گا ایک آپ کے خلاف۔ اور ایک نہ اوجھڑے اور نہ اچھے۔ ابھی
ٹھہریے۔ ویسے آئندہ کیا پیش آتا ہے۔ پھر ایک زمانے کے بعد جب سکون پیدا ہو جائے گا
لوگوں کے اس خدشے کا خاتمہ ہو گا۔ اس وقت اگر آپ کہیں گے تو دیکھا جائے گا کہ آپ کا یہ جواب
سن کر سب چلے گئے۔

اب حضرت علیؑ نے قریش کو کہیں جانے سے روکا۔ مگر بنی امیہ کے بھاگ جانے سے تردد ہوا
بعد ازاں اور لوگ بھی منتشر ہونے لگے جن میں سے بعض کا تو یہ قول تھا کہ جو کچھ حضرت علیؑ نے فرمایا
درست ہے۔ مگر بعض کہنے لگے ہم نے جس عہد پر بیعت کی ہے اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ لہذا
ہم بیعت کو توڑ دیں گے۔ علیؑ میں خود رائی ہے اور اپنی رائے کے آگے وہ کسی کی نہیں سنتے۔ اور ان کے
طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریش کے حق میں اوروں سے زیادہ سخت ہیں۔ حضرت علیؑ نے وجہ
حال متوجع عام میں ایک تقریر فرمائی جس میں قریش کے فضائل بیان کیے اور کہا مجھے قریش کی
حاجت ہے۔ میری نظر انھیں کی طرف رہتی ہے۔ اور ان کی حمایت کرتا ہوں اور چونکہ حضرت عثمان کی
شہادت کے ہنگام میں اہل مدینہ کے اکثر غلام اپنے مالکوں کو چھوڑ کے بلوایوں میں شریک
ہو گئے تھے۔ اس لیے آپ نے یہ آواز بلند فرمائی جو اسلام اپنے مالک کے پاس واپس آ جائے
اور یہ سب بڑی ہوں۔ غلاموں کی نسبت حضرت علیؑ کا یہ حکم مشہور ہوا تو بدو و بدو نے جو چھڑا کر رہا ہے
اگر بیرونی بدشاہان میں مل گئے تھے کہ ان کے ساتھ بھی یہی سلوک ہو گا جو ان کے غلاموں کے ساتھ
ہوا ہے۔ اور ہماری چھڑائی جاسکتی۔ یہ دنک و لیلہ حضرت علیؑ نے نام نہان میں لے کر فرمایا تو بدو و بدو
کو اپنے شہر سے نکال دیں۔ مگر غلاموں اور بدویوں دونوں نے فرماؤں خلافت پر عمل کرنے سے انکار کیا

حضرت علیؑ نے
نہا کی کا آقا

حضرت علیؑ کی
کائنات

فردوس میں
یوں ہے۔

بدو و بدو کی
نہا کی۔

ان دونوں کی
قریش

اور حضرت علیؑ نے طلحہ و زبیر و دیگر صحابہ سے فرمایا: "اب آپ سب صاحب عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کی کارروائی سے دست بردار ہو جائیں۔"

بعد ازاں طلحہ و زبیر نے حضرت علیؑ سے کہا: ہمیں اجازت دیجیے کہ بصرے اور کوفہ میں جا کر وہاں سے سواروں کا لشکر لے آئیں، مگر حضرت علیؑ نے اس کو ٹالا۔

طلحہ و زبیر کو
دیر میں رکھا

سیرہ کا مشورہ
حضرت علیؑ کا

حضرت عتبہؓ بن جہاش کہتے ہیں میں حضرت عثمانؓ کے بارے جاننے کے بعد حج کر کے مکہ سے واپس آیا تو حضرت علیؑ کے پاس گیا، وہاں دیکھا کہ آپؐ تغیرہ بن شعبہ سے باتیں کر رہے ہیں سیر جاتے ہی تغیرہ اٹھ کر چلے گئے اور میں نے پوچھا انھوں نے آپؐ سے کیا کہا؟ فرمایا: انھوں نے آج سے پہلے مجھے شورہ دیا تھا کہ تنویر اور ابن عامرؓ تمام دایان ملک کو بھی ان کے عہدوں پر بحال رکھنا چاہیے۔ پھر جب سب شہروں کے لوگ آپؐ کی خلافت کا اقرار کریں اور ہر جگہ خاموشی ہو جائے تو آپؐ جو وہ بدل چاہیں فرمائیں۔ اور جسے چاہیں معزل کریں مگر میں نے رٹا اور کہا کہ میں خدا بہت نہ کروں گا۔ اور دین کے معاملے میں مجھ سے سستی نہیں ہو سکتی۔ تب انھوں نے کہا اچھا تو اور جسے چاہیے معزل کر دیجیے مگر تنویر کو ابھی رہنے دیجیے ان میں ایک قسم کی جرأت ہے اور اہل شام ان کے مطیع و منقاد ہیں۔ اور آپؐ کے لیے حجت کافی ہے کہ ان کو عمر بن الخطابؓ نے مقرر کیا تھا عثمانؓ ہی کے مقرر کیے ہوئے دایوں میں نہیں ہیں میرا نے کہا ہرگز نہیں تنویر سے تو میں دو دوں بھی کام نہ لوں گا۔ اس کے بعد وہ چلے گئے اور آج اگر یہ کہہ گئے کہ میں اس معاملہ میں غلطی پر تھا اور غور کرنے کے بعد اس نتیجہ کو پہنچا کہ جو کچھ آپؐ نہر مانتے ہیں وہی مناسب ہے۔ حضرت علیؑ کی زبان سے یہ واقعات سُن کر میں نے کہا انھوں نے پہلی مرتبہ آپؐ کو صبح رائے دی تھی۔ اور اب کی آکے آپؐ کو فریب دے گئے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا یہ رائے اکیسے درست ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا اس طرح کہ تنویرہ وغیرہ اہل دنیا میں ان کو ان کے عہدوں پر رکھا گیا تو بروا بھی نہ کریں گے کہ کس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا اور کون خلیفہ ہوا لیکن اگر وہ معزل کیے گئے تو خود اہل مچائیں گے کہ نبی صبح مشورے کے خلافت لے لی گئی انھیں نے ہمارے خاندان کے خلیفہ کو مار ڈالا۔ فوراً لوگوں کو آپؐ کی مخالفت پر ابھاریں گے اور شام و عراق آپ کے قبضے سے نکل جائیں گے۔ ماسوا اس سکر میں طلحہ و زبیر کی طرف سے بھی مطمئن نہیں ہو بہر تقدیر میری رائے یہی ہے کہ بھی تنویر کو ان کی خدمت پر رہنے دیجیے۔ اور جب وہ آپؐ کی بیعت کو قبول کریں گے تو میرا فائدہ کہ جس رتبے کو پہنچے ہوئے ہیں اس سے ان کو اٹھا کر

عبد شہ بن
جہاش کا
مشورہ۔

حضرت علیؓ کا
انکار۔

پھیلے لوں گا۔ مگر حضرت علیؓ نے نہ مانا اور فرمایا میرے پاس تنویہ کے لیے خدا کی قسم بجز تلوار کے کچھ نہیں ہے۔ میں نے پھر کہا ایسا اللہ نہیں آپ کے بہادر ہونے میں شک نہیں مگر لڑائی میں آپ صاحب الراے نہیں ہیں۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا کہ لڑائی دھوکا دینے کا نام ہے۔ حضرت علیؓ نے اس حدیث کو قبول کیا مگر حضرت ابن عباس کے مشورے کو کسی طرح نہ مانا۔ اور آخر میں قسم دیا کہ تم میری ملک شام میں جاؤ۔ میں تم کو وہاں کا والی و حاکم مقرر کرتا ہوں۔ ابن عباس کو اس کی جرأت نہ ہوئی اور کہا وہاں تنویہ کے ہاتھ میں سارا اختیار ہے۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہ تنویہ سے حکومت یمن اور کنار عثمان کے خون کے انتقام میں وہ میری گردن نہ مار دیں۔ یا کم سے کم قید ہی کر دیں آپ پہلے تنویہ کو لکھیے دیکھیے وہ مغزولی کو قبول بھی کرتے ہیں یا نہیں؟

ابن عباس کا
حکومت شام
سے انکار۔

تب حضرت علیؓ نے اپنی بیعت کی اطلاع تمام ملکوں اور اہل و عیال ملک کو کی۔ ہر جگہ سے یہی خبر آئی کہ آپ کی بیعت قبول کی گئی۔ اور لوگ مطیع و منقاد ہیں بجز شام کے جہاں معلوم ہوا کہ آپ کی بیعت نہیں قبول کی گئی تب حضرت علیؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو بلائے فرمایا کہ شام میں جاؤ میں تم کو وہاں کا حاکم مقرر کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا سو جو وہ حالت میں مجھ سے ایسی جرأت نہیں سہتی۔ لیکن آپ ان کی سند حکومت شام بھیج کر پہلے اپنا مطیع بنالیں پھر دیکھا جائے گا۔

بیعت علیؓ کی
اطلاع دینا
اسلام میں۔

سویہ کا انکار
اور تنویہ کا
حکومت شام
لینے میں غرض۔

جس وقت حضرت علیؓ نے عنان خلافت ہاتھ میں لی۔ یہ قتل و خلافت کے ملکوں میں گذشتہ خلافت کے سلسلہ والی مندرجہ ذیل تھے۔ کہ تمیز عبداللہ بن حضری۔ طائف میں قاسم بن برید ثقفی۔ یمن میں یثربہ بن مسعود بن عتبہ عبداللہ بن ربیعہ۔ بصرہ میں عبداللہ بن عامر جو وہاں سے چلے آئے تھے اور ان کی جگہ ابھی کوئی نہیں مقرر ہوا تھا۔ شام میں تنویہ بن ابی سفیان اور ان کی جانب سے حمص میں عبدالرحمن بن خالد قنسرین میں حبیب بن سلمہ نہری۔ اردن میں ابوالاعور سلمیٰ۔ تھلین میں علقمہ بن علقمہ کنانی۔ اور شام کے امیر الحجاز عبداللہ بن قیس فزاری تھے۔ شام کے علاوہ کونسے ہیں حال نماز ابوجوسی اشعری اور حال عمان جابر مغربی تھے۔ کونسے کے دوسرے حصہ پر حال خراج قنسرین بن علقمہ تھے۔ خلافت انجیزہ کے شہر قنسرین کے والی جریر بن عبداللہ تھے۔ اور بالبحران میں اشعث بن قیس کننی تھے۔ علوان میں عقبہ بن منہاس تھے۔ ماہ میں تالک بن حبیب تھے۔

یمن زبانی
کے والیان
ملک۔

۱۔ ابن اثیر جلد ۲۔ حالات بیت حضرت علیؓ

۲۔ الامارۃ و سیاست صفحہ ۴۳۔

بہدان میں رہتے تھے۔ رستے میں متعبد بن گئے تھے۔ قنصہ بن عامر بن قریظ تھے۔ اسبندان میں
خنیس تھے۔ خاص مدینے میں بیت المال کے افسر عقیقہ بن عامر تھے اور قاضی اسلام زید بن ثابت تھے۔
ابن ابی الحجاج کا خوفناک مہینہ گذر گیا جس نے دنیا کے اسلام میں یہ تملک ڈال دیا تھا اور ۳۶۹
شروع ہوا جس کے آغاز ہی میں حضرت علیؑ نے اپنی طرف سے عامل دوا لی مقرر فرما کے روانہ کیے۔
چنانچہ عثمان بن حنیف کو بصرے پر تھارہ بن شہاب کو کوثر بن عیسٰیؓ اور عبد بن عباس کو مین پر قمیسی
بن سعد کو مقرر پر سیل بن حنیف کو شام پر مقرر کر کے بھیج دیا۔

حضرت علیؑ
مدینہ والی۔

مہاجر دوا لیم
کی ہاکامی۔

ستیل شہر تک پہنچے تھے کہ چند سوار ملے جنہوں نے اُن سے پوچھا تم کون ہو؟ کہا
”امیر پوچھا کہاں کے امیر؟“ کہا ”شام کے“ انہوں نے کہا ”اگر عثمان کے مقرر کیے ہوئے ہو تو حیا
اور اگر کسی اور نے بھیجا ہے تو اسے پاؤں واپس جاؤ“ ستیل نے کہا ”کیا تم نے نہیں سنا کہ خلافت
میں کیا انقلاب ہو گیا؟“ ان سواروں نے کہا ”سب سن چکے ہیں“ عرض میں سے شام کی حالت
معلوم کر کے ستیل مدینے میں پلٹ آئے اور جو کچھ پیش آیا تھا حضرت علیؑ سے بیان کر دیا۔

مسکرتا۔

قیس بن سعد جو بصرے کے والی مقرر ہوئے گئے تھے شہر آکر تک گئے تھے کہ انہیں بھی کچھ سوار ملے اور اُن کی
صورت دیکھ کے پوچھا ”تم کون ہو؟“ کہا میں قاتلین عثمان میں سے ہوں اور کسی ایسے کو ٹھونڈتا ہوں جس کے پاس
پناہ لوں اور وہ میری مدد کرے“ اُن لوگوں نے اُن کا نام پوچھا اور کہا مصر میں چلے جاؤ وہاں امان مل جائے گی
اس کے بعد میں مصر میں پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کے کئی گروہ ہونے میں ایک گروہ مقام خربت میں چلا گیا ہے
لوگ کہتے تھے کہ یہ قاتلین عثمان سے انتقام لینا چاہتے ہیں اور ایک گروہ حضرت علیؑ کا طرفدار ہے قیس
اسی گروہ میں شریک ہو گئے اور حضرت علیؑ کو وہاں کی حالت لکھ بھیجی۔

بصرے کے
مات۔

عثمان بن حنیف بغیر کسی روک ٹوک کے بصرے میں داخل ہو گئے۔ سابق عامل ابن عامر کو کسی
گروہ سے تعلق نہ تھا اور نہ انہوں نے لڑنے کا ارادہ کیا۔ اگرچہ یہاں بھی شہر والوں کے کئی
گروہ ہو گئے تھے اور ایک فرقہ کہتا تھا کہ مدینے والے جو کچھ کریں ہم اس کے قبول کرنے کو تیار ہیں۔
تھارہ بن شہاب کو فد کی طرف زبا لاک پہنچے تھے کہ طلحہ بن خویلد سے ملاقات ہوئی جو حضرت
عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کو اٹھے تھے یہاں سے حضرت عثمانؓ کی مدد کے لیے قشتا اپنے
شکر کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں ان کی شہادت کا حال سنا اور پلٹ آئے اور اُن کے
واپس آتے ہی طلحہ نے انتقام کا جھنڈا بلند کر دیا تھا چنانچہ انہوں نے عمارہ سے کہا ”خیریت
اسی میں ہے کہ میں سے واپس جاؤ ہم اپنے امیر کو بلانے چاہتے ہیں اور اگر تم نے اس کے ماننے میں

کو ذکی پنا۔

ایک ایسی قوم کو چھوڑ دیا ہوں جو بجز قصاص لینے کے کسی بات پر رضی نہیں ہو سکتے۔ آپ نے حیرت
 پوچھا کس سے انتقام لین گئے؟ اُس نے کہا آپ کی رگ گھوٹے۔ وہاں میں ساٹھ ہزار اکابر شہر کو
 اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ عثمان کے کرتے کے نیچے کھڑے رو رہے ہیں؟ اور وہ کرتا و مشق
 کے نمبر پھیلوا دیا گیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تو وہ مجھ سے عثمان کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں؟
 خداوندائیں عثمان کے خون سے بری ہوں۔ یہ خدا قاتلین عثمان کے لیے یہاں نجات سے اور خداوندان
 کو اختیار ہے کہ ان کے ساتھ جو چاہے کرے۔ پھر اس کو دلہی کا حکم دیا۔ اُس نے کہا مجھے اماں سے
 آپ نے فرمایا ہاں اماں ہے۔ اگر اُس کو جانتے دیکھ کر اسی سبائی گروہ کیسے بیروان عقبتار بن سبھا
 نے جو مدینے میں موجود تھے اور تمام فسادوں کے وہی بانی ہوئے تھے غل مچایا کہ یہ کیا اور کتوں کا
 تاحمدؐ کے زندہ نہ جانے پائے۔ ان لوگوں کا زہر دیکھ کر قبیلہ نے ان سفرواؤں میں کی وصال
 رہی اور چلا گیا کہ تیروں اور سواروں سے اگر میری مدد کرو۔ پھر سب کی طرف خطاب کر کے کہنے لگا۔
 میں تمہارے کھانے کو چار ہزار حواجہ سراجہ پر اڑیں گے۔ سفروں نے اگر اسے سبائیوں کے
 ہاتھ سے بچایا اور اُس سے کہا اُس اب خاموش رہو۔ مگر قبیلہ کی طرح زبان نہ روکتا تھا۔ برابر یہی
 کہے جاتا تھا کہ بخدا ان لوگوں کو خدا افلاخ نہ دے گا جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے
 آگئی جس چیز کو وہ پائیں گے وہ ان کے بارے میں جانو ہوگی شام نہ ہوگی کہ دولت ان پر پہنچے
 اور میرا مقصد یہ ہے کہ اہل مدینہ کو خبر ہو جائے کہ تنویر کے بارے میں علیؑ کی کیا رائے ہے
 اور اہل قبلہ سے لڑنے کو وہ کیسا سمجھتے ہیں کیا انھیں ایسی جسارت ہوگی؟ اور مدینے والے سُن چکے
 ہیں کہ خود ان کے بیٹے حسنؑ نے اُن کو مشورہ دیا تھا کہ گھر میں بیٹھ رہیے اور ان لوگوں کا ساتھ
 نہ دیجیے۔ غرض تنویر کا تاحمد مدینے میں یہ منکامہ مچا کے واپس گیا۔

اس خط کے واقعہ کے بعد حضرت علیؑ گھر کے اندر تشریف لے گئے تو حضرت مسیحؑ نے ان کو
 کہا میں نے جو مشورہ دیا تھا اس کو آپ نے نہ مانا میں نے اس منکامہ کے وقت کہا تھا کہ آپ
 کہ منکر میں چلے جائیں تاکہ آپ کو تمت نہ لگائی جائے آپ نے نہ سنا۔ پھر جب لوگوں نے
 آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی تب بھی میں نے منع کیا کہ جب تک ساری جماعت متفق نہ ہو کہ نہ
 آپ نہ قبول کریں۔ مگر آپ نے نہ مانا۔ پھر جب ظلم و زبردستی میں تامل کیا تو میں نے مشورہ دیا کہ

آپ انھیں بحیثیت پر مجبور نہ کریں اور لوگوں کو چھوڑ دیں کو ان کا جی چاہے تو بوس بھرتنگ باہم مشورہ کرتے رہیں۔ خدا کی قسم اتنے دنوں مشورہ کرنے کے بعد بھی بجز آپ کے و کبھی کو خلافت کا اہل نہ پاتے۔ اور بھرتاپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ خلافت کو آپس کر کے اس سلسلہ کو پھر انھیں لوگوں کو نہ چھوڑ دیجیے۔ اگر وہ انحراف کریں تو آپ بھی خاموش ہو جائیے اور اگر بھرتاپ کی طرف رجوع کریں تو قبول کیجیے۔ خدا کی قسم ان لوگوں کے سرخشاؤں سے اندر کی ہوتی ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: "بیٹا۔ میں بخدا اس بارے میں تمھارے موافق نہیں ہوں۔ جب سے تمھارے نانا نے وفات پائی تم ہمیشہ مجھ سے مخالفت کرتے رہے۔" حضرت حسنؑ نے کہا: "ابا جان خدا کی قسم منورہ آپ کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس لیے کہ جو کوئی مظلوم مارا جاتا ہے اس کے ورثہ کو خدا ایک قسم کی توت عطا کر دیتا ہے۔" حضرت علیؑ نے فرمایا: "مگر تو ظالم نہیں ہیں۔ خدا کی قسم ہم نے ظلم کیا۔ نہ قتل کی اجازت دی۔ نہ اس بارے میں کسی کو کچھ لکھا۔ اور تم غریبی جانتے ہو کہ اس واقعہ سے تمھارے باب بالکل بری ہیں۔" حضرت حسنؑ نے فرمایا: "ان باتوں کو چھوڑیے میرے نزدیک خدا کی قسم مدینہ میں کوئی آزاد مرد کوئی لڑکی اور کوئی بچہ نہیں ہے جس پر عثمانؓ کے خون کا کچھ نہ کچھ بار نہ ہو۔" حضرت علیؑ نے فرمایا: "بیٹا تم جانتے ہو کہ تمھارے والد نے کئی بار اہل کو فو وغیرہ کو بچھیر دیا اور تم دونوں کو تلواریں دیں۔ ان کی مدد پر بھیج دیا کہ ان کی حمایت میں جان و سے دو۔ مگر انھیں نے تم کو مارنے سے روکا۔ اور ان کے گھر میں بٹھنے بٹھنے سب کو خونخیزی سے منہ کرتے رہے۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھے حکم دیتے تو میں بھی ان کی طرف سے لڑتا۔ اور جان و سے دیتا۔" حضرت حسنؑ نے فرمایا: "ان باتوں کو اس وقت کے لیے اٹھا رکھیے جب روز قیامت کو خدا فیصلہ کرے گا۔"

اس کے بعد بنو نضیر بن شیبہ آئے تو حضرت علیؑ نے ان سے فرمایا خدا کی راہ میں تلوار باندھو اور ہمارے ساتھ شریک ہو کر دشمنوں سے لڑو۔ انھوں نے کہا ہمیں اللہ کا شہید بننا چاہیے۔ یہ میں عثمانؓ کو صحیح رائے پر جانتا تھا اور نہ ان کے قتل کو بہتر جانتا تھا۔ یہ تناظر اس مسئلہ تھا جس کے بعد تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے۔ لہذا سمجھئے تو اجازت دیجیئے کہ تلوار ہاتھ سے رکھ دوں۔ اگر گھر میں بیٹھ رہوں۔ یہاں تک کہ جو ظلمت عالم پر چھائی ہوئی ہے دور ہو جائے۔ عمار اس جواب کے خلاف تھے۔ بنو نضیر سے اچھے لکھے۔ مگر حضرت علیؑ نے جبکہ کرنے سے روکا اور فرمایا مجبور کرنے کی ضرورت نہیں ان کو گھر میں مرضی پر چھوڑ دو۔

ان واقعات نے اہل بیت میں اس کی بڑی فکر پیدا کر دی تھی کہ متنبیہ اور حضرت علیؑ میں کیا طے پایا چنانچہ اکثر لوگوں نے زیادہ بن خطہ کیسی کو جو اکثر حضرت علیؑ ہی کے پاس رہا کرتے تھے آما وہ کیا کہ اس بارے میں آپ کی رائے دریافت کریں۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی طرف سے چھیڑنے نہیں پائے تھے کہ خود حضرت علیؑ نے فرمایا اے زیاد

نیار ہو جاؤ۔ پوچھا کس کام کے لیے؟ ارشاد ہوا غزنے شام کے واسطے عرض کیا جہانکد بے بنے آئیے اور زرمی اختیار فرمائیے۔ مگر حضرت علیؑ نے یہی جواب دیا کہ میں مقابلے کے لیے آمادہ ہوں۔ اور اس ارادے سے باز نہیں آسکتا۔ اس گفتگو کے بعد زیاد اٹھ کے باہر گئے تو لوگ منتظر کھڑے تھے پوچھا کیا خبر ہے؟ کہا تو اسے بس یہی خبر ہے اور کچھ نہیں ہے۔

حضرات طلحہ و زبیر کی نسبت بعض راویوں کا بیان ہے کہ زبیر کو یقین تھا کہ حضرت علیؑ ان کو عراق کا اور طلحہ سمجھے ہوئے تھے کہ مجھے میں کا والی مقرر فرمائیں گے۔ جب اس میں مایوسی ہوئی تو

شکایت کرنے لگے حضرت علیؑ نے سنا تو عبد اللہ بن عباس سے مشورہ کیا ان کی رائے ہوئی کہ ان دونوں صاحبوں کو کوٹنے و بھرنے کا حکم مقرر کر دیا جائے۔ مگر حضرت علیؑ نے اس سے ٹال دیا اور فرمایا اگر میں اسی کو گوارا کرتا تو متنبیہ کی حکایت شام کیوں قبول کرتا؟ ان دونوں کی یہ ہوس حکمرانی مجھ پر ظاہر ہو گئی ہوتی تو البتہ ان کا کچھ خیال کرتا۔ اب تو یہ نہیں ممکن ہے۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے حاضر ہو کر آپ سے عمرہ بجالانے کے لیے کہ منظر جانے کی اجازت مانگی۔ آپ نے ان کا کام سے روکنا مشکل تھا اجازت دے دی اور دونوں بزرگ مدینہ طیبہ سے مکہ کے لیے چلے گئے۔

ان کا دینے سے منع کیا۔

ان کے جانے کے بعد حضرت علیؑ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو بلا کر ان کے ساتھ لے گیا کہ

جستہ ڈاویا اور فوج کشی کا سامان کر دیا عبد اللہ بن عباس کو افسر متنبیہ اور عمرو بن ابی سفیان کو افسر مسیرہ مقرر فرمایا۔ اب متنبیہ بن الجراح کے ساتھ متنبیہ کو تندرہ اسبیش کا افسر بنایا۔ اور عمر بن خطاب کو اپنی جگہ پر رہنے میں نائب بنائے۔ چھوڑنا چاہا۔ مگر میں لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر غور کیا تھا ان میں سے کسی کو کوئی خدمت نہیں دی۔ پھر قیس بن سعد عثمان بن حنیفہ اور ابو موسیٰ اشعری کو تحریر فرمایا کہ اپنے علاقوں کے لوگوں کو لڑائی پر آمادہ اور جمع کر کے اہل شام کے مقابلے کے لیے

۱۔ ابن اثیر جلد ۲۔ ملاقات بیت حضرت علیؑ

۲۔ الامتداد لسیاتہ صفحہ ۴۶۔

روانہ کرو۔ اور اہل مدینہ کو بھی بلا کے حکم فرمایا کہ سب شام والوں کے مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔ ان لوگوں سے مخاطب ہو کر آپ نے یہ الفاظ فرمائے کہ خدا کی سطوت ہی میں تمہاری خلافت کی حفاظت ہے۔ بغیر مال اور ناگواری کے غلیظہ کی اطاعت و فرماں برداری کرو۔ خدا کی قسم تم کو یہی مسلک اختیار کرنا پڑے گا۔ ورنہ خدا سلطنت اسلام کو تم سے کسی اور کی طرف منتقل کر دے گا اور پھر قیامت تک تمہارے شہر میں نہ آئے گی۔ لہذا ان لوگوں کے مقابلے کے لیے اٹھو جو تمہاری جماعت توڑنا چاہتے ہیں۔ باہر والوں نے تم میں جو خرابیاں پیدا کر دی ہیں شاید خدا ان کو دور کر دے اور تم اپنا فرض ادا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

مدینہ میں شام کی طرف فوجیں روانہ کرنے اور تنویر کے مقابلے کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ ایک ایک خبر آئی۔ اذہبہ۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور اہل مکہ حضرت علیؑ کے خلاف میں اور لوگوں کو مخالفت پر ابھار رہے ہیں۔ حضرت علیؑ نے یہ سنتے ہی مدینہ میں اسلحہ کر دیا کہ یہ لوگ ہمارے خلاف اور میری حکومت سے ناراض ہیں۔ پھر فرمایا میں انشاء اللہ صبر سے کام لوں گا۔ اگر وہ لوگ رُکے رہے تو میں بھی رُکوں گا۔ اور اتنا ہی رہے گا جتنا کہ مجھے معلوم ہو جائے۔ اس سے بڑھنے کی نوبت نہ آئے گی۔ دو چار روز بعد خبر آئی کہ وہ لوگ مکہ سے بصرے کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؑ خوش ہوئے اور فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ وہاں سے قریب ہی کو فہم شجاع ابن عرب رہتے ہیں اور وہاں عرب کے معزز خاندان آباد ہیں۔ ابن عباس نے کہا امیر المؤمنین آپ جس چیز پر خوش ہوئے ہیں وہی مجھے اندیشہ ناک معلوم ہوتی ہے۔ کوڑا ایک ٹیم ہے جس میں شاہیر عرب مقیم ہیں۔ مگر ان کی حالت یہ ہے کہ قوم کو جب تیاری کی ضرورت ہو تو وہ تیار نہیں ہو سکتے۔ اس شہر والوں کی ہمیشہ یہ شان رہی کہ علیؑ انہیں ایسے کام کا حوصلہ کیا کرتے ہیں جس کو کہ نہیں سکتے۔ حضرت علیؑ نے ان کے قول کی تائید فرمائی اور بجائے شام کے کو فہم کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کر دیا۔

اب آپ نے اہل مدینہ کو کوچ کے لیے ابھارا مگر ان کے سستی ظاہر ہوئی۔ اور آپ نے لوگوں کو اپنے سامنے بلوانا شروع کیا۔ چنانچہ کئی کئی غنی آپ کے حکم سے عبداللہ بن عمرؓ کو لے آیا۔ حضرت علیؑ نے ان سے فرمایا میرے ساتھ آؤ! پہلو، انھوں نے کہا میں بھی بنگلہ اہل مدینہ کے ہوں۔ انھوں نے آپ کی بیعت کی ہے تو میں نے بھی کر لی۔ اگر وہ آپ کے ہمراہ چلیں گے تو میں بھی چلوں گا۔ اگر وہ نہ چلے تو میں بھی نہ جاؤں گا۔ حضرت علیؑ نے کہا تو پھر کسی کو اپنا خاص نہ بناؤ۔

حضرت علیؑ کا
خطبہ سلطان
جنگ

حضرت علیؑ
کو فہم شجاع
کی مخالفت

اہل مدینہ کی
ابو عبد اللہ
علیہ السلام

انہوں نے کہا ضامن تو میں کسی کو نہ دوں گا۔ اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا۔ تم سب بچپن سے آج تک کبھی کوئی بے اطاعتی و بد معاشی ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ یہ نہ ہوتا تو میں تمہاری اس حرکت کو گوارا نہ کرتا۔ اور لوگوں سے کہا خیر انہیں جانے دو۔ ان کا ضامن میں خود ہوں۔ یہاں سے واپس جا کر ابن عمرؓ نے مدینے والوں کے خیالات کا اندازہ کیا تو لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ سمجھ میں نہیں آتا اس معاملے میں ہم کیا کریں۔ جب تک خدا کوئی خاص بات روشن نہ کر دے گا ہم تو کہیں نہ جائیں گے۔ ان کی یہ رائیں سن کر حضرت ابن عمرؓ سی رات کو مدینہ سے بھاگ گئے مگر کچھتے وقت اپنی سوتیلی ماں حضرت ام کلثوم بنت علیؑ کے پاس پہنچا کہ مدینے والوں کے یہ خیالات مجھے معلوم ہوئے۔ اور میں عمرؓ کے لئے یہ کہہ کر منظرہ جاتا ہوں اس کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ حضرت علیؑ کی اطاعت پر قائم رہوں گا۔ لیکن یہ بھی کہے دیتا ہوں کہ ان کے ساتھ لڑائی پر نہ جاؤں گا۔

دوسری صبح کو جیسے ہی حضرت علیؑ کی آنکھ کھلی تو لوگوں نے عرض کیا کہ آج رات کو ایسا واقعہ پیش آگیا جو طلحہ ذبیرؓ کا شبہ اور معاویہؓ کے واقعوں سے زیادہ خطرناک ہے ابن عمرؓ بھاگ کے شام چلے گئے۔ حضرت علیؑ کو اس پر بہت تر و ہوا۔ فوراً بازار میں آئے سواروں اور پیادوں کو ابن عمرؓ کے تعاقب میں دوڑایا۔ اور گرد اور پی کرنے والی فوجیں ہر راستے پر روانہ کر دیں۔ راستے میں آپ کی صاحب زادی ام کلثومؓ کا آدمی آیا اور اس نے اصل حقیقت بیان کر دی۔ ابن عمرؓ کا یہ ارادہ سن کر حضرت علیؑ مطمئن ہو گئے۔ اور جن لوگوں کو تعاقب میں بھیجا تھا وہیں بلا لیا۔ پھر مجمع عام میں فرمایا۔ خدا کی قسم نہ ام کلثوم جھوٹی ہیں اور نہ ابن عمرؓ نے جھوٹ کہا ہے۔ میں ان کو نقد اور راست باز جانتا ہوں۔

ان کا رشتہ
بھاگ جاتا۔

حضرت علیؑ
میں سے

اور اہل بیت

ہونچتی تھیں کہ آپ کے نانہالی رشتہ دار عبید اللہ بن ابی سلمہ جہنم کلاب کے لقب سے مشہور تھے۔ اور حضرت عثمان کی شہادت کا سانحہ ہوش بابا بن کیا۔ ام المومنین نے پوچھا "اور ان کے بعد کیا ہوا؟" کہا لوگوں کو حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر اتفاق ہے۔ اس لئے ہی آپ کو ستم کی طرف پلٹ پڑیں اور زبان پر یہ کلمات تھے "خدا کی قسم عثمان مظلوم مارے اور میں ان کے خون کا انتقام لوں گی" عبید اللہ نے کہا "آپ ہی نے تو سب کے پہلے حضرت عثمانؓ کے طرز عمل پر اعتراض کیا تھا؟" فرمایا لوگوں نے ان کو اس وقت قتل کیا جب وہ اپنے غیر پسندیدہ افعال سے توبہ کر چکے تھے۔ حجر میں تشریف لے گئیں۔ وہاں کہیں ہونچے آپ مسجد حرام کے دروازہ پر اتریں اور پروہ کر دیا گیا جب اس پاس بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے سب کی طرف خطاب کر کے یہ تقریر فرمائی "لوگو! مختلف شہروں کے لوگوں! بدوی صحرا میں اور اہل بیتہ کے غلاموں نے شورش مچا کر اس شخص پر زور کیا جو مظلوم مارا گیا اور ظالموں نے ان پر یہ الزام لگایا کہ انھوں نے نوجوانوں کو اہم خدمات دیں انھیں جاگیریں عطا کیں حالانکہ عثمانؓ سے پہلے اس عمر کے لوگ ان خدمات پر مامور ہو چکے تھے اور جب انھوں نے ان اعتراضات کو تسلیم کر کے جاگیریں چھین لیں تب ظالموں کے لیے کوئی حجت باقی نہیں رہی اور انھوں نے ظلم سے ایسے المومنین کو قتل کر دیا جس خون کا لانا حرام تھا اس کو گرایا جس شہر میں خونریزی حرام تھی اس میں حلال کی اور جس مال کو لوٹنا حرام تھا اس کو لوٹا۔ خدا کی قسم عثمانؓ کی ایک انگلی ایک عالم سے اچھی تھی۔ خدا کی قسم جس وضع سے ان لوگوں نے دست تقدیر دراز کیا ہے اس کی بدولت عثمانؓ سے کوئی گناہ ہوا ابھی تھا تو اس سے اس طرح پاک و صاف ہو گئے جیسے سونا گھوٹل سے اچھلا کر پال سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔"

چشمِ ملاحظہ

ام المومنین محبوبہ رسول اللہ صلوٰۃ کی اس تقریر کا حاضرین پر بڑا اثر پڑا عبید اللہ بن عامر حضرمی عمر عثمانی سے مکہ کے والی تھے جو شمس میں آکر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اس خون کا پہلا انتقام لینے والا میں ہوں۔ اس کے بعد تمام بنی امیہ جو مکہ میں جمع تھے اور مدینے سے بھاگ آئے تھے اس کو دعویٰ میں شریک ہوئے اور حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ایک اچھا خاصہ کرہ برپا ہو گیا۔

جہانفت کی

انھیں انیس بن عبد اللہ بن عامر بصرے سے آگئے جو یہی دولت اپنے ساتھ لائے تھے۔ دوسری طرف یحییٰ بن امیہ ابن جبہ چھ سو اوٹھوں کا قافلہ لے کر یمن سے آگئے اور ربیعہ میں

پڑاؤ وال دیا۔ اس کے بعد حضرات طلحہ و زبیر بھی مدینے سے آکر حضرت عائشہ کی کوشش میں شریک ہو گئے۔ حضرت عائشہ نے ان سے پوچھا کہ میں نے کیا ہو رہا ہے؟ کہا ہم شینے سے بھاگ کے آئے ہیں۔ اور اس شہر کو اس حال میں چھوڑ آئے ہیں کہ بلوائیوں اور بدویوں نے ہنگامہ مچا رکھا ہے اور ایسے بے اصول لوگ جمع ہو گئے ہیں جن کو مدنی کا اقرار دینے نہ باطل سمجھنا ہوتا ہے اور نہ اپنے نفسوں کو روکتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے کہا تو پھر انھیں بلوائیوں کے مقابلے پر بلو۔

سب لوگوں کی رائے تھی کہ پہلے شام کی طرف جانا چاہیے ابن عامر نے کہا شام میں اکیسے متویرہ کافی ہیں۔ میں بصرہ چلنا چاہیے۔ وہاں میری بھی کچھ اثر ہے اور وہ لوگ سوا طلعہ کی نسبت کھانا عقیدت رکھتے ہیں۔ یہ سن کر سب نے ابن عامر کو الام دیا کہ ایسا تھا تو تم وہاں سے کیوں چلے آئے؟ نہ تم کوئی صلح کرنے والے تھے اور نہ کسی سے تم کو لڑنا تھا جس طرح متویرہ شام میں ہیں اسی طرح آخر کو چاہیے تھا کہ اپنے علاقوں میں ٹھہرے رہتے تھے اور وہاں ہونا ہمارے لئے کافی ہوتا اور وہاں کا انتظام درست کر کے ہم سب کو نہ کی راہ لیتے اور مخالفوں کی سب راہیں بند کر دیتے۔ ابن عامر سے اس اعتراض کا کچھ جواب نہ بن پڑا۔

اس کے بعد لوگوں نے حضرت عائشہ سے کہا مدینے کو چھوڑ دیجئے جس وقت محمدؐ وہاں سے نکلے ہیں بلوائیوں کا زور تھا۔ اور ہمارے پاس اتنی قوت نہیں ہے کہ ان لوگوں کا مقابلہ کر سکیں۔ لہذا ہمیں بصرہ چلنا چاہئے جہاں حکومت کا ہاتھ مضبوط نہیں ہے۔ وہاں واسے ہمارے سامنے حضرت عائشہ کی حیثیت کا مسند نہیں کریں گے۔ لہذا آپ ان کو اسی طرح مخالفت پر آمادہ نہ کریں بل کہ کو آمادہ کیا ہے۔

حضرت عائشہ نے اسی رائے کو پسند فرمایا اور اب سب لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو بلایا جو مدینے سے بھاگ آئے تھے اور کہا آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔ انھوں نے اس پر حذر کیا اور کہا میرا شمار اہل مدینہ میں ہے۔ لہذا میں یہی کروں گا جو اہل مدینہ کریں گے۔ چنانچہ سب نے بخور ہو کے انھیں چھوڑ دیا۔

اہل انصاریہ حضرت صدیقہ کے ساتھ اور ازواج مطہرات رسالت بھی تھیں مگر جب انھوں نے حضرت عائشہ کو بھرنے کا عازم دیکھا تو ساتھ چھوڑ کے علیحدہ ہو گئیں۔ حضرت ام المومنین خدیجہؓ ان کی رفاقت قبول کر لی تھی مگر ان کے بھائی عتبہؓ نے ان کو بھی اس سے منع کیا۔ اب کہیں استقامت خواہ شکر مرعوب ہو جس کی تیاری میں تبلی بن مہذب نے چھ سو آدمی جمع کر رکھے تھے۔

ابن عامر کی رائے اور اس کے اثر

مدینہ سے نکلنے والے

عبداللہ بن عمر کا حذر

اہل انصاریہ کی رفاقت

شکر مرعوب کی تیاری

چھ لاکھ سو بیس ہوں سے اور ابن عامر نے روپیہ کی مقدار کثیر سے مروی ہے اور حضرت عائشہ کے
 نقیب نے مکے کی لگی کوچوں میں اعلان کرویا کرام المؤمنین اور ظلم اور زبیر بھرے جا رہے ہیں۔
 جو شخص اسلام کی بے حرشی کرنے والوں سے لڑنا اور غلیفہ و ظلم عثمان کے خون کا بدلہ
 لینا چاہتا ہو اور اس کے پاس سواری اور سامان سفر نہ ہو آئے اس کی مدد اور کفالت
 کی جائے گی۔ لوگ آنا شروع ہوئے اور چھ سو آدمی اونٹوں پر سوار کرانے لگے ان کے ساتھ
 ایک ہزار یا نو سو مفروین اہل مدینہ کے گروہ کو ہمراہ لے کر حضرت عائشہ روانہ ہوئیں۔ راویں
 تھوڑے ہی زمانے میں اور بہت سے لوگ اگر شریک ہو گئے اور حضرت عائشہ کے چھند سے
 کے پیچھے پورے تین ہزار سپہ سالاروں کا انہو جمع ہو گیا۔

بصر سے
 روانہ
 ہونا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ام الفضل یعنی حضرت عباس کی بیوی کو غلطی میں موجود تھیں انھوں نے
 ظفر نام ایک شخص کو اجازت دے کر مدینے روانہ کر دیا کہ حضرت علیؑ کو ان واقعات کی خبر کر دے
 پتا نہ چلے اس نے فوراً جا کے آپ کو ان حالات سے آگاہ کیا۔

مروان کی
 بیوی

حضرت عائشہ جب مکہ سے روانہ ہوئے لگیں تو مروان بن حکم نے طلحہ و زبیر سے آگے
 چوڑھا آپ دونوں یہاں سے کس کو میرا میر کر کے سلام کیا کروں؟ اور کس کی طرف سے نازکی
 اجازت دی جائے کہ وہ دونوں مذکورہ بزرگوں کے فرزند موجود تھے عبد اللہ بن زبیر نے
 کہا میرے والد زبیر کے نام سے تمہیں طلحہ بولتے میرے والد طلحہ کے نام سے۔ حضرت
 صدیقہ نے یہ اجازت تو مروان کے پاس کھلا بھیجا سلام ہوتا ہے تو ہمارے گروہ میں تفرقہ
 ڈالنا چاہتا ہے۔ میرا حکم یہ ہے کہ میرا بھائی عبد اللہ بن زبیر ناز پڑھائے گا۔ بعض راویوں کا بیان
 ہے کہ جب تک عتاب بن اسید مارے نہیں گئے تھے وہی ناز پڑھاتے رہے۔ متنازع
 بن عبد اللہ کہہ کرتے تھے کہ اگر ہم لوگ نجاب بھی ہو جاتے تو خدا کی قسم آپس میں بھگڑتے
 نہ زبیر طلحہ کو غلیفہ ہونے دیتے اور نہ طلحہ زبیر کو۔

یوم النقیب

تمام راج مظہرات مقام ذات عرق تک حضرت عائشہ کے ساتھ ہیں۔ وہاں جب نصبت
 ہونے کا وقت آیا تو سب لوگ باہمی نا اتفاقی اور اسلام کی مصیبت پر رونے لگے اور اس طرح
 بھونٹا بھونٹا کر زار و قطار رونے لگے اس سے پہلے دیکھی اتنے رونے والے دیکھے گئے
 تھے نہ اتنی رونے والیاں اور نہ ایسا رونا چنانچہ اس دن کا نام یوم عربوں میں یوم النقیب ہے
 اور رونے کا دن مشہور ہو گیا۔

والا

بنی امیہ کے خیالات

اس مقام پر سعید بن حاص مروان بن حکم سے ملا اور چپکے سے کہا "انتقام کا میدان تو سنا
 موجود ہے۔ تم اس کو چھوڑ کے کہاں جاتے ہو؟" مطلب یہ تھا کہ عثمان کے اصلی دشمن تو عائشہ
 و طلحہ و زبیر ہیں ان کو چھوڑ کے کہاں جاتے ہو؟ ان کو قتل کرو اور اپنے گھر کا راستہ لو، مروان
 نے کہا "ہم اس لیے جاتے ہیں کہ شاید تمام تائین عثمان کو قتل کر سکیں۔" اس کے بعد سعید
 طلحہ و زبیر سے ملا اور کہا "اگر آپ تھیاب ہوئے تو سچ بتائیے کہ خلیفہ بنائیں گے؟ انھوں نے
 جواب دیا "ہم میں سے کوئی بھی جسے لوگ پسند کریں خلیفہ ہو جائے گا۔" اس نے کہا "آپ تو حضرت
 عثمان کے خون کا انتقام لینے کو جا رہے ہیں۔ انھیں کے کسی فرزند کو کیوں نہ خلیفہ بنائیے؟"
 اس کا یہ جواب پایا کہ اگر جاہلین کو چھوڑیں اور قیومیوں کو خلیفہ بنائیں، ایہ کیسے ممکن ہے؟ سعید
 نے کہا "ایسا ہے تو پھر میں کوشش کروں گا کہ خلافت عبد مناف کی اولاد میں نہ جانے پائے؟ یہ کہہ
 سعید بلیٹ گیا۔ اور اس کے ساتھ عبد اللہ بن خالد بن اسید نے بھی گھر کا راستہ لیا۔ اس موقع پر
 مغیرہ بن شعبہ نے کہا "میری رائے وہی ہے جو سعید نے دی۔ اس لیے بنی تقیف میں کے جتنے
 آدمی اس لشکر میں موجود ہوں انھیں واپس چلا جانا چاہیے۔" اور یہ کہہ کر مغیرہ نے بھی اپنا راستہ لیا۔
 اب یسکر آگئے بڑھا۔ اور اس کے ہمراہ حضرت عثمان کے دو فرزند ابان اور وکیع بھی
 موجود تھے یعنی بن ہشام نے عسکر نام ایک چھٹی اونٹنی جسے اسی درہم و س کے خریدنا تھا حضرت
 عائشہ کی مذکر کی۔ اور آپ اُسی پر سوار ہو کے روانہ ہوئیں بعض راویوں کا بیان ہے کہ حضرت
 عائشہ کی اونٹنی بنی عترت کے ایک شخص کی ملکیت تھی جو اس شخص کا بیان ہے کہ میں اپنی اس
 اونٹنی پر چلا جاتا تھا کہ ایک سوار ملا اور کہا "اونٹنی بیچتے ہو؟" میں نے کہا "ہاں" پوچھا "کیا لوگسے؟"
 میں نے کہا "ایک ہزار درہم اس نے تعجب سے کہا کچھ سڑی ہوئے ہو؟ میں نے کہا "سڑی
 ہوئے کی کوئی بات نہیں ہے؟ اس اونٹنی پر بیٹھ کے میں نے جس کا تعاقب کیا اس کو پایا
 اور جس نے میرا تعاقب کیا مجھے ہرگز نہ پایا۔" اس نے کہا جانتے بھی ہو ہم اس کو کس کے لیے
 چاہتے ہیں؟ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کے لیے اس کی ضرورت ہے! میں نے کہا ان کے
 لیے چاہتے ہو تو بغیر قیمت کے نذر ہے۔" اس نے کہا میں ہمارے ساتھ جے چلو۔ ہم تمہیں ہم
 سبھی دیں گے اور ایک اونٹنی بھی تمہاری نذر کریں گے۔ میں اس کے ساتھ ہو لیا اور لوگوں نے
 ان کی رضا اونٹنی کے معاوضہ میں مجھے ایک چھٹی اونٹنی اور چار سو یا چھ سو درہم دیے۔ اس کے بعد
 اب مکہ نے مجھ سے پوچھا تم صحرا کے راستوں سے واقف ہو؟ میں نے کہا "خوب واقف ہوں۔"

فرزندان عثمان

ناقد عائشہ

لشکر کی تیاری

چنانچہ ان لوگوں نے پھر سے حلقہ پر چھٹی گواہی دے لی۔ راستے بھر یہ حالت رہی کہ لوگ مجھ سے ہر گھنٹے اور ہر گھنٹہ کا نام پوچھتے اور میں بتاتا۔ آخر ہم ایک تالاب کے کنارے پہنچے۔ وہاں کے کتبہ میں یہ لکھا تھا کہ لوگوں نے اس کا نام پوچھا اور میں نے بتایا کہ یہ تالاب حجاب کا نام ہے۔ میری زبان سے یہ جواب کا نام سننے ہی حضرت عائشہؓ نے نہایت ہی بل بوتے پر فرمایا اے اللہ و اے اللہ راجوں! اس مقام کا ذکر تو میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن چکی ہوں۔ ایک روز میں بھی اور آپ کی اور سب بیویاں بھی بیٹھی ہوئی تھیں کہ آپ نے فرمایا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم میں سے کون ہے جس پر حجاب کے کتبے بھونکیں گے۔ یہ اہل تصدیق کر کے اپنے اپنی اونٹنی بٹھادی اور سہرایا۔ بے چارے یہاں سے واپس بے چارے سب بھجھاتے تھے اور آپ نہ جانتی تھیں اسی روز میں سارا لشکر ایک رات وین پڑا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر بار بار کہتے تھے کہ پھر سے آپ کو اس تالاب کا نام غلط بتایا ہے مگر حضرت صدیقہ ایک نہ جانتی تھیں۔ اسی اثنا میں سمرانی کہ حضرت علیؓ مدینہ آئے روانہ ہو گئے۔ ساتھ ہی ابن زبیر نے غل مچایا۔ بھاگو علیؓ مع اپنے لشکر کے پہنچ ہی جاتے ہیں۔ اس اندیشہ سے حضرت عائشہؓ کو خاموش کر دیا اور سب کے ساتھ آپ بصرے کی طرف چل کھڑی ہوئیں۔ اور یہ لشکر نازل سفر طے کر کے بصرے کی آبادی کے سامنے جا پہنچا۔

یہاں عبید بن عبد اللہ تمیمی نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا ام المومنین۔ میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ یہی شہر کے اندر نہ داخل ہو جائیے۔ آپ سے بھی شہر والوں سے کوئی مخالفت نہیں ہوئی۔ اور میں معلوم وہ لوگ کس خیال میں ہیں۔ اپنے اہل عام کو بھیجے جن کا شہر والوں پر اثر ہے۔ وہ جا کے لوگوں سے ملیں اور آپ کے تشریف لائے کا تصدیق کر لیں۔ پھر اس کے بعد آپ شہر کے اندر قدم رکھیں۔ اس شور کے مطابق حضرت صدیقہ نے بصرے سے ذرا فاصلے پر مقام خیمہ میں ٹپا ڈال دیا۔ اور اہل عام جا کے لوگوں سے ملے۔ خود حضرت ام المومنین نے بھی تحف بن عیس اور عبید بن شیمان کے سے چند مغزین بصرہ کو خطوط بھیجے۔

یہاں اس زمانے میں عثمان بن حنیفؓ تو حضرت علیؓ کے مقرر کیے ہوئے والی بصرہ تھے۔ عمران بن حصینؓ نام ایک رئیس شہر کا اثر عام پر زیادہ تھا۔ اور وہی شہر پر اتولا سود و دہلی انہی رکھتے تھے جو حضرت علیؓ کے شاگرد تھے اور کبار تابعین میں شمار کیے جاتے تھے۔ عتہ شہر اچھے بن حنیفؓ نے درود عائشہؓ کی خبر پاتے ہی دونوں مذکورہ صاحبوں یعنی عمران اور ابوالاس

ازب حجاب

بصرے پہنچے

اور اس نے

اچھے

دونوں

بکرا لیا

بلا کے کما آپ ان بیوی کے پاس جائیں۔ پتہ لگائیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں۔ اور ان کے ہمراہی لوگ ہیں۔ اور کس خیال میں ہیں۔

دونوں صاحب والی کا اشارہ پاتے ہی حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد عرض کیا ہمارے والی نے ہمیں یہ دریافت کرنے کو بھیجا ہے کہ آپ یہاں کس لیے تشریف لائی ہیں؟ حضرت عائشہ یوں سمجھ سی عورت کا کام نہیں کہ اصل حقیقت کو اپنے فرزندوں سے مخفی رکھوں۔ پس جو بلوائیوں اور قبائل عرب کے مفیدوں نے حرم رسالت پر حملہ کیا۔ وہاں فساد مچایا۔ فساد یوں کو پناہ دی۔ اور ان اعمال زشت کے باعث خدا اور رسول کی لعنت کے مستوجب ہو گئے۔ اسی قدر نہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کے نام کو قتل کیا۔ بغیر اس کے کہ کوئی عذر پیش کر سکتے ہوں۔ جس خون کا اگرنا حرام تھا اس کو حلال کر لیا اور جس مال کا لوٹنا حرام تھا اس کو لوٹا۔ شہر محترم اور ماہ محترم نبوی المجہ کی حرمت خاک میں ملا دی۔ ان کی ہی دستبرد دیکھ کر میں یہ بتانے کو گھر سے نکلی ہوں کہ ان ظالموں کے ہاتھ سے کیا ہوا۔ جو ار رسالت کے لوگ اب تک کس نفرت میں مبتلا ہیں۔ اور اس فساد کے دور کرنے اور امت محمدی کی اصلاح کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اس کے بعد آپ قرآن کی ایک آیت پڑھی اور فاتحہ پڑھایا ہمارا یہ حال ہے۔ لہذا تم تمہیں جہلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو آئے ہیں۔

آپ کی یہ تقریر سننے کے بعد عمران اور ابوجالاسود حضرت طلحہ سے ملے اور آنے کا سبب پوچھا۔ انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم عثمان مظلوم کے خون کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ اور لو صاحبوں نے پوچھا آپ تو حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ کہا ہاں کر چکے ہیں مگر اس بیعت کی جب تلوار گروں پر رکھ دی گئی۔ اور ان کی یہ بیعت اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ وہ ہمارے اور قاتلین عثمان کے درمیان میں داخل نہ ہوں۔

بعد ازاں یہ دونوں شخص حضرت زبیرؓ کی خدمت میں گئے اور انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت طلحہ نے دیا تھا۔

یوں حضرت ام المومنین اور ان بزرگان صحابہ کی رائے دریافت کرنے کے بعد دونوں عثمانؓ سے بھی نیف کے پاس واپس جانے کو کہنے لگے کہ حضرت عائشہ کے قیام کے کوئی لینے بھرے ہیں۔ ان کی ہاپونے کا اعلان کیا۔ فوراً دوڑ کے عثمان کے پاس گئے انھیں اطلاع کی سنی۔ یہی ہے عثمانؓ کی نیف کی زبان سے نکلا۔ اناشد وانا الیہ راہون۔ قسم ہے پروردگار کہہ سکی کہ اسلام کی علی

عمران دیکھا
حضرت
صورت کی
خدمت میں

ناقہ ہلاکتی

نکاح کی

گھبر گئی دینے مسلمانوں میں لڑائی چھڑ گئی (اب براؤں کو ہم کہاں بناؤں؟) حالات نے کہا خدا کی
البتہ لڑائی کی چکی تھ کہ عرصہ دراز تک پیسے کی عثمان نے پوچھا قریباً اگر خدا سے کہہ دوں
کیا صلحت ہے؟ کہا میری رائے تو یہ ہے کہ آپ اس بجائے سے ایک ریزہ زمین دے دیں
گھر میں جا کے بیٹھ رہوں گا۔ عثمان نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک ایسے زمینیں نہیں ملتی ہیں
روکوں گا۔

اس کے بعد عثمان تو اپنے گھر میں گئے اور عثمان بن عقیف فرست کر تیاریاں کرنے کے
اسی اثنا میں شام بن عامر کے عثمان سے ملے اور کہا آپ جو کچھ کرنے دے ہیں اس میں شہید ہوں
یہ وہ بصیرت ہے جو دوزخ میں ہو سکتی۔ وہ دوسرے جو اچھا نہیں ہو سکتا۔ اسی نے فرست کر لڑائی
کے آپ ان لوگوں کے ساتھ نرمی اور اخلاق کا برتاؤ کریں اور حضرت علیؓ کے پاس سے کافی
برایت آنے تک انتظار کریں۔ عثمان نے اس شور کو نہ مانا۔ لوگوں کو مباح خود سے بچا ہونے کا
حکم کیا اور حج ہوتے ہی تیاریاں مسلح ہونے کا حکم دے دیا۔

اسی سلسلہ میں عثمان نے ایک یہ کارروائی کی کہ بنی قیس کے ایک شخص کو قتل کرنے کے
رہنے والا تھا اور مکار مشورت تھا بھی اس نے حج عام میں گھٹے سے ہو سکے میں یہ کیا کرنا ہے
ہوئے ہیں اگر دُر کے بھاگے ہیں تو اس شہر سے آئے ہیں جس میں ایک پرانی کی جان میں کوئی نہیں
لے سکتا۔ اور اگر حضرت عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کو آئے ہیں تو عمر بن قاتلین عثمانؓ نہیں
میرا کہا مانو اور انھیں وہیں واپس بھیج دو جہاں سے آئے ہیں۔ اس کے بعد انھیں بنی قیس
سعدی طیش میں آکر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا ان لوگوں کا یہ خیال نہیں ہے کہ عمر قاتلین عثمانؓ ہیں۔ تو
اس لیے آئے ہیں کہ قاتلین عثمانؓ کے مقابلے کے لیے ہم سے اور ان لوگوں سے۔ یہ عثمانؓ
الفاظ پر بعض لوگ اتھوڑ کو سنگرز سے پھینک پھینک کے مارنے لگے۔ اور ساتھ ہی حضرت
بن حنیفہ کو معلوم ہو گیا کہ بصرے کے اندران لوگوں کے مدد و معاون ہو جو وہیں اور ان کا
حوصلہ پست ہو گیا۔

اور حضرت عائشہؓ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر بصرے کے باہر ہونے میں مدد
پیو نہیں جہاں قاتل پڑاؤ ڈالا کرتے تھے۔ اور حضرت عثمان بن عقیف اپنے لوگوں کو اس کے
ننگے۔ بصرے والوں میں سے جو لوگ جناب صدیقہؓ کا ساتھ دینا چاہتے تھے وہ آپ سے
گرد میں آکے بل گئے۔ اور تمام اہل بصرہ اسی میدان میں تھے جلدو میدان کے درمیان جناب تھے

اور عثمان بائیں جانب۔

طلحہؓ نے اٹھ کر ایک تقریر کی جس کے سننے کے لیے سب خاموش ہو گئے۔ انھوں نے حمد و ثنائے الہی کے بعد حضرت عثمانؓ کے فضائل بیان کیے اور ظاہر کیا کہ ان کی یہی جوہر و تعدی ہوئی۔ پھر لوگوں کو ان کے خون کا انتقام لینے کو ابھارا اور جوش دلایا۔ اسی قسم کی تقریریں کرنے لگی۔ انجام یہ ہوا کہ اس میدان میں داہنی جانب جتنے لوگ تھے کھینے لگے۔ یہ حضرات سچ کہتے اور جیسے نیک کام کی طرف ہمارے ہیں، مگر جو لوگ میدان کے بائیں حصے پر تھے اور ابن حنیف کے زیر اثر تھے ان کا یہ خیال ہوا کہ یہ لوگ غلطی پر ہیں، ہمیں فریب دے رہے ہیں، اور اسلام کے اس مسئلہ میں ان کا چاہتے ہیں اس سے بڑا نادر کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر طلحہ و زبیر دونوں نے بیعت کی اور یہاں ان کی مخالفت کر رہے ہیں۔

اس اختلاف کا انجام یہ ہوا کہ یکایک لڑائی چھڑی اور دونوں جانب کے لوگ ایک دوسرے پر خاک جھونکنے اور سنگریزوں کی بوچھاڑ کرنے لگے۔ حضرت صدیقہؓ نے یہ رنگ دیکھا تو دونوں کو اس بیہودگی سے روک کر اپنی تقریر شروع کی، آپ کی آواز بہت بلند تھی اور سب کے کانوں میں پہنچ رہی تھی۔ اس تقریر میں خدا کی حمد کے بعد آپ نے کہا لوگ عثمان بن عفان کو الزام دیتے تھے، ان کے عاملوں کو مجرم و ملوم ٹھہراتے تھے۔ اور دینے میں ہمارے پاس اگرچہ کچھ اس قدر تھیں، مگر اس میں ہم سے مشورہ لیتے تھے۔ ہم جب اس معاملہ میں غور کرتے تو عثمان کو نیک لیا کرتے، اور وفادار پاتے اور ان کے مقابلے میں الزام دینے والوں کو بدکار، غدار اور جھوٹا۔ ان لوگوں کا ارادہ کچھ ہوتا اور ظاہر کچھ کرتے تھے۔ پھر جب ان لوگوں کی قوت بڑھی اور کثرت ہوئی تو سب نے ان کے گھریز غریزہ کیا جس کا خون گرنا حرام تھا حلال کر لیا جو حینہ مخمر تھا اس کی حرمت اور جو شہر معزز تھا اس کی عزت بے وجہ اور بے سبب خاک میں ملا دی اس لیے لوگوں نے جو کام کرنا چاہیے جس کے خلاف کرنا ہرگز جائز نہیں یہ ہے کہ قاتلین خلیفہ مظلوم یا خود کیے جائیں۔ اور کتاب اللہ کا جو حکم ہو اس پر عمل کیا جائے یہ اس کے بعد یہ آیت پڑھی "آلہم ترالی الذین اؤثروا فضیلتا من الکتاب یزعمون" اسے کتاب اللہ الایہ۔

حضرت صدیقہؓ کی اس تقریر نے یہ بلا کا اثر کیا کہ عثمان بن حنیف کے ساتھیوں کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک نے نہرے لگانا شروع کیے کہ حضرت ام المومنینؓ سچ فرماتی ہیں اور نیک بات بتا رہی ہیں اور دوسرا اپنے اسی پہلے خیال پر قائم رہا کہ یہ لوگ غلطی پر ہیں اور جس امر کی طرف ہمارے ہیں وہ

طلحہ و زبیر کی تقریر

مجھے کچھ مختلف بنا آتا

پہلے

حضرت عائشہ کا بیڑا غلط

نہرے

لڑنے کی تیاری

حق نہیں ہے۔ اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں وصول اور کنکریاں چلتے لگیں حضرت صدیقہ نے یہ رنگ دیکھا تو وہاں سے ہٹ گئیں۔ اور وہاںی جانب جتنے لوگ تھے سب عثمان بن حنیف کے گروہ سے جدا ہو گئے۔ اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ ام المومنین یہاں سے ہٹ کر مقام مرہ میں ٹھہریں جہاں چڑے کو وباغت کرنے والے رہتے تھے عثمان بن حنیف کے اکثر رفقا تو انھیں ساتھ رہے مگر بعض ان سے ٹوٹ کر حضرت عائشہ کے گروہ میں آئے۔

ابن کثیر نے
حضرت صدیقہ کو
بجھایا۔

آپ مرہ میں تھیں کہ عمار بن قدامہ سعدی حاضر ہوا اور عرض کیا اے ام المومنین حضور کا اس ملعون ناقہ پر سوار ہو کر کل کھڑا ہونا خدا کی قسم عثمان کے مارے جانے سے زیادہ سخت اور گراں ہے۔ آپ کو خدا نے ترویقا تھا اور حرمت و آبروی تھی مگر آپ نے اس ستر کی رسوائی کی اور اپنی حرمت کو مٹا دیا۔ خیال تو فرمائیے کہ جو کوئی آپ سے رانا جائز سمجھے گا آپ کے قتل کرنے کا بھی روادار ہوگا۔ اگر آپ یہاں اپنی خوشی سے تشریف لائی ہیں تو اپنے گھر واپس تشریف لے جائیے اور اگر دوسروں کے مجبور کرنے سے آئی ہیں تو لوگوں سے درو مانگیے۔

علامہ زبیری نے
ابن کثیر کی افشا
وغرض۔

اسی اثنا میں نبی سعدی کا ایک شخص حضرات طلحہ و زبیر کے سامنے گیا اور کہا اے زبیر حواری رسول اللہ ہیں اور اسے طلحہ آپ نے رسول اللہ کھنچ کر اپنے ہاتھ سے بچا یا ہے۔ آپ نے ساتھ میں آپ کی ماور تخرم کو بھی دیکھتا ہوں۔ کیا آپ وہ نہیں حضرات اپنے خاندان کی بیویوں کو بھی اپنے ساتھ لائے ہیں؟ جواب ملا نہیں جواب سن کر اس نے کہا تو پھر مجھے آپ سے کچھ تعلق نہیں؟ یہ کہہ کر چلا گیا اور چند اشعار پڑھے جن کا یہ مضمر ہوتا تھا کہ تم نے اپنی بیویوں کو تو گھر میں بٹھایا مگر ماں کو میدان میں لائے۔ خدا کی قسم یہ نا انصافی ہے ان بیوی کو تو حکم ہے کہ ان کے دامن گھر کی انگنائی میں لٹا کریں مگر شوق یہ ہے کہ دامن صحر اکو چاک کریں۔

رہائی شروع ہوئی

اب حکیم بن جبلة عبدی جو سواروں کا افسر تھا بڑبھا اور لڑائی پھیر دی حضرت عائشہ کے طرفداروں نے ان لوگوں کو آتے دیکھا تو روکنے کے لیے نیرے آگے بڑھ کاویہ مگر وہ نہ رکا اور سرکراتا گرم ہو گیا حکیم اپنے سواروں کو بڑبھاتا تھا اور حضرت صدیقہ کی طرف کے جاں باز روک رہے تھے۔ یہ لڑائی طرک کے کڑ پر ہو رہی تھی ام المومنین نے خونریزی سے بچنے کے لیے اپنے لوگوں کو ہتھکے کا حکم دیا سب وہاںی طرف ہٹ کر بنی ازن کے قبرستان میں چلے گئے اور اتنے میں رات ہو گئی۔

حضرت صدیقہ
بجھایا۔

رات ہوئی تو عثمان بن حنیف اپنے قصر میں چلے گئے اور حضرت عائشہ کے لوگ دار الرزق

یعنی سرکاری بھنڈار خانے کی طرف چلے۔ رات گزارنے کو یہ لوگ وہاں کے صحن میں جمع ہوئے تھے کہ حکیم بن حیدر اُن کے روکنے کو پہنچا اُس کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور زبان پر گالیاں پڑ رہی تھیں۔ میں سے کسی نے پوچھا یہ کسے کوں رہا ہے؟ بولا عائشہ کو! یہ الفاظ سننے کی بھلا کس میں تاب تھی؟ عجب ہی جو انداز سے نیزے کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ ایک ہی وار میں خاک پر لوٹ رہا تھا اور کہا بخت! ام المومنین کی خدمت میں اور کس ستاخی! پھر اسی عجبی شخص کو ایک عورت ملی جسے دیکھا کہ وہ بھی محبوبہ رسول اللہ کی شان میں دریدہ دہی کر رہی ہے۔ حکم کر کے اُسے بھی نیزے سے ٹھنڈا کر دیا۔

عائشہ کو مارا گیا

اسی سلسلہ میں بھنڈار خانے کے پاس سخت خوزبری ہوئی جس میں لڑتے لڑتے صبح ہوئی اور صبح سے دوپہر وصل گئی۔ اس موقع میں ابن حنیف کے آدمی کثرت سے مارے گئے اور زخمیوں کا شمار دونوں طرف زیادہ تھا۔ آخر لڑائی کی سختی سے دونوں طرف کے لوگ گھبرا گئے اور دونوں جانب سے صلح کے نعرے بلند ہونے لگے۔ پھر یہ اتفاق یہ قرار پایا کہ ایک قاصد مدینے بھیجا جائے جو وہاں سے تحقیق طور پر دریافت کر لائے کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی کو مراد وجہ کے ہاتھ پر بہ رضا و رغبت بیعت کی یا اُن سے زبردستی بیعت کر لی گئی پہلی بات سچ ثابت ہو تو دونوں صاحب بصرے کو جھپٹ کر لے جائیں اور اگر دوسری بات سچ ثابت ہو تو عثمان بن حنیف کو چاہیے کہ شہر کو ان بزرگوں کے حوالے کر کے بصرے سے نکل جائیں۔ اس پر باہم ایک تحریری معاہدہ ہو گیا اور کتب بن سور نے ایک تمغہ علیہ خیر کی حیثیت سے دینے کی راہ لی۔

بھنڈار خانے کے پاس کی لڑائی۔

مشہور صلح

اہل بصرہ کا سفیر بن گیا

جب کعب دینے پہنچے تو جہمہ کا دن تھا تمام لوگ اُن کے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے کہا حضرات! مجھے اہل بصرہ نے یہ دریافت کرنے کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ طلحہ و زبیر نے اگر خود ہی بخوشی خاطر علی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی یا وہ زبردستی لائے گئے اور اُن سے بہر بیعت کی گئی؟ سب خاموش تھے اور کوئی جواب نہ دیتا تھا! اتنے میں اُسامہ بن زید آئے اور کہا وہ دونوں بیعت کرنے پر مجبور کیے گئے تھے! یہ الفاظ جیسے ہی اُن کی زبان سے نکلے تمام اہل عباس نے کچھ اشارہ کیا اور ساتھ ہی ہل بن حنیف اور زبیر سے لوگ اُسامہ پر جھپٹ پڑے۔ مگر غنیمت یہ ہوا کہ ساتھ ہی حبیب ابو ایوب انصاری اور دیگر صحابہ کا ایک گروہ جس میں مختبر بن سلمہ بھی تھے اُٹھ کے دوڑے کہ اُسامہ کو ان لوگوں کے ہاتھ سے بچائیں۔ اور جب اُن کو بچا لیا تو اُن سب بزرگوں نے یہ اعلان کیا کہ انہوں نے صحیح تو یہی ہے جو اُسامہ نے کہا۔

مدینے میں اُٹھنے والے کا بڑا شوق

بعد ازاں صلیب اُسامہ کو اُن کے گھر میں پہنچا آئے اور اُن سے کہا ہم لوگوں کی طرح آپ بھی عیش و عشرت کیوں نہ رہے؟ انہوں نے کہا مجھے خبر نہ تھی کہ یہاں یہ حالت ہو رہی ہے۔

حضرت علیؓ کا
گھر اُن کو

اس واقعہ کے بعد ہی کتب نے بصرہ کی راہ لی اور اُس کی روانگی کے بعد حضرت علیؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ فوراً عثمان بن حنیف کو خط بھیجا جس میں انہیں سکھ دیا کہ بصرہ کے کوچہ چھوڑیں اور لکھنا کہ طلحہ و زبیر خدا کی قسم جماعت کا ساتھ چھوڑنے پر نہیں مجبور کئے گئے۔ اس جماعت کا ساتھ دینے پر اللہ تعالیٰ مجبور کیسے کئے۔ لہذا اب اگر وہ بیعت توڑنے پر آمادہ ہیں تو اُن کے پاس کوئی جائز عذر نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے علاوہ اگر اُن کا کچھ اور ارادہ ہے تو خیر دیکھا جائے گا۔

عثمانؓ کی
مجلس
سامعہ۔

ادھر کتب بن سوہرہ بصرہ میں پہنچے اور اوصہ حضرت علیؓ کا خط عثمان بن حنیف کو ملا۔ چونکہ یہ ثابت ہو گیا تھا کہ طلحہ و زبیر سے جبر یہ طور پر بیعت کی گئی لہذا انہیں کے آتے ہی اُمّ المؤمنین عائشہ نے عثمان بن حنیف کے پاس آدمی بھیجا کہ اپنے اقرار کے مطابق بصرہ چھوڑ کے چلے جاؤ۔ انہوں نے اس میں عذر کیا اور حضرت علیؓ کا خط پیش کر کے کہا اب تو صورت ہی دوسری ہوئی جو ہماری باہمی قرار و اس کے خلاف ہے۔

سکینہ بنت
حکمہ

آخر ایک اندھیری رات میں جبکہ میٹھ برس رہا تھا اور ہوا کا زور و شور تھا طلحہ و زبیر اپنے لوگوں کو جمع کر کے مسجد بصرہ کی طرف چلے اور ایسے وقت چلے کہ عشا کے معمولی وقت پہنچ گئے یہاں عشا کی ناز و بریں ہو کر تھی۔ کیونکہ عثمان بن حنیف امامت کے لیے دیکھو آتے طلحہ و زبیر نے بجائے اس کے کہ اُن کے آنے کا انتظار کریں حبیب الرحمن بن قتیبہ کو بڑھا دیا کہ آپ ناز چڑھا نہیں۔ یہاں جاؤں اور سندھ کے نو مسلموں کا ایک گروہ موجود تھا جو قیدی خانوں کے بیروں پر مامور رہا کرتے۔ انہوں نے ہتھیار نکال لیے طلحہ و زبیر نے اُن کا مقابلہ کیا اور مسجد کے اندر تلوار چلنے لگی۔ اس لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ سارے جاٹ اور سندھی جو مزارع تھے قتل ہو گئے اس کے بعد دونوں صاحبوں نے آدمی بھیجے کہ جا کے عثمان بن حنیف کو لے آؤ۔ اُن لوگوں نے اُن کے گھر پہنچنے کے انہیں زبردستی بٹھالیا اور ڈالھی بچھوں کے بال نوچتے ہوئے سے آئے چنانچہ مسجد تک پہنچتے پہنچتے ان کے چہرے پر ایک بال بھی باقی نہ تھا۔ اُن کے ساتھ یہ سلوک ہونا دونوں حضرات کو گراں گرا۔ مگر اب جو جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ فوراً حضرت عائشہ کو اس واقعہ کی اطلاع کی اور آپ نے حکم فرمایا کہ وہ چھوڑ دیے جائیں۔

عثمانؓ کی
مجلس

ان لوگوں کی
دوسری کارروائی

ایک یمنیہ روایت بھی کتب تاریخ میں درج ہے جو بہت کم قابل وثوق ہے کہ عثمان بن حنیف

گرفتار کر لینے کے بعد طلحہ و زبیر نے اُن کے بارے میں حضرت عائشہ سے مشورہ کیا۔ آپ نے ان کے قتل کی رائے دی۔ مگر جناب صدیقہ کی خدمت میں اُس وقت ایک عورت حاضر تھی۔ اُس نے کہا عثمان صحابی ہیں اُن کے حال پر رحم فرمائیے۔ اُس کے کہنے سے آپ نے بجائے قتل کے اُن کے قید کرنے کا حکم دیا۔ مگر اس موقع پر جاثان بن مسعود نے باکے لوگوں سے کہا کہ انھیں مارو۔ اور اُن کی ڈاڑھی جو چھیں، ٹیکیں اور بھویں سب نوج ڈالو۔ اپنا پُٹا اُن غریب کو چاہیں کوڑے مارے گئے۔ اور ڈاڑھی جو چھیں وغیرہ سب نوجی لی گئیں۔ اور اس سزا کے بعد وہ قید خانے میں بند کر دیے گئے۔ پھر چند روز کے بعد چھوڑ دیے گئے۔ آپ بصرہ پر حضرت عائشہ کا قبضہ تھا۔ اور آپ کے بھائی عتبہ بن ابی لہب صدیق داروغہ بیت المال مقرر تھے۔ بصرہ پر حضرت عائشہ کا قبضہ ہونے کی ایک اور روایت بھی ہے کہ جب حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر بصرہ سے یہاں پہنچے تو حضرت ام المومنین نے زید و حسان کو جو بصرہ کے ذمی اور موزین میں تھا یہ خط بھیجا کہ از جناب عائشہ ام المومنین جدیدہ رسول اللہ صلعم بجانب فرزند زید و حسان بعد حمد الہی لکھا جاتا ہے کہ جیسے ہی میری یہ تحریر تم کو ملے آؤ اور میری مدد کرو اور اگر یہ طلحہ و زبیر لکھیں تو پیچھے رہو اور لوگوں کو گولی کی رفاقت سے روکو۔ زید نے اس خط کا یہ جواب دیا کہ میں آپ کا فرزند سیب ہوں اگر آپ ان لوگوں سے کنارہ کشی کر سکتے ہیں تو اس کا سبب تشہد ہے جائیں ورنہ سب سے اول میں ہی آپ سے لڑوں گا۔ خدا رحم کرے ام المومنین کے حال پر۔ انھیں حکم تھا کہ گھر میں بیٹھیں اور یہیں حکم تھا کہ میدان میں نہ نکلیں۔ مگر صورت یہ نظر آتی ہے کہ ہمارا فرض وہ ادا کر رہی ہیں اور اپنا فرض ہمارے ذمہ عائد کرتی ہیں۔

تیسری روایت

حاکم بصرہ جو عثمان بن حنیف تھے انھوں نے طلحہ و زبیر سے پوچھا آپ صاحبوں نے علی کی بیعت کیوں توڑ دی؟ انھوں نے کہا ہم اُن کو اپنے سے زیادہ مستحق خلافت نہیں سمجھتے۔ یہ جواب پانے کے بعد عثمان نے کہا پھر جو حضرت علیؑ نے مجھے والی مقرر کیا ہے اس سے میں اُن کی خدمت میں ان امور کی تسلیع کرتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ جناب اُسے تاک نمازیں ہی پڑھاؤں۔ طلحہ و زبیر یمن کو رک گئے اور عثمان بن حنیف نے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر کیا۔ اس کو دو ہی تین روز ہوئے ہوں گے۔ پھر اس کے کہ حضرت علیؑ کے پاس سے کوئی جواب آئے۔ وہ نوں بزرگوں نے عثمان پر زور کر کے انھیں گرفتار کر لیا اور چاہتے تھے کہ مار ڈالیں مگر انصار کے انتقام سے درے درے ہمارے بال اور ڈاڑھی جو چھیں بھویں ٹیکیں سب نوج لیں اور قید کر دیا۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو اس کے لئے بھیجا ہے کہ تم اس کو قتل کرو۔

پھر بصرہ پہنچے تو انہیں ہونے کے بعد طلحہ و زبیر نے لوگوں کے سامنے تقریریں کیں جن میں کہا ہم نے ارادہ کیا تھا کہ ایسے اہل خونین عثمان کو قتل کر دیں مگر کینے اور ذلیل لوگ ہر دو بار شہر خارج ہوئے اور ان کو شہید کر ڈالا۔ لوگوں نے طلحہ سے پوچھا ہمارے پاس جو آپ کے خلیفہ بنائے ان کا مقصد تو اس کے خلاف تھا۔ زبیر نے پوچھا اس بارے میں میرا بھی کوئی خطا تھیں ملا تھا؟ اور بعد ازاں حضرت عثمان کی شہادت کے واقعات بیان کیے۔ اور اس کے ضمن میں حضرت علیؓ پر اعتراضات بھی کیے بنی الحقیقت کے ایک شخص کو سننے کی تائب نہ رہی۔ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے شخص بس چپ رہو۔ زبیر خاموش ہو گئے اور اس شخص نے کہنا شروع کیا۔ اے گروہ ماجرین تم وہ لوگ ہو جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کی۔ اور یہ تمہاری نفسیت ہے پھر بعد ازاں تمہاری طرح اور لوگوں نے بھی ایمان قبول کیا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو تم نے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ہم بھی اس پر رضی رہے اس کو قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حکومت میں برگزیدہ عطا کی مگر تم نے اس بارہ خاص میں ہم سے کوئی علاقہ نہ رکھا پھر جب اس شخص نے انتقال کیا ایک اور شخص کو اپنا جانشین کر لیا تم نے اس کے متعلق بھی ہم سے کچھ مشورہ نہیں کیا لیکن ہم رضی رہے اور اس کی خلافت قبول کر لی جب اس شخص نے سفر آخرت کیا تو معاملہ خلافت کو تمہارے چھ شخصوں پر منحصر کر لیا۔ اور آخر تم نے عثمان کو منتخب کر لیا۔ اور بغیر اس کے کہ ہم سے مشورہ کرتے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بعد ازاں تمہیں ان کی بغض باتیں مانگو اور گزریں اور بغیر ہم سے پوچھے تم نے انہیں انجھی ڈالا ان کے بعد بغیر اس کے کہ ہم سے پوچھو تم نے علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر اب کوئی بات پیش آئی کہ تم ان کے مخالف ہو گئے اور ہم سے چاہتے ہو کہ ان سے لڑیں؟ کیا انہوں نے کسی آل غنیمت میں تھرت کیا ہے؟ کوئی ناجائز حرکت ان سے سرزد ہوئی ہے؟ یا انہوں نے کوئی خلاف شرع کام کیا ہے کہ ہم تمہارا ساتھ دے کے ان سے لڑیں؟

بعض لوگوں نے جو خلاف تھے ارادہ کیا کہ اس عہدہ کی شخص کو مار ڈالیں مگر روک دیے گئے۔ لیکن دوسرے دن سارے قبیلہ بنی عبد شمس پر چڑھ آئے اور ان کے سرخروئی مار ڈالیے۔ عثمان بن حنیف کے بڑے بیٹے کے بعد طلحہ و زبیر بصرہ میں رہے اور بیت المال ان کے قبضے میں تھا ان کے پاس فوج تھی۔ ان کے رفقاء کا گروہ زبردست تھا اور جو لوگ ان کے

خلاف تھے روپوش ہو گئے۔

عثمان بن حنیف کے ساتھ جو سلوک ہوا تھا کہ اس کو حکیم بن جبہ نے مٹا تو کہا اگر میں ابن حنیف کی مدد نہ کروں تو مجھ کو مجھے خوف خدا نہیں ہے۔ پھر بنی ہاشم کے قبیلے کے دوستوں یعنی بنی یسویہ کے ساتھ گئے کہ وہ بھنڈا خانے میں پہنچا جہاں حضرت عائشہ اور طلحہ زبیر کا قیام تھا اور وہاں غزہ کثرت سے موجود تھا۔ عتبہ بن زبیر نے ارادہ کیا کہ غلہ کو اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ اتنے میں حکیم پہنچا اور انہوں نے اُس سے کہا کیوں آئے ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟ کہا اُس غلہ میں سے میں بھی اسیجیے اور عثمان کو چھوڑ دیجیے تاکہ جو معاہدہ ہو چکا ہے اُس کے مطابق حضرت علی کے آئے شک وہ دارالامارہ میں رہیں اور اگر میرے طرفدار کافی تعداد میں موجود ہوتے تو خدا کی قسم میں انہیں باتوں میں نہ تامل کرتا۔ تم نے جن لوگوں کو قتل کیا ہے ان کے انتقام میں تم کو قتل بھی کرتا۔ تم نے تو یہاں آکر یہ حال کر دیا کہ گویا ہماری جانیں تم پر حلال ہو گئی ہیں۔ تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ اور کس بنا پر اُن لوگوں کو قتل کرتے ہو جن کا خونِ سباح نہیں ہے۔ عتبہ بن زبیر نے کہا قتل عثمان کی بنیاد پر حکیم نے پوچھا تو جن لوگوں کو تم نے قتل کیا وہ قاتلین عثمان تھے؟ خدا کے غضب سے ڈرو۔ عتبہ بن زبیر نے کہا سب ہم تمہیں غلہ دیں گے اور نہ عثمان بن حنیف کو چھوڑیں گے جب تک کہ وہ علی کی بیعت نہ کر لیں۔ یہ میری نہ ظاہر کریں۔ یہ سن کر حکیم نے کہا خداوند! تو عادل اور سچا فیصلہ کرنے والا ہے۔ تو ہی گواہ رہ۔ پھر اپنے لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا اب لوگوں سے لڑنا جائز ہونے میں مجھے مطلق شک نہیں ہے جس کو شک ہو واپس چلا جائے۔

یہ کہتے ہی حکیم نے حضرت عائشہ کے گروہ پر حملہ کر دیا ان لوگوں کو حملہ کرتے دیکھ کر طلحہ زبیر نے کہا خداے تعالیٰ کا شکر ہے اُس نے بصرے کے اُن لوگوں کو اکٹھا کر دیا جن سے ہمیں انتقام لینا ہے۔ خداوند! ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ حکیم کے ساتھ چار سو وار تھے چنانچہ خود حکیم طلحہ کے مقابلے پر ذریعہ زبیر کے مقابلے پر۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عثمان کے مقابلے پر۔ اور جریر بن زبیر رضی اللہ عنہما بن حشر کے مقابلے پر جمع ہو گئے۔

طلحہ نے تین سو آدمیوں کو لے کر حکیم پر حملہ کیا حکیم پر بڑبڑھٹے ہوئے تلوار مارتا تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے اس کا پاؤں کاٹ ڈالا۔ اور اُس نے وہی پاؤں اٹھا کر اُس شخص پر اس زور سے پھینچ مارا کہ وہ گر پڑا۔ تب قریب جا کے اُسے مار ڈالا۔ اب اسی مقتول کی لاش پر سہارا دیے کھڑا تھا۔

حکیم کا سر
اگر کوئی
کے خلاف

اس کی اور
ابن زبیر کی
گٹھوڑا

اُن کا حملہ

اس کا ایذا

ایک شخص قریب آیا اور پوچھا حکم کیا حال ہے؟ کہا میں مارڈا لایا؟ پوچھا کس نے مارا؟ کہا میرے اسی نیکے نے، اودہ شخص اُس کو یہاں سے اٹھائے گیا۔ اور اُس کے شرز تقاب میں پوچھا دیا۔ غرض حکم اس روایت کے مطابق ہوں مارا گیا جس کے مارے جانے کی پہلی حالت میں ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، مگر وزیر اس معرکہ میں فوجیاب ہوئے تو ارادہ کیا کہ عثمان بن عفیف کو مار ڈالیں مگر عثمان نے کہا مار ڈالنے کو تو مجھے مار ڈالو مگر یاد رکھو کہ میرے بھائی سہیل جو مدینہ میں موجود ہیں پہلے انتقام لینے نہ رہیں گے۔ پس کراؤں کو چھوڑ دیا، ورنہ جس سے اپنے ساتھیوں کے مارا گیا۔ اور حقوق سے چند وقت کے ساتھ بھاگ کر اپنی قوم میں پناہ لی۔

وہ
عثمان بن عفیف
انتقام

اس فتح کے بعد ظلم و ستم کے نقیب نے بصرے میں اعلان کر دیا کہ حضرت عثمان پر چڑھ کر جو لوگ مدینہ گئے تھے اُن میں سے جو کوئی موجود ہو حاضر کیا جائے چنانچہ ایسے تمام لوگ کچھڑے لائے گئے اور قتل ہوئے اور بجز حقوق کے اُن میں سے ایک بھی زندہ نہ رہا، بجز حقوق کی قوم واسطے بنی شد تھے جن کو گذشتہ لڑائی میں سخت صدمہ پہنچا تھا، بجز حقوق کے بارے میں انھوں نے ایک مدت مقدمہ کے یہ ضمانت کر لی۔ اس قبیلے کے لوگ دراصل حضرت عثمان کے طرفدار تھے۔ مگر اس موقع پر ہی حقوق کے خیال سے الگ ہو گئے، بنی ستم کی ناراضی نے بنی عقیس کو بھی برا فروختہ کر دیا۔ اس لیے کہ لڑائی کے بعد اُن میں سے بھی بہت سے آدمی مدینہ پر چڑھ جانے کے جرم پر مارے گئے تھے۔ ان کے علاوہ اور تمام لوگ بھی جو بھاگ کر اُن کے پاس پہنچے سب نے حضرت علیؑ کی طرفنداری و اطاعت کو اپنے لیے لازم جانا۔

اور
طرفداران
عقیدہ

عثمان بن عفیف
انتقام

اب ظلم و ستم نے حکم دیا کہ جو ظیفے اور غلہ وغیرہ لوگوں کو ملا کرتا ہے اُن میں تقسیم کیا جائے اور جو لوگ اُن کے مطیع و متقاد ہیں اُن کو ہموں کے علاوہ بطور انعام کچھ زیادہ دیا، بنی عقیس اور بنی بکر بن وائل اُس زیادہ انعام سے محروم رکھے گئے، اس سے ناراض ہو کر انھوں نے بیت المال پر حملہ کر دیا، کروٹے گئے اور اُن میں سے اور چند لوگ بھی مار ڈالے گئے۔ پھر اس نامردی کے بعد یہ لوگ بصرے سے مکہ کی طرف ہٹے اور حضرت علیؑ کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

اوشہ واد
اطلاق

اب شکر ام المؤمنین بصرے کے اندر اور اس پر حاکم تھا، ظلم و ستم نے اپنی کارروائیوں کی اطلاع شام میں جناب متولہ کو کی۔ اور حضرت عثمانؓ نے فوج وادوں کو لکھا کہ لوگوں کو علیؑ کے بچا لے بناؤ۔ اور اس پر آمادہ کرو کہ قاتلین عثمانؓ سے اُن کے خون کا انتقام لیں۔ اس کے ساتھ

ام المؤمنین نے اہل مدینہ و اہل یمامہ کو اسی مضمون کے خطوط بھیجا اور اپنی حالات سے اطلاع دی۔
 بصرے کی مذکورہ بالا لڑائی ۳۶ھ میں ۲۵ ریح الآخر کو ہوئی جس کے بعد بصرے کے
 قلعہ و زبیر کے ہاتھ پر بیعت کی بیعت کے بعد زبیر نے کہا بھلا ایسے ایک ہزار سوار نہیں جو
 ہیں کہ میں ان کو بے شک علیؑ کے مقابلے پر جاؤں اور قبل اس کے کہ وہ لوگ یہاں تک
 پہنچیں کسی مسیح یا شام میں ان کا خاتمہ کروں؟ مگر کسی نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر زبیر نے
 کہا یہی وہ فتنہ ہے جس کا اکثر ہماری جھڑپوں میں تذکرہ رہا کرتا تھا۔ یہ سن کر ان کے غلام نے کہا
 آپ اس کو فتنہ بھی بتاتے ہیں اور پھر اس میں لڑنے کو بھی تیار ہیں؟ کہا کج بحث۔ ہم دیکھتے ہیں۔
 مگر ہمارا دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ کوئی معاملہ نہیں پیش آتا جس میں مجھے مسلوم نہ ہو جاتا ہو کہ
 کہ ہر قدم ڈالنا چاہیے۔ بجز اس معاملے کے۔ اس میں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں فتنہ کی طرف
 جا رہا ہوں یا فتنہ سے نکل رہا ہوں؟

علیؑ زبیر کے
 ہاتھ پر بیعت

اس فتنہ سے
 زبیر کا اندیشہ

تیسری فصل

مدینہ سے حضرت علیؓ کی واپسی۔ کوفہ پر قبضہ اور لڑائی سے قبل کے واقعات

حضرت علیؓ کو اطلاع۔ آپ کے رفقا۔ حضرت ام سلمہؓ کی رفاقت۔ مدینہ سے واپسی
عبداللہ بن سلام کا روکنا اور ناکامی۔ تہذیب میں دور۔ حضرت حسنؓ کے خیالات۔ حضرت علیؓ کا جواب
آپؓ کی سفارت کو فیس۔ آپؓ کا خطبہ۔ رقبہ سے کوچ۔ آپؓ کا اعلیٰ مقصد۔ نبیؐ کے کاغذوں کا مطالعہ
آپؓ کے لشکر کی شان۔ نئے مسلمان۔ کوفہ کے خیبر پر اپنی حریف کے حالات کی اطلاع۔ خیبر پر
غزیرہ۔ عثمان بن حنیف کی عابری۔ دوسری قاری میں قیام۔ بھڑے کی اور خبریں۔ سفارت کی ناکامی
ابو موسیٰ اشجری کی مخالفت۔ کوفہ سے سفیروں کی واپسی۔ دو مرتبہ سفیرداشت اور ابن عباس
ابو موسیٰ کی مخالفت۔ تقریر۔ یہ سفیر بھی ناکام رہے۔ سفیر حضرت حسنؓ اور عمار۔ حضرت
حسنؓ کا ارشاد۔ ابو موسیٰ کا جواب۔ تمہارے برہنہ اور اس کا انجام۔ حضرت عائشہؓ کی سفارت کی ناکامی
غیر سفیر۔ ابو موسیٰ کا مسلک۔ حضرت عائشہؓ کا مخالف سفیر۔ قنقار کی تقریر۔ عتبہ بن زیاد
ابو موسیٰ میں مباحثہ۔ اس زمانے کے چار فریق۔ ابو موسیٰ کی تائید۔ عمار کی تقریر۔ حضرت حسنؓ کی
تقریر۔ حضرت حسنؓ کی تقریر کا اثر۔ اہل کوفہ حضرت علیؓ کے طرفدار ہو گئے۔ اشتر کو دین۔ ان کے
دفعے کی شان۔ قنقار است۔ پر کچھ قبضہ کیا۔ کوفہ کے یاوران علیؓ ان کے سامنے حضرت
علیؓ کی تقریر۔ آپؓ کے معزز بھائی۔ آپؓ کے سفیر قنقار۔ قنقار حضرت عائشہؓ کی حضورؐ کا
ائیشہ صلی۔ بھڑے کے ساتھ جو حضرت علیؓ کے پاس۔ حضرت علیؓ کی ایک تقریر۔ قنقار خان
شان سے آپؓ کی بیزاری۔ دشمنانِ عثمانؓ کی کانفرنس۔ اشتر کی رائے۔ اشتر ہوا وہ کسی
وائے۔ عقبہ کا مشورہ۔ ابن عباس کا جواب۔ مدنی کا مشورہ۔ تمام کا خیال۔ شہر وچ کا شہر
آخری تجویز۔

حضرت علیؓ کو جیسے ہی خبر ہوئی کہ مکہ معظمہ میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ علیؓ و زبیرؓ کی شریک
ہو گئے اور ہنگامہ آرائی کا بندوبست کر رہے ہیں تو آپؓ نے شام کا ارادہ ملتوی فرمایا اور
سے گذشتہ فصلوں کی طرح اس فصل کے واقعات بھی علیؓ کی طوم تہری اور ابن اشتر سے لیے گئے ہیں۔

حضرت علیؓ کی
تقریر۔

معززین مدینہ کو جمع کر کے اُن کے سامنے ایک تفریق کی جس میں ان سب واقعات کو ظاہر فرما کے ارشاد فرمایا معاملہ خلافت کا انجام بھی اسی طرح درست ہو گا جس طرح کہ اس کا آغاز درست ہوا۔ لہذا لوگو خدا کی مدد کرو۔ وہ بھی تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے معاملے کو سدھار دے گا۔ مگر آپ کے اس فرمانے کا لوگوں پر زیادہ اثر نہیں پڑا۔ اس لیے کہ بہت کم لوگوں نے اُماد کی ظاہر کی۔

زیادہ بن خطلہ نے لوگوں کی یہ پروائی دیکھی تو اظہارِ افسوس کر کے عرض کیا "ایہ المؤمنین اور کسی کو چاہے لڑائی و شہادۂ اسلام ہو مگر ہم آپ کی رفاقت کے لیے حاضر ہیں" اکابر انصار میں بھی چند لوگوں نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ آنوقت وہ نے کہا یا امیر المؤمنین۔ یہ تلواریں رسول خدا صلعم نے میری کمربند میں باندھی تھیں جسے میں نے ایک مدت تک میان میں رکھا اب اس کے باہر نکالنے کا وقت آگیا ہے۔ اور یہ اُن لوگوں پر کھینچنے کی جو فلاح اُمت کی پروا نہیں کرتے اور میری التجا ہے کہ حضور مجھے آگے روانہ کر دیں۔

اس موقع پر حضرت ام المؤمنین اُم سلمہ نے فرمایا اگر خدا کی نافرمانی کا اندیشہ اور یہ خیال نہ ہوتا کہ آپ بھی قبول نہ کریں گے تو میں اس لڑائی میں آپ کے ہمراہ ہوتی۔ مگر میرے یہ ابن عم جو خدا کی قسم مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں آپ کے ہمراہ ہیں گے اور لڑائی کے میدانوں میں آپ کے چھٹے کے پیچھے ہوں گے۔ علامہ ابن تیمیہ نے ایسا سہ والا امام میں لکھا ہے کہ حضرت ام المؤمنین اُم سلمہ نے جناب صدیقہ کو ایک ناصحیہ خط بھی بھیجا جس میں اُن کو عورتوں کے شکار کے خلاف میدان جنگ میں نکلنے اور حضرت علی کی مخالفت سے روکا تھا۔ جناب صدیقہ جواب میں اپنی حالت اور نیت کی جانب سے اطمینان ظاہر کیا اور اُن کے شورے کی پروا نہ کی۔

غرض حضرت علیؓ ماہ ربیع الاول ۳۳ھ کی آخری تاریخوں میں اسی فوج کو لے کر جو سفر شام کے لیے فراجم کی تھی مدینہ منورہ کے باہر نکلے۔ تمام بن عباس کو اور بعض راویوں کے بیان کے مطابق سہیل بن حنیف کو اپنی جگہ مدینے کا والی مقرر کیا اور کہہ کی حکومت پر قثم بن عباس کو مقرر کیا۔ مدینہ چھوڑتے وقت آپ کو خیال تھا کہ ظکو و زبیر راستے ہی میں مل جائیں گے جن کو آپ نے لایا تھا اور اس کی نوبت نہ آئے گی کہ وہ لوگ بصرے پہنچ جائیں۔ اور کوئے اور بصرے کے جو لوگ گذشتہ جھگڑے کے وقت مدینے میں آئے تھے اُن میں سے نوسو آدمی آپ کے ہمراہ کاپ تھے۔ مدینے سے باہر قدم نکالا ہی تھا کہ عمتِ راشدین اسلام نے جو ایک تہلیل القدر صحابی تھے آگے

آپ کے رقتا

حضرت ام سلمہ کی رفاقت

مدینے سے روانہ ہوئے

عبداللہ بن عباس کو مقرر کیا

رکاب تھا مہم لی۔ اور عرض کیا امیر المؤمنین۔ مدینے سے چلائے۔ آپ یہاں سے چلے گئے تو خدا کی قسم کچھ بھی خلافت یہاں نہ آئے گی۔ جو لوگ حضرت علی کو لیے جاتے تھے ان کو یہ ناگوار گزرا۔ بچا آپ عبداللہ بن سلام کو بڑا بھلا کہنے اور گایاں دینے لگے۔ ایک صحابی رسالت کی توہین ہوتے دیکھ کر حضرت علیؑ نے ان لوگوں کو روکا اور فرمایا رہنے دو۔ یہ شخص اسی صاحب مالت میں سے ہے۔

یہاں سے کوچ کر کے آپ ربذہ میں پہنچے اور سنا کہ حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر بصرے میں پہنچ گئے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ نے ربذہ میں قیام کر دیا اور سوچنے لگے کہ آپ کیا کرنا چاہیے اس تشویش کے موقع پر آپ کے بڑے فرزند حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا میں آپ کو ایک مشورہ دیا آپ نے مانا اور اسی مشورہ نہ ماننے کی وجہ سے کل آپ اس حالت میں مارے جائیں جس میں کوئی آپ کا مددگار نہ ہوگا۔ حضرت علیؑ نے ناگواری کے انداز سے فرمایا تم ہمیشہ لوگوں کی طرح رہتے ہی رہے۔ تم نے کون بات کہی تھی جو میں نے نہیں مانی؟ حضرت حسنؑ نے کہا جس دن عثمانؓ کا محاصرہ ہوا ہے میں نے آپ کو صلاح دی تھی کہ مدینے سے نکل کے کہیں باہر چلے جائیں تاکہ آپ کا کوئی تعلق نہ سمجھا جائے۔ پھر جس روز وہ مارے گئے ہیں۔ آپ کو مشورہ دیا تھا کہ جب تک قبائل عرب کے وفود اور ہر شہر سے بیعت کرنے والے نہ آجائیں آپ بیعت نہ کریں۔ ساتھ ہی آپ کو اس کا اطمینان دیا تھا کہ سو آپ کے وہ کسی کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے۔ مگر آپ نے میری بات نہ سنی۔ پھر جب یہ خبر آئی کہ یہ عورت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہؓ اور یہ دونوں شخص (طلحہ و زبیر) بغاوت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں تو میں نے آپ سے کہا گھر میں خاموش بیٹھ رہیں تاکہ لوگ خود ہی عاجز اگر صلح کے خواستکار ہوں اور اس میں میرا مقصد یہ تھا اگر فساد ہو تو اوروں کے ہاتھ سے ہو۔ آپ کو اس میں دخل نہ ہو۔ مگر آپ نے اس کو بھی نہ قبول کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا بیٹا وہ جو تم نے کہا تھا کہ میں مدینے سے چلا جاؤں تو اس پر ناسل ہو ناخیر نہ تھا۔ اس لیے کہ جس طرح عثمانؓ دشمنوں کے زعم میں گھرے ہوئے تھے میں بھی گھرا ہوا تھا۔ اور تمہارا یہ کہنا کہ بیعت نہ قبول کروں۔ تو سنو۔ خلافت کا فیصلہ کہنا خاص اہل مدینہ کا حق تھا۔ اور ہمارے لیے مناسب نہ تھا کہ اپنے حق کو ضائع کر دیں جس وقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ہے میں کسی کو اپنے سے زیادہ اس کا مستحق نہ پاتا تھا۔ مگر لوگوں نے ابریکرچسے اٹھ کر بیعت کر لی۔ پھر جب انھیں خدا نے آغوش رحمت میں لیا تب بھی میں اپنے سے زیادہ کسی میں

ربذہ میں ۸ روز

حضرت علیؑ کے خیالات۔

حضرت علیؑ کا جواب۔

خلافت کا استحقاق نہ پا تا تھا مگر عمر کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور میں نے بھی کی۔ بعد ازاں جب عہدہ
جو اہرست میں گئے تو اس وقت بھی میں اسی خیال میں تھا کہ سب سے بڑا سختی خلافت میں ہی ہوں
مگر پھر مجھے ناموں پر غور ہوا۔ سنئے جن میں ایک قریب میرے نام کا بھی تھا۔ انجام یہ ہوا کہ لوگوں نے
عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور مجھے بھی کرنا پڑی۔ پھر جب یہ ہوا کہ لوگوں نے عثمانؓ پر بیعت
کی اور انھیں مار ڈالا تو سب نے بغیر کسی ناگواری کے پر رضا و رغبت میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ لہذا
اب تو میں ان تمام لوگوں کو ساتھ لے کر جو میری ساتھی ہیں سب مخالفانہ اور ہر باغی کا مقابلہ کروں گا
تاکہ خدا اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرے اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ لہذا طلحہ و ذبیر کے
آٹھ کھڑے ہونے کے وقت بیٹھا تھا راہ کہنا کہ میں گھوڑوں کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ میں
اُس پرسل کروں تو وہ فرمن کیسے انجام پائے گا جو اب میرے ذمہ عائد ہو گیا ہے؟ آخر تھا اس طلب
کیا ہے؟ یہ کہ میں چرخ کی طرح سنبھ چھپا کے بیٹھ رہوں اور لوگ جو چاروں طرف سے گھیر رہے ہوں
کہیں کہ اُس کا کہیں تپہ نہیں؟ پھر اس کے پاؤں کھوسے جائیں وہ کمال لیا جائے میں چلاؤ
کے فرشتے کی طرف توجہ نہ کروں گا تو کون کرے گا؟ لہذا اسے میرے فرزند ان باتوں کو چھوڑ دو
یہ جوابات سن کر حضرت حسنؓ نے پھر کچھ نہیں کہا۔

اب آپ نے ربذہ سے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو کوثر روانہ کیا اور ان کے ہاتھ اہل کوثر
کے نام اس مضمون کا خط بھیجا کہ تم وہ لوگ ہو جن کو میں نے مخالفوں کے مقابلے کے لیے منتخب
کیا ہے۔ مگر جو واقعات پیش آ رہے ہیں ان سے اندیشہ ہے کہ تم کسی فتنہ میں نہ پڑ جاؤ تمہیں دین کا
مہم و معاون رہنا چاہیے۔ اور تمہارا فرمن ہے کہ لوگوں کو ہماری طرف داری پر آمادہ کرو۔ ہم تو فقط اصلاح
چاہتے ہیں تاکہ امت محمدی کے لوگ آپس میں پھر بھائی بھائی ہو جائیں۔

وہ نوں صاحبوں کی روانگی کے بعد حضرت علیؓ ربذہ ہی میں مقیم رہے اور اس مدت میں آپ نے
مرینہ طیبہ سے اسلحہ اور سواری کے جانور منگو کر لشکر کو زیادہ مضبوط اور درست فرمایا۔ اور ایک دن سب
ساٹنے کھڑے ہو کر یہ تقریر فرمائی۔ "خدا نے بزرگ و بوترے ہم کو اسلام سے مشرف کیا۔ اس سے
ہمارا مرتبہ بڑھایا اور ملت کی تعداد بڑھائی۔ اور بیعت کی بلاؤں سے ہمیں آزاد کر کے
آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ جب تک خدا کی مرضی تھی لوگوں کی بھی حالت رہی ان میں حق تھا اور
کتاب اللہ ان کی رہبر و پیش رو تھی۔ یہاں تک کہ اس شخص (عثمانؓ) پر ایسے لوگوں کے ہاتھ سے
جن میں شیطان نے تفرقہ ڈال دیا تھا مصیبت آ پڑی اور دین میں تفرقہ پڑ گیا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جس طرح

آپ کی شان

نور علیہ السلام

آپ کا خطبہ

اچھی امتوں میں تفرقہ پڑا اس امت میں بھی پڑے گا۔ محمد خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اس پیش آنے والی
 بار سے میں محفوظ رہ سکے۔ یہ جلد دوبار ایشیا و ہوا۔ پھر فرمایا مگر جو کچھ ہونے والا ہے اس سے متفرق نہیں۔
 لہذا اگاہ ہو جاؤ کہ یہ امت تتر و ترقو میں تقیم ہونے والی ہے۔ اور اس میں سب سے بڑا فرقہ فرقہ
 ہو گا جو اگرچہ میرے گرد میں شامل ہونے کا وعدہ کر رہا ہو گا۔ مگر میرے عمل پر عمل نہ کرے گا۔ میں نے
 ان لوگوں کو دیکھا اور پایا۔ اس لیے لوگوں کو لازم کرنا کہ میری ہدایت پر عمل کرو۔ اور یہی ہدایت
 تمہارے پیغمبر کی تھی۔ ان کی سنت پر کار بند رہو۔ جو دشواریاں پیش آئیں ان سے بچو اور جب تک
 ان کو قرآن کی روشنی میں پرکھ نہ لو نہ اختیار کرو۔ جو امر قرآن سے ثابت ہو اس کو لازم جانو۔ اور میں
 امر کے قرآن خلاف ہوں اس کو چھوڑ دو۔ بس اس پر انہی رہو کہ خدا تمہارا پروردگار ہو۔ اس سلام
 تمہارا دین ہو۔ تمہارا بھروسہ بنی ہوں۔ اور قرآن تمہارا امام و قاضی ہو۔

بعد ازاں جب آپ نے رتبہ سے کوچ کر کے بصرہ کی طرف رخ فرمایا تو قناعہ بن افہ
 سامنے آئے اور عرض کیا میں آپ کہاں لیے چلتے ہیں؟ فرمایا تم تو اس نیت سے چلے ہو کہ اگر
 لوگ ہمارے نہیں تو ہم مسلمانوں کی اصلاح کریں۔ عرض کیا اور جو وہ لوگ نہ مانیں تو؟ فرمایا ہم انہیں
 معذور سمجھ کے چھوڑ دیں گے۔ صبر کریں گے۔ اور ان کے مزاحم نہ ہوں گے۔ پوچھا جو وہ اس پر
 بھی خاموش نہ رہیں؟ ارشاد ہوا اس بھی انہوں نے نہ مانا مگر ہمارے مزاحم نہ ہوئے تو ہم بھی
 ان کے مزاحم نہ ہوں گے۔ لیکن اگر انہوں نے لڑنے ہی کا ارادہ کر لیا تو پھر اس وقت ابنت
 اہم لڑیں گے۔ اس جواب پر قناعہ نے اطمینان ظاہر کیا اور حجاج بن غزویہ انصاری نے اٹھ کر
 کہا امیر المومنین جو طرح میں سے آپ کو اپنے قول سے خوش کیا ہے اسی طرح اپنے کام سے بھی خوش
 کروں گا۔ بعد ازاں لایزال جب سے خدا تعالیٰ نے ہمیں انصار کا لقب دیا ہے وہی ہی خدا کے
 دین کی مدد کریں گے۔

اسی اثناء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گروہ آ کے آپ کے لشکر میں شریک ہو گیا اور کسی نے آپ کو خبر
 دی کہ ان میں سے بعض لوگ آپ کے ہمراہ جاں بازی کرنے کو آئے ہیں اور بعض آپ کے آگے
 سرطاعت جھکانے کو۔ فرمایا خدا دو توں کو جزائے خیر دے۔ مگر خداوند عالم نے جہاد کرنے والوں کو
 بڑی فضیلت دی ہے۔ پھر جب وہ لوگ سامنے آئے تو ان سے پوچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا
 اس لیے کہ حضور میں امر کو بار سے حق میں مناسب فرمائیں اس پر عمل کریں۔ ارشاد ہوا خدا تم کو
 جزائے خیر دے۔ تم لوگ ہر خدا و رغبت ایمان لائے تھے۔ مرقدوں پر تم نے جہاد کیا تھا اور

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے صدقات سے تم نے مسلمانوں کی کفالت کی تھی۔ آپ کے یہ الفاظ سن کر ان میں سے
سید بن عبید طالعی ساکنے آیا اور عرض کیا بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے انی بضمیر کو زبان
سے ادا کر سکتے ہیں مگر بخدا میری یہ حالت ہے کہ جو کچھ دل میں ہے اس کو زبان ادا نہیں کر سکتی
تاہم اتنا ہے کہ میں کوشش کروں گا اور توفیق دینے والا خداوند کریم ہے ظاہر و باطن میں
آپ کا خیر اندیش رہوں گا۔ آپ کے دشمنوں سے ہر میدان میں لڑوں گا۔ اس لیے کہ یہ بے ایمان
فطیلت و قربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حاصل ہے آپ کے ہمہدوں سے کسی کو نہیں نصیب ہے
فرمایا خدا تم پر رحم کرے تمہاری زبان نے جو کچھ ادا کر دیا اس کو تمہارا دل پا بھی نہیں سکا تھا
اس شخص نے جو کچھ کہا تھا کہ دکھایا چنانچہ وہ میدان میں آیا آپ کی جانب سے لڑتا ہوا مارا گیا۔

آپ کا شکربصرے کی طرف جارہا تھا مقدمہ حبش کے امیر ابوبکر بن عمرو بن ابی
ہشام نے آپ کے فرزند محمد بن حنفیہ کے ہاتھ میں تھا۔ خود بنفس ایک سرخ رنگ اور فنی
پرسوار تھے۔ اور ایک کوتل کیت گھوڑا ہوا رکاب تھا۔

مقام فہد میں بڑا ہوا تو بنی اسد اور بنی طے کے اور گروہوں نے حاضر ہو کر اپنے آپ کو
چیش کیا۔ فرمایا: تم لوگوں کے لیے یہی کافی ہے کہ گروہ مہاجرین میں شہرہ۔

یہیں عامر بن مضر شیبانی نام کو نہ کا ایک شخص خدمت میں حاضر ہوا اس سے آپ نے
دل کو نہ کے حالات دریافت فرمائے۔ اس نے جو کچھ کیفیت تھی عرض کر دی۔ پوچھا ابوسبی ثوری
کا کیا حال ہے؟ کہا اگر آپ نے صلح کی تو اب کا ساتھ دیں گے۔ اور اگر لڑائی ہوئی تو ان سے
رفاقت کی امید رکھیے۔ ارشاد ہوا خدا کی قسم میں تو صلح ہی چاہتا ہوں مگر وہی لوگ مخالفت
کریں تو کیا کیا جائے؟

یہاں سے آگے بڑھ کر جب آپ مقام ثقیف میں آئے تو خیر علی بن عثمان بن حنیف کے
ساتھ بیٹوں کے ساتھ کیا برتاؤ ہوا اور خود ان کی کیا کلت بنی۔ آپ نے فوراً تمام ہمراہوں کو اس
دائشہ کی خبر دی اور فرمایا خداوند مجھ میں ازبیش میں تو نے غلو و زہر کو متکا کیا ہے اس سے مجھے بچا۔
اب آپ مقام اسد میں پہنچے اور شاہ حکیم بن جبکہ کو کیا پیش آیا اور قائلین عثمان کا کیا خبر
ہوا؟ سن کر فرمایا اللہ اکبر اٹھو و زہر کو اپنا انتقام مل گیا ہے تو پھر اب مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟
کیا اب بھی میرا بچھاؤ چھوڑیں گے؟

آگے بڑھ کے آپ وہی قاریں پہنچے تو عثمان بن حنیف حاضر ہوئے اور اس ہدیت کے

آپ کے
انظر کل شان

تیرا اساد

کسے کی خبریں

ابن حنیف کے
حالات کا بیان

بصرے کے
خبریں

عثمان بن حنیف
کی حالت کا بیان

چہرے پر کوئی بال باقی نہ تھا۔ سنا سنا ہوتے ہی انہوں نے عرض کیا حضور نے مجھے ڈاڑھی
 سوچوں والا بھیجا تھا اور اب جو حاضر ہوا ہوں تو ایک بے ریش و بروت امر ہوں۔ فرمایا تم کو
 اس کا اجر ملے گا۔ رسول اللہ صلعم کے بعد پہلے لوگوں نے دو شخصوں کو خلیفہ بنایا جنہوں نے
 کتاب و سنت پر عمل کیا۔ بعد ازاں انہوں نے ایک تیسرے شخص کو اپنا حاکم بنایا پھر اس کے
 متعلق انہوں نے جو چاہا کیا اور جو چاہا کیا۔ اس کے بعد میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور سب کے سنا
 طہو و تہیر نے بھی بیعت کی۔ لیکن چند روز بعد وہ بیعت خودی توڑ دی۔ اور لوگوں کو میری مخالفت
 پر ابھارنے لگے۔ کئی بڑی حیرت کی بات ہے کہ وہ ابو بکر و عمر و عثمان کے تو مسلح و متقاد تھے مگر میری
 اطاعت نہیں کرتے۔ حالانکہ خدا کی قسم وہ جانتے ہیں کہ میں مرتبہ میں کسی اگلے خلیفہ سے کم نہیں ہوں۔
 خدا و ملائکہ ان لوگوں نے جو گمراہی سے اس کو کھول دے۔ اس چیز کو پورا نہ ہونے دے۔ جسے
 انہوں نے اپنے غمبوں کے لیے مضبوط کیا ہے۔ اور ان کے کاموں کی بڑائی دکھلا دے۔
 ذی تاریا آپ شہر گئے اور محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کی دہائی کا انتظار کرنے لگے جن کو کوفہ
 میں بھیجا۔ اسی اثناء میں جو کچھ واقعات بنی ربیعہ کو پیش آئے تھے آپ نے سنے اور یہی حکم دیا کہ
 بنی ثعلبہ میں بھیجیں۔ یہ آخری خبر سن کر آپ خوش ہوئے اور فرمایا "تھامر
 بنی ربیعہ میں بنی عبد القیس بھیج دو اور بنی ربیعہ دسے میں بھلائی ہے" اور اسی موقع پر آپ نے
 بنی بکر بنی وائل کی تعریف کی اور بنی اسد اور بنی غطفان کی بھی۔

ذی تاریا نام کیا

بصرہ سے لے کر
اور بنی ربیعہسنا سنا کی
دکائی۔اور بنی ربیعہ
کی مخالفت۔

آپ کے دونوں سفیروں بیٹے دونوں محروم بنے۔ کوئی نہیں پہنچا کہ ابو موسیٰ اشعری کو بھیج دیا
 میں حضرت علی کا خط لیا۔ مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ تمام ہوئی تو بعض لوگ دارالامارہ میں ابو موسیٰ کی
 پاس جمع ہوئے۔ اور پوچھا آپ کی اس بار سے میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا آپ وہ رائے
 نہیں رہی جو کل تھی۔ اور یہ انجام تمھاری ہی سستی کا نتیجہ ہے۔ اب وہی صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ ہم کھریا
 جا کر بیٹھ رہیں۔ نہ ادھر ہوں نہ ادھر اور دوسری یہ کہ میدان میں نکل کر لڑیں پہلی بات آخرت کے کام
 کی ہے اور دوسری دنیا کے کام کی۔ ان میں سے جس کو چاہا ہوا اختیار کر لو؟ حضرت علیؑ کے دونوں
 بیٹے گھٹن رہے تھے ابو موسیٰ کی اس گفتگو پر انھیں غصہ آگیا اور ان کو سخت کھسکت کہنے لگے۔ مگر
 ابو موسیٰ کی تقریر ایسا اثر رکھتی تھی کہ کوئی بھی لڑنے اور حضرت علیؑ کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوا۔
 اور ابو موسیٰ نے دونوں محروم کی ورثت زبانی کے جواب میں کہا خدا کی قسم عثمانؓ کی بیعت
 میری گردن پر بھی ہے۔ اور چنگ طرہ سے عمرؓ نے ہوائ کی گردن پر بھی۔ ابن ابی حنیہؓ سے

مصر نہیں ہے۔ اور ہم توجب تک تاملین عثمان سے چاہے وہ کہیں ہوں فراغت نہ کریں گے کسی سے نہ لیں گے۔

اس کارروائی اور ابو موسیٰ کے اس جواب سے یابوس ہو کر دونوں صاحب واپس آکر حضرت علیؓ سے ذہنی قاریں ملے اور سرگزشت بیان کی۔ آپ نے ائمتہ کو بلا کر جو ساتھ تھے کہا تمہیں ابو موسیٰ سے خوب بیٹو گئے عیت راشد بن عباس کو ساتھ لے کر جاؤ اور اس خبری کو دور کرو۔

حکم کے مطابق دونوں صاحب کو فہم کیا ابو موسیٰ سے ملے ان سے گفتگو کی۔ ابو موسیٰ نے ان کی مخالفت میں مدد مانگی ابو موسیٰ نے ان کی یہ کارروائی دیکھ کر اہل کوفہ کے مجمع عام میں یہ تقریر کی کہ لوگو! اصحاب رسالت جو آپ کی صحبت میں رہے وہی خدا و رسول کو زیادہ جانتے ہیں ہمارا تم پر حق ہے اور اس حق کو میں نصحت کے عنوان سے ادا کیے دیتا ہوں۔ صحیح راستے یہ ہے کہ

خدا کی عظمت کی بجائی نہ کرو۔ اور نہ خدا سے لڑنے کی جرات کرو۔ جو لوگ مدینے سے اٹھیں ان کا ہر قدم ادا کرو۔ پھر اس کے بعد وہ لوگ جہاں سے آئے ہیں وہیں انہیں واپس بھیج دو تا آنکہ وہ باہم متفق نہ ہو جائیں۔ اس کو وہی لوگ خوب جانتے ہیں کہ امت کے لیے زیادہ موزوں و مناسب کون ہے یہ کانوں کے پردے بھاڑنے والا ہنگامہ ہے۔ اس میں بیٹھے والا کھڑے ہونے والے سے

کھڑا ہونے والا سوار سے۔ اور سوار کو شش کرنے والے سے اچھا ہے۔ لہذا کوئی بوٹی کوئی سوار بھی ملے تو اس میں چھپ کر بیٹھو۔ ہر تلواریں میان میں کر لو۔ نیزوں پر سے پھیل آتا رہو۔ کانوں کی تانیں کاٹ ڈالو۔ اور جو مظالم و پریشان حال ملے اس کو پناہ دو۔ یہاں تک کہ خرابیاں دور ہو جائیں۔ اور یہ نکتہ دفع ہو۔ ابو موسیٰ کی یہ تقریر سن کر ابن عباس اور ائمتہ دونوں دلہن چلے آئے اور حضرت علیؓ کو ان واقعات کی اطلاع کی۔

اب آپ نے اپنے فرزند حسن اور عمار بن یاسر کو اس سفارت پر روانہ کیا اور ان کے ساتھ ہوتے وقت عمار کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا جاؤ اور اس خدا کی صلاح کرو۔ دونوں صاحبوں کا کوفہ کی آبادی میں داخل ہوتے ہی شروق بن اجدع سے سامنا ہوا۔ اس نے سلام کے بعد عمار سے کہا اب بقیع سلطان۔ بیدلا تم نے عثمان کو کیوں مار ڈالا؟ کہا اس لیے کہ ہماری آبرو میں فرق آگیا تھا اور ہمارے اچھے لوگ مارے پیٹے گئے یہ یسین کہ شروق نے کہا کہ خدا کی قسم تم نے اتنا عذاب نہ کیا جو گاجتنا کہ اس فعل کے پاداش میں تم پر ہو گا۔ اس معاملے میں تم صبر و تحمل سے کام لیتے تو بہتر تھا۔

کوفہ سے
سفیران کی
واپسی۔

دوسرے سرگذشت
اور ابن عباس

ابو موسیٰ کی
مخالفانہ تقریر

یہ بیٹے جو کلام

تیسرے سفر
حسن اور عمار۔

اتنے میں ابو موسیٰ آگئے۔ اور آتے ہی حضرت حسن کو سینے سے پٹا لیا پھر عمار کی طرف
 دیکھ کر بولے ابو یقظان اور دشمنوں میں تم بھی شامل ہو گئے؟ اور اپنے نفس کو ناجبروں کے چہنچہ
 میں ڈال دیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں ذہن کام میں شریک ہوا اور نہ میں نے اسے بڑا
 جانا یا اُن کے یہ الفاظ سنتے ہی حضرت حسن نے فرمایا: ان لوگوں کو ہم سے جدا کیوں کیے
 دیتے ہو؟ خدا کی قسم ہمارا ارادہ اصلاح ہی کا ہے اور امیر المؤمنین علیؑ ایسے بزرگ نہیں ہیں کہ اُن کا
 ساتھ دینے میں کوئی خطرہ ہو؟ اس کے جواب میں ابو موسیٰ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر مذاہب
 آپ جو کچھ فرمائیں یہ فرماتے ہیں لیکن جس کسی شخص سے مشورہ لیا جائے اس کی حیثیت امانت
 کی سی ہو جاتی ہے میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ عنقریب ایک فتنہ پیدا
 ہوگا اُس میں بیٹھے والا کھڑے ہونے والے سے گھڑا ہونے والا چلنے والے سے۔ اور چلنے والا
 سوار ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھائی بھائی بنا دیا ہے اور ہمارے جانناں
 کو ایک دوسرے پر حرام کر دیا۔ یہ تقریریں کو عمار کو غصہ آگیا۔ شیش میں ابو موسیٰ کو گالی دے بیٹھے۔
 اور اٹھ کر لوگوں سے کہا لوگو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نہیں کو حکم دیا ہوگا کہ اس فتنہ میں تمھارا بیٹھا
 کھڑے ہونے سے اچھا ہوگا۔ عمار کی یہ درشت زبانی بھی تمہیں کسی ایک شخص کو ناگوار گزری جو
 ابو موسیٰ کا طرفدار تھا۔ وہ غصہ میں بھرا ہوا اٹھا عمار کو گالی دی۔ اور کس کھل توڑ نگاہ کرنے والوں کے
 ساتھ تھا اور آج اگر ہمارے امیر سے بزرگائی کرتا ہے؟ ساتھ ہی اور لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے
 اور لوگوں کو برہمی پیدا ہوتے دیکھ کر ابو موسیٰ سب کو سمجھانے اور روکنے لگے۔

ابو موسیٰ کا جواب

عمار کی برہمی

اور اُن کی انجام

حضرت عائشہ
کی شہادت
کو دیکھیں۔غیر متفقہ
تقریر۔

اسی اثنائیں زید حضرت عائشہ کا خط یہے ہونے جاں مسجد کے دروازے پر آکے کھڑا۔
 اس کے پاس حضرت ام المؤمنین کے دو خط تھے ایک ابو موسیٰ اشعری کے نام اور دوسرا عام کلمہ
 کے نام۔ دونوں خط کھول کر اُس نے عام لوگوں کو سنائے۔ بعد ازاں اپنی طرف سے کہا اُنہیں
 (یعنی حضرت عائشہ) کو تو یہ حکم تھا کہ گھر میں بیٹھیں اور ہمیں حکم دیا تھا کہ نکلیں اور فتنہ کو دور کریں۔ مگر آج
 جس بات کا انھیں حکم تھا اس پر عمل کرنے کی وہ ہمیں ہدایت کرتی ہیں اور جس بات کا ہمیں حکم تھا
 اس کو خود انھوں نے اختیار کر لیا ہے۔ زید کا یہ فقرہ شہادت بن رہی جو ناگوار گزرا۔ کہا اُسے
 عمار نے یہ زمانہ نبی عتقیں میں سے تھا جو لوگ عمار میں رہتے تھے فتح جہولہ کے وقت
 تو نے چوری کی تھی جس کے پادشہ میں ہاتھ کاٹا گیا۔ آج آیا ہے کہ ام المؤمنین کی نافرمانی کرے۔
 اور اُن کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا ہے؟

لوگوں کی یہ باہمی جھڑپیں دیکھ کر ابوسوسلی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا لوگو! میرا کہنا مانو اور عمر بوس
کے لیے ایسا پناہ کی جگہ بن جاؤ تاکہ مظلوم تمھارے یہاں پناہ لے اور خوف زدہ کو تمھارے
پاس امان مل جائے۔ فتنہ کامنوں ہے کہ آغاز میں شہید نظر آتا ہے مگر تھوڑے ہی زمانے میں
روشن ہو جاتا ہے۔ یہ سخت فتنہ ہے۔ جو بوڑھوں کو بچوں کا سا عاجز و بے دست دیا کر دے گا۔
ہذا تلواریں کو میان میں کرو۔ نیزوں کو بچا کر دو۔ کمائوں کی تانت کاٹ ڈالو۔ گھر میں دروازے بند
کر کے بیٹھ رہو۔ اور قریش کو باہم فیصلہ کر لینے دو۔ اگر تم نے میرا کہنا مانا تو تمھارے دین و دنیا دونوں
بچے رہیں گے۔ اور جو کوئی اس فتنہ کے سمندر میں الجھ ڈالے گا اس کی شامت آجائے گی۔“
اب زید نے اٹھ کر اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کے ٹکڑے کو حرکت دی اور کہا اے نبی علیہ السلام
اگر تم فرات کو جدھر سے بہتا ہے اسی طرف اٹنا یہاں کہتے ہو تو اس شور سے بچی گل کر سکو گے۔
شکلوں اور شبہوں میں نہ پڑو۔ جو بات سمجھتی نہ آتی ہو اس کو چھوڑ دو۔ اور امیر المومنین کی طرف چلو۔
ہم سب مل کے اُن کے پاس جمع ہوں اور حق کو قائم کریں۔“

ابو بکر کا

حضرت زید
کا حال

اب فتنہ اٹھے اور کہا لوگو! میں تمہیں شکایت مند رہ دیتا ہوں تمھارا دوست ہے اس بار چاہتا ہوں کہ
تم رہ راست پر نہ ہو۔ ہذا وہی کہوں گا جو حق ہو گا۔ امیر نے جو کچھ کہا سچ کہا۔ مگر کانٹوں اس پر عمل بھی
ہو سکتا۔ زمین خلاف کے دشمنوں سے کہیں اس کا کہنا ہرگز نہ سنوں گا۔ مگر سچ یہ ہے کہ خلاف
کی عمارت کا قائم رہنا ضروری ہے تاکہ ملک کا نظم و نسق درست رہے۔ ظالم ظلم سے روکا جائے۔
اور مظلوم کی داد دی ہو۔ یہ امیر المومنین موجود ہیں جو فیصلہ منتخب ہوئے اور اپنی طرف بلائے ہیں۔ حق پر
ہیں۔ قطع نظر اس کے وہ اصلاح ہی کی طرف بلائے ہیں۔ اس لیے اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو
وہ فراموش نہ ہوا۔ اس پر عمل کرو۔“

اس تقریر کے ختم ہوتے ہی عبداللہ بن عمر نے ابوسوسلی شمری سے سوال کیا کہ کیا طلحہ و زہر نے
حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟ جواب ملا ہاں کی تھی؟ پوچھا تو کیا کوئی ایسا سخت واقعہ پیش آیا
کہ اُن کے لیے بیعت کا ٹوڑنا جائز ہو گیا؟ اس کے جواب میں ابوسوسلی بوسے میں نہیں جانتا اور
عبید اللہ نے کہا تو خیر تم کو ہم اُس وقت تک کے لیے چھوٹے دیتے ہیں جب تک کہ تم اس کی
اصلیت سے آگاہ ہو۔ مگر کیا تمھارے نزدیک کوئی شخص بھی ہے جو اس فتنہ سے بچا ہو؟ لوگوں کے
چار گروہ ہو گئے ہیں۔ پہلے علیؑ اور اُن کے ہمراہی جو کوفہ کے سامنے آئے ہیں۔ دوسرے طلحہ و زہر
جو بصرہ میں ہیں۔ تیسرے ستموہ اور اُن کے رفقا جو شام میں ہیں۔ چوتھا ایک گروہ جو حجاز میں ہے۔

عبداللہ بن عمر
ابو بکر کا
حاضر

اس زمانہ
چار گروہ

نزدہ مالدار میں اور کوئی دشمن اُن کی مدد سے (نہیں) آتا۔ ابوموسیٰ نے جو شش کے ساتھ کما اور سب سے اچھے یہی لوگ ہیں۔ عت الخیر نے جواب دیا کہ ابوموسیٰ تمہارے دل پر تازی اور بڑائی غالب آگئی ہے۔“

اب شیخان بن صوحان نے اُٹھ کر کہا لوگو! کوئی قاتل نہیں رہنا لایا ہے۔ یہی والی لوگ ہیں جو ظلم کو روکتے اور ظالم کی فریاد کو پونپتے ہیں۔ تمہارے والی (ابوموسیٰ) چاہتے ہیں کہ تم لوگ انتظار کرو تا آنکہ فیصلہ ہو جائے۔ یہ امت محمدی کے امانت دار ہیں۔ دیندار ہیں اور عالم۔ لہذا جو کوئی ان کی رائے پر چلے ہم اسی کے ساتھ ہیں۔“

یہ رنگ دیکھ کر عمار اُٹھے اور کہا حضرت علیؓ رسول اللہ صلیح کے چچا کے بیٹے ہیں وہ تم کو زو جہ رسول خدا اور ظلم و زبیر کے مقابلے پر بلاتے ہیں۔ مجھ کو اقرار ہے کہ عائشہؓ دنیا اور آخرت دونوں میں رسول اللہ صلیح کی بیوی ہوں گی۔ مگر پھر بھی کہتا ہوں کہ غیب سوچو۔ حتیٰ کو دیکھو۔ اور حضرت علیؓ کے ہمراہ رکاب رہ کر اُن کے دشمنوں سے لڑو۔ اس موقع پر ایک شخص یولا میں تو اُچی کے ساتھ ہوں جس کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ بمقابل اُس کے جسے بشارت نہیں دی گئی۔

حضرت حسنؓ نے اس شخص کو ڈانٹ کے روکا اور فرمایا لوگو۔ امیر المؤمنین کی دعوت قبول کرو۔

اور اپنے بھائیوں کی طرف چارہ عنقریب وہ شخص مل جائے گا جس کے پاس خلافت کے لیے جمع ہونا چاہیے۔ اہل عقل و ہوش کے لیے یہی مناسب ہے کہ آگے باچھے انھیں کا ساتھ دیں۔ اور

مسلمانوں کے حق میں یہی مفید بھی ہے۔ لہذا ہماری دعوت قبول کرو اور جن مصیبت میں ہم ہم قدم مبتلا ہو گئے ہیں اُس کے دور کرنے میں ہمارے مدد و معاون بنو تمہارے امیر المؤمنین کہتے ہیں

میں نے یہ راستہ اختیار کر لیا خواہ اس میں ظالم ہوں یا مظلوم۔ اور جسے حق کی اعانت منظور ہو خدا کا واسطہ دلا کر اس سے کہتے ہیں کہ ضرور آئے میں مظلوم ہوں تو میری مدد کرے اور اگر ظالم ہوں تو

مجھ سے مواخذہ کرے۔ ظلم و زبیر نے خدا کی قسم سب سے پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر سب سے پہلے مجھے دعا دی۔ میں نے کسی کا مال غصب کر لیا تھا یا کسی شرعی حکم کو بدل دیا تھا

جو وہ دوسرے پر غاش ہیں یا ہنر ضاؤ۔ اچھے کاموں کو جاری کرو۔ اور بُرے کاموں سے لوگوں کو روکو۔“

حضرت حسنؓ نے یہی اس تقریر نے بڑا اثر کیا۔ لوگ نرم پڑ گئے۔ اُن کی دعوت قبول کر لی۔ اور رضی ہو گئے چنانچہ بنی سُلَی کا ایک گروہ اپنے سردار عدی بن حاتم کے پاس آیا اور کہا آپ کیا کہتے ہیں

اور اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا ہم نے علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔

ابوموسیٰ کی تائید۔

عمار کا تقریر

حضرت حسنؓ کی تقریر۔

حضرت حسنؓ کی تقریر کا اثر۔

اور وہ بھی بھلائی کی طرف اور اس اہم واقعہ میں شریک ہونے کو بلا رہے ہیں تاکہ ہم خود چلنے کے سبب واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اس درمیان میں بہت ہی عرصہ گزرا کہ کما ایلیر المومنین ہمیں بلایا ہمارے پاس اپنے قاصد بھیجے جی کہ خود ان کے فرزند شریف لے آئے۔ بسند ان کا کہنا موزیل کے اُن کی مدد کرو اور اپنی رائے سے اُن کو مشورہ دو۔ اس اثنا میں ہجر عجمی نے با آواز بلند کہا لوگو! میرے المومنین کی دعوت قبول کرو۔ چاہیے کہ ہم سب یہ ہمیدہ یا لہدے پھندے چل کھڑے ہوں۔ اور سب سے پہلے میں چلتا ہوں۔

اب تمام لوگ حضرت علیؑ کی وفات پر آمادہ تھے اور ان کو مستحق دیکھ کر حضرت حسنؑ نے فرمایا لوگو! میں کل جاؤں گا جس کا جی چاہے میرے ساتھ سوار ہو کر چلے۔ اور جس کا جی چاہے کشتیوں پر سوار ہو کر دریا کے راستے سے روانہ ہو۔ تیج یہ ہوا کہ نو ہزار سے زیادہ آدمی حضرت علیؑ کا ساتھ دینے کے لیے روانہ ہوئے۔ چچ ہزار خشکی کی راہ سے اور دو ہزار چار سو دریا کے راستہ سے۔

بعض راویوں کا بیان ہے حضرت علیؑ نے حضرت حسنؑ اور عمارؓ کے بعد اشترؓ کو بھیجا تھا جس وقت پہونچے ہیں لوگ مسجد میں جم گئے ابو موسیٰ حضرت حسنؑ و عمارؓ میں جھگڑا ہوا تھا۔ ابو موسیٰ لوگوں کو حضرت علیؑ کا ساتھ دینے سے روکتے تھے اور حضرت حسنؑ کہہ رہے تھے کہ تمھاری ماں کا حکومت کو فہماری ہے۔ تم اس سے علاحدہ ہو جاؤ اور ہمارے غیر کو چھوڑ دو۔ اسی طرح سے کئی جھگڑا پیش تھا کہ اشتر پہونچے۔

اُن کے آنے کی یہ شان تھی کہ آبادی میں داخل ہوتے ہی جس قبیلے کے کسی گروہ کے پاس سے گزرتے اُن لوگوں کو آواز دے کہ اس قبیلے کا ساتھ لیتے۔ اور کہتے تھے میرے ہمراہ قصر ماریت چلو۔ چنانچہ ابو موسیٰ تو مسجد میں مناظرہ کرتے رہے اور اشتر ایک بڑے بھاری گروہ کے ساتھ قصر ماریت میں (جو حیثیت والی ملک ہونے کے ابو موسیٰ کا مسکن تھا) گھس پڑے اور ابو موسیٰ کے لوگوں کو ہٹانا اور دینا شروع کیا۔ اور آخر اُن کے تمام غلاموں کو نکال باہر کیا جو غلے چھانٹتے اور دہائیاں دیتے ہوئے مسجد میں ابو موسیٰ کے پاس پہونچے اور فریاد کی کہ اشتر زبردستی قصر ماریت میں گھس آئے اور ہمیں وہاں سے مار کے نکال دیا۔ اُن کی فریاد سننے ہی ابو موسیٰ غبر سے اتر کر قصر ماریت میں گئے اور ان کی صورت دیکھتے ہی اشتر نے ڈانٹنا شروع کیا کہ تیری ماں مرے۔ جنگل و بوہیاں سے۔ اور سمجھ لے کہ خدا نے تجھے اس گھر سے نکال دیا۔ ابو موسیٰ نے اُن لوگوں کی یہ زبردستی سہیا۔ اور اُن کا یہ رنگ دیکھا تو کہا چاہیے آج شام تک کے لیے ہلکت دو۔ اشتر نے ہلکت دی اور کہا مگر خبردار

اہل کوفہ حضرت علیؑ کے وفات پر آمادہ تھے۔

اشتر کو دین

اُن کے آنے کی شان تھی۔

قصر ماریت سے پہونچے۔

کوڑے کے باروں۔

ان کا شمار۔

ان کے ساتھ
کی تقریر۔

آج رات کو تم اس حکومت کے مکان میں نہ سونا۔ اس موقع پر بعض لوگوں نے چاہا کہ انہیں اس کے
ابو موسیٰ کا مال لوٹیں۔ مگر انہوں نے اس سے روکا اور کہا: "خویشی ان کے مال اسباب کا ضامن ہو گیا"
اس واقعہ کے بعد وہ نوہزار آدمی حضرت علیؓ کی رفاقت کے لیے روانہ ہوئے۔ لیکن ان کو حضرت
حسنؓ کی تقریر نے جاننا خلافت بنا دیا تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ایک اور بارہ ہزار
آدمی گئے۔ ان کو انہیں کہتے ہیں۔ مدوکاران کو فدیہ یہ تھا اور حضرت علیؓ نے پیسے سے تباہی تھی۔
چنانچہ جب یہ لوگ آئے تو میں نے بات خود جاکرنا اور اتنے ہی پائے جتنے آپؐ نے
فرما دیے تھے۔ نہ ایک زیادہ تھا نہ ایک کم۔ ان میں بھی کئی تھے۔ اس بد بختی میں بھی رباب اور بنی نضیر
سرواقتل بن رباب ریاحی تھے۔ انہیں تیس کے ساتھ گروہوں کے سردار تبعہ بن مسعود نقی مختار کے
چچا تھے۔ بنی کراؤ بنی تغلب کے سردار عبد بن محمد بن وعلی تھے۔ بنی مذحج اور شمر یوں کے سردار
بجربن عدی تھے۔ بنی بکیلہ بنی انمار بنی شمر اور بنی ازو کے سردار عتف بن علیہم ازوی تھے۔
یہ سب لوگ مقام ذی قار میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ موجود لوگوں کے
جن میں حضرت ابن عباسؓ بھی تھے ان لوگوں سے جا کر ملے۔ مہر کا کہا۔ اور نہ رہا پائے اہل کو نہ
تم لوگوں کا مقابلہ نہ انہیں بھیجے ہوا۔ اور ان کے زبردست لشکروں کو تم نے شکست دے دی
یہاں تک کہ ان کا ورثہ تم کو ملا۔ تم نے اپنے مقبوضہ قبہ کی حفاظت کی۔ اور دشمنوں کے مقابلے میں
اکثر لوگوں کی مدد کی ہیں۔ تم کو اس لیے بلایا ہے کہ ہمارے بھائیوں کے مقابلے میں ہمارا
ساتھ ہو۔ اگر وہ اس خیال سے ہاتھ پائیں تو یہی ہمارا مقصد ہے۔ لیکن اگر وہ انہی ضد پر اڑے ہیں
ہم جہاں تک بنے گا زنی سے ان کی اصلاح کریں گے۔ اس کے پابند نہیں گے کو ظلم انہیں کی
طوت سے شروع ہوا اور صلاحیت کی جو بہترین صورت نظر آئی گی ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس کی کو
اقتیار کریں گے۔

آپ کے
مذہب ہوا۔

کوٹنے کے یہ سب لوگ آپؐ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے لگے۔ اور حضرت علیؓ کے
وہ ہزاروں کا گروہ تھا جو بصرے سے آیا تھا اور بصرے کے راستے پر آپؐ کے درود کا منتظر تھا۔
آپؐ کے ساتھ جو کوٹنے کے پہلے تھے ان کے سردار قتیبہ بن مسعود بن مالک بن شد
بن عمرو اور یحییٰ بن شماس تھے۔ اب اس موقع پر جو اہل کو فدیہ کو آئے ان کا شمار بھی پرانے
رفیقوں سے کم نہ تھا۔ ان کے سردار زید بن صرحان۔ اشتر عدی بن حاتم سیف بن زید انصاری
اور زید بن قیس اور اسی پائے کے اور شجاع بن عرب تھے۔

جب یہ سب لوگ ذی قاریں جمع ہو گئے تو حضرت علیؑ نے قتل عام کو بلا کر اہل بصرہ کے پاس
 بھیجا اور حکم فرمایا کہ ان دونوں شخصوں میں سے ظلم و زبردستی سے ملو۔ انہیں اتفاق و یکجہتی کی طرف
 بلاؤ۔ اور مائتضاتی کی خبریاں ان پر ظاہر کرو۔ پھر جب وہ چلنے لگے تو رک کر پوچھا اگر کوئی
 ایسی بات پیش آئے جس سے متعلق میں نے کوئی ہدایت نہ کی ہو تو تم کیا کرو گے؟ عرض کیا اہل
 بصرہ آپ کے ارشاد پر عمل کریں گے۔ اور جس امر میں آپ سے کوئی ہدایت نہ ملی ہوگی ہم اجتماع سے
 کام لیں گے۔ اور جیسا دیکھتے سنتے رہیں اس کے لحاظ سے جو مناسب جائیں گے کریں گے۔
 حضرت علیؑ ان کے اس جواب سے مطمئن ہو گئے اور انہوں نے مخالفین کے پڑاؤ کی ادلی۔
 قتل عام صحابی رسول اللہؐ تھے۔ اور حضرت عمرؓ کے عہد کے کاراز وودہ جوانوں میں تھے۔ بصرہ
 میں پہنچتے ہی حضرت ام المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام کیا اور عرض کیا کہ "اے
 مادرِ محترمہ حضور! اس شہر میں کیوں تشریف لائی ہیں؟ فرمایا مٹا۔ میں لوگوں کی صلاح کے لیے آئی ہوں۔
 عرض کیا تو حضورؐ ظلم و زبردستی کو بھی بلوایں تاکہ میرے ان کے درمیان جو گفتگو ہو اس کو حضورؐ اپنے
 کانوں سے سنیں۔" حضرت عائشہؓ نے دونوں صاحبوں کو نورا بلوایا۔ اور قتل عام نے وہی سوال
 جو محبوبہؓ رسول خدا صلعم سے کیا تھا ان سے بھی کیا۔ اور بتا دیا کہ جناب صدیقہؓ نے اس کا یہ جواب
 دیا ہے۔ دونوں صاحبوں نے جناب عائشہؓ کے جواب کو پسند کیا اور کہا میں ایک ہم دونوں اسی مقصد
 کے لیے آئے ہیں۔" اب قتل عام نے دریافت کیا کہ "آپ کے نزدیک اصلاح کی کیا صورت
 ہو سکتی ہے؟ اگر وہ صورت ہماری سمجھ میں آگئی تو ہم خدا کی قسم کے لیے تیار ہیں۔" دونوں صاحبوں
 نے کہا وہ صورت یہ ہے کہ قاتلین عثمانؓ سے انتقام لیا جائے اور اگر اس کام کو ترک کیا گیا تو قرآن
 کی صریح مخالفت ہوگی۔ قتل عام نے کہا بصرہ کے قاتلین عثمانؓ کو آپ قتل کر چکے مگر میرے
 خیال میں ان لوگوں کے قتل کرنے سے پیشتر آپ صلاحیت سے زیادہ قریب تھے۔ آپ نے
 چھ سو آدمی قتل کیے اور انجام یہ ہوا کہ بصرہ کے چھ ہزار آدمی آپ سے ٹوٹ کر علیحدہ ہو گئے
 جو شہر چھوڑ کے چلے گئے۔ اور آپ نے جو قومیں بن زہیر کے پکڑنے کا ارادہ کیا تو چھ ہزار
 آدمیوں کا کہ وہ فراجم ہوا۔ لہذا اگر آپ ان لوگوں کو قتل نہ کرتے تو سمجھا جاتا کہ صلح و امن کے خواہندگان
 ہیں۔ اسی طرح اگر آپ آپ لڑیں گے تو یہی لوگ جو آپ سے علیحدہ ہو گئے ہیں آپ کے مقابلے پر
 آئیں گے۔ غرض آپ کی خواہش بمقابل اس طریق عمل کے جس کو آپ پسند نہیں فرماتے زیادہ سخت
 ہے۔ اس امر کو قتل عام نے زیادہ زور دے کے اور خوب وضاحت سے بیان کیا تو

آپ کے
 لیے قتل عام

قتل عام صحابی
 رسول اللہؐ تھے۔

حضرت ام المومنینؓ بولیں: ”اچھا تو تمھارے نزدیک کون تدبیر مناسب ہے؟“ کہنا میرے نزدیک تم
 پہلی تدبیر خاموشی اور سکون ہے۔ ملک میں جب سکون پیدا ہو جائے گا تو جو لوگ مجرم ٹھہریں
 پریشان ہو جائیں گے اور اگر آپؐ نے امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو اس کو بھلائی
 روشنی اور رحمت الہی جائیے اور یہی خون عثمانؓ کے انتقام ملنے کی اصلی صورت ہے۔ لیکن
 اگر آپؐ نے جھگڑے اور ضد سے کام لیا اور اس تدبیر کو نہ مانا تو امن و امان کی سرکٹ اٹھ جائے گی۔
 اور آپؐ کو اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہوگی۔ پھر قتضاعؓ نے کہا قتل عثمانؓ کا جو واقعہ
 پیش آچکا ہے وہ ایک شخص کا ایک شخص کو مار ڈالنا نہیں ہے۔ اور نہ ایک قبیلہ یا ایک گروہ کا ایک
 شخص کو قتل کرنا ہے۔ پھر قتضاعؓ کا انتقام کیسے لیا جاسکتا ہے؟ یہ تو ہمیشہ کرب ہے۔ تمہارے
 منقول بات بتائی اور جو نتیجہ کماؤں کما رہا ہے اور اگر علیؓ نے بھی اگر یہی کہا تو ہم کو کچھ
 تو انشاء اللہ صلح ہو جائے گی۔ سفارت کا حق ادا کرنے کے بعد قتضاعؓ حضرت علیؓ کی خدمت میں
 حاضر ہوئے اور یہ حالات بیان کیے تو آپؐ نے اُن کی کاروائی کو پسند فرمایا اور سب لوگوں کے
 دلوں میں صلح کی امید پیدا ہو گئی۔ چنانچہ جو لوگ صلح کے آرزو مند تھے خوش ہوئے مگر وہ جو شورش
 فتنے کے خواہنگار تھے ان کے دلوں میں تشویش پیدا ہو گئی۔

بصرے کے جو لوگ علیؓ ہو سکتے تھے وہ قتضاعؓ کی دہری سے پہلے حضرت علیؓ کے لشکریوں آگئے
 تاکہ اہل کوفہ کی رائے دریافت کریں اور اُن کو بتائیں کہ ہم لوگ صلح کے طالب ہیں۔ کوفہ والوں نے اُن کی
 رائے سن کر اپنا بھی وہی خیال ظاہر کر کے اُن سے اتفاق کیا اور ان کو باجماع خلافت میں لے گئے
 ان اہل بصرہ نے آپؐ کو اپنے حال اور خیال سے آگاہ کیا۔ ان لوگوں میں ایک شخص تھا جزیہ بن شرس
 حضرت علیؓ نے اُس سے طلحہ و تبر کے حالات دریافت فرمائے اور اُس نے اُن کی فزاؤں اسی
 باتیں بھی بیان کر دیں۔ اور اسی سلسلہ میں کہنا بڑھ کر کہا کرتے ہیں کہ ہم نے مجبور ہو کر معیت کی۔ اور قتضاعؓ کے
 طور پر جو شاعر اور پاکر تھے وہ بڑھ کے سائے اور حضرت علیؓ نے بھی ان شعروں کے جواب میں چند شعر پڑھ دیے۔
 اس کے بعد جب اہل کوفہ و بصرہ ہم خیال ہو گئے اور قتضاعؓ نے بھی واپس آکر اپنی کارگزاری
 عرض کر دی تو حضرت علیؓ نے عام لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی۔ اس میں پہلے خدا کی حمد و ثنا
 کی۔ پھر حمد جاہلیت اور اُس کی تفاوت کا اور عہد اسلام اور اُس کی مساوت کا ذکر فرمایا۔ پھر کہا
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمت کے حال پر خدا کی رحمت اُمت کے اتفاق اور عقیقہ کے طرز عمل سے
 وابستہ ہے۔ بعد ازاں آپؐ نے حضرات خلفائے ثلاثہ کا سبق کا ذکر فرمایا۔ پھر اس سانچہ پر جاننا کا

بصرے کے
 صلح و حضرت
 علیؓ کے پاس

حضرت علیؓ
 کی ایک
 تقریر

مذکور کیا جو حضرت عثمان کو پیش آیا۔ اور فرمایا بعض لوگ دنیا کے طالب ہوئے اور خدا نے جو نعمت و فضیلت ان خلیفہ کو دی تھی اس پر جس کیا اور چاہا کہ اسلام اور اس کے معاملات کو بچھ کر شتمہ حالات پر گھسے جائیں مگر خدا کی جو مرضی ہے وہ پوری ہو سکے گی۔ پھر ارشاد ہوا لوگو! میں کل یہاں سے کوچ کروں گا۔ تم بھی میرے ساتھ چلو لیکن خبردار ان لوگوں میں سے ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ چلے جنہوں نے عثمان کی مخالفت میں کوئی حصہ لیا ہے۔ برے لوگوں کو چاہیے کہ مجھ سے علیحدہ ہو جائیں۔

یہ عثمان سے آپ کی بیزاری

آپ کی یہ تقریر سن کر لوگ جن میں علقمہ بن عبدی بن حاتم بن سلمہ بن ثعلبہ بن شریح بن دغنی اور اشتر اور چند لوگ تھے جو حضرت عثمان پر زور کر کے کہتے تھے۔ یا جنہوں نے ان لوگوں کے جانے کو پسند کیا تھا جمع ہوئے پھر متصرفانے بھی ان میں شریک ہو گئے۔ اور ابن سوواد اور خالد بن ولید بھی اس گروہ میں موجود تھے۔ ان سب نے اس بغور کرنا شروع کیا کہ آپ ہیں کیا رہے اختیار کرنی چاہیے۔ اور بعض نے بعض سے کہا علیؑ ہیں جو خدا کی قسم کتاب اللہ کو انتقام عثمان کا دعویٰ کرنے والوں سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ ان کے لشکر میں اکثر ایسے لوگ ہیں جو عثمان پر یورش کر کے کئے گئے تھے۔ جو لوگ عثمان کے خلاف تھے بھی تو کم میں کم ان کا گروہ بڑھے گا۔

عثمان کا ان کے خلاف

پھر جب ہمارے سلمان علیؑ کے جھنڈے کے پیچھے جمع ہو جائیں گے اس وقت بتا دیا ہوگا۔ تم لوگ خدا کی قسم وہ وہ کسی طرح محال کہ پہنچا دینے جاؤ گے۔ اشتر نے کہا ہم لوگوں کے بار میں تھکے و زبر کی چورائے ہے وہ تو مسلمان ہی ہے مگر حضرت علیؑ کی رائے آج تک نہیں معلوم لیکن اور سب لوگ واقعی جاری مخالفت میں ایک زبان ہیں اس لیے اگر صلح ہو گئی تو تین دن اس کے انجام میں ہم سب مارے جائیں گے۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم تلوار لے کے اٹھیں اور علیؑ کو قلعہ و زبر کو بھی وہاں پہنچا دیں جہاں عثمان ہیں۔ اس واقعہ سے ایک ایسا ہنگامہ پیدا ہو گا کہ جب تک ہمارے ساتھ رضاعتی ظاہر نہ کی جائے گی مائے سے نہ ملے گا۔ عید اللہ بن سوواد

اشتر کی رائے

ابن سوواد کی رائے

کما تم نے یہ چھی رائے نہیں دی۔ اسے قاتلین عثمان کہیں گے۔ اس بیان کی قاریں تمہارا شمار و ہزار پانچ سو پانچ سو آدمیوں کا ہے اور قلعہ اور ان کے گرد وہاں تقریباً پانچ ہزار میں جن کو تم سے لڑنے کی توہین ہے۔ یہ سن کر علیا بن ابی سلمہ بولا ہم کو چاہیے کہ یہاں سے ہٹ جائیں اور ان لوگوں کو تنہا چھوڑ دیں جس سے ان کی قوت کھر ہوگی اور دشمن کی طاقت ٹوٹ جائے گی لیکن ہمارے جانے پر بھی ان کی تعداد زیادہ رہی تو خائفین خواہ مخواہ ان سے صلح کر لیں گے مگر

علیؑ کا مشورہ

یہ امر ہمارے مقاصد کے خلاف ہے اس لیے مناسب رائے یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو چھوڑ دیں
 اور کسی شہر میں چل سکے بیٹھیں۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس ایسے اور لوگ جمع ہو جائیں جن سے
 ہم کو تقویت ہو اور ان لوگوں کے ہاتھ سے نجات ملے۔ بلکہ، کایہ بیان سن کر ابن سوداء بولا تم نے
 یہ غلط رائے دی۔ لوگ تو خدا سے چاہتے ہیں کہ تم لوگ آگاہ ہو جاؤ۔ اور ان لوگوں سے ساتھ نہ رہو
 جن کے دامن میں اس خون کا وہ تپ نہیں ہے۔ مگر یاد رکھو کہ اگر تم ان سے جدا ہوئے تو یہ لوگ تمہیں
 چن چن کے مار ڈالیں گے! بعد ہی نے کہا میں بخدا اس تجویز سے رنجی ہوں اور نہ اس کے خلاف
 مجھے لوگوں کے تر و در تعجب آتا ہے۔ اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اگر لوگوں سے ایسا ہی کیا جیسا کہ خدا
 کیاجاتا ہے تو ہمارے پاس گھوڑے اور اسلحہ موجود ہیں۔ اسی وقت اگر تم لوگ بڑھو گے تو تمہارا
 ساتھ ہم بھی جاؤں گے۔ اور رکو گے تو رک جائیں گے۔ یہ سون کر اپنا سودا بولا۔ تم نے البتہ جو کچھ
 بات کسی سالہر بن ٹھلے بولا۔ اور کسی کو چاہیے دنیا کی ہوس ہو چھوٹے بیٹے سے میرا دل اگر تھما دے گا
 منکلا تو پھر زندہ نہ رہا پس آؤں گا۔ واللہ میں اکثر کھاتا ہوں کہ تم ان لوگوں کا سر کاٹ لو گئے ہیں کما
 فیصلہ خیر ہمارے کہ نہیں ہو سکتا۔ ابن سوداء نے اس خیال کی داد دی۔ اور شریعت پر اٹھ اٹھ کر گستا
 اپنے معاملات کی پہلے سے اصلاح کرو جس امر میں جلدی کی ضرورت نہ ہو وہ نہ لگاؤ۔ ہماری حالت
 اور لوگوں کے مقابلہ میں نہایت نازک ہے اور میں نہیں چاہتا کہ باہم صلح ہو جائے۔ کہے
 بعد ہماری کیا حالت ہوگی! آخر ابن سوداء بولا۔ لوگو تمہاری صلاح اسی میں ہے کہ لڑائی چھو۔ لہذا کل
 جس وقت دونوں لشکروں کا سامنا ہو تم فوراً لڑائی چھڑو۔ اور کسی کو ادھر توجہ کرنے کا موقع ہی نہ ہو۔
 پھر تم جن لوگوں کے ساتھ ہو گئے انھیں اس سے منفرہ ہو گا کہ اپنا بچاؤ کریں۔ اور خدا کرے کہ علیؑ
 یا طلحہؑ یا ذئبیرؑ یا ان کے ساتھ والے ان میں سے کوئی بھی اس تجویز کی طرف مائل ہو جو تمہارا
 مقاصد کے خلاف ہے۔ لہذا دیکھتے رہو کہ لوگوں کی کیا رائے قرار پائی ہے۔ اور صلح کی مخالفت
 کرتے رہو۔ مگر اس طرح کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔

ابن سوداء کا جواب

علیؑ کی مشورہ

سارہم ٹھلے کا

شریعت کا مشورہ

آخری تجویز

چوتھی فصل

قتال جنگ جبل اور طلحہ و زبیر کو شکست

ذی قار سے روانہ ہوئی۔ حضرت علیؓ کے لشکر کی ترتیب۔ حضرت عائشہؓ کے لشکر کی ترتیب۔ میدان جنگ۔ جو گوٹم المومنین کو چھوڑ کر حضرت علیؓ سے مل گئے۔ حضرت علیؓ کی کوشش صلح۔ حضرت زبیر کا اعتلا صلح طلحہ و زبیر دونوں صلح کے امیدوار ہیں۔ حضرت علیؓ لڑائی سے بچنا چاہتے ہیں۔ دونوں طرف کے یگانہ من جنت میں جاییں گئے۔ امت اندیشے سے بچنے کی اہتمام کیا گیا۔ اختلاف برقیس۔ ایش کی سرگذشت اس کی زبانی۔ آنحضرت علیؓ خدمت میں اس کی اطلاع دی۔ میدان جنگ میں علیؓ کی اصلاح و زیر کی باتاں۔ حضرت علیؓ کا اقتراض۔ حضرت طلحہ سے لشکر۔ حضرت زبیر سے لشکر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی۔ حضرت زبیر کی لڑائی سے دست کشی۔ بیت الدنبدین پر ان کو پھرا دیا۔ زبیر کی اطلاع کی کا دو سبب۔ نذرانی الاصل کعب کی بیٹی یزید بن نذران ام المومنین۔ قبائل کی فرو دیا جائے۔ طلحہ عائشہ کی تہاد۔ آپ کی طرف سے پیام صلح لشکر علیؓ کی فرو دیا جائے۔ باہمی میل جول۔ حضرت علیؓ کے لشکر کی تعداد۔ کینہ صلح ہو گئی۔ فتنہ انگیزوں نے بلا اجازت لڑائی چھیڑ دی۔ طلحہ و زبیر کی حیرت۔ پیغمبروں کی چالاکی۔ حضرت علیؓ کی تیاری اور حیرت۔ دونوں طرف کے حمل جنگ۔ حضرت عائشہ کا میدان میں آنا۔ زبیر و عمار کا مقابلہ۔ جناب عائشہ کی شکست۔ اس کا باعث۔ زبیر کی واپسی اور شہادت۔ قبائل کا انجام۔ حضرت زبیر کی تلوار۔ حضرت طلحہ کی شہادت۔ مرتے وقت حضرت علیؓ کی بیت۔ اور اپنی حالت پر فحوس۔

دوسرے روز علیؓ صبح حضرت علیؓ نے میدان ذی قار سے کو بیٹا کیا۔ اور سارا لشکر آپ کے ساتھ تھا۔ چھوڑی جی دور گئے ہوں گے کہ بصرے کے نبی خلیفہ سب بھی ہمراہ ہو گئے۔ چلتے چلتے آپ نے مقام نہاد میں پڑاؤ ڈالا۔ اور وہاں سے چلے تو بصرے کا رخ کیا۔

بصرے کے قریب پہنچے تو آپ نے اٹھ بھٹے اور ان کے لیے اٹھ سرو زرخٹ پائے۔ چلا علم سید بن قیس بھائی کو دیا۔ اس کے نیچے قبائل جمیر و تہان تھے۔ دوسرا علم زیاد بن نضر حارثی کو عطا ہوا۔ ان کے تحت تہی زحج اور اشوری لوگ تھے۔ تیسرا نشان حدی بن حاتم کو مرحمت ہوا۔

ذی قار سے
روانہ ہوئی۔

جنت علیؓ
لشکر کی ترتیب

اُن کے ساتھ سارے بنی طے تھے۔ چوتھا جھنڈا سعد بن مسعود ثقفی مختار کے چچا کو عنایت ہوا۔ اُن کے ہمراہ بنی قیس بنی تمیم اور بنی ذبیان تھے۔ پانچواں نشان جبر بن عدی بن بنی کو عنایت ہوا۔ اُن کے علم کے نیچے بنی کنندہ اہل حضرت بنی قضاہ اور بنی مہرہ تھے۔ چھٹا مختف بن سلیم بن ذی کب۔ دیا۔ اُن کے تحت میں بنی ازو۔ بنی بجلید۔ بنی ششم اور بنی خزاعہ تھے۔ ساتواں علم مخدوم ذہلی کے ہاتھ میں دیا۔ اُن کے ہمراہ بنی بکر بنی ثعلبہ اور بنی جریہ کے گروہ تھے۔ آٹھواں علم حضرت عیسیٰ بن یسار بن عباس کو دیا۔ اُن کے ہمراہ قریش و انصار اور تمام اہل حجاز تھے۔ آپ کے مینہ کے افسر اور میسرہ کے عمار بن یاسر تھے۔

حضرت عائشہ کے لشکر کی ترتیب

آسیہ کے قریبہ اسبہ بنیہ کا حال سن کر اُدھر تعلقہ و تیرنے اپنے لشکر کو یہ ترتیب دیا کہ سب کا علم عبداللہ بن حوام بن خیلہ کے ہاتھ میں آیا۔ سواروں کے سردار محمد بن طلحہ اور یہ لوں کے عبداللہ بن زبیر تھے۔ بنی ازو کا جھنڈا کتب بن سور کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ مینہ پرست تھے۔ قریش اور بنی کناندہ کا علم عبدالرحمن بن عتاب بن اسید کے ہاتھ میں اور بنی تمیم کا بلال بن وہب داری کے ہاتھ میں تھا۔ اور یہ دونوں میسرہ پرست تھے۔ اور ان دونوں کے اٹلی افسر عبدالرحمن بن عرش بن ہشام تھے۔ ان کے علاوہ بنی قیس کا جھنڈا نجاش بن مسود کے ہاتھ میں۔ بنی تمیم الرباب کا عمر بن شیرلی کے ہاتھ میں۔ انصار اور ثقیف اور ایک گروہ قیس کا علم عبداللہ بن عامر بن کریم کے پاس۔ خزاعہ کا علم عیسیٰ بن یسار بن عباس کے ہاتھ میں بنی قضاہ کا عبدالرحمن بن جابر اسبی کے ہاتھ میں۔ بنی مذحج کا زید بن زید دھاری کے ہاتھ میں اور بنی ربیعہ کا عبداللہ بن مالک کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ اپنے پڑاؤ سے جو فرض میں تھا چل کھڑے ہوئے۔ اور حضرت اُم المؤمنین اُن کے ساتھ تھیں جس مقام پر بعد کے زمانے میں عبید اللہ بن زیاد نے ایک قصر تعمیر کرایا تھا وہاں سلام کے دونوں نامہ ران بچھائیوں کا سامنا ہوا۔ اور وسط ماہ جمادی الاخری ۳۳ھ میں دونوں گروہ ایک دوسرے کے مقابل اثر پڑے شقیق بن ثور نے جو حضرت عائشہ کے گروہ میں تھا عمر بن مرحوم عبیدہ کے پاس کھلا بھیجا کہ میدان میں نکلو اور جیسے ہی کھانا ہم کو اپنے ساتھ لے کر علیؑ کے لشکر میں داخل ہو جائے پانچ گروہ دونوں قبائل بنی عبدالقیس اور بنی بکر بن وائل کو ساتھ لے کر

میدان جنگ

جو لوگ ان میں سے کوئی نہ ہو کر حضرت عائشہ کے پاس گئے۔

حضرت عائشہ کے لشکر سے ٹھکے اور حضرت علی کے پیرو میں جا ملے۔ اور اکثر لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ دونوں گروہ جس کے ساتھ ہوں گے وہی فتحیاب ہوگا۔

دونوں لشکر تین روز تک آمنے سامنے پڑے رہے اور کسی طرف سے کوئی چھوڑ چار نہ ہوا۔ حضرت ابوسبیرؓ (ابو سبیر بن علیؓ) کی یہ حالت تھی کہ براہِ مصلحت فرماتے اور خدائیوں کو اپنی طرف بلا تے اور حضرت عائشہؓ کے لشکر کے کچھ لوگ جو آگے بڑھ گئے تھے وہ واپس آکر آپ کے علم کے نیچے جمع ہوتے جاتے تھے۔

حضرت صدیقہ کا لشکر جیسے ہی یہاں اترا۔ ابوالجراح نے حضرت زبیرؓ سے کہا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبل اس کے کہ علیؓ کے گل چھری یہاں پہنچوں ایک ہزار سواروں کو آپاؤں کے مقابلے پر بھیجیں۔ زبیرؓ نے جواب دیا لڑائی کے معاملات کو ہم بھی جانتے اور سمجھتے ہیں مگر لڑنے سے پہلے ہم ان لوگوں کو اپنی طرف بلانا چاہتے ہیں۔ یہ بالکل نئی قسم کی لڑائی ہے ایسا اقد آج سے پیشتر کبھی نہیں پیش آیا تھا۔ اس میدان کے لڑنے والوں میں سے جو شخص خدا کے سامنے کوئی قدر نہ ملے جائے گا روزِ جزا کو اس کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا ان لوگوں کی سفارت ابھی ابھی ہمارے پاس سے واپس گئی ہے جس سے صلح کی امید ہوتی ہے۔ لہذا تم اس شرعہ صلح کو مستور خاموش رہو اور صبر کرو۔

صبر نہ کرنا یہاں نے اس کے ظلو و زبیر کے کہا لڑائی کے لیے علیؓ سے کچھ مصلحت حاصل کر لیجیے۔ اس لیے کہ مکرر اہل میں رائے صاحب بمقابل سختی کرنے کے زیادہ سودمند ہو کر پتی ہے۔ دونوں نے فرمایا یہ ایسی لڑائی ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسی صورت نہیں پیش آئی تھی اس کے متعلق نہ قرآن کی کوئی آیت نازل ہوئی اور نہ کوئی حدیث موجود ہے۔ ایک گروہ ہماری تحریک کو ناجائز بتاتا ہے۔ ایک گروہ جس میں ہم ہیں کہتا ہے کہ نہ ہمارے لیے دست بردار ہو جانا مناسب ہے نہ دیر لگانا۔ علیؓ کہتے ہیں کہ قاتلینِ عثمان کو چھوڑنا برا ہے لیکن اور باتیں جو اس سے بھی بری ہیں ان کے مقابلے میں اس کا اختیار کر لینا اسب ہے عنقریب حق ہم پر روشن اور آشکارا ہو جائے گا۔ اور مسلمانوں کو بعض ایسے احکام ملے ہیں جو سود مند ہوئے ہیں اس جھگڑے سے زیادہ عام ہیں۔

اور حضرت علیؓ خطبہ کہنے کے لیے کھڑے ہوئے تھے کہ انہوں نے بیانِ منقری نے اٹھ کر درخواست کی ہیں اہلِ بصرہ کے مقابلے پر بڑھائیے، فرمایا اگر میں تو آگ کو بجھانا اور اسلحہ چاہتا ہوں

حضرت علیؓ
کو شخص صلح۔

حضرت زبیرؓ
کا خطاب۔

طاہر زبیرؓ
صلح کے اختیار
پر۔

حضرت علیؓ
نے فرمایا
ہے چاہا جاتے
ہیں۔

شاید خداوند عالم مستعد ہی سے تفرقہ کو دور کر دے اور یہ لڑائی رک جائے۔" انھوں نے پوچھا اور اگر وہ لوگ نہ مائیں۔ ارشاد ہوا سنو جب تک وہ لوگ نہ ہوئیں گے میں بھی نہ ہوں گا۔ پوچھا اور جو وہ خاموش بھی نہ بیٹھے ہیں؟ فرمایا اُس وقت ہم فقط اپنی جانوں کو ان کے ہاتھ سے بچائیں گے۔ آخر انھوں نے پوچھا تو کیا ہم پر ان کے وہی حقوق ہیں جو ہمارے ان پر ہیں؟ فرمایا بیشک۔

اسی طرح ابوسلمہ دالانی نے حضرت علیؓ سے پوچھا یا حضرت۔ یہ لوگ جو اس خون کے دعویدار ہیں اگر ان کی نیت خیر ہو اور خلوص عقیدت سے عثمانؓ کے خون کا انتقام پاتے ہوں تو ان کے لیے خدا کے سامنے کافی عذر ہوگا؟ فرمایا بیشک ہوگا۔ اس نے سوال کیا اور آپ اگر اس لڑائی میں تاخیر فرمائیں تو کیا آپ کے لیے بھی اس میں کافی عذر پیدا ہو جائے گا؟ فرمایا اس ہو جائے گا جس امر میں پورا علم نہ ہو اس میں وہی طرز عمل مناسب ہو اگر تائبے جس میں زیادہ وسعت ہو اور جس کے اختیار کرنے میں زیادہ احتیاط عمل میں لائی گئی ہو۔ اس نے پوچھا اور کل لڑائی ٹھپانے کے بعد ہمارا اور ان کا کیا حال ہوگا؟ ارشاد ہوا مجھے اُمید ہے کہ دونوں طرف جو شخص خالصۃً خدا را وہ خیر سے مارا جائے گا خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

اس کے بعد آپ نے خطبہ میں فرمایا۔ لوگو! اپنے ان حریفوں کے متعلق اپنے اہل حق اور اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو۔ اور خبردار ہم سے آگے نہ بڑھ جانا۔ آج جو کوئی عداوت کے جذبات سے کام لے گا کل خدا اس کا دشمن ہوگا۔

پھر آپ نے حکیم بن سلام اور تالک بن حبیب کی معرفت طلحہ و زبیر کے پاس کھلا بھیجا اور آپ لوگ اُسی خیال پر ہیں جس پر آپ نے قلعہ کو زخمت کیا تھا تو ابھی لڑائی سے ہاتھ روکیے ہمارے ہم یہاں قیام کر کے اس امر میں غور کریں۔

احنف بن قیس اور قتیبہ بنی سعد واسے لڑائی کے لیے تیار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان لوگوں نے جو قوس بن زمیر کو بچا یا تھا اور بصرے والوں سے غلطہ ہو کر چلے آئے تھے خود احنف نے حضرت عثمانؓ کے شہید ہو جانے کے بعد مدینہ میں حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس لیے کہ کج گو کیا تھا وہاں سے وہیں آکر مدینہ میں پہونچا تو دیکھا کہ لوگ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ لہذا اُس نے بھی بیعت کر لی اور کہتا تھا کہ میں نے اُس وقت بیعت کی جب مدینے کے اندر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حضرت طلحہ و زبیر سے مل لیا۔ میں

دونوں طرف
جنگ میں
جنت میں
ہائیں گے۔

اس اندیشے
کی بنا پر

پیمبر

خندہ خند

اس کی شہادت
اس کی بات

ج کے لیے جاتے وقت جب مدینہ میں گزرے تو عثمان مٹھو تھے۔ یہ مذا ان سب صاحبوں سے
 مل کر ان کے خیالات دریافت کیے اور کہا کہ عثمان مجھے بتیے نہیں نظر آتے۔ اگر وہ نہ بچے تو ان کے
 بعد آپ مجھے کس کے ہاتھ پر بیت کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ سب نے کہا کہ علیؑ کے ہاتھ پر
 بیت نہ کرنا۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد واپسی میں جب مدینہ میں گزرے تو وہ دیکھا کہ حضرت
 عثمانؓ مارے جا چکے اور لوگ حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیت کر رہے ہیں۔ میں نے سنے بھی فوراً جا کے
 ان کے ہاتھ پر بیت کر لی۔ اپنے وطن بصرے میں چلے آیا اور دیکھا کہ تمام انتظامات درست
 ہو چکے۔ اسی اطمینان میں تھا کہ یکا یک ایک شخص نے آکر کہا عائشہؓ بٹھو اور زبیرؓ آئے ہیں اور تمہیں
 بلاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کیوں آئے ہیں؟ کہا عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے اور علیؑ سے لڑنے
 کو اسی امر میں وہ تم سے مدد مانگتے ہیں۔ ان کا یہ پیام آتے ہی ایک نہایت خطرناک معاملہ میری نظر کے
 سامنے ہو گیا۔ اور دل میں کہا ایک طرف تو ام المومنین اور حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نجات و نصرت
 ہے۔ دوسری طرف ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنا اس سے زیادہ ہیبت ہے۔ مگر کیا کرتا؟ ان
 حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے مختلف باتوں کا حکم دیا اور میں نے کہا یا جناب
 ام المومنین اور اسے حضرات مٹھو زبیرؓ آپ کو میں خدا کا واسطہ دلا کر پوچھتا ہوں کہ بتائیے یہاں سے آپ
 سے نہیں پوچھ لیا تھا کہ کس کے ہاتھ پر بیت کروں اور آپ سے حضرت علیؑ سے ہاتھ پر بیت کرنے کا
 حکم دیا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں ہم نے تم کو اس کا حکم دیا تھا۔ لیکن اب علیؑ سے سلامات کو مل لیا
 میں نے کہا تو میں نے صاف عرض کیے دیتا ہوں۔ جب تک ام المومنین آپ کے ساتھ ہیں آپ
 سے لڑوں گا نہ ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن کے ہاتھ پر آپ ہی کے حکم سے بیت کر چکا ہوں
 بلکہ میں سب سے الگ ہو جاؤں گا یا اس کی ان لوگوں نے اجازت دی۔ چنانچہ میں اپنے
 چہرہ ہزار کے گروہ کو لے کر الگ ہو گیا۔ اور چلنا نام ایک مقام میں جا کے قیام کیا جو بصرے سے
 اسی فرسخ پر تھا۔ پھر جب حضرت علیؑ تشریف لائے تو مختلف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا
 میری قوم کے چوتھوں بصرے میں ہیں ان کا خیال ہے کہ کل جب آپ کو فتح حاصل ہوگی اور آپ
 بصرے پر قابض ہوں گے تو مجاری قوم والوں کے ساتھ سلوک کریں گے کہ ان کو قتل کرینگے اور ان کی عورتوں
 کو بیٹیاں بنائیں گے؟ آپ نے فرمایا مجھ سے تجھ سے ایسا اندیشہ نہ کرنا چاہیے۔ کافر و مرتد کے
 ساتھ کسی کے ساتھ بھی ایسا سلوک جائز ہے؟ اور ہاں تو مسلمان ہیں۔ احف نے عرض کیا تو پھر
 میرے متعلق آپ دو باتوں میں سے ایک کو اختیار فرمائیں۔ یا تو میں آپ کی رفاقت اختیار کر کے آپ کے

حضرت
 علیؑ کے
 ہاتھ پر

جھنڈے کے نیچے لڑوں یا دس ہزار تلواروں کو آپ کی مخالفت سے روک دوں۔ آپ نے فرمایا اور اس کا کیا علاج ہو گا کہ تم اپنے لوگوں سے کہہ چکے ہو کہ لڑائی سے الگ رہیں۔ عرض کیا خدا سے وفاداری کرنا لڑنے ہی میں ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تو پھر مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم دس ہزار تلواروں کو روکو، آپ کا یہ ارشاد سن کر وہ واپس چلا گیا اور اپنے رفقاء کو اس پر آمادہ کرنے لگا کہ لڑائی سے الگ بٹھک رہیں چنانچہ پہلے اُس نے بنی حنفہ کو پکارا پھر بنی تمیم کو آواز دی۔ دونوں گروہوں میں سے بھڑے بھڑے آدمی لڑائی سے دست بردار ہو کر اس کے ساتھ ہو گئے۔ پھر بنی سعد کو پکارا اور سارے بنی سعد لڑنے والوں میں سے نکل آئے۔ ان سب لوگوں نے کہہ کر حضرت علیؑ کی فوج سے الگ ہو گیا اور انتظار کرنے لگا کہ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہے۔ پھر جب لڑائی ہوئی اور حضرت علیؑ فتحیاب ہوئے تو اور سب لوگوں کی طرح اُس نے اور اس گروہ نے بھی حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

جس وقت دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا تھے۔ حضرت زبیر بن عوفؓ گھوڑے پر سوار صنفوں سے نکل کر میدان جنگ میں آئے۔ لوگوں نے حضرت علیؑ کو بتایا کہ وہ دیکھیے زبیر کیلئے ہے۔ آپ نے اوجھڑو نظر دوڑا کے فرمایا ان میں بمقابلہ ان کے رفیق طلحہ کے زیادہ صلاحیت ہے۔ یہ فرمایا ہی تھا کہ طلحہ بھی نکل کر میدان میں آ گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ نے بھی گھوڑے کی ٹانگ اٹھا دی اور ان کے اس قدر قریب پہنچ گئے کہ دونوں حریفوں کے گھوڑوں کی گردنیں مل گئیں۔ پاس جا کر حضرت علیؑ نے فرمایا تم نے گھوڑے اور اسلحہ تو فراہم کر لیے مگر خدا کے سامنے پیش کرنے کے لیے کوئی عذر بھی پیدا کیا؟ خدا سے ڈرو۔ اور تمھاری مثال اس عورت کی سی ہے جو بچے جس نے سوت کات کے تیار کیا اور پھر جو کچھ کاتا تھا اُس کو خود ہی توڑ کے رکھ دیا۔ کیا میں تمھارا دینی بھائی نہ تھا کہ میرا خون تم پر اور تمھارا مجھ پر حرام ہو یا کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے جس کے باعث میرا خون تم پر حلال ہو گیا ہے؟ طلحہ نے کہا تم نے عثمانؓ کے خلاف شورش پیدا کر لی، حضرت علیؑ نے فرمایا روز قیامت کو خدا لوگوں کے حق کو پورا کرے گا۔ طلحہ تم عثمانؓ کے خون کا انتقام چاہتے

ہے اور تم میرا یہ حق کے خلاف دیکھ رہے ہو۔ یا میں دو سو آدمیوں کے ساتھ آکر آپ کا ساتھ دوں یا جا ہر تلوار کا

آپ کی مخالفت سے روک دوں۔ لا مائدہ اس پر حضرت علیؑ

عسکریہ زبیری کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ خود میدان میں آئے اور حضرت زبیر کو لایا۔ دیکھو اخبار الطوال صفحہ ۱۶۷۔

اس کی ملوثگی

میدان جنگ
میں علیؑ و زبیرؓ
کی ملاقات

حضرت علیؑ کا
عام حریف

حضرت علیؑ کا
شخصی حریف

خدا بہت کرے قائلین عثمان پر۔ اور اسے طلحہ تم رسول خدا صلعم کی محبوبہ کو لے کر آئے ہو کہ اُن کو ساتھ لے کر لڑو۔ مگر اپنی بیوی کو گھر سے نہیں نکالا۔ اور کیا تم نے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی؟ طلحہ نے کہا ہاں کی گواہی اس وقت جب تلوار میری گردن پر رکھ دی گئی۔

حضرت زبیرؓ
سہلگو

اب حضرت علیؓ جناب زبیرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم میدان میں کس لیے آئے ہو؟ کہا اس لیے کہ میں تمہیں خلافت کے لیے موزوں نہیں سمجھتا۔ اور نہ تمہیں ہم لوگوں سے زیادہ اس کا استحقاق حاصل ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیا عثمانؓ کے بعد میں اس کا اہل نہ تھا؟ ہم لوگ تب تک خاندان عبدالمطلب میں شمار کرتے تھے یہاں تک کہ تمہارا بیٹا بنا ہو کر برائیت ہوا۔ اور اُس نے ہمارے تمہارے درمیان تفرق ڈال دیا۔ اس کے سوا چند اور خیالات ظاہر کیے اور فرمایا تمہیں نہ

رسول اللہ صلعم
چشمیں کو

دن یا دے جب رسول خدا صلعم کے ہمراہ تم نبی ختم میں گئے تھے وہاں آنحضرتؐ میری طرف دیکھ کر ہنسے اور تم میری طرف دیکھ کر ہنسے اور کہا ابن ابی طالب اپنی نخواست سے باز نہیں آتے اس پر حضورؐ رسالت آپؐ نے فرمایا ان میں نخواست نہیں ہے۔ تم کبھی ان سے لڑو گے۔ مگر ہتھیار ہی زیادتی ہوگی۔ اور تم ہی ان کے حق میں ظالم ہو گے۔ زبیرؓ نے قبول کیا کہ بیشک آنحضرتؐ صلعم نے یہ فرمایا تھا۔ مگر مجھے یاد نہ تھا وہ میں ہرگز تمہارے مقابلے پر نہ آتا۔ اور اب میں خدا کی قسم ہرگز نہ لڑوں گا۔ اس گفتگو کے بعد حضرت علیؓ میدان سے واپس آئے اور اپنے یہاں لوگوں سے بیان فرمایا کہ زبیرؓ نے تو عہد کر لیا کہ اب نہ لڑیں گے۔

حضرت زبیرؓ
ذاتی کوئی
مست کشی

حضرت زبیرؓ جو میدان سے واپس گئے تو سپید سے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا مجھے بجز آج کے کبھی کوئی ایسا موقع نہیں پیش آیا تھا کہ اپنی حالت کو پہچانتا ہوں۔ حضرت ام المومنینؓ نے پوچھا تو کیا ارادہ ہے؟ کہا یہ کہ سب کو چھوڑ کے چلا جاؤں۔ یہ الفاظ سن کر اُن کے فرزند عبت اللہؓ نے کہا خوب۔ آپؐ نے دونوں لشکروں کو لاس کے ایک دوسرے کے مقابل

علیؓ شہزادہ
ان کو چھوڑا
سکرنا

لسد، پر گنگو بہت مختلف ہے۔ میں تفسیر کے بیان کے مطابق یوں ہے کہ حضرت علیؓ نے طلحہؓ و زبیرؓ سے کہا عائشہؓ سے جا کے خدا کو کا دسلو و لا کہ چھو (۱) اگر تم میں کوئی بھی بلحاظ میرے خدا و رسول کے تعلقات اور سب سے پہلے ایمان لانے کے مجھ پر فوقیت رکھتا ہے؟ (۲) میں نے اپنے نئے سے اور تمہارے رسول اللہ صلعم کو کفار عرب سے بچایا یا نہیں؟ (۳) میں عثمانؓ کے خون سے بی بیوی نہیں (۴) اور میں نے کسی کو اپنی بیعت کرنے پر مجبور نہیں کیا؟ (۵) میں نے تم دونوں کی نسبت عثمانؓ کو جی صلاح دی۔ اس پر طلحہؓ نے سخت کمانی کی اور زبیرؓ نرم پڑ گئے اور پھر حضرت علیؓ و زبیرؓ گئے۔ روکیو الامامہ السیاریہ صفحہ ۶۲

کھڑا کر دیا۔ اور جن لوگوں میں لڑائی بھی ہوئی۔ جب یہاں تک نوبت پہنچی تو آپ چاہتے ہیں
چھٹو کے چلے جائیں۔ مسلمانوں کو تاسیے۔ ابن ابی طالب کے جھنڈے دیکھ کر آپ ڈر گئے۔
ان باتوں نے پھر ان کو لڑائی پر آمادہ کیا مگر کہائیں تو عطف اٹھا چکا ہوں کہ علیؑ سے نہ لڑوں گا۔
بیٹے نے کہا تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو یہ بھی چنانچہ زبیر نے اس قسم کے کفارے میں اپنے
غلام "محول" یا زجن کو آڑا کر دیا۔

میرا کی جھلک
اور اس لیے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ زبیر کے لڑائی سے دست بردار ہونے کا باعث یہ ہوا کہ انھوں نے
اس عمار بن یاسر حضرت علیؑ کے ساتھ میں اور دوسرے کہ ایسا نہ ہو گا۔ اس لڑائی میں مارے جائیں۔
اس لیے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار سے فرمایا تھا کہ تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔
حضرت عائشہؓ نے یہ حدیث میں نزول اجلال فرمایا جو نبیؐ کی آبادی میں واقع تھی۔

نصرانی لڑیں
سب کی بیٹی۔

اس قبیلہ کے سردار ہشیر بن ثیمان تھے۔ کعب بن سور۔ ثیمان سے کہا حریف اشکوں کا جب
سامنا ہو جائے تو وہ قابو میں نہیں رہتے۔ اور ان کی حالت کف پھرے ہوئے سننے کی تھی۔
جس کی وجہ سے کسی کے روکنے نہیں کہیں۔ لہذا تمھارے لیے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
میرا ساتھ دو۔ اپنے گروہ کو بے کربلاں جنگ سے چلے جاؤ۔ میرے نزدیک صلح نہ ہوگی۔ اور
ایسی حالت میں نبیؐ ضرور نبیؐ کو آپس میں لڑنے دو۔ دونوں گروہ بھائی بھائی ہیں۔ صلح
کریں تو چشم مار و خون دل مالا۔ اور لڑیں تو ان کو کمزور یا کر کل ہم ان پر حاکم ہوں گے۔ یہ سب
اسلام لانے سے پیشتر نصرانی تھا۔ لہذا ہشیر نے اس کی گفتگو سن کر کہا معلوم ہوتا ہے ابھی
تم میں نصرانیت کے جذبات باقی ہیں۔ مجھے مشورہ دیتے ہو کہ لوگوں کی اصلاح کے لیے جو یہ
کوشش ہو رہی ہے اس سے الگ ہو جاؤ! اور صلح نہ ہو تو اُمّ المؤمنین محبوبہؓ رسول خداؐ اور طلحہؓ زبیرؓ
کی رفاقت چھوڑ دو! اور خون عثمانؓ کا انتقام لینے سے باز آ جاؤ! خدا کی قسم یہ مجھ سے
نہ ہو گا۔ چنانچہ انھوں نے قبائل میں لڑائی میں ساتھ دینے پر آمادہ کیا۔

منفرد قرار
ام المؤمنین۔

مخائب بن راشد کل نبیؐ رباب کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھا۔ نبیؐ رباب کے
تحت میں نبیؐ صدی۔ نبیؐ تیم۔ نبیؐ ثور۔ نبیؐ کل۔ نبیؐ عبد مناف بن او۔ نبیؐ ضبہ بن اوتھے۔ نبیؐ ح
آپ کے ہمراہ ابو الجراح نبیؐ عمرو بن تیم کے ساتھ۔ اور ہلال بن ریحہ نبیؐ خطاہ کے ساتھ۔

سے بعض مومنین کا بیان ہے کہ حضرت زبیرؓ نے دوبارہ لڑنے کو نہیں قبول کیا اور اُمّی وقت میدان سے روانہ ہو گئے۔

صبرہ بن ہشیمان بنی ازد کے ساتھ۔ قباش بن سہول بنی سلیم کے ساتھ۔ زفر بن حرسث بنی عامر بنی غطفان کے ساتھ۔ خزیمہ بن راشد بنی ناجیہ کے ساتھ تھے۔ اور قبائل یمن کے افسر ذوالجرہ حمیری تھے۔

جیسے ہی طلحہ و زہیر ٹپے تمام مغربی لوگ ان کے قریب اترے۔ مغربیوں سے ذرا ہٹ کر بلندہ بنی ربیعہ نے ٹراؤ ڈالا۔ ان سے ذرا ہٹ کر شیبہ کی طرف اہل یمن اترے۔ اور ان سب کو یمن میں لے کر صلح ہو جائے گی۔ حضرت عائشہ اس وقت تک حداثہ میں تھیں۔ اور سارا لشکر اپنے سرداروں کے زیرِ علم تھا۔ اور ان سب کی مجموعی تعداد نو سو ہزار سپہ سالاروں کی تھی۔ حضرت صدیقہ کی طرف سے عقیقہ اور مالک یہ پیام لے کر حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہم اس عہد پر قائم ہیں جو تمہارا سے ملے ہو چکا ہے۔

حضرت عائشہ کے مقابل حضرت علیؓ آگے اترے اور لشکر کے اترنے کی یہ شان تھی کہ قبیلہ کے مقابل بنی مغیرہ بنی ربیعہ کے مقابل بنی بخیل یمن کے مقابل اہل یمن ٹھہرے۔ اس لیے کہ ان سب قبائل کے گروہ دونوں جانب موجود تھے۔ اگر یہ یہ لوگ دشمنوں کی شان سے ایک دوسرے کے مقابل ٹھہرے ہوتے تھے۔ مگر دونوں طرف سے نکل نکل کے اپنے بھائیوں سے ملے جاتے اور جو صلح کے کسی بات کا ذکر کرتا تھا حضرت علیؓ کے زیرِ علم میں ہزار جواہر ہوتے۔

حضرت علیؓ اور طلحہ اور زہیر اپنے لشکروں سے نکل کے اہل صلح پر اتفاق ہو گیا اور دونوں فریقوں کے نزدیک صلح سے بہتر کوئی بات نہ تھی۔ چنانچہ اسی تجویز کو ملے کر کے تینوں صاحبِ اپنے اپنے لشکروں میں واپس گئے۔ اور شام کے وقت حضرت علیؓ نے عبد اللہ بن عباس کو طلحہ و زہیر کے پاس بھیجا۔ اور صلح ہونے کی خبر بنی فوج کے تمام سرداروں کو کر دی۔ اور طلحہ و زہیر نے بھی اپنے لشکر کے افسروں کو صلح کی اطلاع دی۔ چنانچہ دونوں طرف کے لوگ رات کو ایسے اطمینان سے سوئے کہ اس زمانے میں کسی رات کو ایسا اطمینان و نصیب ہوا تھا۔

مگر جن لوگوں نے حضرت عثمان کے خلاف ہنگامہ کیا تھا ان کے حق میں اس سے بدتر دور اس سے زیادہ تکلیف کی کوئی رات نہیں گزری تھی۔ انھیں اپنی ہلاکت سامنے نظر آتی تھی۔ رات بھر شورہ کرتے رہے کہ اب میں کیا کرنا چاہیے اور آخر اس پر سب نے اتفاق کیا کہ ہمیں لڑائی چھیرونی چاہیے۔ چنانچہ صبح کو محمدانہ صیر سے صلح ہو کر نکلے۔ اور قبل اس کے کہ لشکر کو خبر ہو ان فتنہ اندازوں میں سے جو مغربی تھے لشکر صدیقہ کے مغربیوں پر جو بنی ربیعہ

قبائل کا گروہ

لکھنا شروع کیا
آپ کی طرف سے
پیام لے کرلشکر علیؓ کی
فوج کا ہیں۔

باجوہر لیا

حضرت علیؓ کے
لشکر کی تعداد

کلیہ میں ہو گئی

فوج ان کے
پاؤں کے
وہ کی طرف سے

علی اور زبیر کا
حیرت

شعربوں کی
پالائی

حضرت علیؓ کی
شاری اور
حیرت

دونوں کی
اصلی شکل

میں سے تھے ان کے بنی برہم پر۔ اور جو تھے ان کے مینوں پر جا پڑے اور غوزیری شروع
کر دی۔ حضرت علیؓ کی طرف سے یہ پوش و کپہ کر اہل بصرہ پہنچے حضرت عائشہ کے لشکر میں برہی
سید اہو گئی۔ لوگ اپنے اپنے سرداروں کی طرف دوڑے بظلم و زور نے اسی وقت بنی برہم پر
جو مینہ میں تھے۔ عبد الرحمن بن حوشبہ کو اور مسرہ پر عبد الرحمن بن عتاب کو سردار مقرر کر دیا۔ خود اگر
تلقب فوق بن شہرے اور حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا؟ یا تو صلح کی گنگا ہو رہی تھی یا یکایک لڑائی
چھیڑ دی گئی۔ یہ لوگ ان سے اگر کہا اہل کوفہ پہنچے لشکر علیؓ نے ہم پر شمشیر مارا۔ اور
دونوں صاحب ہوتے ہم تو پہلے سے جانتے تھے کہ علیؓ بن غوزیری یہ کہے نہ رہیں گے۔ اور
وہ ہرگز ہماری ساققت نہ کریں گے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ کے سپہ گردوں نے حملہ کر کے
حضرت علیؓ کی طرف سے ان فتنہ جو حملہ آوروں کو پیچھے ڈھکیں کر ان کے لشکر میں کر دیا۔
حضرت علیؓ اور دیگر معززین کوفہ نے جو لڑائی کا ہنگامہ سنا تو پریشان ہو گئے۔ آپ کے
ہمراہ پیروان ابن سبا گفتنی گروہ تھا۔ یہ لوگ جس طرح بنے دونوں لشکروں کو لڑنا چاہتے تھے
انہوں نے اپنے ایک گروہ کے ایک شخص کو حضرت علیؓ کے خیمے کے قریب بکھڑا کر دیا تھا
آپ کے چھپے ہوئے تو واقعات کی اطلاع اپنے مقصد کے مطابق دیا کرے۔ آپ نے پیچھے ہی
پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ اس نے بڑے کے عرض کیا ہم لوگ داخل تھے کہ مخالفوں کے ایک گروہ نے
ایک ایک ہم پر شمشیر مارا۔ ہم نے ان سب کو مار کے ہٹا دیا مگر جب تعاقب کرتے ہوئے
ان کے لشکر نے قریب پہنچے تو سب کو حملے کے لیے تیار پایا۔ فوراً پلٹے مگر وہ سب لوگ ہم پر
اُپرے اور لڑائی چھیڑ گئے۔

یہ حال سنتے ہی حضرت علیؓ نے مینہ کے سردار کو مینہ پر۔ مسرہ کے افسر کو مسرہ پر بھیجا
اور فرمایا میں جانتا تھا کہ ظلم و برہم غوزیری کیے نہ مانیں گے۔ اور ہم سے اتفاق نہ کریں گے۔
اب حضرت علیؓ نے اپنی طرف کے لوگوں کو دیکھا کہ برابر ہتے چلے جاتے ہیں پکار پکار کے
کہنا شروع کیا کہ کرو کرو کو مگر سائی لوگ کسی طرح نہ رکتے تھے۔

اس فتنہ میں سب لوگوں کی یہ رائے تھی کہ جب تک دوسری جانب سے پہل نہ ہو لڑائی اپنی
طرف سے نہ چھیڑی جائے اور مقصد یہ تھا کہ خدا کے سامنے پر حجت پیش کی جائے مگر
ہم نے لڑائی نہیں شروع کی۔ ساتھ ہی یہ بھی طے ہو گیا تھا کہ نہ کوئی بھاگنے والا قتل کیا جائے
بلکہ کسی زخمی پر چھیڑا چلایا جائے۔ یہ کسی مقتول کا لباس و سامان جنگ اتارا جائے اور نہ بعد

فتح بصرے پر تاخت و تاراج کی جائے۔
 کتب بن سور نے جو دیکھا کہ بازار قتال گرم ہو گیا تو دوڑتا ہوا حضرت ام المومنین عائشہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اے ماورہربان۔ خبر لیجئے۔ لوگ بجز لڑائی کے کچھ نہیں مانتے۔ شاید حضور کی محفل دیکھ کر لوگ صلح کریں۔ آپ فوراً ناقہ مبارک پر سوار ہوئیں۔ جاں نثار فرزندوں نے حفاظت کے لیے محفل کے اوپر چاروں طرف ندیں اٹا اٹا کر کے ڈال دیں اور اس شان سے آپ بصرے کی آبادی سے محفل کو اس میدان میں پہنچیں جہاں ہنگامہ جہال گرم تھا مگر لڑنے والوں کا شور و غوغا سنا تو رک گئیں۔

حضرت عائشہ
 میدان میں
 پہنچیں

اب میدان بخوبی گرم تھا۔ زہیر مکرہ آرائی کے لیے یہاں میں آئے تو عمار بن یاسر ان کے مقابلے کو نکلے اور آتے ہی ان پر حملہ کر دیا۔ عمار برابر نیزے سے حربے کر رہے تھے مگر زہیر ان کا تیرہ روکتے اور اپنی طرف سے حربہ نہ کرتے۔ بار بار کہتے "اے ابو الیقظان (یہ عمار کی کنیت تھی) کیا مجھے مار ڈالو گے؟" اور عمار جواب دیتے "نہیں اے ابو عبد اللہ (یہ حضرت زہیر کی کنیت ہے) نہیں، زہیر عمار پر حملہ نہ کرتے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت رسول صلعم کو عمار سے ایک بار یہ فرماتے سنا تھا کہ تم کو ایک گروہ باقی قتل کرے گا۔ اس ارشاد رسالت کا وحشر کاٹھ لگا ہوا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ عمار کا کام تمام کر دیتے۔

زہیر عمار کا
 مقابلہ

خود وقتحار کہا کرتے کہ جمل اوفیقین کی طلب فوج کی لڑائیوں سے زیادہ مشابہ بصرے کے ہیں زندگی میں نہیں دیکھے۔ ہم اپنے نیزوں سے دشمنوں کو روکتے اور ان کی پیچھے کی نوکوں کو زمین پر شاک کے سہارا دیے ہوئے تھے۔ دشمنوں کے نیزوں کی ایسی کثرت تھی کہ اگر کوئی چاہتا تو نیزوں ہی نیزوں پر قدم رکھتا ہوا چلا جاتا جیت لاند بن شان کاہلی کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں ہم نے تیرہ سانا شروع کیے۔ جب تیرہ نہ رہے تو نیزہ بازی شروع کی۔ یہاں تک کہ نیزے ٹوٹ گئے جو کہیں ہمارے اوپر پہنچا انھوں کے سینوں میں اٹاک گئے رہ گئے۔ اب ہم نے تلواریں کھینچیں جو پشاپا شپ چل رہی تھیں اور ان سے ایسی آوازیں نکلتیں کہ معلوم ہوتا دھوبی کپڑوں کو پاٹو پر مار رہے ہیں۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ آپ کی محفل غولادی تیر جو کے عقبہ کا کی گئی تھی۔ مگر صحیح یہی مسلم ہوتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ انہی پر نہ ہونے والی تھی۔

نبات اشک
طوف شکست

اس کا باعث

زیر کی دہلی

اور شہادت

نیک کا انجام

حضرت زبیر
کی تلواریں

حضرت عائشہ زینب انصاریہ پر سوار ٹھہری ہوئی تھیں کہ ایک سخت ہنگامہ سنا پوچھا یہ کیا ہے؟ کسی نے کہا "فوج کا شور مچا" پوچھا اس میں بھلائی ہے یا برائی؟ جواب ملا "برائی" اور صریح الفاظ جناب صدیقہ کے کان میں آئے اور اصرار میں آپ کی فوج کو شکست ہو گئی۔

شکست کا باعث یہ ہوا کہ حضرت صدیقہ کی طرف کے اصلی مروجہ ان حضرات زبیر و طلحہ تھے۔ زبیر کو عمار کے حملے روکنے روکتے اور اس اندیشے سے خوف کھاتے کھاتے مکر عمار کا قاتل باغی ہو گا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد آیا جو حضرت علیؑ نے یاد دلایا تھا کہ "تم علیؑ سے لڑو گے اور تم ہی ظالم ہو گے۔ فوراً لڑائی سے منہ پھیر دیا اپنے غلام کو حکم دیا کہ میں جتنا ہوں تو میرا سب اٹے کر آجانا" اور یہ بصرے کی آبادی سے گزر کر ایک ندی کی طرف چلے جو "وادعی" ہے نام سے مشہور تھی۔ راستے میں ان کا گور اخف بن قیس کے سکون کی طرف سے ہوا جو دونوں کو روہوں سے الگ ہو گیا تھا۔ اخف نے اپنے ہمراہیوں سے کہہ کر کوئی بے جوان کی خبر لے آئے کہ کیوں جاتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں؟ عمرو بن جرموز بولا اس خدمت کو میں انجام دوں گا" اور فوراً گھوڑا بڑھا کے زبیر کے گھوڑے سے ملا دیا۔ حضرت زبیر نے پلٹ کے اُسے دیکھا۔ پوچھا کیوں کیا ہے؟ کہا میں آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں حضرت زبیر کا ایک غلام علیہ ہمراہ تھا بولا اگر یہ شخص توسلح ہے؟ حضرت زبیر بولے "کیسے ایک شخص سے تو کیوں ڈرتا ہے؟" اب سب اٹے بڑھے۔ تھوڑی دور جا کے حضرت زبیر نے کہا "ماز کا وقت آگیا؟" ابن جرموز نے بھی یہی کہا کہ "ہاں ماز کا وقت آگیا" اس کے بعد ماز کے لینے دو نوں گھوڑوں سے اترے تو ابن جرموز بھی ہو گیا۔ زرہ کی بندش کے مقام میں نیزہ مار کے ایک ہی وار میں آپ کو شہید کر ڈالا۔ پھر آپ کا گھوڑا آپ کے پیچھا رہا اور آپ کی انگوٹھی لے کر چلتا بنا۔ اور اس شے کے بعد غلام نے حضرت زبیر کی لاش کو وہیں وادعی میں دفن کر دیا۔

عمرو بن جرموز یہاں سے چلا تو اخف کے پاس پہنچا اور لوگوں کو اپنی کارگزاری کی خبر کی۔ اخف نے کہا میں نہیں کہہ سکتا کہ تم نے یہ اچھا کام کیا ہے یا برا۔ تب وہ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حاجب کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ قاتل زبیر باریابی کا امیدوار ہے۔ آپ سننے ہی دربان سے فرمایا "اے اُسے کی اجازت دو۔ اور دو زچہ ہونے کی خبر سنا دو" اُس نے حاضر ہو کر زبیر کی تلواریں لیں۔ آپ نے لے لی اور اُس کو غور سے ملاحظہ کر کے فرمایا "قتنی خدمت اس تلواریں کے ذریعے سے زبیر نے حضرت رسول اکرم کی مصیبتیں دور کی ہیں پھر ہنگامہ کے

قرہ چلنے کے بعد وہ ملو اور حضرت عائشہ کی خدمت میں صبح دی۔

اور حضرت طلحہ کا یہ حال ہوا کہ رات پر ایک ناگہانی تیر ٹپا جس نے پاؤں کو گھوڑے کے پیسٹیل میں سی دیا۔ تیر کھانے ہی آپ نے غل پچا یا خدا کے بندو۔ یہاں آؤ۔ یہاں آؤ۔ اور صبر سے کام لو۔ صبر سے کام لو۔ فوراً انتقال ہو حضرت علیؑ کے رفقا میں تھے آگئے اور ان کی حالت دیکھ کر کہا ایسا ابو محمد! آپ تو زخمی اور بیمار و آزمائی سے معذور ہیں۔ خون پاؤں سے جاری تھا اور کہہ رہے تھے کہ خدا و خدا۔ عثمانؓ کے لیے میری جان قبول کرے تاکہ تو راضی ہو جائے۔ چہرہ ہلکا ہوا۔ خون سے بھر گیا اور بھاری ہو گیا تو اپنے غلام سے کہا میرے پیچھے گھوڑے پر سوار ہونے اور مجھے پکڑے اور کسی مکان کے اندر لے چل تاکہ گھوڑے سے آروں۔ ایک اجاڑ مکان میں اُس نے لے جا کر اتار دیا۔ اور وہیں اُن کا انتقال ہوا۔

کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے رفیقوں میں سے کوئی شخص اُدھر سے گزرا۔ طلحہؓ نے اُس سے پوچھا کہ تم میرے المؤمنین کے رفقا میں ہو؟ اُس نے کہا جی ہاں! کہا ہاتھ بڑھاؤ کہ تمہارے ہاتھ پر میں علیؑ کی بیعت کر لوں۔ اُس نے ہاتھ دیا اور آپؑ نے بیعت کر لی جس کا باعث یہ تھا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وعید سے خائف تھے کہ "مَنْ بَايَ عَلِيًّا وَبَيْعَ عَلِيًّا بَايَ عَلِيًّا" جو کوئی مر گیا اور اس کی گردن پر کسی امام کی بیعت نہ ہوئی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

جب انتقال ہو گیا تو لوگوں نے نبی سید کے محل میں دفن کر دیا۔ مرتے وقت فرمایا کسی کا خون اس طرح ضائع نہ ہوا ہو گا جس طرح میرا خون ضائع ہوا! کہتے ہیں کہ اُن پر مروان کا تیر ٹپا تھا اور بعض راویوں کا خیال ہے کہ نہیں کسی اور کا تھا۔

چہرہ طلحہ کی
شہادت۔

مرنے وقت
حضرت علیؑ
کی بیعت۔

اور انھی حالات
میں۔

پانچویں فصل

جنگ جمل کا اختتام و انجام

حضرت صدیقہ کا میدان میں آنا۔ آپ پر دشمنوں کا زور۔ آپ بھاگے ہوئے کو لٹکانے میں
 آپ کے ملکارنے کا اثر حضرت علیؓ کی سرکردگی میں ان کے لوگوں کی بہت۔ یزید بن سومان کا مارنا۔
 سخت ترین سرکار کا زور۔ حضرت عائشہؓ کی سپہ سالاری۔ آپ کے جان نثاروں کا غلبہ۔ ایک ہزار
 غلط فہمی۔ حضرت عائشہؓ کا جو انہروں کو جو شش و نماز محل پر زور، قاتل مبارک کے آگے کا سرکہ۔
 عمار اور ابن شریک کا مقابلہ۔ ابن شریک کا قتل۔ اور عباسی بازیاں۔ بہادر عربی نبی۔ اس کا شہاد
 اور بہت سے نام پر قربان ہونے والے۔ محمد بن طلحہ کی شہادت۔ بہت سے قاتلوں کا مقتول۔
 بہت سے مقتولوں کا قاتل۔ جویم رسالت کی شمع کے اور پروانے۔ مدنی بن حاتم کی ناکامی۔ حضرت
 بن زبیر کا میدان میں آنا۔ ان کا اور اشتر کا مقابلہ۔ اور دونوں کا بچ جاننا۔ اس جنگ میں اشتر
 کے مارنے۔ اور شریف شہداء نے ہمارے گھر پر زور دیا۔ مگر ان کی کوہن کاٹنے کا حکم حضرت علیؓ کی
 طرف کے نقصانات۔ ایک لڑنے والے کا جوش۔ اشتر کے حوصلے کا پست ہو جانا۔ تھکنا۔
 قربت سے آواز آئے کہ پہنچا اور کوہن کاٹنا۔ قاتل کو آواز سے بھاگنا۔ حضرت عائشہؓ
 اور ان کے بے رحم بھائی۔ تین بھائیوں کا ملنا اور سری وایت سے۔ عمار حضرت عائشہؓ کی گفتگو۔
 حضرت علیؓ کے گفتگو۔ ایک گندہ کو گندہ کی سزا۔ کیا چیز آپ کو سب سے زیادہ ناگوار ہوئی۔
 حضرت علیؓ کو بھی آپ کی توہین گوارا نہ تھی۔ پھر سے میں آپ کی اقامت گاہ زنجیوں کا اٹھنا
 اور شہداء کا دفن۔ مشورین پر حضرت علیؓ کے خیالات ان کی ناز و نیاز۔ ان کا مال اسباب۔
 مشورین کی تعداد۔ احمت بارگاہ رضوی میں۔ آپ کا وہ بھروسہ میں۔ سب لوگوں نے آپ کی
 پیستہ کوئی حضرت علیؓ اور ابو بکرؓ۔ تین جنس کو الی بھرہ۔ اور زیادہ کو بہتر قرار دیا۔ مسلمانوں کے
 تین گروہ۔ شیعیان علیؓ، پیغمبران عثمانؓ۔ قاعدین۔ آپ حضرت عائشہؓ کے پاس حضرت علیؓ کا حکم۔
 حضرت عائشہؓ کا احترام۔ حضرت عائشہؓ نے بھی وہی وہی فریادوں کو ناجی بتایا۔ صدیقہ کی
 دینے جانے کی تیاری۔ نصرت ہونا۔ اطاعت کا عہد کرنا۔ زونگی عبداللہ بن زبیر عقیقہ بنی

عبدالرحمن دیکھے فرزدان مکہ ابن عامر مروان -

جب فتح و شکست کا فیصلہ ہو گیا۔ زبیر و طلحہ میدان میں باقی نہ رہے اور حضرت ام المومنین کے طرفدار میدان چھوڑ کے بھاگنے لگے تو حضرت عائشہ نے کمال شجاعت و مردانگی کے ساتھ کتب بن سور سے فرمایا۔ میرے ناتو کار اسٹہ چھوڑ دو۔ پھر قرآن مجید کا ایک نسخہ اس کے ہاتھ میں دے کر فرمایا تم اسے ہاتھ میں لے کر بڑھو۔ اور اس کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ کتب نے فوراً اس حکم پر عمل کیا۔ اور حضرت علی مرتضیٰ کے لشکر والوں نے جن میں آگے آگے سبائی لوگ تھے۔ کتب پر اور حضرت ام المومنین پر پوریش کی سبائیوں نے ایک ساتھ تیر اندازی کر کے تیروں کا میچہ برسایا۔ کتب کو جو قرآن ہاتھ میں اٹھائے ہوئے تھا شہید کر ڈالا۔ اور جناب صدیق اکبر کی محل مبارک پر تیروں کی بارش کی۔

جناب عائشہ کی آواز بہت بلند تھی۔ جوش و خروش کے ساتھ فراموشی باقی ماندہ فرزند باقی ماندہ فرزند و۔ اللہ اللہ کرو۔ خدا کو اور روبرو کیا کرو۔ پھر جب دیکھا کہ طرفداران علی بڑھتے چلے آتے ہیں اور ان کی طرف سے سخت زد و کوب ہو رہی ہے تو چیلان لگے۔ تو تائین عثمان پر اور ان غلاموں کے مددگاروں پر دست بھجوا دی۔ یہی بدو عاکرتی ہوئی آپ بڑھیں اور آپ کے جاں نثار ہر ای بھی برابر بھی نعرے مار رہے تھے۔ حضرت علیؑ نے جو یہ کلمات سنے تو خود بھی جوش و خروش سے فرمانے لگے "خدا تائین عثمان پر دست کرے۔"

ابھی جو پہلا اور محبوبہ رسول خدا صلعم نے دیکھا کہ دشمن بڑھتے چلے آتے ہیں اور دشمن سے باز نہیں آتے تو عبدالرحمن بن عتاب اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کے پاس کہلا بھیجا کہ تم لوگ اپنی جگہ پر قدم جمائے رہو۔ اور نفیس نفیس لوگوں کو لڑنے اور حملہ کرنے کے لیے لاکھار لے لگیں۔ آپ کی آواز نے بھاگنے والوں کے دلوں میں تازہ جوش پیدا کر دیا۔ جو بھاگ رہے تھے رک گئے اور ایک چشمزدن میں لڑائی کا رنگ بدل گیا یا تو اہل بصرینے آپ کے طرفداروں کو شکست چھوٹی تھی یا بیکار بصرے کے مضربوں نے کونے کے مضربوں پر اس زور سے حملہ کیا کہ ان کے قدم کو لغزش ہو گئی۔ یا وہ بڑھ بڑھ کے بھاگ رہے تھے یا بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹے۔ اور اٹے پاؤں چھا گئے۔ حضرت علیؑ نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھا تو خود بڑھ کے حملہ کیا۔ اپنے فرزند محمد کی گردن پر ہاتھ رکھ کے انھیں آگے دھکیلا۔ جتنا انھیں فرزند کے ہاتھ میں تھا۔ اور فرمایا "بڑھو" مگر

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ -

آپ نے فرمایا کہ -

آپ نے فرمایا کہ -

آپ نے فرمایا کہ -

حضرت علیؑ کی طرف سے -

و وہی قدم بڑھے تھے کہ جاں نثار ان صدیقہ کی جاں بازی نے نیزوں اور برہمنوں کا ایسا گھٹا خارا وار چٹکل سامنے کر دیا کہ کسی کو ایک قدم بڑھانے کی بھی مجال نہ تھی۔ چونکہ حضرت علیؓ نے جھڑا فرزند کے ہاتھ سے لے لیا۔ فرمایا بیٹا تم میرے آگے رہو اور بڑھ کے کونے کے مضر یوں کو لٹکانے لگے۔ انھوں نے جاں پھیل کے ایسا سخت حملہ کیا کہ اقامت عاشرہ کے آگے خون کا دریا بہا دیا اور اس کے قریب تک پہنچ گئے۔

مگر حضرت ام المومنین کی کچھ ایسی سمیت تھی کہ دونوں طرف سے لوگ خاموش کھڑے ہو گئے۔ کسی کو ہتھیار چلانے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ حضرت علیؓ کے ہمراہ اس موقع پر مضر یوں کے علاوہ جاں نثاروں کا ایک اور گروہ تھا جس کے سرور زید بن صوحان تھے۔ بہادر ہی کی یہ سخت ترین آزمائش گاہ دیکھ کر ان کے دلوں میں بھی ایک دلولہ پیدا ہوا۔ اپنے سردار سے اجازت مانگی کہ ہم بھی بڑھ کے مسرہ آرائی کریں مگر کسی نے پکار کے کہا کہ لوگ اپنی ہی قوم میں رہو پیچیں اس معاملہ سے کیا تعلق؟ نہیں دیکھتے کہ مقابلے پر خاندان مضر کے لوگ ہیں۔ سامنے ناقہ عاشرہ ہے اور موت کا سامنا ہے۔ زید نے کہا مرنے سے بہتر ہے۔ اور میں موت ہی کا طالب ہوں۔ یہ کہہ کر انھوں نے جوش و خروش سے حملہ کر دیا۔ مگر حملہ ناکام رہا۔ زید اور ان کے بھائی یحییٰ ان دونوں حضرت عاشرہ کی اونٹنی کے آگے مارے گئے۔ اور تیسرے بھائی مصعبہ نے ان کے غم میں مرثیہ خوانی کی۔

مگر اب نہایت ہی سخت لڑائی ہو رہی تھی حضرت علیؓ نے یہ حالت دیکھی تو بوجہ سیم اور اہل یمن کے پاس کہا بھائی چلو کہ تمہارے مقابلے پر ہوں ان پر حملہ کر دو تاکہ جو ہنگامہ محشر ناقہ صدیقہ کے آگے بپاے دیگر اطراف میں بٹ جائے۔ اس موقع پر ہماریاں علیؓ ہیں۔ سے ایک شخص نے جو نبی حبیب اللہ میں سے تھا کہا تم کو کتاب اللہ کی طرف بلارہے ہیں اس جواب میں کہا گیا جو شخص خود کتاب اللہ پر قائم نہ ہو اور خدا کی مقرر کی ہوئی حدود کو جاری نہ کرتا ہو وہ بھلا قرآن کی طرف کیا بلائے گا؟ اور کتب بن سورہ جو حضرت صدیقہ کی طرف سے کتاب اللہ کی جانب بلارہا تھا اس پر نبیؐ نے ایک ساتھ ہزاروں تیرہ سوادیے اور اسے شہید کیا کتب کے مارے جانے کے بعد مسلم بن عبد اللہ علیؓ ناقہ مبارک کے آگے اکھڑا ہوا۔ تیروں کی بوچھاڑ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اسی اثنا میں حضرت علیؓ کی طرف سے بھی تیروں نے حضرت عاشرہ کی طرف سے سینوں کو اپنے تیروں کی بوچھاڑ سے چھید ڈالا۔ اس لیے کہ وہ ان کو لڑائی سے روکا۔

ام المومنین کی سمیت۔

زید بن صوحان کا مارا جانا۔

سخت ترین مسرہ۔

اور کوئی بات منظور نہ تھی۔ اور وہ لوگ خود حضرت عائشہ کی ذات پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔
یہ دیکھ کر حضرت عائشہ نے اپنے جان نثاروں کو آواز دی۔ وہ فوراً ابھڑ کر اُسکے آگے آ گئے۔
اس کے بعد دراصل وہ بڑھ کے پھر سخت غوریزی کرنے لگے۔ اب ہر جانب سخت جلیہ ہو رہی تھی۔
بھڑے کے بیٹوں نے حضرت عائشہ کی طرف سے بڑھ کے ایسا سخت حملہ کیا کہ گرنے
کے بیٹوں کو فاش شکست دے دی۔ مگر وہ لوگ پھر بٹے اور اس کو شرم میں یکے بعد دیگرے
ان کے دس علیہ وار مارے گئے۔ جن میں سے پانچ بھی ہوان میں سے اور پانچ دیگر قبائل تین
میں سے تھے۔ آخر میں زید بن قیس نے چھٹا اپنے ہاتھ میں لیا اور آخر تک اسی کے ہاتھ میں رہا۔
جو برابر جوشش کے ساتھ جوڑے اٹھا رہا تھا۔

حضرت عائشہ
کی بیٹی تھیں۔

آپ کے
حالت تھیں۔

یہی حال حضرت علی کی طرف کے بی بی ریحہ کا ہوا جو میسرہ پر تھے۔ ان کے چھٹے بڑے کو پہلے
زید نے پھر ابو عبیدہ بن رائد نے اٹھایا اور دونوں مارے گئے۔ ابو عبیدہ چھٹے کو ہاتھ میں
لیے تھے اور کہتے تھے: خدا و ملا ہم گمراہ تھے تو نے ہدایت کی۔ اور ایسے نقتے میں ڈالا جس کے
مستحق جو اثر تک شک میں رہے۔ آخر جب وہ بھی مارے گئے تو ان کے گروہ کی حالت نہایت
نازک ہو گئی۔ یہاں تک کہ یہ لوگ جو حضرت علی کے پیچھے پر تھے پسپا ہو کر قلب سے جا ملے۔ اور
حضرت عائشہ کے میسرہ واسطے جو ان کے مقابل تھے اور ان پر تویرشش کر رہے تھے ان کا
تقاضا کیا کرتے ہوئے جا پہنچے اور حضرت علی کی قوت قلب پر حملے کرنے لگی۔ اور یہی حالت
حضرت عائشہ کے میسرہ والوں نے حضرت علی کے سینہ والوں کی کردی۔

یہاں ہار
کا تھا۔

بہا واران بی حضرت نے دونوں پہلوؤں پر یہ حالت دیکھی تو پکار پکار کے ایک دوسرے
سے کہنے لگے: لوگو جو یہاں ہمارے توکل رہے ہو جاؤ! مگر لڑنے دے لڑائی کی دھن
میں اس قدر ہوش ہو رہے تھے کہ اس کا مطلب یہ سمجھ گئے کہ حریفوں کے اطراف سے ہٹے ہاتھ
پاؤں پر ہار کر دو۔ اس غلط فہمی سے لڑائی کا اشتداد اور بڑھا دیا اور محرم کارزار نے ایسی صورت
آجیتا کر لی کہ نہ اس سے پہلے بھی ایسی لڑائی دیکھی تھی اور نہ بعد میں بھی گئی۔ اور نہ کبھی کسی لڑائی
میں اس کے ختم ہونے کے بعد میدان میں اتنے گئے ہوتے ہاتھ اور پاؤں دیکھے گئے۔ عبد اللہ بن
بن خطاب کا پہلے ہاتھ کا پھر مارے گئے۔

عین اس امر کہ آرائی کے وقت حضرت عائشہ نے محل میں سے جھانک کر بائیں طرف دیکھا
اور پوچھا: وہ کون لوگ ہیں؟ عبیدہ بن جراح نے عرض کیا: آپ کے فرزند مان از و فرمایا

حضرت عائشہ
کی بیٹی تھیں۔

اے آل عثمان ایسا کرو کہ آج کے دن کی تبرہ جاٹے۔ تمہاری شجاعت ہمیشہ سے سنتے
 آئے ہیں۔ ان کی تعریف میں ایک برنامہ شہزبان پر لائیں جس کے سنتے ہی بنی اندکی حالت
 ہوئی کہ دو ٹروٹر کے ماتہ عاتشہ کی میٹلیاں اٹھاتے تھے سوگتے تھے اور کہتے تھے یہ ہماری مادرہ
 کی اوٹنی کی میٹلیاں ہیں جن میں شک کی خوشبو آتی ہے۔ اس کے بعد حضرت ام المومنین نے اپنی طرف
 جھانک کے دیکھا اور پوچھا اوصہ کون لوگ ہیں؟ اور زانی آپ کے فرزند ان بنی کبر بن وائل فرمایا
 تمہاری شان میں کہنے والا یہ کہہ گیا ہے۔ (بھران لوگوں کی شجاعت کا ایک شعر پڑھا) اور فرمایا تمہارا
 بنی عبدالمطلب کا مقابلہ ہے جیسی شجاعت ان کا کھانچا ہے ہواں سے زیادہ دکھاؤ! ایسا آپ نے اس
 گروہ کی طرف توجہ فرمائی جو آپ کے ناقے کے آگے جانیاری کا چھوڑا رہا تھا پوچھا تم کو کون لوگ ہو؟
 جواب ملا ہم سنی ماجہ ہیں فرمایا وہ داد ایلطی کی قریشی تھواریا ایسی جلالت و شجاعت سے بڑھ کر تمہارا
 نام رہ جائے انھیں بنی ضمرہ والوں نے آپ کو گھیر لیا اور آپ نے کمال فصاحت سے فرمایا ان میں
 وکٹنے والی جنگاریاں ہیں۔ جب یہ لوگ میدان میں بڑھے تو بنی عدی بن شہاب بھی اگر ان کے گروہ میں
 شریک ہو گئے اور نادر مبارک کے گرواں کی کثرت ہوئی جناب صدیقہ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟
 جواب ملا ہم لوگ بھی بنی عدی ہیں اور اپنے بھائیوں کی لڑائی میں کباب ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ آپ کے ناقے
 کے پاس آکر ٹوٹ گئے نہایت ہی جو شش سے جلنے لگے اور اظہار جاں بازی میں کوئی
 دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ یہاں تک کہ پیٹیرے بد لے اور اسلحہ کے سنبھالنے کے لیے بھی قدم
 پیچھے نہ ہٹاتے تھے۔

جب لڑائی کی یہ خدمت نظر آئی اور دونوں طرف کے لشکروں کو سخت نقصان پہنچ چکا تو
 حضرت علیؑ کے لشکر والوں نے محل پر تیروں کی پوچھا شروع کی اور ایک دوسرے سے کہا
 اس اوٹنی کو مار کے گرانا چاہیے جب تک یہ کھڑی ہے یہی حالت رہے گی مگر ذرا ان جناب
 صدیقہ کے سخت ہنوں سے بچنے کے لیے حضرت علیؑ کے تینہ اور میرہ دونوں نے قلب میں
 آکر پناہ لی تھی۔ اور لڑائی کا سارا زور نادر مبارک کے سامنے تھا۔

اس وقت آپ کے ناقے کی چار عتیرہ بن شیرنی کے ہاتھ میں تھی جو پیرے کے قاضی
 تھے یہ اور ان کے بھائی عبداللہ دونوں اس سر کے میں موجود تھے حضرت علیؑ نے کہا نادر عاتشہ
 پر کون حملہ کرے گا؟ ہند بن عمرو جلی مرادی نے یہ خدمت اپنے ذمے لی وہ جیسے ہی حملہ کر کے
 بڑھا ابن شیرنی کا سامنا ہو گیا۔ دونوں نے ایک ساتھ حریف پر تلوا رما رہی مگر ابن شیرنی کی تلوار

و ان مبارک کے
 سے کانکر۔

کام کر گئی۔ اور ہمارا گیا پھر علیؓ پر بیٹھ کر کہہ آیا اور وہ بھی اپنے شیریں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ شیخ احمد
 کر کے آیا اور وہ بھی مارا گیا۔ اس کے بھائی نے اس کے غم میں مرثیہ پڑھا اور ابن شیریں نے
 رجز خوانی سے اپنا جوش شجاعت ظاہر کیا۔ ان کے اشعار بڑے سن کر عمار بن ابی اسد کو طیش آگیا
 کہ تم نیاہ کی جگہ میں ہو۔ اور تم تک پہنچنا دشوار ہے۔ بڑے بہادر ہو تو اپنے گروہ سے نکل کر
 میرے سامنے آؤ۔ یہ غیرت دلائے والا فقرہ سنتے ہی ابن شیریں نے اونٹنی کی باگ ایک اور
 شخص کے ہاتھ میں دی جو بنی عدی میں سے تھا اور آگے بڑھ کر عمار کو بلایا۔ عمار فوراً آگے
 آئے کے مقابل ہوئے جن کی عمر اس وقت نوے برس سے زیادہ تھی۔ ایک پوشین بنے
 ہوئے تھے۔ اور کہیں ٹپ کی جگہ کھجور کی سی بندھی تھی۔ یہ ظاہر ان میں لڑنے کا دم نہ تھا۔
 اور لوگوں نے ان کو ایک زبردست حریف کے مقابل دیکھا تو بے اختیار سسپ کی زبان
 سے نکلا "اللہ ورا یا لہ" اور چون "اور اکثرے" کہا معلوم ہوتا ہے ان کا بھی وہی حال ہونے والا
 جو ادروں کا ہوا۔ ابن شیریں نے ان پر تلوار کا وار کیا جس کو انھوں نے ڈھال پر لیا۔
 ڈھال کچھ ایسی وضع کی تھی اور اس پر ایسا زبردست ہاتھ پڑا تھا کہ تلوار ڈھال میں پھنس گئی۔
 ابن شیریں نے اُسے کھینچ کھینچ کے چھڑا دیے تھے کہ عمار نے ان کی پٹلیوں پر تلوار کا زبردست
 ہاتھ مارا اور انھیں کھڑے ہونے کے قابل نہ رکھا۔ آخر عمار ابن شیریں کو گرفتار کر کے حضرت علیؓ
 کے سامنے لے گئے۔ ابن شیریں نے آپ کے سامنے جا کے جان بخشی کی التجا کی اور جناب
 علیؓ نے فرمایا تین آدمیوں کے مار ڈالنے سے بعد جان بخشی کی تسلا اور آپ کے حکم سے اسی وقت
 ان کی گردن ماری گئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میدان میں غیر وہیں بلکہ ان کا بھائی عمرو بن شیریں
 مارا گیا۔ عمیرہ بعد تک زندہ باقی رہے جن کو تلوار پہنے اپنے عہد میں قاضی بصرہ مقرر کیا تھا۔

عمار اور ابن شیریں

ابن شیریں

عمار بن ابی اسد

ابن شیریں مارے جا چکے تو اس عدوی شخص نے جو ناقہ عائشہ کی مہار تھا اسے ہونے تھا
 مہار اپنے ایک ہم قہیلہ کے ہاتھ میں دی اور جو میدان میں آیا۔ اس کے مقابلے پر مدینہ منورہ
 بڑھتا ہوا آیا۔ لڑائی چوٹی اور دونوں نے اس زور سے ایک دوسرے پر تلواریں ماریں کہ دونوں
 گروہ اور اسی جگہ مر گئے۔ آپ اس عدوی کی جگہ پر حضرت عائشہ کی طرف سے خوش خشنی میدان
 میں آیا۔ اس سے زیادہ جاں باز اور بہادر جو انھوں میدان میں نہیں دیکھا گیا۔ پہلے وہ ناقہ
 احم المہینین کی مہار ہاتھ میں لے گیا تھا۔ اور لڑکار لڑکار کے لوگوں سے کہتا تھا ہم بنی قریظہ میں ایک
 کھوپڑیوں کو گرتے نہ دیکھ لیں جن سے خون کے سرخ کو تھڑے پٹک رہے ہوں ہم بھانگنا

بنی قریظہ

بنی قریظہ

نہیں جانتے اسے ہماری ماور محترمہ اسے عائشہ آپ ہرگز اندیشہ نہ کریں۔ کیونکہ آپ کے سب
فرزند بہار و جاں باز ہیں اس لیے ہماری والدہ محترمہ اسے زوجہ رسول محترمہ اور اسے اس مبارک
ہرابت پانے والے کی بیوی!

عرض لڑائی اس کی رنگ پرستی اور ناقہ عائشہ کے سامنے دونوں طرف کے لوگ کھڑے

تھے۔ ناتنے کی مہار چالیس آدمیوں نے باری باری سے تھامی اور چالیسوں مارے گئے۔
بعض راویوں کا بیان ہے کہ ناقہ عائشہ کی مہار کو ستر آدمیوں نے یا سب قریش میں سے تھے

اور سب مہار تھامے ہوئے مارے گئے۔ خود حضرت صدیقہ فرائی ہیں جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز
آنا موقوف نہ ہوئے میری اونٹنی مقید مٹی کے ساتھ اپنی جگہ پر قدم جمائے کھڑی تھی۔ اسی دوران میں

حضرت طلحہ کے فرزند محمد نے مہار ہاتھ میں لی اور بارگاہ محترمہ میں عرض کیا۔ اسے ماور مہربان
مجھے کیا حکم ہوتا ہے؟ فرمایا تم بہترین نبی آدم ہو اگر اس مہار کو چھوڑ دو۔ مگر اس حکم کی تعمیل نہ کی

گوارا نہ ہوئی۔ اور جو کوئی ان پر حملہ کرتا اس پر وہ بھی حملہ لانیض نہ کہہ کر حملہ کرتے کہ یکا یک ان پر
سیرت سے آدمی ٹوٹ پڑے۔ اور ان کو قتل کر ڈالا ان میں سے ہر ایک کو یہ دعویٰ تھا کہ میں ہی نے

قتل کیا ہے۔ اس کے بعد عمر بن اشرف نے بڑھ کر مہار ہاتھ میں لی۔ اس کی جوا نمدی کی یہ حالت
تھی کہ مخالفوں میں سے جو قریب آتا اسے مار کے ڈال دیتا۔ آخر حضرت بن زبیر نے زوی زبیر پڑھتا ہوا

اس کے سامنے آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ یہ دونوں وارکاری ثابت ہوئے اور
دونوں حریف ایک ہی جگہ گر کے ٹھنڈے ہو گئے۔

اب بڑے بڑے جاں باز سوراٹوں نے ناقہ عائشہ کو اپنے حلقے میں لے لیا۔ اور شخص
اس کی مہار ہاتھ میں لیتا مارا جاتا اور ناتنے کی مہار اور علم دی جاں باز لیتا جو سارے گروہ میں ہوا

بہار اور نامور ہوتا۔ مہار کو ہاتھ لگاتے ہی ہاتھ مار تاکہ میں فلاں اور فلاں کا مٹا ہوں۔ اس کا
نتیجہ یہ تھا کہ حضرت علی کی طرف جو شخص ادھر کا قصد کرتا مارا جاتا۔ ایسا کاری زخم کھاتے واپس جاتا کہ

پھر اسے یہاں میں قدم رکھنا نہ نصیب ہوتا چنانچہ عدی بن حاتم طائی نے ناقہ عائشہ کے
مخاطبوں پر حملہ کیا تو ان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔

عین اسی حالت میں حضرت عبداللہ بن زبیر جناب ام البنین کی طرف سے سرکہ آرائی
کرنے کو آئے۔ خاموش کھڑے تھے کہ حضرت صدیقہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ عرض کیا آپ

کا بھانجا فرمایا انوس ہے اماء کے حال پڑ۔ (حضرت اماء جناب عائشہ کی بہن اور
عائشہ بنت ابی

اور بیت سے
ناتنے تو زبیر
ہوئے تھے۔

مہربان طلحہ
شہادت۔

بیت سے
ناتنے کی

حرم حالت
کی تھیں
اور پانے

عدی بن حاتم
کی ناکار

عائشہ بنت ابی
کا بھانجا

عبداللہ بن زبیر کی والدہ محترمہ تھیں) اتنے میں اشتر ابن زبیر کے مقابلے پر گیا۔ دونوں
جرحوں نے ایک ہی وقت ایک دوسرے پر وار کیا۔ عبداللہ کی تلوار سے اشتر کو خیف سا
چرکا لگا اور اشتر کی تلوار عبداللہ کے سر کو گہرا کاٹ گئی۔ مگر عبداللہ نے زخم کو نہ مانا۔ اشتر
لیٹ گئے۔ اور دونوں میں کشمکش ہونے لگی۔ اب بن زبیر نے اشتر کو زمین پر گرا دیا۔ سینہ پر چڑھ بیٹھے۔
اور چلاتے "گو گو مجھے اور مالک دونوں کو مار ڈالو" ان کے حریف اشتر کا اصلی نام مالک تھا۔
مگر اس سے بہت کم لوگ آگاہ تھے کہیں حضرت عائشہ کے طرفداروں کو یہ معلوم ہو جائے کہ عبداللہ
کا مطلب مالک سے اشتر ہے تو اسی وقت اس کو مار ڈالتے۔ مگر کسی نے نہ بچا مانا۔ دونوں دیر تک
زمین پر پڑے لڑتے رہے۔ اور آخر دونوں طرف کے لوگوں نے انہیں چھڑا دیا۔

اس کا اور
اشتر کا مقابلہ

اور دونوں کا
بچ جانے

اس جنگ میں
اشتر کا مارا جانا

مالک اشتر نے اس میدان میں اپنے یہ کارنامے بیان کیے ہیں کہ پہلے میرا سنا عبداللہ
بن عباس سے ہوا جو زبردست شمشیر زن تھا۔ مگر میں نے اسے قتل کیا۔ پھر اس کو بن عباس کا
سامنا ہوا۔ اسے میں نے بہت ہی سخت اور نہایت بہادر پایا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ سے میں
اپنے آپ کو بچا تھا۔ اور دل میں کہتا تھا کہ کاش اس کا سامنا نہ ہوا ہوتا۔ اس سے جان بچی
تو عبداللہ بن زبیر غامدی کا مقابلہ ہوا۔ اس کو میں نے اپنی تلوار سے قتل کیا۔ اسی اثناء میں دیکھا کہ
دشمنوں کی طرف قریش کا جھنڈا عبداللہ بن حکیم بن حزام کے ہاتھ میں ہے۔ اور عدی بن حاتم سے
اس سے لڑائی ہو رہی ہے۔ میں فوراً عدی کی طرف بھاگ کر اس کی طرف بھاگ کر اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور عدی بن حاتم سے
مار کے گرا دیا۔

ناتقہ عائشہ کی مہاراسو و بن ابی الجحزی نے لی جو عمر بن قریش میں سے تھا۔ دشمنوں نے
زخم کر کے اسے بھی مارا۔ پھر بنی ازد کے ناموروں میں سے عمرو بن شرف نے مہار پکڑی اور
مع اپنے گھرانے کے تیرہ بہادروں کے مارا گیا۔

اور شریفانہ
مہار پکڑی

نامور زخمی

تروان بن حکیم بھی حضرت عائشہ کی طرف سے زخمی ہوا۔ مگر کہتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ اس کے
تیرے شہید ہوئے۔ عبداللہ بن زبیر کو نیزوں اور تیروں کے سینٹیں زخم آئے وہ کہا کرتے
تھے کہ میں نے حمل کا سامنا نہیں دیکھا۔ دونوں لشکریاں باہمی پر تلے ہوئے تھے اور ہم جیسے
کسی کو کسی طرح شکست نہ ہوتی تھی۔ سیاہ اور برہنہ ہیاڑوں کی طرح ہم دونوں حریف اپنی جگہ پر
قائم تھے۔ اور جو شخص ناتقہ عائشہ کی مہار ہاتھ میں لیتا مارا جاتا۔ چھب بڑے تاب یہ حالت قائم رہی تو
علیؓ نے ان کے ہمارے گھاناٹے کی کوچیں کاٹیں۔ تم نے اس کی کوچیں کاٹ دیں تو سب لوگ منتشر

ناتقہ کی کوچیں
کاٹنے کا حکم

حضرت علی
کی طرف سے
تصانیع

ہو جائیں گے۔ اس میں ایک شخص نے بڑھ کے اونٹنی کو تلواریں مار دی۔

حضرت علیؓ کی طرف سے ایک شخص نے بڑھ کے ہاتھ میں سلیم کے ہاتھ میں تھا۔ وہ مارا گیا تو مقتبہ اور اس کے بھائی عبداللہ بن سلیم نے لیا اور دونوں مارے گئے پھر علاء بن عروہ نے اس جھنڈے کو لے لیا اور اس کے ہاتھ میں تھا کہ فتح ہو گئی۔ اسی طرح آپؓ کی طرف سے عبداللہ بن عروہ کا جھنڈا پہلے قاسم بن سلیم کے ہاتھ میں تھا۔ وہ مارا گیا اور اس کے ساتھ دو بھائی زید و سیمان بھی مارے گئے جو متوجہ کان کے بیٹے تھے۔ تب اس کو چند اور لوگوں نے سنبھالا۔ وہ بھی مارے گئے۔ بعد ازاں منافق بن نعمان نے لے کر اپنے بیٹے ترہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور لڑائی ختم ہوئے اسی کے ہاتھ میں رہا۔ یونہی جناب علیؓ کی جانب سے کجی وائل کا جھنڈا آخرت میں حسن ذہبی کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے جھنڈا ہاتھ میں لیتے ہی بڑھ کر اپنے ہماروں سے کہا "اے گروہ نبی بکر۔ تمہارے مالک یعنی علیؓ سے زیادہ کسی کا مرتبہ حضرت رسول خدا صلعم کے نزدیک نہ تھا۔" یہ کہتے ہی بڑھ کے لڑنے لگا۔ اور مع اپنے بیٹے اور پانچ گھروالوں کے مارا گیا۔ اس کے گروہ میں سے کچھ لوگ نبی محمدؐ کے اور بیٹے نبی ذہل کے مارے گئے۔ آخرت نے یہ بیان کیا جاتے وقت اپنے بھائی سے کہا "ہماری لڑائی کیسی اچھی تھی۔ خدا کو تاہم حق پر ہوتے۔" اس نے جواب دیا "تم حق ہی پر ہیں۔ لوگ داسنے بائیں بھٹکتے پھرتے ہیں اور ہم نے اہل بیت نبی کو پکڑ لیا ہے۔" اس کے بعد دونوں بھائی مارے گئے۔

اس لڑنے والے
کا پھل۔

حضرت عائشہؓ کے طرفداروں میں سے عتیر بن ابی لببہؓ بنی زخمی پڑا تھا۔ حضرت علیؓ کے طرفداروں میں سے ایک شخص کا اُدھر گروہ ہوا۔ اس نے عتیر کو تڑپتے اور زمین پر پاؤں رگڑتے دیکھا۔ اور اس کی زبان سے حضرت عائشہؓ کی حمایت اور اپنی قومی شجاعت کی تعریف کے اشارے تو کہا اس وقت کلمہ شہادت پڑھو۔ اس نے کہا "کیا کہتے ہو؟" میں بیڑا ہوں۔ سر قریب لاؤ تو سنوں۔ اور جیسے ہی اس شخص نے سر نزدیک کیا۔ عتیر نے اس کے کان پر ایسی چٹکت ماری کہ جڑ سے کاٹ لیا۔

اشر جہاں
کوٹھے کا
پتہ ہوا
تصانیع کا
حلہ۔

اشر جب ناوہ عائشہؓ کے آگے سر کڑا لی کر کے واپس گیا تو تصانیع نے اس سے پوچھا "میدان میں جاؤ گے؟" جب اس سے کچھ جواب نہ ملا تو کہا "اشر تیرے سنو۔ ہم میں ایک سے ایک بڑھا ہوا جو اندر موجود ہے۔" اور یہ کہہ کر خود حاکم کر دیا اس وقت حضرت صدیق اکبرؓ کی اونٹنی کی جہاز زقر بن حرث کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہی کچھ شخص ہے جس نے ہمارے ہاتھ میں لی۔

کیونکہ اب بنی عامر کے تمام نامور بہادر ختم ہو چکے تھے اور سب اُس محترم اونٹنی کے
 آگے ڈھیر تھے۔ زفر شمار راجہ پڑھ رہا تھا کہ قفقاع۔ نے جواب میں ایک شعر پڑھا۔
 اور اس پر حملہ کر دیا تمام بنی عامر ان کی روک تھام کو آگئے اور انھیں ہٹا دیا۔ یہ دیکھ کر
 قفقاع نے اپنی طرف کے ایک شخص بنو حنیملہ سے کہا اپنے لوگوں سے کہہ دو
 قبل اس کے کہ ان لوگوں کو یا اُمّ المومنین کو کوئی صدر پہنچے اونٹنی کی کو پیس کاٹ ڈالیں
 میں نے اس کے پاؤں قلم کر دیں۔ یہ تجویز سنتے ہی اُس نے بنی حنیملہ اور ان کے سردار
 عمرو بن ولججہ سے پکار کر کہا میں تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں۔ عمرو نے کہا
 ”آؤ“ تجویز نے پوچھا۔ تو مجھے واپسی تک امان ہے؟ جواب ملا ہاں اور اُس کو قریب لے کر
 آبادی دی گئی۔ پھر اس قریب سے حضرت اُمّ المومنین کے اتنے کے پاس پہنچا۔ اور
 ان کے ایک زبردست ہاتھ سے اس کا ایک پاؤں قلم کر دیا۔ پاؤں کے سننے ہی اونٹنی ایک
 پہلو پر گر گئی۔ اور بڑے زور سے جلائی۔ حامیان ناؤ سنائے میں آگئے۔ اور قفقاع نے
 موقع یا کر نعرہ لگایا کہ ”جو لوگ اونٹنی کے گرد ہیں اُن کے لیے امان ہے۔“ سنتے ہی سب
 لوگ الگ ہو گئے۔ اور قفقاع اور زفر نے مل کر اونٹنی کا تنگ کاٹ کے محل کو جس میں
 حضرت عائشہ رونق افروز تھیں اٹھا کر الگ رکھ دیا۔ اُس پر اس کثرت سے تیرے
 تھے کہ اُس کی شکل ساہی کی سی ہو گئی تھی۔ جہاں محل رکھی جتنی معلوم ہو تا کہ ایک
 ساہی منہ اندر سیٹ کر بیٹھ گئی ہے اور اپنے کانٹے کھڑے کر دیے ہیں۔
 اس کے بعد قفقاع اور زفر نے محل کو اپنے حلقہ میں کر لیا اور طرفداران عائشہ جو جانی
 کے لیے گرد و جوم کیے ہوئے تھے بھاگے۔ اور حضرت علیؑ کے حکم سے چاروں طرف پکارا گیا
 اُن کو امان کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو۔ زخمیوں پر تحیاریں چلاؤ۔ اور گھروں کے اندر نہ گھسنا۔
 بعد حضرت علیؑ نے چند لوگوں کو حکم دیا کہ محل کو لاشوں کے درمیان سے اٹھا کر علیؑ
 رکھ دیں۔ پھر محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ ایک خیمہ کھڑا کر کے حضرت اُمّ المومنین کو اُس میں آرائیں
 اور فرمایا ”وہیں ان کے زخم تو نہیں آیا؟“ محمد نے محل کے اندر ہاتھ ڈالا تو حضرت عائشہؓ
 نے پوچھا ”یہ کون ہے؟“ کہا جس پر آپ کو اپنے تمام گھرانے والوں سے زیادہ غصہ ہے
 پوچھا ”یہی ختم آل کا بیٹا؟“ کہا ہاں (محمد بن ابی بکر کی والدہ اسماء بنت عیس بنی نضیر کی بیٹی تھیں)
 فرمایا ”اس خدا کا شکر ہے جس نے تجھے معاف کیا“

زفر سے ناؤ سنائے

لوگوں کو قریب

محل کو قریب

طرفداران

حضرت عائشہؓ

اس کے بعد مجربین الی بکر نے خود دیکھ کر حضرت علیؑ کو اطلاع دی کہ جناب عائشہؓ کی ایک کھائی میں ایک تیر سے خراش آگئی ہے جو زرہوں میں سے گر کر کے اندر پونچ گیا تھا۔ بعض راویان تاریخ کا بیان ہے کہ جیسے ہی حضرت عائشہؓ کی اونٹنی گری مجربین الی بکر اور عمار بن یاسر نے محمل کو اس شئی پہلے سے کھول کے الگ کر رکھا۔ اور عمدتے محمل میں اپنا سر ڈالا۔ جناب صدیقہؓ نے پوچھا کون ہے؟ کہا تھا اُنیکہ بھائی؟ فرمایا نیک نہیں ناسپاس بھائی! محمدؐ نے پوچھا کہ آپ کو کوئی صدمہ تو نہیں ہو چکا؟ پولیس مجھے صدمہ ہو چکا یا نہیں ہو چکا؟ تجھیں کیا؟ کہا جب کراہی ہو تو کون خبر لے؟ فرمایا یہ گراہی نہیں دیت۔ ہے؟

اب عمار نے عرض کیا اور محترم اپنے فرزندوں کے لڑنے کی شان دیکھی؟ فرمایا میں تمھاری ماں نہیں ہوں، عمار نے کہا آپ چاہیں پسند فرمائیں یا نہ فرمائیں مگر ماں ضرور ہیں! پولیس تم کو اپنے تختیاب ہونے پر باز ہے مگر جس شان سے تم نے نبیوت کی تھی اُسی طرح تختیاب بھی ہوئے مگر افسوس افسوس میں خدا کی قسم کھا کے کہتی ہوں کہ جس شخص کی یہ دھنساؤ وہ ہرگز تختہ کیسے جانے کا مستحق نہیں ہے!

اب آپ کی محل ایسے مقام پر لے جا کے کھینچی گئی جہاں قریب کوئی شخص نہ تھا۔ اور خود حضرت علیؑ نے قریب آ کے کہا اے مالکہ! یہ قرعہ کیسا مزاج ہے؟ جواب دیا اچھی ہو! حضرت علیؑ نے فرمایا تمھارا آپ کے گناہ معاف کرے! پولیس اور تمھارے بھائی! عین اسی موقع پر عین برصیدہ عجاشی نمودار ہوا۔ ابھی وہ دور تھا کہ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا اُدھر سی۔ اُدھر سی۔ خدا تجھ پر لعنت کرے! وہ دیر وہ دیر سی بولا مجھے تو یہاں بجز تمہارے کوئی نہیں نظر آتا! حضرت عائشہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ ارقب دیا تھا۔ آپ نہایت گوری چٹھی اور سرخ کوپڑ تھیں۔ اس لیے آنحضرتؐ محبت سے آپ کو خیمہ ارقب کہا کرتے تھے جس کے معنی سرخ رنگ والی کے ہیں۔ اور کوئی آپ کو اس لقب سے یاد کرنے کا مجاز نہ تھا۔ یہ گستاخانہ شخص آپ کے اس لقب کو زبان پر لایا تو اس کی اس گستاخی پر آپ نے بد دعا کی کہ "خدا تیری رسوائی کو طشت از پام تیر سے ہاتھ کو قطع اور تیر سے ستر کو فاش کرے" حضرت رب العزت نے زوجہ محترمہ رسالت کی یہ آرزو پوری کر دی۔ اور چند روز بعد جب عین بھر کے میں قتل

بہن عمار بن یاسر کا
عائشہؓ کی طرف سے
روایت ہے۔

عمار بن یاسر
عائشہؓ کی طرف سے

عمر بن الخطابؓ
عائشہؓ کی طرف سے

ابو بکرؓ
عائشہؓ کی طرف سے

ہوا ہے تو اس کے کپڑے اُتار لیے گئے۔ ہاتھ کاٹا گیا اور لاش نبی ازہ کے گھوڑے پر بوجھ کر ڈال دی گئی۔

اب بعض لوگ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں قحطاع بھی تھے۔ انہوں نے فرزندوں کی طرح ادب سے سلام کیا۔ آپ نے پوچھا میں نے میدان میں دو شخصوں کو لڑتے دیکھا تھا جو لڑتے تھے اور یہ برہمن کی زبان پر تھا۔ اپنے ان برہمنوں کو تم بھجانتے ہو؟ پھر اس جڑ کے جو الفاظ آپ نے سنائے ان میں آپ کی نسبت بیٹوں کی چھوڑی ہوئی ماں کے الفاظ استعمال کیے گئے تھے قحطاع نے کہا یاں بچا ہوا ہوں۔ پس اچھا ہوتا کہ ان الفاظ کے سننے سے میں برس پہلے میں مر گئی ہوتی۔ اس کے بعد قحطاع نے یہ واقعہ حضرت علیؓ سے بیان کیا تو ارشاد ہوا کہ یہ نہیں کہتی میں بلکہ میں بھی کہتا ہوں کہ کاش ان الفاظ کے استعمال ہونے سے میں سال پیشتر میں مر گیا ہوتا۔ اور اس واقعہ کے بعد کثر حضرت علیؓ کی زبان پر دو شعر ہوتے جن کا مفہوم یہ تھا کہ "مسلمانوں کے آپس میں لڑنے اور مصیبتیں پھیلنے کا گھر سے مارے جانے پر افسوس ہے۔"

جب رات ہوئی تو محمد بن ابی بکر حضرت عائشہؓ کو بھرے میں لے گئے اور علیؓ بن طلحہ غامی کے گھر میں حتمہ بنت حارث کے پاس اتارا۔

اسی رات کو زخمی لاشوں میں سے چن چن کر مکالے گئے اور لوگوں کو اجازت دی گئی کہ دونوں طرف کے شہداء کو دفن کریں۔ چنانچہ لوگ آکر دفن کرنے لگے۔ اور اسی کے اہتمام میں حضرت علیؓ تین روز تک بصرے کے باہر پڑے رہے۔ مقتولین کے دفن ہونے سے پہلے آپ نے میدان میں ایک چکر لگایا۔ جب کعب بن سور کی لاش پر پہنچے تو فرمایا دیکھتے ہو؟ ایسا لائق و دانا شخص ان نالائقوں کے ساتھ میدان میں آیا جب عبد الرحمن بن عتاب کی لاش کے پاس سے گزرے تو فرمایا یہ ان لوگوں کا سردار تھا۔ باغی اس کو لیے لیے پھرتے تھے۔ جب حضرت علیؓ کی لاش پر پہنچے تو فرمایا ابو محمد۔ مجھے ٹھہاری حالت پر افسوس آتا ہے وانا لیرہ اجون۔ خدا کی قسم مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ قریش کے لوگوں کو مقتول ٹپا ہوا دیکھوں۔ پھر ان کے متعلق ایک شعر پڑھا عرض آپ جس شخص کی لاش کے پاس سے گزرتے اور اس میں کوئی خصوصیت یا خوبی ہوتی تو فرماتے ان کو ہنگامے کے سوا اور کوئی چیز میدان میں نہیں لائی۔ ورنہ یہ تو نیک اور عابد و زاہد شہور ہیں۔

کیا چاہیے کہ
سب سے زیادہ
بگڑا ہو۔

حضرت علیؓ کی
آپ کی قرین
گواہی دیتی۔

بصرے میں
آجکی بات ہے

زخمیوں کا
ہنگامہ اور
شہداء کا دفن

مقتولین پر
حضرت علیؓ کی
سکون خیالات۔

حضرت طلحہؓ کے بیٹے متوی بصرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی آپ سے ملے۔ آپ نے فرمایا مجھے اُمید ہے کہ میں اور تمہارے والد اُن لوگوں میں ہوں گے۔ جن کی نسبت خدا نے تعالیٰ نے فرمایا ہے ”ہم نے ان کے دلوں کا کھوٹ نکال ڈالا۔ وہ بھائی بھائی ہیں اور آئنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوئے ہیں“ پھر شام کو بصرے میں داخل ہوئے تو ابن الکواہرہ حاضر ہوا اور کہا ”امیر المؤمنین آپ نے شہر میں نے میں دیر لگا دی“ فرمایا ”میرے پاس میرا بیٹا آیا ہوا تھا“ پوچھا ”کون؟“ فرمایا ”طلحہؓ کے بیٹے متوی“ اس نے کہا ”اگر وہ آپ کے پیچھے ہیں تو ہماری شامت آگئی“ آپ نے ناراضی کے ساتھ فرمایا ”جنت نہیں جانتا کہ اہل بدر سے خدا نے کیا نہیں کہہ دیا کہ تمہارا جو جی چاہے کرو۔ تمہارے گناہ معاف کر دیے گئے۔ یہ سن کر ابن کواہرہ نے عرض کیا ”امیر المؤمنین کس فیاد پر آپ نے یہ سفر اختیار کیا جس میں آپ لوگوں کو ایک دوسرے سے لڑاتے اور اپنی سطوت قائم کرتے ہیں۔ کیا آپ کی رائے یہ تھی جس کی بنا پر آپ نے امت میں تفرقہ ڈالا۔ جدا گانہ دعویٰ کیا یا تو یہ خیال کیا کہ قربت رسول خدا صلعم کے باعث خلافت کے سب سے زیادہ مستحق آپ ہیں۔ اگر یہ آپ کی رائے ہو تو ہم قبول کر گئے کہ حاضر ہیں اور اگر رسول اللہ صلعم نے آپ کو حاضر اپنا جانشین مقرر فرمایا ہے تو آپ سے زیادہ کس کا اعتبار ہو سکتا ہے؟“ حضرت علیؓ نے فرمایا ”میں سب سے پہلے رسول اللہ صلعم پر ایمان لایا۔ ہنداسب سے پہلے جھوٹ بولنے والا نہ ہو گا۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلعم نے مجھ کو ہرگز ولیعہد نہیں بنایا۔ مگر ہوا یہ کہ جب لوگوں نے عثمانؓ کو مار ڈالا تو میں نے اپنے سامنے پر خور کیا۔ نظر آیا کہ جن دو خلیفوں نے خلافت نبوت علیؓ پر مقرر ہوئے اور وہ بھی ولیعہد نہ تھے اور اب جس شخص کو مسلمانوں نے مشورہ کر کے خلیفہ کیا تھا مار ڈالا گیا۔ اور اس کی ذمہ داری میری گردن پر آگئی! سنے کہ اس نے بھی کسی کو ولی عہد نہیں مقرر کیا تھا۔“ ابن الکواہرہ نے کہا ”آپ نے سچ فرمایا اور نیکو کاری ظاہر کی مگر یہ تو بتائیے کہ آپ نے طلحہؓ کو وزیر سے لڑا لی کیوں اختیار کی جو ہجرت اور مشورہ خلافت میں آپ کے ساتھ تھے؟“ فرمایا ”اس لیے کہ انھوں نے حجاز میں میرے ہاتھ پر بیعت کی اور عراق میں اگر مخالف ہو گئے اور اگر ابو بکرؓ کے ساتھ وہ لیا کرتے تو وہ بھی اُن سے لڑتے۔“

اب لوگ رصافہ میں نماز جنازہ کے لیے جمع ہوئے اور حضرت علیؑ نے دونوں طرف کے مقتولین پر نماز پڑھی۔ پھر جتنے کٹے ہوئے اعضا ملے ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے ایک بڑی قبر میں دفن کروادیا۔ مخالفین کے لشکر میں جو کچھ سامان ملا اس کو اکٹھا کر کے آپا نے بصرے کی جانب مسجد میں بھجوا دیا کہ جو کوئی اپنی چیز کو چھپانے لے جائے۔ بجز اسلحہ کے کہ وہ خزانہ خلافت میں داخل کر دیے گئے۔

مقتولین کی تعداد دس ہزار آدمیوں کے قریب تھی جن میں آدھے حضرت علیؑ کی طرف کے لوگ تھے اور آدھے حضرت عائشہؓ کی طرف کے بعض لوگ مقتولین کی تعداد کچھ اور بتاتے ہیں۔ بنی ضبہ میں سے ایک ہزار آدمی مارے گئے اور بنی عدی میں سے ستر قاریان قرآن حضرت عائشہؓ کی محل کے گرد قتل ہوئے۔ جو غیر قاری تھے ان کا شمار ان کے علاوہ ہے۔ جب ان سب کاموں سے فراغت ہو چکی تو اختلف بن تمیم اور ان کے ہمراہی جو لڑائی لگ رہے تھے اور کسی طرف شریک نہ ہوئے تھے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کی صورت دیکھتے ہی فرمایا تم نے دیکھ لیا؟ اخف بولائیں نے جو کچھ کیا غصیک کیا اور آپ ہی کے حکم سے کیا۔ لہذا اب آپ نرمی اختیار کریں۔ کیونکہ جس راستے پر آپ چلے ہیں وہ نیک کاموں پر درو رکھا ہے۔ اور گزری ہوئی گل سے زیادہ آپ کو آئینہ کل میں ہماری ضرورت پڑے گی۔ لہذا میرا احسان مایہ کیل کے لیے میری دوستی کی قدر کیجیے اور کوئی ایسا کلمہ زبان سے نہ نکالے جو مجھے ناگوار ہو میں ہمیشہ آپ کا مشیر خیر رہوں گا۔

بعد ازاں دو شبہ کے روز حضرت علیؑ بصرے کے اندر داخل ہوئے اور سیدھے جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ شہر کے لوگ جوق جوق اپنے جھنڈے اٹھاتے ہوئے آئے۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جتنی کہ زخمیوں اور امان پانے والوں نے بھی بیعت کر لی۔ پھر منبر پر کھڑے ہوئے آپ نے ایک تقریر کی۔ امان پانے والوں میں عبد الرحمن بن ابوبکرؓ بھی تھے۔ انھوں نے حاضر ہو کر بیعت کی تو آپ نے پوچھا اے اللہ کے سر پر بیعت ہے اور انجام میں بزرگ (یعنی تمھارے والد) کا کیا حال ہے؟ عرض کیا خدا کی قسم وہ بیمار اور آپ کی خوشنودی کے خواستگار ہیں۔ یہ سنے ہی آپ ان کے ساتھ ان کے والد ابوبکرؓ کی

عیادت کو تشریف لے گئے اور جیسے ہی سانسہ ہوا فرمایا تم مجھے چھوڑ کر الگ بیٹھ رہے پھر ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کے فرمایا یہی تمہارا عذر ہے؟ ابو بکرؓ نے معذرت خواہ ہو کر اور آپ نے ان کا عذر قبول فرمایا۔ پھر انہیں کوہالی پھر ہقرر کرنا چاہا مگر انہوں نے عذر کیا۔ اور عرض کیا کہ آپ ہی کے خاندان میں سے کسی شخص کو اس خدمت پر مقرر ہونا چاہیے تاکہ لوگ خاموشی کے ساتھ ان کی اطاعت کریں اور ایسے شخص کو بھی میں بتائے دیتا ہوں یہ کہہ کر انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام لیا اور آپ نے بھی اس تجویز کو قبول فرمایا۔ پھر ابو بکرؓ کے گھر سے واپس آکر آپ نے زیاد کو خراج اور بیت المال کا افسر مقرر فرمایا اور ابن عباسؓ کو حکم دیا کہ اس کے شورے کو سنیں اور اس پر عمل کریں۔ زیاد بھی اگے شمشیر لڑائی میں دونوں فریقوں سے الگ رہا تھا۔

چنانچہ اسی وقت سے مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے اول وہ لوگ جو حضرت علیؓ کے ہمراہ تھے۔ اور ان کا غالب گروہ چاہتا تھا کہ حضرت عثمانؓ کے خون سے درگزر کیا جائے اور جو لوگ آپؐ پر گوریش کر کے گئے تھے ان سے کوئی باز پرس نہ ہو۔ یہ لوگ شیعینان علیؓ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو حضرت معاویہؓ کے ساتھ آئے بڑے جوش و خروش سے دعویٰ کر رہے تھے کہ کل مخالفین عثمانؓ جن جن کو قتل کیے جائیں ان لوگوں نے شیعینان عثمانؓ کے لقب سے شہرت پائی تبسرا گروہ ان لوگوں کا جو حضرت رسالت صلوٰۃ کی ایک مشین گوئی کی بنا پر اس زمانے کو مفتوں اور ہنگاموں کا زمانہ خیال کرتے اور اعتقاد رکھتے کہ کسی جنگجو گروہ کا ساتھ دینا حرام ہے۔ اس زمانے میں صراطِ مستقیم پر وہی ہے جو کسی کا ساتھ نہ دے اور دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ رہے یہ لوگ قاعدین کہتے گھر میں بیٹھ رہنے والوں کے لقب سے یاد کیے گئے اور اس میں بہت سے اکابر صحابہ شامل تھے۔ اور اس عقیدے پر زیاد بھی تھا۔

ان انتظامات کے بعد حضرت علیؓ جناب ام المومنینؓ کے پاس گئے وہ جیسا کہ بیان ہو چکا عبداللہ بن خلف کے مکان میں تھیں۔ بصرے میں سب سے بڑا ہی مکان تھا یہاں عورتیں خلف کے بیٹوں عبداللہ اور عثمانؓ پر روری تھیں جن میں سے پہلا حضرت عائشہؓ کی طرف اور دوسرا حضرت علیؓ کی طرف مارا گیا تھا۔ جب عائشہؓ کی بیوی صفیہؓ سر پر خمار باندھ رہی تھی۔ جیسے ہی اس نے حضرت علیؓ کی صورت دیکھی کہنے لگی اے علیؓ! اسے دھو نہ لو

ابن عباسؓ والی بصرہ

اور زنا و کفر ہم خاندان کیا۔

مسلمانوں کے تین گروہ۔

شیعیان علیؓ۔

شیعیان عثمانؓ۔

قاعدین

آپ حضرت عائشہؓ کے پاس۔

حضرت علیؓ کا حکم

کے قاتل اے جماعت کو توڑنے والے۔ خدا تمہارے بچوں کو تیمم کرے جس طرح تم نے عید اللہ کے بچوں کو تیمم کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے کمالِ علم سے ان فقرہوں کو سنا اور کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ حضرت عائشہؓ کو کلام کیا۔ ان کے پاس جا کے بیٹھے اور فرمایا اے صفیہؓ نے میرا سامنا کیا حالانکہ میں نے اس کو بچپن میں دیکھا تھا۔ پھر اس کے بعد بھی نہیں دیکھا۔ اس کے بعد آپ وہاں سے اٹھ کر روانہ ہوئے تو صفیہؓ نے پھر انہیں کلمات کا اعادہ کیا جس پر آپ نے پھر کور وک لیا۔ اور فرمایا تم چاہتی ہو کہ میں اس دروازے کو کھولوں اور اس کے اندر جو ملے اس کو قتل کرو۔ انہوں نے بتایا کہ اس میں چند زخمی ہیں مگر آپ نے توجہ نہ کی اور خاموش رہے اس معاملہ میں کیا مساک یہ تھا کہ نہ کسی بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے اور نہ کسی زخمی پر ہتھیار چلایا جائے۔ نہ کسی کو ستر کھول کے رہنہ کیا جائے اور نہ کوئی مال لوٹا جائے۔

آپ حضرت عائشہؓ کے پاس سے نکل کے واپس جا رہے تھے کہ ایک اتر دی شخص ملا اور کہنے لگا خدا کی قسم اس عورت کا ہم پر کچھ زور نہ چلایا اس کے یہ کلمات سننے ہی آپ کو غصہ آگیا۔ فرمایا کہ ہٹو۔ اسی عورت کی بے حرمتی نہ کر۔ کسی گھر میں نہ گھس اور نہ کسی عورت کو بُرا بھلا کہہ۔ چاہے وہ مجھے گایاں دے۔ اور تیرے حاکموں اور نیکوں کو بُرا بھلا کہے۔ عورتیں نادرک فرما جوتی ہیں۔ ہیں مشرکہ عورتوں پر بھی دست و رازی و زبان و رازی کرنے سے روکا جاتا تھا یہ تو مسلمان عورتیں ہیں۔

حضرت عائشہؓ کا احترام

آگے بڑھے تو ایک اور شخص آیا اور عرض کیا اے سرالمنین اس دروازے پر دو شخص جانے کھڑے ہوئے اور ایک عورت سے اُٹھنے لگے جو صفیہؓ سے بھی زیادہ حضور کو بُرا بھلا کہہ رہی ہے۔ آپ نے گہرا کے پوچھا شاید وہ عائشہؓ ہوں گی۔ اس نے کہا جی ہاں۔ ان دونوں شخصوں میں سے ایک نے یہ کہا کہ ہماری ماں کو قسم یہ سادھنہ ملا کہ ہم سب نے انہیں جھوٹا دیا۔ اور دوسرے نے کہا انا جان تو یہ سمجھیے آپ غلطی کر رہے ہیں۔ یہ سننے ہی آپ نے تعاقب کو بھیجا کہ ان دونوں شخصوں کو پکڑ لائیں۔ وہ اپنے ایک گروہ کے ساتھ گئے اور ان دونوں کو لا کے حاضر کر دیا۔ وہ نبی اسدیں سے تھے اور آپس میں بھائی بھائی تھے۔ ایک کا نام عثمانؓ تھا اور دوسرے کا سعد۔ آپ نے ان دونوں کے کپڑے اتروا کر سوسو کوڑے لگوائے۔

ادھر حضرت عائشہؓ کی یہ حالت تھی کہ پوچھو اس لڑائی میں دونوں طرف سے کون کون

حضرت عائشہؓ کی عورتوں کو نہ پکڑنا

لوگ مارے گئے۔ لوگوں نے نام لینا شروع کیے اور آپ جس کا نام تھیں چاہے اسی طرف مارا گیا ہو یا حضرت علی کی طرف فرماتیں: "خدا اس پر رحمت کرے" کسی نے عرض کیا: "یہ کیا؟" فرمایا رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ فلاں اور فلاں جنت میں ہیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ ان میں سے جس کا دل صاف ہو اور اس نے خالصتہً اللہ کا م کیا ہو مجھے ایسا رہے کہ خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا۔"

مسند
میں
تیار
ہی۔

بعد ازاں حضرت علی نے جناب عائشہ کے لیے سواری زاد راہ۔ اور سامان سفر کا بندوبست فرمایا۔ آپ کے ہمراہیوں میں سے جتنے آدمی زندہ بچے تھے ان کو ہمراہ کیا بجز ان کے جنہوں نے بصرے میں رہنا اختیار کیا۔ حضرت علیؑ نے حضرت عائشہؓ کی ہر کاپی کے لیے بصرے کی چالیس پیاسیاں انتخاب کیں۔ اور آپ کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ ہمراہ ہوئے۔ جب کوچ کرنے لگی ہیں۔ حضرت علیؑ باہر آکر کھڑے ہو گئے۔ اور اور بہت سے لوگ بھی موجود تھے۔ حضرت عائشہؓ گھڑے سے باہر نکلیں۔ اور سب کو رخصت کرتے وقت فرمایا میرے فرزندو۔ تم باہر مخالفت نہ کرو۔ میرے اور علیؑ کے درمیان خدا کی قسم پہلے سے وہ خیالات چلے آتے تھے جو ایک عورت اور اس کے دو بوروں میں ہوا کرتے ہیں۔ اور باوجود میری ناراضی تھے ان کا شمار ننگ نفس لوگوں میں ہے۔ آپ کی یہ تقریر سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا خدا کی قسم انھوں نے سچ فرمایا۔ اس کے سوا اور کوئی بات میرے ان کے درمیان نہیں ہے مگر یہ دنیا و آخرت میں ہمارے پیغمبر صلعم کی بیوی ہیں۔"

ایضاً
عبداللہ
کا

روانہ ہو گئے تو یقیناً کہ عمار بن یاسر نے کہا اس سفر کے بجا اب تو یقیناً ہے کہ آپؐ جو عہد کیا ہے۔ اس پر قائم رہیں گی۔ فرمایا میں جانتی ہوں کہ تم بہت بڑے حق گو ہو۔ عمار نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے یہ بات نکلوا دی۔

روانگی۔

بصرے سے ہفتہ کے روز یکم جب ۳۴ھ کو آپ روانہ ہوئے اور کئی میل تک آپ کے فرزندوں نے پیچھے نیکو کار لوگوں نے آپ کی شایعت کی۔ یہاں سے آپؐ راہ راست کا مہم غلط ہو کر تشریف لے گئیں اور حج کے وقت آپؐ ہی قیام رہا۔ پھر حج کر کے مدینہ منورہ کی راہ لی۔

عبداللہ
بن
عمر

اسی سلسلہ میں چند شہر شکست یا بان جل کا حال بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے عبداللہ بن زبیر جو جنہوں سے چور خٹہ شکست کھانے بھاگ کر بصرے کی آبادی میں گئے اور وزیر نام ایک اندوی شخص کے گھر میں پناہ لی۔ پھر اس سے کہا کہ حضرت ام المومنینؓ

سیرے یہاں موجود ہوئے کی خبر کرو مگر اس طرح کہ مگر بن ابی بکر بن جانیس؟ اُس نے جناب
صدیقہ کو خبر کی۔ آپ نے فرمایا محمد کو بلاؤ، اُس نے عرض کیا کہ عسب اللہ نے تاکید کی ہے
محمد کو خبر نہ ہونے پائے۔ آپ نے اس کی کچھ پروا نہ کی اور محمد بن ابی بکر کو بلا کے حکم دیا کہ
اس شخص کے ساتھ جاؤ اور اپنے بھائی کو میرے پاس لے آؤ۔ محمد فوراً جا کے اُن کو لے
آئے اور محمد و عبداللہ دونوں بصرے میں آپ کے ساتھ مقیم رہے اور پھر مدینہ طیبہ کی راہ لی
عقبہ بن ابی سفیان اور حکم کے دو بیٹے عبدالرحمن اور یحییٰ میدان جبل سے بھاگے۔ تو
شہروں شہروں پھر رہے تھے اور ہمیں پناہ نہ ملتی تھی۔ اتفاقاً عقبہ بن ابی ریحہ ملا اور پوچھا
کیا تم کسی کی پناہ چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا جی ہاں اُس نے اُن کو اپنے یہاں ٹھہرایا
اور جب تک اُن کے زخما چھے ہو جائیں اپنے پاس رکھا۔ بعد ازاں چار سو سو ارہمراہ کر کے
انہیں شام میں پہنچا دیا جو ان کو دوسرا الجندل میں جھوٹ کے واپس آئے۔ اسی طرح ابن عامر پیدا
جھوٹ کے بھاگے تو ان کو بھی حرقہ کے ایک شخص نے اپنے گھر میں پناہ دی بعد ازاں
شام میں بھیج دیا۔ مروان بن حکم کو مالک بن مسع نے اپنے یہاں پناہ دی تھی چنانچہ مروان
کی نسل کے خلفائے اموی نے اپنے عہد میں اُس کا حق ادا کیا اور اسے دولت مند بنا دیا۔ بعض
روایتوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مروان حضرت عائشہ کے ساتھ عبداللہ بن خلف کے
سکان میں ٹھہرا تھا۔ آپ کے ساتھ ہی یہاں سے روانہ ہوا۔ مگر جب آپ نے مکہ کا رخ
فرمایا تو وہ سیدہ سہیلہؓ میں جا گیا۔

عقبہ بن
ابی سفیان
اور عبدالرحمن
بن ابی ریحہ

ابن عامر

مروان

چھٹی فصل

جنگ حمل اور جنگ صفین کے درمیان کا زمانہ

تقریباً انعام۔ پیروان ابن سبا۔ اہل بیتؑ کو اطلاع۔ بنیادیوں کی نافرمانی۔
 حنظلہ اور عمران کی سیستان میں۔ اُن کی سرکوبی۔ محاکمہ مقبوضہ۔ طواف کی حالت۔
 محمد بن حذیفہ اور محمد بن ابی بکر قیس بن سعد۔ محمد بن حذیفہ کا قتل۔ ولایت قیس۔
 خربتہ کے شیعیان عثمان بن ملوئہ اور قیس بن ملوئہ کا خط قیس کے نام قیس کا جواب۔
 متوایہ کا دوسرا خط قیس کا آخری خط متوایہ کی چالاکی۔ حضرت علیؑ کا تردید قیس کی جگہ
 محمد بن ابی بکر کا تقریر قیس دینے میں۔ حضرت علیؑ کی خدمت میں۔ محمد بن ابی بکر
 حاکم مصر اہل خربتہ سے جنگ کا۔ خراسان کا بندوبست۔ عمر بن عاص۔ اُن کا پیشہ
 حالات سے آگاہ ہو جانا۔ اُن کا خاموشی کا زمانہ۔ بیٹوں سے مشورہ لینا۔ متوایہ
 جاننا۔ جریر بن عبد اللہ۔ اُن کی سفارت۔ جواب میں تاخیر۔ جریر بن عبد اللہ کا
 مشورہ ملوئہ کو۔ شام والوں کی حالت۔ جریر کی دلپی۔ اُن میں اور شتر میں نزاع۔
 اور ان کا ملوئہ سے جاننا۔ حضرت علیؑ کی روانگی۔ عتھر بن عاص کی کابل
 لشکر شام کی ترتیب۔ اور روانگی۔ طلحہ رضوی اور دوسرے حصے۔ حضرت علیؑ
 رد میں۔ پل تیار ہوا۔ فرات کے پار۔

حضرت علیؑ کو جب اہل بصرہ کی بیعت سے فراغت ہوئی تو آپؑ نے بیت المال کا
 جائزہ لیا۔ چھ لاکھ سے زیادہ رقم موجود تھی۔ اس کو اپنے ہمراہیوں میں تقسیم فرما دیا۔ ہر شخص کو
 پانچ پانچ سو ملے۔ اور یہ انعام دیتے وقت آپؑ نے اُن سے ارشاد فرمایا: "اگر خدا نے
 تم کو اہل شام کے مقابلے میں کامیاب کیا تو اتنا ہی انعام اوتارے گا۔ یہ امر پیروان ابن سبا
 کو جواب کے ہمراہ تھے ناگوار گزرا۔ اور وہ لوگ بیٹھے بیٹھے پردے پردے میں اعتراض
 کرنے لگے۔ یہ لوگ فتنہ جو اور دنیا طلب تھے۔ چنانچہ جب جنگ کے بعد آپؑ نے لوٹنے سے
 ان کو منع فرمایا تو اس پر بھی وہ معترض ہوئے اور آپؑ کے سخت پرکھنے لگے: "اگر ان لوگوں کا
 مال ہم پر حرام ہے تو اُن کے خون کو بھی حرام ہونا چاہیے۔" حضرت علیؑ نے اُن کے

تقریباً انعام

پیروان ابن سبا

اس خیال فاسد کی تردید فرمائی۔

یہ عجیب بات ہے کہ اہل مدینہ کو جو منزلوں دور تھے اسی دن شام سے پہلے اس
لڑائی کی خبر ہو گئی۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ مدینے کے باہر ایک تالاب کے اوپر سے ایک
گدھ گزرا۔ اور کوئی چیز اس کے پیچھے سے چھوٹ کے گر پڑی۔ لوگوں نے اٹھا کر دیکھا تو
ایک کٹا ہوا ہاتھ تھا جس کی انگلی میں انگوٹھی تھی۔ اور اس پر غیب الرحمن بن عتاب کا نام
کندہ تھا۔ اسی طرح بصرے اور مکہ معظمہ کے درمیان کی آبادیوں میں بھی تمام لوگوں کو اس
معرکے کی خبر ملی کیونکہ گدھ کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں میدان سے لے جا کے جا بجا
گراتے تھے۔

حضرت علیؓ کا ارادہ تھا کہ بصرے میں چند روز ٹھہر کے معاملات کی اصلاح کریں مگر سب
لوگوں نے روانگی کی جلدی کی۔ یہاں تک کہ بغیر آپؐ کی اجازت کے کوچ کر دیا۔ یہ دیکھ کر
آپؐ نے بھی ان کے پیچھے پیچھے گونے کی راہ لی کہ کسی بڑی نیت سے جاتے ہوں تو
اس سے روکے جائیں۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کی طرف کے ماں بازوں میں شکہ بن عتاب جملی اور
عمران بن فضیل رہی بھی تھے۔ وہ دونوں میدان جنگ سے بھاگے تو عرب قلعوں کا
بھیس کیا اور مشرق کی راہ لی۔ جاتے جاتے یمنستان پہنچے یمنستان والے مسلمانوں کی
ہاں باہمی خونریزی کے زمانے میں موقع پا کر برکتہ و باقی ہو گئے تھے مگر عربوں سے جو
ساتھ پیشتر تھے تھے ان کا ایسا رعب مٹھا ہوا تھا کہ ان درویش صورت مغرور ہوش
پہنچتے ہی ان کے آگے سر اطاعت سمجھکا دیا اور شکہ وغیرہ ان سے بہت کچھ مال
و دولت وصول کر کے شہر ذریعہ کے باہر اتر پڑے۔ ذریعہ کے مہربان (عجمی حاکم) نے
خوف زدہ ہو کر اظہار اطاعت کیا۔ اور وہ شہر پناہ کے اندر داخل ہو کے شہر پر قابض ہو گئے
یہ واقعات حضرت علیؓ کے گوش گزار ہوئے تو آپؐ نے عبد الرحمن بن جروطلی کو ان کا
ختمہ مٹانے کے لئے روانہ کیا مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ عبد الرحمن مذکور شکہ کے ہاتھ
سے ارا گیا۔ اور اس کی فوج کو شکست ہوئی۔ تب جناب علیؓ مرتضیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ
کو حکم فرمایا کہ ان بیباک مغرورین کے مقابلے پر کسی قابل شخص کو والی یمنستان مقرر کر کے
روانہ کریں انھوں نے ابن کاس غنیری کو بھیجا جس نے جاتے ہی شکہ کو قتل کیا اور

اہل مدینہ

سابقہ کی نافرمانی

حکماء و علماء

ان کی کوئی

سینان پھر قلمرو خلافت میں شامل ہو گیا۔

ابو الکسیر بن
خلافت کی
حالت۔

محمد بن
ابو محمد بن
ابی بکر۔

اب مالک عرب و فارس حضرت علیؑ کے قبضے میں تھے مگر علاقہ الجزیرہ و شام و فلسطین و مصر کی حالت مشتبہ تھی۔ شام میں جناب ملویہ کی سطوت قائم تھی اور الجزیرہ و فلسطین کے والی اُن کے زیر اثر تھے۔ مصر میں طوائف الملوک سی ہو رہی تھی۔ وہاں کے لوگ حضرت عثمانؓ کی زندگی میں محمد بن حذیفہ کے بہکانے سے زغہ کر کے آئے تھے۔ وہاں کے والی عبداللہ بن ابی سرح اُس باغی و سرکش گروہ کی روک تھام کے لئے مصر سے چلے آئے تو اُن کی غیبت میں محمد بن حذیفہ نے سارے ملک پر قبضہ کر لیا۔ اور ابن ابی سرح مجبور ہوئے کہ فلسطین ہی میں ٹھہر کر آئندہ حالت کا انتظار کریں۔ محمد بن حذیفہ کو بھی وہاں زیادہ رہنا نہ نصیب ہوا۔ اُن کو حضرت عثمانؓ نے پال کے بڑا کیا تھا۔ اور ہر قسم کی محبت و شفقت فرماتے رہے تھے۔ اس کا معاوضہ اُنہوں نے یہ کیا کہ سب سے بڑے دشمن خلیفہ مظلوم کے وہی تھے۔ اور مصر میں اُن کی مخالفت میں جو کچھ ہنگامہ مہیا ہوا اس کے بانی وہ اور محمد بن ابی بکر تھے۔ عبداللہ بن ابی سرح نے حضرت عثمانؓ کو ان دونوں کے حالات سے مطلع کیا تو آپ ایسے رحمدل و بردبار خلیفہ تھے کہ عبداللہ کو جواب میں تحریر فرمایا ”محمد بن ابی بکر کو تو اس لئے معاف کرنا چاہیے کہ ابو بکرؓ کے فرزند اور عائشہؓ کے بھائی ہیں۔ اور محمد بن حذیفہ کو اس لئے کہ میرے بھائی کا بیٹا اور میرے آغوش کا پلا ہوا ہے۔ اور قریش کے اکھاڑے کا ایک نہا پٹھا ہے۔“ اس پر جل مسے عبداللہ نے لکھا ”جی ہاں وہ قریش کا پٹھا ہے۔ مگر اب پر پر زے نکال رہے ہیں“ اس کے بعد بھی حضرت عثمانؓ نے ابو حذیفہ کی استقامت کی کوشش کی تو اس نے زیادہ مخالفت کر کے شورش کی آگ اور بجھ کر کا دی۔

قیس بن
سعد۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اور جنگ جمل سے پہلے حضرت علیؑ نے مصر کی اصلاح کے لئے معززین انصاریں سے قیس بن سعد کو والی مصر مقرر فرما کے روانہ کیا اس لئے کہ انہیں مصر پر قبضہ رکھے سارا افریقہ خلافت کی اطاعت سے باہر ہو جاتا۔ اس معزز خدمت پر جیسے وقت آپؐ نے اُن سے فرمایا جاؤ اپنے بھروسے کے لوگوں کو جمع کرو اور ساتھ لے جاؤ تاکہ دشمنوں پر عیب پڑے اور دوست معزز جانیں۔ انہوں کے ساتھ ٹیلی کو نہا جس کو مشکوک پانا اس پر سختی کرنا۔ اور عام و خاص سب کے حال پر مہربان رہنا اس لیے کہ

عمر بانی برکت کی چیز ہے قیس نے عرض کیا ”مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ بدینے کے لشکر کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ ان لوگوں کو میں آپ کی خدمت میں چھوڑ دے جاتا ہوں تاکہ آپ کو حاجت ہو تو یہ لوگ خدمت میں حاضر رہیں اور وقت پر کام آئیں۔“

محمد بن حذیفہ کو قیس کے سپہ سالار سے پہلے ہی اپنے مربی کے ساتھ بیوفائی کرنے کی سزا مل چکی تھی۔ مگر دین عاص اگرچہ مصر پر قابض نہ تھے مگر چاہتے تھے محمد نے ان کو شہر میں داخل ہونے سے روکا۔ عمرو نے اپنے مہول کے مطابق کچھ ایسی چالاکی سے کام لیا کہ محمد بن حذیفہ ایک ہزار فوج کے ساتھ مصر چھوڑ کر شہر قریش میں چلے آئے۔ جو غلہ خیزین و قصبہ کی سرحد کے قریب ہے اور قلعہ بند ہوئے۔ وہاں عمرو بن عاص نے چاروں طرف مخفی تھیں لگا دیں اور ایسا تنگ کیا کہ محمد نے تیس رقیقوں کے ساتھ باہر نکل گئے ہتھیار رکھ دیئے۔ اور مارے گئے بعض روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمرو بن عاص نے صفین کی لڑائی کے بعد مصر پر حملہ کر کے محمد بن حذیفہ کو گرفتار کیا اور مولیہ کے پاس دمشق میں بیچ دیا۔ انھوں نے قید رکھا۔ مولیہ کی بیوی قرظہ کی بیٹی تھی محمد کی رشتہ دار تھیں وہ رو دکھانے پکا کے قید خانے میں بھیجا کرتین۔ ایک دن کھانے کے اندر چھپا کے ایک سوہن رکھ دیا۔ محمد نے اس سے اپنی بیڑیاں کاٹیں اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ امر جناب مولیہ کو ناگوار گزارا۔ عبید اللہ بن سعد بن ظلام خصمی کہ تلاش میں روانہ کیا۔ وہ شہر حوران تک گیا تھا کہ اتفاقاً چند جنگلی گدھے پہاڑ کے ایک کھوہ میں گئے اور ساتھ ہی نکل کے بھاگے۔ کسانوں نے خیال کیا کہ کھور کے اندر کوئی آدمی ہے اس میں گھسے تو محمد کو دیکھا اور وہاں چلے آئے۔ باہر نکلے ہی تھے کہ عبید اللہ کا سامنا ہوا۔ اور اس نے محمد بن حذیفہ کا ٹھیلہ ہٹا کے پوچھا اس شخص کا کوئی شخص تو تم نے نہیں دیکھا؟ انھوں نے کہا اس کو تو ابھی ابھی ہم اس غار میں دیکھ آئے ہیں۔ عبید اللہ نے آدمی بھیج کر بکڑ دالیا اور اسی جگہ قتل کر ڈالا۔ اس میں نہایت اختلاف ہے کہ ابن حذیفہ کب اور کیوں مارے گئے۔ گو اس میں شک نہیں کہ وہ مارے گئے۔ عمرو بن عاص اور مولیہ ہی نے ان کی زبردستی کا خاتمہ کیا۔ اور جب حضرت علیؑ کے مقرر کئے ہوئے والی تیس بن سعد مصر میں پہنچے ہیں تو ان کا پتہ نہ تھا۔

قیس اپنے جاں نثاروں کے ایک گروہ کے ساتھ مصر میں پہنچے تو جامع مسجد میں

محمد بن حذیفہ کا قتل

ولایت قیس

لوگوں کو جمع کر کے منبر پر بیٹھ گئے۔ اور حضرت علیؑ کا جو فرمان لائے تھے لوگوں کو پڑھنے
 سنا گیا۔ اس میں اُن کے امیر مقرر ہونے کے تذکرے کے بعد لوگوں کو ہدایت تھی کہ
 اُن کے ہاتھ پر حضرت علیؑ کی بیعت کریں۔ اُن کا ساتھ دیں حتیٰ میں اُن کے یاد رہیں۔
 پھر قیسؑ نے کھڑے ہو کر یہ تقریر کی کہ اس خدا کی جو حق کو لایا جس نے باطل کو مٹایا۔ اور
 ظالموں کو ذلیل و خوار کیا۔ لوگو! تم نے اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی ہے جس کو انہی نبی کے
 بعد سب سے افضل جانتے ہیں۔ لہذا اٹھو۔ اور اس عہد و اقرار پر اُن کی بیعت کرو کہ تم ان کے
 اور سنت رسول اللہؐ پر عمل کرو گے۔ اور اگر تم کو اُن چیزوں کی تعلیم نہ دیں تو ہماری بیعت
 کا عدم ہے۔ یہ تقریر سن کر سب لوگوں نے بیعت کر لی۔ پھر قیسؑ نے مصر کے سب
 شہروں میں عامل بھیج دیے۔ اور سارے مصر کا انتظام درست ہو گیا۔

خرتبا کے
 عثمان

لیکن خرتبا نام ایک گاؤں میں ایک گروہ موجود تھا جن لوگوں کو حضرت عثمانؓ کا مارا جانا
 سخت ناگوار گذر ا تھا۔ اور وہ شخص جن میں سے ایک یزید بن حارث کنانی اور دوسرا ایک
 برہمچئی شخص تھا اُن کے سر وار تھے سلمہ بن مخلد یہاں موجود تھے وہ بھی ان لوگوں کے
 ہم خیال تھے۔ یزید بن حارث نے قیسؑ کے پاس کہلا بھیجا آپ کو قاتلین عثمانؓ سے اتمام
 لینا چاہیے۔ یہ حالت دیکھ کر قیسؑ نے سلمہؑ کے پاس چونکہ وہ ایک معتمد صحابی تھے پیام بھیجا کہ
 انہوں نے آپ میری مخالفت میں ہنگامہ کریں گے لیکن میں خدا کی قسم آپ کے قتل کا روادار
 نہیں ہوں۔ چاہے اس کے صلے میں مجھے سارے مصر و شام کی حکومت ہی کیوں نہ ملے
 سلمہؑ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا۔ جب تک تم وانی مصر ہو مجھے اپنی حفاظت سے لئے
 کافی سمجھو۔ بعد ازاں قیسؑ نے جو ہمیشہ نہایت ہی ہوشیاری اور احتیاط سے کام لیا کرتے
 تھے۔ خرتبا والوں کو اطمینان دلا کہ میں تم کو بیعت کرنے پر مجبور نہ کروں گا۔ تم لوگ نے مجھے
 اپنا محافظا جانو۔ اور ان لوگوں نے بھی اسی میں مصلحت دیکھ کر مخالفت انجیل والی سے
 صلح کر لی۔ اور اپنے علاقے کا خراج بھی رعایا سے وصول کر کے بھیجتے رہے۔

مسورہ اور قیس

مصر کی یہی حالت تھی کہ جل کی لڑائی ہوئی۔ حضرت علیؑ مدینے سے مصر کے تشریف
 لے گئے۔ اور محمدؑ ہو کر کوفہ میں پہنچے۔ اب مسورہ کو قیسؑ کا مصر میں رہنا کسی طرح گوارا
 نہ تھا۔ انہیں فوجی مصالحت کے لحاظ سے دھڑکا لگا ہوا تھا کہ ایسا نہ ہو علیؑ عراق پر قابض ہوں
 اور قیسؑ ان کی طرف سے مصر کے حاکم رہیں۔ پھر دونوں طرف سے شام پر حملہ کر دیں اور

میں آگے پیچھے دونوں جانب سے دشمنوں میں گھبر جاؤں۔ اس دشواری کے دور کرنے کے لئے تنویر نے سوچتے سوچتے قیس بن سعد کے پاس ایک خط بھیجا جس میں سلام کے بعد لکھا تم نے چاہے کوڑے مارے ہوں۔ چاہے گالیاں دی ہوں یا وہ چاہے وہ مردوں کو ہکا بکا بھیجا ہو ہر صورت میں تم نے عثمان پر یورش کی۔ اور اس کے قبول کرنے میں بھی تم کو تامل نہ ہو گا کہ ان کا خون تم پر حلال نہ تھا۔ الغرض تم ایک سخت گناہ کے مرتکب ہوئے ہو۔ لہذا قیس درگاہ الہی میں توبہ کرو کیونکہ تم ان لوگوں میں جو جنہوں نے عثمان پر یورش کرنے کے لیے لوگوں کو باہر سے بلایا۔ رہے تمہارے اقا (علیؑ) ان کی نسبت تو ہمیں یقین کامل ہے کہ انہیں سے بھڑکانے اور ابھارنے سے لوگوں نے خلیفہ مظلوم کو قتل کیا۔ خلاصہ یہ کہ یہی حال میں تمہاری قوم کا دامن دیتے سے پاک نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اسے قیس میں میں مشورہ دیتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے ان لوگوں کا ساتھ دو جو عثمانؓ کے خون کا انتقام لے رہے ہیں۔ اور ہماری پیروی کرو۔ میں اس کے معاوضہ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری زندگی بھر عراق کی حکومت تمہارے ہی ہاتھ میں رہے گی۔ اور جہاں تک بنے گا حکومت حجاز بھی ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کو تم پسند کرو۔ اس کے سوا اور کچھ مانگتے ہو تو وہ بھی مانگو۔ میں دوں گا۔ خلاصہ یہ کہ اس بار سے میں تمہارا جو کچھ خیال ہو مجھے اس سے آگاہ کرو۔

ملوئے کا خط
قیس کے نام

قیس کو یہ خط پڑھ کے غصہ تو بہت آیا مگر مناسب نہ جانا کہ ایسا ناشائستہ خط لکھ کر وہیں یا رطائی کی چھٹیڑ چھاڑ کریں۔ چنانچہ جواب میں لکھائیں آپ کا مقصد یہ تھا تاہین عثمانؓ کا جو آپ نے تذکرہ کیا ہے اس بارے میں کہتا ہوں کہ ہنگامہ کے وقت میں بھی ان کے پاس بھی نہیں بھٹکا۔ اور جو آپ نے لکھا ہے کہ میرے مالک و اقا ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو عثمانؓ کی مخالفت پر بھڑکایا تو مجھے اس کی بھی مطلقاً اطلاع نہیں رہا یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ میری قوم کا دامن اس خون کے دہیتے سے پاک نہیں ہے تو اس کا مجھے اعتراض ہے کہ دہشتی وہی لوگ اس ہنگامہ میں سب سے پہلے کھڑے ہوئے۔ آخر میں جو آپ نے فرمایا ہے کہ میں آپ کی اطاعت قبول کروں تو میں اس معاملہ میں ایسی غور کر رہا ہوں۔ اور آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے معاملات جلدی نہیں ملے ہو سکتے۔ گریں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں میری طرف سے کوئی ایسا واقعہ نہ پیش آئے گا جو آپ کو ناگوار ہو۔ اور انشاء اللہ عقریب

قیس کا جواب

ہم آپ کوئی رائے قائم کر لیں گے۔
 اس خط کو پڑھ کے متوہ یہ ایک گولگی حالت میں پڑ گئے۔ کبھی یہ خیال پیدا ہوتا کہ تیس
 سوویہ کا دوسرا خط ہے۔ اور کبھی شبہ ہوتا کہ نہیں وہ میرے خلاف ہیں۔ اسی تردد کے دور کرنے کے
 لئے دوسرا خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ تیس دہم ادھر آتے بکھائی دیتے ہو کہ صلح
 وودھتی کا وعدہ کروں اور نہ ادھر جاسے کہ لڑائی کی دھمکی دوں۔ بشنویہ میں وہ نہیں ہوں کہ
 کسی سے فریب کھا جاؤں۔ اور میرے پاس کافی تعداد میں پلٹیں اور رسالے موجود ہیں۔
 والسلام تیس نے جو یہ خط پڑھا تو دل میں کہا ناںال منول سے کام نہ چلے گا۔ لہذا اس کے
 جواب میں جو کچھ دل میں تھا اظہار کر دیا۔ لکھا یہ تعجب ہے کہ آپ مجھے دیکھ کر دیتے لالچ دلاتے
 اور برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ سے اس کی توقع نہ رکھیے کہ اُن بزرگ کی اطاعت
 چھوڑ دوں گا جو خلافت کے لئے سب سے زیادہ موزوں سب سے بڑے حق گو۔ اور
 سب سے بڑے ہادی دین ہیں۔ اور لہذا تعلقات حضور رسالت مآب صلح کے سب سے
 زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں آپ کی اطاعت کروں۔ مگر آپ کی اطاعت
 اس شخص کی اطاعت ہوگی جو خلافت کے لئے سب سے زیادہ نااہل۔ سب سے بڑا
 مکار۔ اور سب سے زیادہ گمراہ ہے۔ اور لہذا تعلقات حضرت رسالت سے بہت ہی
 دور ہے۔ گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کا بیٹا ہے۔ اور شیطان کے دیووں میں سے
 ایک دیو ہے۔ رہا آپ کا یہ لکھنا کہ مصر کو پلٹوں اور رسالوں آپ بھروں گے تو اس کا جواب
 یہ ہے کہ میں خدا کی قسم آپ کو شکل میں دل دوں گا۔ والسلام۔
 متوہ نے تیس کا یہ خط پڑھا تو انھیں کھل گئیں مگر بجائے اظہار مخالفت کے پھر پھر
 کام لیا۔ اور اہل شام سے کہنا تیس کو برا نہ کہو اور نہ اُن کو لڑنے پر مجبور کرو۔ وہ مسلسل میں
 ہمارے دوست اور ہمارے ہی گروہ میں ہیں۔ یہیں پوشیدہ طور پر ان کی تحریریں اور ان کے
 مشورے ملتے رہتے ہیں۔ تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے باران خربتائے ساتھ جو ان کی
 قلمروں میں رہتے ہیں اُن کا کیسا اچھا سلوک ہے۔ ان لوگوں کے ذلیفے اور روزینے
 سب انھوں نے جاری کر دیے ہیں۔ اور اُن کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔ اُن کے
 بعد تیس کی طرف سے ایک جعلی خط نکال کر اہل شام کو سنایا جس میں لکھا تھا کہ میں عثمان
 کے خون کا طالب ہوں۔ اور اس میں آپ کا ساتھ دوں گا۔

سویہ کا دوسرا
خط۔

تیس کا آخری
خط۔

متوہ کی ہلاکت

یہ خبر سارے شام میں اڑ گئی۔ پھر شام سے عراق میں پہنچی اور محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر بن ابی طالب کے ذریعے سے حضرت علیؑ کے گوش گزار ہوئی۔ علاوہ بریں شام میں آپ کے جتنے مغز فدا تھے سب نے آپ کو اس کی اطلاع کی۔ تنویر اطلالوں نے آپ کو پریشان کر دیا۔ اور اپنے دونوں فرزندوں اور عبداللہ بن جعفر کو بلا کے اس بارے میں مشورہ کیا۔ جعفر طیار کے فرزند نے کہا امیر المومنین جس امر میں شبہ ہوتا ہو اس کو چھوڑ کے وہ طریقہ اختیار فرمائے جس میں شبہ کی گنجائش نہ ہو بہت سوا معلوم ہوتا ہے کہ قیس کو حکومت مصر سے معزول کر دیجیے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا مگر میں خدا کی قسم ان باتوں کو سچ نہیں جانتا۔ عبداللہ نے اس صورت میں بھی اُن کا معزول کرنا ہی مناسب ہے کیونکہ اگر یہ خبریں سچ ہیں تو قیس کو مصر کے چھوڑنے میں تامل کریں گے۔

حضرت علیؑ کا

اس معاملہ پر غور ہو ہی رہا تھا کہ آپ کی خدمت میں قیس کا خط آیا جس میں خرتیا والوں کا تذکرہ تھا جنھوں نے بیعت نہیں کی تھی اور لکھا تھا کہ میں نے اُن سے لڑائی نہیں چھیڑی۔ یہ مضمون سننے ہی عبداللہ بن جعفر نے آپ کو شبہ ہوتا ہے کہ قیس کا رجحان انھیں لوگوں کی طرف ہے۔ اب آپ انھیں حکم فرمائیں کہ فوراً اُن لوگوں پر حملہ کریں۔ اُن کے مشورے کے مطابق حضرت علیؑ نے قیس کو یہی کچھ بھیجا۔ آپ کا یہ جواب پڑھ کے قیس کو حیرت ہو گئی۔ اور جواب دیا میں نے اُن کو تو کو ایسا بنا دیا ہے کہ باوجود ہمارے مخالف ہونے کے وہ دشمنوں کی روک تھام کریں گے بخلاف اس کے اگر اُن سے لڑائی چھیڑ دی گئی تو وہ علانیہ دشمنوں کے مددگار بن جائیں گے۔ لہذا امیر المومنین میرا کہنا مانتے۔ اور ان لوگوں کی مخالفت نہ فرمائیے۔ یہ صلت اسی میں ہے کہ یہ لوگ اسی حالت پر رہنے دیے جائیں۔

قیس کی جگہ محمد بن ابی بکر کا تقریر

یہ خط حضرت علیؑ نے اپنے مشیروں کو نشانہ دیا تو محمد بن جعفر نے کہا اے امیر المومنین اب تو ضرورت ہے کہ آپ قیس کو مصر کی حکومت سے معزول فرمائے اُن کی جگہ محمد بن ابی بکر کو مقرر فرمادیں۔ محمد بن جعفر اور محمد بن ابی بکر اخیانی بھائی تھے۔ اُن کی والدہ اسیاء بنت عیسٰی پہلے حضرت جعفر طیار کے عقد میں تھیں پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عقد میں آئیں اور ان کے بعد حضرت علیؑ نے اُن سے نکاح کیا۔ غرض یہ سفارش بھائی کی بھائی کے حق میں تھی۔ حضرت علیؑ نے اس تجویز کو قبول فرما کے محمد بن ابی بکر کو مسند حکومت عطا کر کے مصر کی طرف روانہ کر دیا۔ بعض روایتوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اس موقع پر پہلے آپ نے

اشتر بخشی کو روانہ فرمایا تھا۔ انھوں نے راستہ میں انتقال کیا تب ان کے عوض آپ نے محمد بن ابی بکر کو بھیجا۔

محمد بن ابی بکر پہنچ کر قیس سے ملے قیس نے امیر المؤمنین کی خیریت پوچھی اور دریافت کیا کہ مجھ سے انھیں کیوں بلگائی ہے؟ اور میرے ان کے درمیان میں کون تفرقہ ڈال رہا ہے؟ محمد نے اطمینان دلایا کہ آپ سے کوئی فکارت نہیں ہے مگر متاعہ مجھے امیر بنائے بھیج دیا ہے۔ اور حکومت مصر کا میرے ہاتھ میں رہنا دیا ہی ہے جسے آپ کے ہاتھ میں ہو قیس کو اپنی مغزولی پر لال ہوا اور کہا مگر اب میں خدا کی قسم یہاں نہ ٹھہروں گا۔ پھر اسی وقت سرزمین مصر کو چھوڑ کے مدینے چلے گئے اور اپنے منزل ہونے پر برم شے۔

قیس بن ابی بکر

قیس ناراض و رفاقتہ خاطر مدینے میں پہنچے تو حضرت عثمان بن ثابت سے ملاقات ہوئی جو حضرت عثمان کے طرفداروں میں تھے عثمان نے ان کی صورت دیکھتے ہی کہا۔ تم نے عثمان کو قتل کیا اور علی نے بھی تم کو نکال باہر کیا گناہ تمہارے سر رہ گیا اور جن کے ساتھ بھلائی کی تھی وہی ستم گزاری نہ ہوئے۔ حسان اس زمانے میں نابینا تھے ان کے اس طعنے پر قیس کو غصہ آگیا۔ کہا اولیٰ انکھوں کے اندھے اگر کبھی میرے تمہارے خاندان میں لڑائی ہوئی تو میں تمہارا سر اڑا دوں گا پس جاؤ اپنے گھر جاؤ؟

حضرت علیؑ کی خدمت میں

مردان بھی مدینے میں موجود تھے اس نے قیس کو سمجھا ایسے اندیشے دلائے کہ وہ اور سہیل بن حنیف دونوں مدینے کو خیر باد کہہ کے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور جنگ صفین میں شریک ہوئے۔ مردان کے ڈرانے اور قیس کے حضرت علیؑ سے پاس چلے جانے کا حال متوہ کو معلوم ہوا تو نہایت غصہ کے الفاظ میں مردان کو لکھا اگر تم ایسا نہ لاکھ سہکروں سے علیؑ کی مدد کرتے تو مجھے اتنا دشوار نہ گزرتا جتنا کہ قیس کا ان کے پاس چلا جانا مجھے ناگوار ہوا۔ اس لئے کہ ان کی رائے اور ان کے مرتبے کا دوسرے شخص میں ہے۔ قیس جب حضرت علیؑ سے ملے اور ساری سرگزشت بیان کی تو آپ پر کھل کر یہ فریب دیا گیا تھا اور اپنی گزشتہ کارروائی پر آپ کو اس وقت ہوا پھر جب مصر کے سفین کے بعد محمد بن ابی بکر کے مارے جانے کی اطلاع ملی تب آپ کو قیس کا مرتبہ معلوم ہوا اور اس کے بعد سے آپ ہر امر میں ان کے مشورے پر عمل کرتے۔

محمد بن ابی بکر

قیس کے چلے آنے کے بعد محمد بن ابی بکر نے اہل مصر کو اپنے تقرر کے متعلق

حضرت علیؓ کا خط پڑھ کے سنا یا۔ اور نمبر پر کھڑے ہو کر یہ تقریر کی کہ اس خدا کی جس کی مہربانی سے ہم قرآنِ راستہ میں ہیں اور مسلمانوں میں جب اختلاف پڑا تو اس نے بہت سی ایسی باتیں ہم پر اور تم پر عیاں کر دیں جن سے جہلابے بہرہ ہیں۔ لوگو! امیر المومنینؓ نے مجھ کو تمہارا حاکم مقرر کیا اور مجھ سے وہ عہد لیا ہے جس کو تم آپ کی تحریر میں سن چکے توفیق خیر سے دینے والا خدا ہی ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ اور اسی کی طرف میں ہر امر میں رجوع کرتا ہوں میرے طرزِ حکمرانی اور میرے افعال و حرکات کو اگر تم خدا کے احکام کے مطابق پاؤ تو تو خدا کی حمد کرو۔ اس لئے کہ وہ خدا ہی کی ہدایت و توفیق کی بدلتی ہیں۔ اگر میرے کسی عامل کے عمل کو حق کے خلاف پاؤ تو اس کو میرے سامنے پیش کرو اور اس کے مقرر کرنے پر مجھے لازم اس لئے کہ اسی میں میری سعادت ہے۔ اور تمہیں اس کا حق حاصل ہے۔ اللہ جل شانہ اپنی رحمت سے ہم کو اور تم کو اعمالِ حسنہ کی توفیق دے گا۔

یوں اپنی حکومت اور پالیسی کا اعلان کر کے محمد بن ابی بکر پورے ایک مہینے تک بالکل خاموش رہے۔ بعد ازاں اہل غربت کے پاس جو مخالف تھے اور فتنے نے ان سے نزاعت نہیں کی تھی حکم بھیجا کہ امیر المومنین علیؓ کی بیعت اور میری اطاعت کرو۔ اور یہ نہیں منظور ہے تو ہماری قلم و سے نفل جاؤ۔ ان لوگوں نے اس حکم کی تعمیل سے قطعاً انکار کیا اور لکھا "ابھی آپ ہم سے مزاحمت نہ ہوں بلکہ دیکھیں کہ ہمارے معاملات کا کیا انجام ہوتا ہے۔ ہم سے لڑنے میں عجلت نہ کیجیے۔" محمدؐ نے ان کی اس درخواست کے قبول کرنے سے قطعاً انکار کیا جس کے ساتھ ہی وہ لوگ مقابلہ اور اپنی حفاظت کی تیاریاں کرنے لگے۔ مگر اسی درمیان میں مصنفین کی لڑائی چھڑ گئی۔

اسی سال میں واقعہ جمل کے بعد عجمی حاکم مرو کا بیٹا ابتر از حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اظہارِ اطاعت کر کے امیدوارِ محبت ہوا۔ آپؐ نے اس کو ایک تیرہ لکھ مدی جو مرسکے تمام دستاویزوں (زمینداروں) عجمی سرداروں اور عام باشندوں کے نام تھی اپنی بھی وہاں کے دشمنی سرداروں میں سے بعض نے بغاوت کی اور نیشاپور کا راستہ روک دیا۔ حضرت علیؓ نے خلید بن قرہ کو اور بعض راویوں کے بیان کے مطابق ابن طلحہؓ پر ابو علی کو خراسان میں بھیجا کہ ان غنائم کیخیزوں کا استیصال کریں۔

عمر و بن عاص کی نسبت خلافت عثمانیہ کے آخر عہد میں ہم بیان کرتے ہیں کہ ہر سیر

اہل غربت سے

خراسان کا

عمر و بن

چھوڑ کے ارضِ فلسطین میں چلے آئے۔ یہاں اُن کے دونوں فرزند عبداللہ اور محمد اُن کے
سمراہ تھے۔ چنانچہ یہیں بیٹھے بیٹھے انھوں نے حضرت عثمانؓ کے مکتوب ہونے شہید ہونے
اور حضرت علیؓ کے خلیفہ ہونے کے حالات سنے۔

اُن کا بیٹا
مات نے آگاہ
ہو جانا۔

بعض متقدمین روایت کرتے ہیں کہ حضور سرور عالمؐ نے جب اُن کو عمان میں بھیجا تھا تو وہاں
انھوں نے کسی خبر لینے وقت اُسے یہودیوں سے ایک جلوانی پیشین گوئی سنی تھی جس کے ذریعہ سے
اُن کو رسولِ خدا صلعمؐ کی وفات، خلفائے اربعہؓ کی جانشینی اور آخر میں حضرت علیؓ کے شہید
اور حاکمِ ارضِ مقدس فلسطین کے خلیفہ ہونے کی کل کیفیت اشاروں اور صفوں میں بطراحت
معلوم ہو گئی تھی۔ اور اسی لئے حضرت علیؓ کے خلیفہ ہونے ہی انھوں نے حضرت عثمانؓ کا نام
لے کر دونا پٹنا شروع کیا اور منویہ کی طرف ذاری اختیار کر لی۔

اُن کا بیٹا
کا زمانہ۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب انھیں حضرت عثمانؓ کی شہادت کا حال معلوم ہوا تو
اپنی علیؓ کی رافوس کیا اور کہا: اہل میں اُن کو میں ہی نے قتل کرایا۔ بعد ازاں سوچنے لگے کہ
خلافت اگر ظلمہ کو ملے تو بیشک وہ عرب کے ایک فیاض جوان ہو دیں لیکن اگر علیؓ خلیفہ ہو گئے تو
میرے نہایت ہی خلاف ہو گا۔ اسی اثنا میں سنا کہ حضرت علیؓ خلیفہ ہو گئے اور حضرت عبداللہؓ
ذیر اُن کی مخالفت رہا۔ کھڑے ہوئے ہیں۔ انتظار کرنے لگے۔ دیکھیں اس شورش کا کیا انجام
ہوتا ہے۔ یکایک خبر آئی کہ جنگِ جمل میں ظلمہ ذیر شہید ہوئے حضرت عائشہؓ کا کام رہا۔ اور حضرت
علیؓ فقیہ ہوئے۔ یہ سنتے ہی گھبرا گئے۔ اسی پریشانی میں تھے کہ سنا شام میں منویہ علیؓ کی مخالفت
کر رہے ہیں۔ اُن کی بہت تہیں کرتے اور شہادتِ عثمانی کے واقعات کو ابھار رہے ہیں۔ دونوں
بیٹوں کو بلا کے مشورہ کیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ علیؓ سے مجھ کو کسی فائدے کی امید نہیں۔ ممکن
نہیں کہ وہ مجھے ذرا ہی اپنی حکومت میں شریک کریں۔ اُن کے بیٹوں میں سے عبداللہؓ بڑے
عابد و زہاد اور حق پرست و پیر گار تھے۔ ہونے رسولِ خدا صلعمؐ اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عتیقوں صاحبِ دنیا سے
رخصت ہوتے وقت تک آپ سے رہتی تھے۔ لہذا اس موقع پر میری یہ رائے ہے کہ جب تک
یہ جھگڑا نہ سٹے اور امن و امان و قاعہ ہو آپ گھر میں خاموش بیٹھیں۔ دوسرے بیٹے محمدؓ نے
کہا: آپ عرب کی ایک زبردست ڈاڑھی ہیں۔ لہذا جب تک آپ نہ دخل دیں گے ان جھگڑوں کا
تقصیف ہی نہ ہو گا۔ دونوں بیٹوں کی رائیں سن کر عمرؓ بن عباسؓ نے کہا: عبداللہؓ تمہارا مشورہ
میرے دین کے لئے مفید ہے۔ اور محمدؓ تمہارا مشورہ میری دنیا کے لئے۔

شورش سے
مشورہ لینا۔

منسوب ہے۔

اس مشورے کے بعد عمرو و دونوں بیٹوں کو ساتھ لیے ہوئے مسویہ کے پاس پہنچے اور دیکھا کہ تمام مسلم مسویہ کو حضرت عثمان غنی کے خون کا بدلہ لینے پر ابھار رہے ہیں۔ اس موقع پر عمرو نے اہل شام کے مجمع عام کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم ہی تھی یہ خونخوارہ مظلوم کے خون کا انتقام ضرور لینا چاہیے۔ یہ بات اس کو جو مسویہ کے مقصد کے موافق تھی مگر مسویہ نے توجہ نہ کی۔ ان کی یہ بے پروائی دیکھ کر عمرو نے دونوں بیٹوں سے ان سے کہا یہ تو آپ کی طرف رنج بھی نہیں کرتے چلیے گا کہ ساتھ دیکھ کر عمرو نے اس کا کچھ پروا نہ کی اور مسویہ سے تنہائی میں ملکر کہا آپ کی اس وضع پر مجھے خدا کی قسم حیرت ہوئی کیس تو آپ کی تائید کرتا ہوں اور آپ مجھ پیچھے سے لیتے ہیں آپ کے ساتھ چل کے لڑاؤں میں ہم فیصلہ ہو گا انتقام مشک میں گئے لیکن ہمارے دونوں میں جو کچھ ہے وہ دشمن ہے۔ یاد رکھیے کہ آپ اس شخص سے لڑیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عزیز ترین ہے اور حضور رسالت کی رفاقت میں آئے ان کے کارناموں کو آپ بخوبی جانتے ہیں ان کی فضیلت اور ان کا رتبہ بھی خوب معلوم ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ ہم اور آپ تو دنیا کے غم انگیز ہیں۔ یہ پتے کی باتیں سن کر مسویہ نے ان سے دوستی کر لی۔ اور اس کے بعد ہر معاملے میں وہی ان کے ہم دم و ہمدان رہے۔

جویر بن عبد اللہ

اور عمر حضرت علیؓ نے کوئے میں پہنچا حضرت عثمانؓ کے مقرر کیے ہوئے حاکم مدائن جویر بن عبد اللہ بجلی کو اور نیز پڑاے حاکم اور باجوان اشعث بن قیس کے نام حکم بھیجا کہ لوگوں سے میری بیعت نہ لے اور یہ حدیث انجام دینے کے بعد کوفہ میں حاضر ہو۔ یہ لوگ مذہبات مختلفہ انجام دے کر آئے تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ کسی کو اپنا قاصد نہ لے سکے مسویہ کے پاس بھیجیں جویر بن عبد اللہ نے یہ خدمت مجھ سے لینے اس لیے کہ مجھ سے مسویہ کے پرانی ملاقات بلکہ دوستی ہے۔ اشعث نے اس کی مخالفت کی اور کہا ان کا جانا چھٹیک نہیں۔ اس لیے کہ ان کا رجحان مسویہ کی طرف ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں۔ انھیں کو جانے دو۔ دیکھیں یہ کیا کر لاتے ہیں۔ پھر آپ نے مسویہ کے نام میں مضمون کا خط لکھا کہ تمام مہاجرین و انصار نے بالاتفاق میرے ساتھ پر بیعت کی ہے مگر وہ جویر کے جھوٹے بیعت کر کے توڑ دی تھی اسی مجبوری سے مجھ کو ان کے ساتھ لڑنا پڑا۔ لہذا جس طرح سب مہاجرین و انصار نے میری اطاعت قبول کر لی ہے تم بھی قبول کرو۔ اور یہ خط جویر کے حوالے کر کے انھیں روانہ کر دیا۔

ان کی رفتار

جویر بن عبد اللہ

جویر و مشق میں پہنچے اور مسویہ سے ملے تو مسویہ نے جواب کوٹا لا اور ایک مدت تک وہ جواب کے انتظار میں پڑے رہے اس دوران میں مسویہ نے عمرو بن عاص سے مشورہ کیا۔ انھوں نے کہا تمام اہل شام کو جس کر کے سب کے سامنے علیؓ پر عثمانؓ کے قتل کا الزام لگائیے۔ اور پھر

عبدالرحمن بن عوف
کا حضور نہ ہوا۔

شام والوں کی

جبر کی اپنا

ان میں اور
اشتر بن زیاد

اور ان کے
جائے

انہیں لوگوں کو ساتھ لے کر علی کا مقابلہ کیے۔
اسی اشیاء میں تنویر نے مشورہ لینے کے لئے شریک بن سبط کندی کو لایا۔ اسی ان بزرگ کے حضرت
نے شام میں پہنچا تھا اور انہوں نے یہاں آکر عزت حاصل کی اور اسی ترقی کی سبب سے غازیان شام
اور وہاں کے روسا میں سمجھے جاتے تھے۔ وہ جب آگے تو ان سے حریر کی سفارت کا حال
بیان کر کے ان کی رائے دریافت کی۔ انہوں نے کہا امیر المؤمنین عثمانؓ کے خلیفہ ام
تھے۔ آپ میں اگر اتنی قوت ہے تو ان کے خون کا بدلہ لے سکیں گے تو یہاں وہ آپ سے ملنے چاہیں
ملک شام کی ان دنوں یہ حالت ہو رہی تھی کہ جیسے ہی نعمان بن شریح حضرت عثمانؓ کا خون
آلود کرتا جس میں وہ شہید ہوئے تھے اور ناک کی آدھی کٹی ہوئی تھیلی اور اس میں لگی ہوئی انگلیاں
لے کر دمشق میں پہنچے تو سولیہ نے فوراً کرتے کو نمبر پر ڈال دیا۔ انگلیاں اور ہڈیاں اور ایک
مدت تک یہ جسر تک نظر لوگوں کے سامنے تھا کہ خون آلود کرتے کے برابر نمبر پر سولیہ
کھڑے حضرت عثمانؓ کے مظلوم مارے جانے کی سرگدشتہ بیان کر رہے تھے اور سامنے
سب لوگ ڈارہیں مار مار کے رو رہے ہیں۔ فوراً جوش یہاں بہت سے سحر زین شام میں کھائے گئے
کہ جب تک ہم قاتلین عثمانؓ اور ان کے حامی کو قتل نہ کریں گے۔ غرض کہ یہ شعلہ اور نہ فرس ہو گئے۔
بیان کا یہ رنگ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر جبر کو فہم واپس لے لے اور سارا حال بیان کر کے
حضرت علیؓ سے کہا وہاں کے لوگ تو آپ کو لازم دیتے اور کہتے ہیں کہ آپ ہی نے عثمانؓ کو قتل
کیا اور ان کے قاتلوں کو اپنے یہاں پناہ دی۔ سب کے سب آپ سے لڑنے کو تیار ہیں
اور کہہ رہے ہیں کہ جب تک آپ کو قتل نہ کریں گے لڑائی سے بات نہ کریں گے۔
یہ سن کر حضرت علیؓ نے بجز ان کے حضرت علیؓ سے کہا میں کہتا تھا کہ جبر کو نہ بھیجئے اور ان کے
دل کی کھوپڑی سے میرے آپ کو آگاہ کر دیتا تھا اگر آپ ان کی جگہ مجھ کو بھیجتے تو زیادہ مناسب
ہو تاہم ان سے کچھ بھی کام نہیں نکلا میں جانتا تو ایسا کام کر لیتا جس سے آپ خوش ہوئے۔ جبر
بولے تم وہاں جاتے تو خدا کی قسم مار ڈالے جاتے تمھارا نام لے لے کر تو وہاں کے لوگ
صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ تم قاتلین عثمانؓ میں ہو۔ اشتر بولے میں جاتا تو یہ جواب نہ ہوتا یہ
سولیہ کو ایسی فکر میں چھینا دیتا کہ انہیں جواب کی مہلت ہی نہ ملتی۔ اور امیر المؤمنین اگر میرا کہنا مانیں تو
یہ تک مخالفت کا فیصلہ نہ ہو جائے تم کو اور تمھارے سے لوگوں کو قید رکھیں۔
مگر حضرت علیؓ نے جبر سے کچھ مزاحمت نہ کی یہ اگر اوی پاستے ہی قریباً میں چلے گئے

اور ساری کو خبر کی۔ اور انھوں نے فوراً اپنے پاس بلایا۔

اب تلویح کی بناوت کے دور کرنے کے خیال سے حضرت علیؑ نے زبردست فوج ہمراہ لے کر کوفہ سے کوچ کیا اور پہلا ٹراؤنچک میں کیا۔ یہاں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی بصرے کی فوج کے ساتھ آکر حضرت علیؑ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ مغزین کو ذمہ سے دو شخص مقرر ہوائی اور ستروق حضرت علیؑ کے ساتھ نہیں لے بلکہ انھوں نے پہلے اپنے وظیفے جاری کر لیے۔ پھر عراق چھوڑ کر قرہین میں چلے گئے اور ستروق کی نسبت کہتے ہیں کہ جب تک زندہ رہا اپنی اس حرکت پر افسوس کرتا پچھتا تا اور توبہ کرتا تھا۔

حضرت علیؑ کی روایت کی خبر تلویح نے سنی تو عمر بن عباس سے بلا کے شورو کیا۔ انھوں نے کہا علیؑ مقابلے کے لیے جل کھڑے ہوئے ہیں تو آپ بھی کوچ کر دیجئے لیکن ہمیشہ عقلمندی اور سبوتیاری سے کام لیجئے۔ غرض تلویح نے بھی کوچ کی تیاریاں کر دیں۔ اور عمرؓ نے یہ کہہ کے لوگوں کے جوصلے لڑھا دیے کہ علیؑ کے پاس کوئی زبردست قوت نہیں ہے۔ اور نہایت کمزور ہیں عراق والوں کا کردہ ٹوٹ گیا لائن کا جو عصب پہلے تھا اب نہیں باقی رہا۔ اور ان کی سکادوں کی باڑ کر کر دی ہو گئی۔ بصرے والے اپنے ان مفسدین کی وجہ سے جو علیؑ کے مقابلے میں مارے گئے ان سے ناراض ہیں۔ نیز بصرے اور کوفہ کے تمام نامور مرد میدان اور جانناز بہادر میدان جل میں مارے جا چکے کیونکہ ان دونوں شہروں کی قوت ایک دوسرے سے لڑنے کے فنا ہو گئی۔ چنانچہ علیؑ تھوڑے سے آدمیوں کو لے کر چلے ہیں۔ انھوں نے تمھارے ظلم و خلیفہ کو قتل کیا۔ اور اب تم سے لڑنے کو آتے ہیں۔ لہذا خدا کو حاضر و ناظر جان کر حق کو ظالم پر کرو۔

عمر بن عباس کی کارروائی

اور جس خون کا انتقام لے رہے ہو وہ ضائع نہ ہونے پائے۔

تلویح نے اپنے لشکر شام کو مرتب کیا تو ایک جھنڈا عمر بن عباس کے ہاتھ میں دیا۔ ایک ایک جھنڈا ان کے دونوں بیٹوں محمد اور عبید اللہ کو دیا۔ پھر ایک جھنڈا اپنے غلام وردان کے ہاتھ میں دیا۔ اور چونکہ حضرت علیؑ نے اپنے لشکر میں ایک جھنڈا اپنے غلام قنبر کو دیا تھا۔ لہذا دونوں طرف کے ان نامی غلاموں کی لڑائی اور مکرکاری ریٹج آزمائی کر کے تلویح نے تین مسرے کہے حضرت علیؑ نے وہ نفاذ نہیں تو خود بھی شاعری کا جوہر دکھایا۔ الغرض اس لشکر کو مرتب کر کے تلویح آہستہ آہستہ کوچ کرتے ہوئے عراق کی طرف چلے کہ حضرت علیؑ کی اس بقعت کے مزاحم ہو۔ اب حضرت علیؑ نے اپنی فوج میں سے آٹھ ہزار جاہل و سواد کو ملیتہ کے طور پر آگے بڑھایا۔

لشکر شام کی ترتیب

اور روانگی

المیہ حضرت علیؑ کی

اور زیاد بن نضر حارثی کو ان کا سردار مقرر کیا۔ بعد ازاں شریح بن ہانی کو چار ہزار جانباڑوں کے ساتھ زیاد کے پیچھے روانہ کیا اور ان کے بعد بغیر کسی سارے لشکر کے شریح بن ہانی سے روانہ ہو کر مدائن میں پہنچے۔ وہاں سے اور لشکر ساتھ لیا اور مختار بن ابی عبدیہ ثقفی کے چاچا سعد بن سعد کو مدائن کا حاکم مقرر کیا۔ وہیں سے آپ نے متقل بن قیس کو تین ہزار خون کے ساتھ مہمل کی طرف روانہ کیا۔ اور حکم فرمایا کہ وہ ہر سے چکر لکھا کرتے ہیں آپ سے آئیں۔

حضرت علی
رتہ اللہ عنہ

ان کارروائیوں کے بعد جب مدائن سے کوچ کر کے آپ رتہ میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو حکم دیا کہ آپ کے عبور کرنے کے لئے فرات پر پل باندھ دیں تاکہ اس سے گزر کر آپ شام کی طرف بڑھیں۔ رتہ والوں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا۔ اور اپنی کشتیاں روک لیں۔ مجبوراً آپ نے ارادہ فرمایا کہ فرات کے کنارے کنارے پہنچ تک چلے جائیں اور وہاں کے قدیم پل سے عبور کریں۔ بیشتر کو اپنا نائب بنا کر رتہ میں چھوڑا اور خود روانہ ہو گئے مگر آپ کے روانہ ہوتے ہی بیشتر نے رتہ کی رعایا میں پکڑوا دیا کہ اگر تم لوگوں نے امیر المومنین کے پار اترنے کے لئے پل نہ بنایا تو میں خدا کی قسم تم پر تلواؤں۔ بہت مددوں کا۔ مددوں کو قتل کروں گا۔ اور تمہارے آل کو ضبط کر لوں گا۔ یہ سنتے ہی اہل رتہ گھبرا گئے۔ ایک دوسرے سے کہنا یہ بیشتر بے رعبی قسم پوری کیسے نہ ہے گا۔ اور ہمارے سروں پر آفت آجائے گی۔ فوراً کشتیاں جوڑ کے پل بنادیا۔ اور حضرت علیؑ واپس آکر سارے لشکر کے ساتھ پار اتر گئے۔

پل بنایا۔

فرات کے پار۔

پار اترنے کے بعد پھر اسی اگلی ترتیب کے مطابق آپ نے زیاد بن نضر حارثی اور شریح بن ہانی کو بارہ ہزار لشکر کے ساتھ آگے بڑھایا۔ یہ لوگ آپ کے لشکر میں واپس آگئے تھے جس باعث یہ تھا کہ یہ لوگ فرات کے اس پار اس کے کنارے کنارے کوچ کرتے ہوئے شہر عاتکہ پہنچے تھے کہ ملو یہ لشکر شام کے ساتھ آگئے۔ دونوں سرداروں نے باہم مشورہ کیا۔ اور رائے قرار پائی کہ ہمیں اس بے اطمینانی کے ساتھ آگے بڑھنا مناسب نہیں۔ ممکن ہے کہ ہمارے اور ہمارے امیر المومنین کے درمیان میں دریا کے فرات حائل ہو جائے اور یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ضبوطے لشکر کے ساتھ ہم حریف کے سامنے صف آرا ہو جائیں۔ پھر جب سنا کہ حضرت علیؑ پار اتر گئے تو چاہا کہ عاتکہ کے قریب کسی جگہ سے خود بھی پار ہوں مگر وہاں کے لوگوں نے روکا۔ پلٹ کے شہر حریت میں آئے وہاں سے پار اترے اور قرینیا کے اسی طرف حضرت علیؑ کے لشکر سے جا ملے۔ آپ نے حریت کے ساتھ پہنچا

ایسا وجہ کہ میرا طلحہ میری پشت کی طرف سے نمودار ہوا ہے اور زیادہ سے کل واقعات عرض
 کر دیے۔ اُن کے عذر کو آپ نے قبول فرمایا۔ پھر آگے بڑھے کا حکم دیا۔ اور وہ پھر جو ش
 و خروش سے آگے بڑھے۔

ساتویں فصل

جنگ صفین کے ابتدائی مرحلے اور عمر کے

پیش رو فوجوں کا سامنا۔ اشتر کی سپہ سالاری۔ پہلی چھیڑ دوسری لڑائی۔ اشتر کا بیٹا
فرزند۔ بیٹا باپ کا ایلی۔ خود حضرت علیؑ پہنچے۔ پورے دونوں لشکروں کا سامنا۔
حضرت علیؑ کا پیام۔ اپنی لینے کی اجازت مانگنا۔ اجازت نہ دینا۔ پانی کے لئے لڑائی۔
اور کامیابی۔ حضرت علیؑ کی فیاضی۔ دور دور کی خاموشی۔ آپؑ کے سفیر اور اہم جماعت۔
بشیر سے گفتگو۔ شہادت کی تقریر۔ معاویہ کا جواب۔ سفارت کا فیصلہ اور آغاز جنگ۔
چھوٹے چھوٹے گروہوں کا لڑنا۔ آغاز سے ۳۰ روز اور اتنا۔ جنگ۔ حضرت علیؑ کی
دوسری سفارت۔ عہدی کی تقریر۔ معاویہ کا جواب۔ تیرہ دن قیس کی گفتگو معاویہ کی
جوابی تقریر۔ معاویہ کا زیادہ کولای دینا۔ یوزنا کا مہربنا۔ معاویہ کی سفارت حضرت
علیؑ کے پاس۔ حبیب کی تقریر۔ اسے جواب میں بد مزگی۔ ابن سفیوں کے آگے
حضرت علیؑ کا خطبہ۔ یہ سفارت بھی ناکام رہی۔ اتنی شام کو علیؑ کا آخری پیام۔ لڑائی
کی تیاریاں۔ حضرت علیؑ کی نصیحت۔ اپنے پہنچوں کو۔ ترتیب فوج عراق۔ ترتیب
لشکر شام۔ لڑائی کا پہلا روز۔ دوسرا روز۔ تیسرا روز۔ چوتھا روز۔ پانچواں روز۔ چھٹا روز۔
ساتواں روز۔ عام لڑائی کا ارادہ۔ آپؑ کا خطبہ جنگ۔ تیاری۔ حضرت علیؑ کے
انتظامات جنگ۔ جنگ منسوبہ کا پہلا دن۔

حضرت علیؑ کے بہادران پیش رو فوج کے اُس بار دور یا کنارے ہی کنارے کوچ کر کے
مقام تھورا روم تک پہنچے تھے کہ معاویہ کے متہمتہ ابوبکرؓ کے سردار ابوالاعور سلمیٰ کا سامنا
ہوا۔ دونوں سرداروں نے زیاد اور شریح نے فوراً حضرت علیؑ کو اطلاع دی۔ آپؑ نے اشتر کو
بلا کے فرمایا۔ تم اسی وقت روانہ ہو جاؤ اور اس اگلے لشکر کے تمہیں سپہ سالار ہو کر خیر و برکت

اس فصل کے مضامین طبری۔ ابن اثیر و ابن خلدون سے اخذ ہیں۔

جب تک دشمن اپنی طرف سے لڑائی نہ چھیڑیں تم سبقت نہ کرنا۔ پہلے جا کر ان لوگوں سے ملنا ان کو اپنی طرف بلانا اور جو کچھ وہ کہیں اس کو غور و توجہ سے سننا ایسا نہ ہو کہ محض اس مخالفت کی بنا پر جو ان لوگوں کی طرف سے تمہارے دل میں ہے بغیر اس کے کہ بار بار ان کو اپنی طرف بلاؤ اور اپنا عذر ان کے سامنے پیش کرو لڑائی چھیڑ دو۔ اپنے دہشت پر تم زیادہ کو رکتنا اور دہشت پر شریع کو اور خبردار دشمنوں کے اس قدر قریب نہ جانا کہ سمجھا جائے کہ لڑائی پر تلے ہوئے اور ان سے اتنی دور رہنا کہ لوگ سمجھیں تم ڈرتے ہو میں بھی انشاء اللہ عنایت تم سے آملوں گا یہی مضمون آپ نے شریع اور زیادہ کو لکھ دیا اور انہیں حکم فرمایا کہ اشتہر کی اطاعت کریں۔

اشتر پہنچے۔ آپ کے تمام احکام پر عمل کیا اور لڑائی سے رُکے رہے یہاں تک کہ شام کے قریب شامی سردار ابوالاعور نے خود ہی حکر کے لڑائی چھیڑ دی، ان کے مقابلے پر اشتہر کے ہمراہی ثابت قدم رہے مگر آخر میں پریشان ہونے لگے تھے کہ شام ہوتے دیکھ کر شامی خود ہی واپس گئے۔

دوسرے روز صبح کو لشکر کو دن میں حاکم بن عبدالمقال اپنے گروہ کے ساتھ میدان میں بکھلے اور ان کے مقابلے پر ابوالاعور سے اپنے لشکر کے آیا۔ دن بھر لڑائی ہوئی رسی اور دونوں گروہوں نے جو اندری و ثابت قدمی کا جوہر دکھا دیا۔ آخر دونوں لشکر اپنے لڑائی کی طرف واپس چلے گئے کہ اشتہر نے یکایک جوش و خروش سے حکر کو دیا اور نعرہ مارا کہ مجھے ابوالاعور کی صورت دکھا دو یہ نعرہ سن کر دونوں لشکر لڑائی کی طرف پلٹ پڑے۔ مگر ابوالاعور پہلے جس مقام پر تھا وہاں سے پیچھے ہٹ کر بٹھرا اور جہاں وہ تھا وہاں اشتہر نے اپنے جاں بازوں کی معینیں جا دیں۔ پھر اپنے بیٹے شان سے کہا "جا کے ابوالاعور کو مقابلے پر بلاؤ۔ جو انہو فرزند نے پوچھا اپنے مقابلے پر آیا آپ کے مقابلے پر؟ پوچھا کیا میں حکم دے دوں؟ تم ابوالاعور سے لڑو گے؟" بیٹے نے جواب دیا "خدا کی قسم لڑوں گا۔ اور اکیلے ابوالاعور ہی پر موقوف نہیں ہے۔ آپ فرمائیں تو اکیلا دشمنوں کے سارے لشکر پر جاڑوں؟" اشتہر نے دل میں بیٹے کی حوصلہ مندی کا اعتراف کر کے کہا "خیر اس وقت تو ابوالاعور کو میرے مقابلے پر بلاؤ۔" شان باپ کے حکم کے مطابق اپنے لشکر سے نکل کے شامی دشمنوں کے آگے جا کر پہنچا اور پکار کے کہا "میں قاصد ہوں امان دو کہ تمہارے پاس آؤں۔ امان کی تمہاری

پہلی چھیڑ

دوسری لڑائی

اشتر کا فرزند

بٹھا پوچھا

وہ ابوالاعور کے سامنے جا کھڑا ہوا اور کہا "اشتر تم کو اپنے مقابلے پر بلاتے ہیں" ابوالاعور
 ویر تک خاموش رہا کچھ جواب نہ دیا۔ پھر بولا "اشتر کی بیوقوفی اور اناقتی نے اس کو ایسی
 جرات دلائی کہ پہلے عراق کے حالان عثمان کو نکال باہر کیا اور اپنی سمجھ میں عیب لگایا۔
 پھر یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ حضرت عثمان کے گھر پر پہنچ گئے ان کو شہید کیا اور اس کا
 یہ انچام ہوا کہ لوگ اس کے خون کے خواستہ نگار ہیں یہ نشان نے کہا "اس کا جواب بھی
 سن لیجئے ابوالاعور بولا "مجھے تمھارے جواب کی ضرورت نہیں۔ جاؤ اپنا راستہ لو" نشان
 نے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "اگر وہ کیا تو ابوالاعور کے لشکر والے ڈانٹنے ڈپٹنے لگے۔
 لہذا مجبوراً وہیں آگے ساری سرگزشت باپ سے بیان کر دی۔ اشتر نے سُن کر
 کہا "وہ اپنی جان بچا لے" اس کے بعد دونوں ایک دوسرے کے مقابل شام تک حصہ لڑا
 رہے۔ آخر رات ہوئی اور دونوں فوجیں اپنے اپنے ٹراؤ میں واپس آئیں۔
 صبح کو حضرت علیؑ پر پورے لشکر کے ساتھ پہنچ گئے اور اہل شام نے جب یہ دیکھا
 مقابلے پر حریف کی ساری قوت آگئی تو واپس جانے کا جواب معاویہ سے لے لے۔ ان کے
 سمجھے حضرت علیؑ نے بھی اپنے لشکر کو بڑھایا چنانچہ آپ بھی معاویہ کے مقابلے پر
 جا پہنچے۔ اور نہ کہ ہونے کی کسی مناسب مقام پر ٹراؤ ڈالیں۔
 معاویہ یہاں پہلے سے پہنچے تھے۔ یہ مقام فرات کے کنارے تھا اور زمین کے نام
 مشہور تھا۔ معاویہ نے پہلے پہنچنے کے باعث لب آب ایک سب سے اچھے موقع اور
 مناسب مسلح تھے پر ٹراؤ ڈال دیا تھا۔ پانی لینے کا گھاٹ بھی اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔
 اب ابوالاعور کو مقرر کر دیا کہ گھاٹ تک غنیمت کو نہ پہنچنے دیں حضرت علیؑ کو ٹراؤ کے لئے
 اچھی جگہ پر ملتی تھی۔ اور سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ گھاٹ تک پہنچنا دشوار تھا۔ جب
 باوجود جستجو کے آپ کو پانی لینے کا کوئی مقام نہ ملا تو آپ نے مصعب بن صفوان کو یہ
 پیام دیکر معاویہ کے پاس بھیجا کہ "ہم سفر کر کے یہاں آئے ہیں اور جب تک اپنے عذر است
 کو تمھارے سامنے نہ پیش کرتیں لڑنا نہیں چاہتے۔ مگر تم نے اپنے سواروں اور سیدوں کو
 آگے بڑھا دیا جنہوں نے قبل اس کے کہ باہم تمام محبت کریں لڑائی چھیڑ دی۔ ہمارے قطعی
 رائے یہ ہے کہ جب تک تم کو اپنی طرف بلانے اور اپنی حجت نہ پیش کر لیں۔ ہمیں لڑنا چاہیے
 ماسوا اس کے چھاری یہ زیادتی ہے کہ تم نے پانی کا راستہ روک دیا ہے اور ہمارے لوگ

حضرت علیؑ
 کے پاس پہنچے
 اور ان کے سامنے
 حاضر ہوئے

حضرت علیؑ
 کا پیام

پانی لینے کی اجازت مانگی۔

بغیر پانی کے بسر نہیں کر سکتے۔ لہذا تم نے جن لوگوں کو گھاٹ کے پھرے پر مقرر کر رکھا ہے انہیں حکم دو کہ پانی کا راستہ چھوڑ دیں اور اس وقت تک پانی لینے کے مزاحم نہ ہوں جب تک کہ ہم جس امر کے لیے آئے ہیں اس پر بخوبی غور نہ کر لیا جائے لیکن اگر تمہارا یہ مطالب ہے کہ ہم جس مقصد کے لیے آئے ہیں اس کو چھوڑ کے پانی کے لیے لڑیں اور خونریزی کریں اور برہی کرو وہ پانی بے جو غالب آئے تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں۔

آپ کا یہ پیام پہنچا تو معاویہ نے اپنے مشیروں کو بلا کے مشورہ کیا۔ ولید بن عقبہ اور عبداللہ بن سعد نے کہا جس طرح ان لوگوں نے عثمان پر پانی بند کیا تھا اسی طرح ان پر بھی بند کر دینا چاہیے۔ انہیں ہم سا سامریں مگر عربوں عاص نے اس کی مخالفت کی اور کہا وہ نہیں پانی کا راستہ چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ نہ ہونا چاہیے کہ ہم سیراب ہوں اور یہ لوگ تشنگ رہیں۔ پانی کو درو کو اور جو چاہے کروں ولید اور عبداللہ نے پھر اپنی رائے پر زور دیا اور کہا کہ کم از کم آج رات تک تو ان کو پانی نہ لینے دو۔ پانی نہ ملا تو یہ مجھو ہو کر پلٹ جائیں گے۔ اور ان کا واپس جانا نہ ہریت سمجھا جائے گا۔ ان پر پانی بند کر دینا قیامت کے دن خدا ہی ان پر پانی بند کرے گا۔ ان کا یہ کوشاں کہ حضرت علیؑ کے قاصد منصفہ سے نہ رہا گیا۔ بوسے لشکر کا تو تاجروں اور بیزاروں پر پانی بند کر کے گا۔ خدا تجھ پر اور تیرے ساتھی ولید و دونوں پر لعنت کرتے ہیں پر سب لوگ انہیں ڈانٹنے ڈپٹنے اور برا بھلا کہنے لگے بعض راویوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ولید بن ابی سرح (عبداللہ بن سعد) جنگ صفین میں موجود ہی نہ تھے ایسی صورت میں حضرت علیؑ کا قاصد کوئی اور شخص ہو گا۔

اجازت نہ دینا

اس مشورے کے بعد معاویہ نے یہ کہہ کر حضرت علیؑ کے قاصد کو واپس کیا کہ غنصہ میں اس بارے میں اپنی رائے سے اطلاع دوں گا مگر قاصد کے سامنے سے ہٹے ہی ابوالاعور کے پاس سواروں کا اور ایک رسالہ بھیج دیا اور تاکید کی کہ خیر و اعلیٰ کو پانی نہ لینے دینا۔ حضرت علیؑ کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو اسے لوگوں کو حکم دیا کہ اب تم پانی کے لیے ان لوگوں سے لڑو۔ حکم پاسے ہی شہت بن قیس کنسی مقابلے پر روز بروز لڑائی شروع ہوئی پہلے کچھ ویراک تیر چلتے رہے۔ پھر تیرے چلے۔ ان کے بعد تلواریں جھنک لگیں اور تھوڑے زمانے تک نہایت سخت لڑائی رہی۔ لڑائی کی شدت دیکھ کر معاویہ نے خالد بن عبداللہ قسری کے وادارہ تیرید بن اسد کھلی کو ایک تازہ دم رسالے کے ساتھ ابوالاعور کی کمک پر بھیجا۔

پانی لینے والی ہے۔

حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو شبث بن ربیعہ رباحی کو اشعث کی مدد پر روانہ فرمایا دونوں طرف
ان لکڑیوں کا پہنچنا آگ پھیل رہا تھا۔ مگر یہ نے لڑائی کی یہ شدت دیکھی تو ایک بڑے
شکر کے ساتھ عمر و بن عاص کو روانہ کیا۔ عمر و زبردست قوت کے ساتھ پہنچے تو حضرت علیؓ
اشعث کو اپنی طرف کے زبردست لشکر کے ساتھ بھیجا۔ انجام یہ ہوا کہ نہایت جوش و خروش کی
لڑائی ہونے لگی۔ مگر حضرت علیؓ کے بہادروں نے جاں بازی و شجاعت سے کام لے کر
اشعثیوں کو دریا کنارے سے ہٹا دیا۔ گھاٹ پر قابض ہو گئے اور کہنے لگے اب ہم خدا کی
قسم شام والوں کو پانی لینے دیں گے۔ مگر حضرت علیؓ نے اس کو گوارا نہ فرمایا اور فوج میں حکم
بسیج دیا کہ تم لوگ ضرورت کے مطابق پانی لے لو۔ اس کے بعد اپنے رفیقوں کے لئے پانی کا راستہ چھوڑ دو۔
ان لوگوں کی کشتی ظلم کے مقابلے میں خدا نے تہماری دلی دیر ہارا کام نہیں ہے کہ ایسے ظلم کے مرتکب ہو۔
اس لڑائی کے بعد دو روز تک دونوں جانب خاموشی رہی۔ نہ حضرت علیؓ کی طرف سے
کوئی میدان میں آیا اور نہ جناب معاویہ کی طرف سے۔ اب ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہو گیا تھا۔
اس کے آغاز ہی میں حضرت علیؓ نے ابو عمر و بشیر بن عمرو انصاری۔ سعید بن قیس ہمدانی۔
اور شبث بن ربیعہ تمیمی کو بلا کے فرمایا تم لوگ اس شخص کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ
خدا کے لئے نزل کی اطاعت کرے۔ اور مسلمانوں کی جماعت کا ساتھ دے۔ شبث نے
عرض کیا یا امیر المومنین اسے آپ کی قسم کالا لٹ نہ دلائیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کے ہاتھ پر
بیعت کرنے تو آپ اسے کہیں کی حکومت دے دیں یا اس کو آپ کے مزاج میں زخو
ہو جائے۔ آپ نے فرمایا تم جاؤ تو سہی اس کے سامنے اپنی حجت پیش کرو۔ اور دیکھو
اس کی کیا رائے قرار پاتی ہے۔

تینوں شخص سفیروں کی حیثیت سے جناب معاویہ کے لشکر میں پہنچے اور بشیر نے
حد و ثنائے الٰہی کے بعد ایک خطبہ کے عنوان سے کہا اے معاویہ دنیا تمہارے ہاتھ سے
جلی جائے گی اور آخرت سے سابقہ ڈرنے والا ہے۔ جہاں تمہارے تمام اعمال خدا کے
سامنے پیش ہوں گے۔ اور تمہیں اپنے افعال کا بدلہ ملے گا۔ لہذا میں تمہیں قسم دلاؤں کہ تمہارا
کہ امت محمدی میں تفرقہ نہ ڈالو اور خو زری نہ کرو۔ اور معاویہ سے قطع کلام کر کے پوچھا بھلا
یہ نصیحت تم نے اپنے صاحب کو بھی کی تھی؟ بشیر نے کہا تمہاری ان کی برابری نہیں ہے
وہ سب سے پہلے ایمان لائے حضرت رسالتؐ سے قربت قریبہ رکھتے ہیں۔ اس لئے

اور کامیابی۔

حضرت علیؓ کی فرمائش۔

دو روز کی خاموشی۔

آپ کے سفیر اور ان کے

اشعثیوں سے

سب سے زیادہ مستحقِ خلافت بھی وہی ہیں۔ معاویہ نے پوچھا تو وہ کیا چاہتے ہیں؟ جواب دیا یہ کہ خدا سے ڈر و اور جو حکم وہ دیں اُس کو قبول کرو۔ اسی میں تمہارے لیے فلاح و ابرین ہے۔ معاویہ نے کہا تو میں ابنِ عفان کے خون کا انتقام لینے سے دست بردار ہو جاؤں؟ خدا کی قسم یہ نہ ہوگا۔

اب سعید بن قیس نے زبان کھولی جا ہی مگر شدت نے اُن کو روک رکھا الہی کے بعد یوں کہنا شروع کیا معاویہ تم نے بشیر کو کچھ جواب دیا اس کو میں نے سنا مگر نبی امتحانِ اعلیٰ مقصد چھپتا نہیں ہے۔ لوگوں کو یہ کاکے ایسا طغدار بنائے اور عینِ خلافت کی اطاعت سے باہر کرنے کے لیے تم کو بکڑاس کے اور کوئی بہانہ نہیں ملتا کہ ہمارے امام مظلوم آگئے اس لیے ہم خود اُن کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ اس پر ذیل و فرمایا لوگوں نے تمہارا ساتھ دیا اور وہ اہلِ ہمِ خوب جانتے ہیں کہ تم نے امام مظلوم کی مدد کرنے میں تاخیر کی۔ تم خود چاہتے تھے کہ وہ مارے جائیں تاکہ تم کو وکارتہ حاصل ہو جائے جس کے اب خواہنا ہوئے ہو۔ دنیا کی یہ حالت ہے کہ خدا بہت سی تباہیوں کو نہیں پورا ہونے دیتا اور کبھی تمنا کرنے والا اپنی آرزو سے زیادہ پا جاتا ہے مگر تمہارے لیے خدا کی قسم ایسے دنوں کے تلوں میں فلاح نہیں۔ تمنا نہ نکلی تو تمہاری حالت عرب کے بدترین شخص کی ہوگی اور نکلی تو دوزخ میں جانے کے سزاوار ہو گئے اس لیے معاویہ خدا سے ڈرو جس خیال میں ہو اس سے باز آؤ۔ اور جو شخص خلافت پانے کا مستحق ہے اُس سے جھگڑانا مولو۔

شدت کی اس تقریر کے جواب میں معاویہ نے تقریر کی تو محمد و ثنائے الہی کے بعد کہا کہ تمہاری پہلی تمیزی دسے پہلی تو مجھے یہ نظر آئی کہ سعید کے ایسے شریفِ نسب سپردار تو مجھ کی بات کاٹ کے بیچ میں بول اُٹھے اور اس بارے میں گفتگو چھیڑ دی جس میں مجھیں مطلق تمیز نہیں۔ عرض اؤ۔ کہنے اور ذیل بدوی تو اپنی تمام باتوں میں جھوٹا اور قابلِ نفرت ہے۔ اب تم سب میرے پاس سے واپس جاؤ اور میرے تمہارے درمیان بجز تلوار کے کچھ نہیں ہے۔ اس تقریر کے وقت معاویہ کو نہایت غصہ آگیا اور حضرت علیؑ کے مینوں قاصد اُٹھ کے واپس چلے مگر شدت نے چلتے وقت اٹا کہا کہ تم میں تلوار کی وجہ کی دیتے ہو۔ اور میرا تم کھاسے کہتا ہوں کہ تم موت کو بہت جلد تمہارے پاس پہنچاؤ گے۔ اور مینوں اچھیوں نے حضرت علیؑ کی اندرستیں واپس آکر ساری سرگزشت بیان کر دی۔

شدت کی تقریر

معاویہ کا جواب

سفارت کا
فیصلہ اور
آغاز جنگ۔

پھر وہ
گروہوں کا
رہا۔

اس سفارت نے قطعی طور پر طے کر دیا کہ بغیر غزیری کے فیصلہ نہ ہو گا۔ پس اڑائی شروع ہو گئی لیکن آغاز جنگ میں دونوں مختصر حریفوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ دونوں طرف کے معزز سوار اپنے گروہوں کو لے کے میدان میں آتے اور نیزہ آزمائی کر کے واپس چلے آتے۔ اس لیے کہ دونوں بزرگوں کو یہ پسند نہ تھا کہ سارے اہل عراق و شام ایک ہی میدان میں کٹ مر جائیں۔

حضرت علیؓ بھی اشتہر کو۔ کبھی تھربن عدی کو۔ کبھی شہبث بن ربعی کو۔ کبھی خالد بن ولید کو۔ کبھی زیاد بن نضر عاری کو۔ کبھی زیاد بن خصفہ تھبی کو۔ کبھی سعید بن قیس ہمدانی کو۔ کبھی بن قیس بن رباحی کو۔ کبھی قیس بن سعد انصاری کو۔ میدان میں نکلتے تھے مگر اکثر معرکوں میں آپ کی طرف سے اشتہر نکلا کیے معاویہ ان لوگوں کے مقابلے کبھی عبدالرحمن بن خالد بن ولید کو۔ کبھی حبیب بن مسلمہ نہری کو۔ کبھی ذوالکلاع حمیری کو۔ کبھی عبید اللہ بن عمر بن الخطاب کو۔ کبھی شریقل بن سہل کندی کو۔ کبھی حمزہ بن مالک ہمدانی کو بھیجا کرتے۔ اس قسم کی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ایک زمانے تک ہوتی رہیں اور کثرت سے ہوئیں۔ اور بعض بعض ایام میں یہ ہوا کہ

آغاز جنگ
اور
جنگ۔

دونوں میں دو دو بار معرکے پیش آئے۔ انہیں لڑائیوں کے دوران میں ۳۶ سال ختم ہو گیا۔ ۳۷ سال کا پہلا جہنہ آیا تو دونوں حریفوں کی تحریک پر ایک جہنہ کے لیے لڑائی ملتوی کر دی گئی۔ اس لیے کہ دونوں جانب لوگوں کو صلح ہو جانے کی امید تھی۔ اور دونوں طرف کے قاصد دوڑ رہے تھے۔

حضرت علیؓ
کی دوسری
سفارت۔
عدی کا تہذیب۔

آخر پھر حضرت علیؓ نے عدی بن حاتم بن قیس ارجی شہبث بن ربعی اور زیاد بن خصفہ کو معاویہ کے پاس بھیجا۔ عدی نے معاویہ کے سامنے حمد و ثنائے الہی کے بعد نہایت فصاحت سے تقریر کی۔ کہا ہم اس لئے آئے ہیں کہ آپ کو صلح پر آمادہ کریں تاکہ خدا ہمارے کلمہ حق اور ہماری قوم میں اتحاد و یک جہتی پیدا کر دے۔ اور یہ غزیری موقوف ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ابن عمر علیؓ یہ لحاظ سابق الاسلام ہونے اور اپنے گدشتہ خدمات اسلام کے مسلمانوں کے پیشوا اور سب میں افضل ہیں۔ لیکن آپ کے اور آپ کے ہمراہیوں کے تمام مسلمانوں نے اُن کی خلافت پر اتفاق کر لیا۔ اسے معاویہ دیر سے کہ آپ کے ہمراہیوں کو بھی وہی روز بد پیش آئے جو میدان جہل میں علیؓ کے مخالفوں کو پیش آچکا۔ اسی قدر کہنے پائے تھے کہ معاویہ نے روک کے کہا معلوم ہوتا ہے تم صلح سے تیسے

معاویہ کا تہذیب۔

انہیں بلکہ دھمکانے کو آئے ہوئے خود عدی۔ یہ ہرگز نہ ہو گا۔ واللہ میں حرب کا بیٹا ہوں اور مجھے کسی کی دشمنی کی مطلق پروا نہیں۔ حرم خدا ان لوگوں میں ہو جو زعمہ کے عثمانی مظلوم پر حملے نہ تھے۔ تم ان کے قاتلوں میں ہو اور امید ہے کہ اس خون ناحق کے پاداش میں خدا جن لوگوں کو قتل کرائے گا۔ ان میں تم بھی ہو گے یا

اب شبث اور زیادہ دونوں نے کہا ہم ایسے مقصد کے لیے آئے ہیں۔ جو ہمارے آپ کے دونوں کے لیے مفید ہے مگر آپ تو اپنی شجاعت کا اظہار کرنے لگے۔ ان نے نتیجہ باتوں کو چھوڑ دیا۔ اور وہ بات کہی جس میں سب کا نفع ہو۔ بعد ازاں یہ تیرہ قبیلے بونے ہم کو ایک پیام دیا گیا ہے۔ فقط اس کے پہنچانے کو آئے ہیں۔ اور جو جواب آپ سے ملے گا اس کو وہاں پہنچا دیں گے۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ انہام کو تسلیم اور نیکو نصائح کو چھوڑ کے ہم اپنی حجت آپ پر ظاہر کریں تاکہ اس سے آگاہ ہو کر آپ ہم سے اتفاق کریں۔ سنیے ہمارے اتادہ بزرگ ہیں جن کی فضیلت سے سارے مسلمان آگاہ ہیں۔ اور آپ سے بھی یہ بات چھپی نہیں ہے۔ لہذا اے تنویر آپ خدا سے ڈریں اور ان کی مخالفت نہ کریں۔ ہم نے یہ خدا ان سے زیادہ سچی و پرہیزگار دنیا میں کسی کو نہیں پایا نہ اور کسی کی ذات میں ان سے زیادہ صفات حسنہ میں ہیں۔

یہ تقریریں سن کر معاویہ نے حد و نشانے الہی کے بعد کہا تم لوگ مجھے اپنی اطاعت اور جماعت کی طرف بلا رہے ہو مگر جس جماعت کا تم نے ذکر کیا وہ ہماری طرف اور ہمارے ساتھ ہے۔ رہا یہ کہ ہم علی کی اطاعت قبول کریں اس کو ہم جایز نہیں سمجھتے اس لیے کہ انھوں نے ہمارے عقیقہ کو قتل کیا۔ ہماری جماعت میں تفرقہ ڈالا اور جن لوگوں سے ہیں انتقام لینا ہے ان کو اپنے یہاں پناہ دی۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ عثمان کے قاتل نہیں ہیں۔ ہم اس کو ماننے لیتے ہیں مگر ان کو چاہیے کہ قاتلین عثمان کو ہمارے حوالے کریں۔ تاکہ ہم ان کو قتل کر کے اپنا دل ٹھنڈا کریں اور تمھاری اطاعت اور تمھاری جماعت میں شامل ہو قبول کریں۔

یہ سن کر شبث نے حیرت سے پوچھا کیا یہ آپ سے ہو سکے گا کہ عمر بن یاسر کو مار ڈالیے؟

اے جناب ہمارے دادا کا نام حرب تھا۔

معاویہ نے کہا نہیں اس سے مانع کون چیز ہے؟ ابن جریہ (عمار بن ابی سفیان کی والدہ کا نام تھا) پر میرا زور چلا تو عثمانؓ کے ایک اہل غلام کے خون کا انتقام اس کی ذات سے اوں کا رشتہ بن گئے کہا خدا کے وعدہ لاشریک کی قسم آپ کی یہ سنا اس وقت تک پوری نہ ہوگی۔ جب تک کہ بہت سے سرشانون سے گردن پڑیں اور یہ سمجھ لیجئے کہ ساری دنیا اور فضا کے عالم آپ پر تنگ ہو گئی معلوم ہے جواب دیا اگر ایسا ہو تو مجھ پر زیادہ تنگ ہوگی اس گفتگو کے بعد یہ سب قاصدان علیؓ واپس آئے۔

معاویہ کا دیا گیا
لائے دینا۔

مگر معاویہ نے زیاد بن خصیفہ کو تنہائی میں بلا کے اُن سے الگ ملے اور امتحانات کے طریقے پر کہا اس پر اور بنی ربیعہ دیکھتے ہو کہ علیؓ نے تمام تعلقات قربت قطع کر دیے۔ ہمارے امام کو قتل کیا۔ اور ان کے قاتلوں کو اپنے یہاں پناہ دے دی۔ تم کو تو یہ چاہیے تھا کہ اُن کے مقابلے میں میری مدد کرتے۔ اپنے کو وہ کو ہماری مدد پر لاتے۔ اور میں اس کے عوض میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ فتح کے بعد دونوں مصروں (بلاد بصرہ و کوفہ مراد ہیں) میں سے جہاں کہو سکتے تم کو والی مقرر کروں گا۔ زیاد نے جواب دیا کہ اُن نے مجھے اس وقت تک حق پر رکھا ہے اور تمہیں دی ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں مجبوروں کا مدد و معاون بن جاؤں۔ یہ جواب دے کر زیاد اٹھ کے چلے آئے اور معاویہ نے عمرو بن عاص سے کہا اُن لوگوں میں سے جس کی کو ہم اپنی طرف بلائے ہیں سماعت نہیں کرتا سب کا دل ایک ہی سانس ہے۔

اور ان کا کام
رہنا۔

معاویہ کی ہمت
حضرت علیؓ کی
پاس۔

اب معاویہ نے حضرت علیؓ کے پاس اپنی سفارت بھیجی جس میں حبیب بن مسلمہ فہری شریک بن ہمو اور عقیل بن زید تھے حبیب نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر حمد انہی کے بعد کہا عثمانؓ خلیفہ مجددی تھے۔ کتاب اللہ پر عمل کرتے تھے اور ہر امر میں خدا پر بھروسہ تھا۔ آپ لوگوں اُن کی طولانی زندگی گراں گزری۔ اور ان کی موت کے غم میں اس قدر بے صبر ہوئے کہ ان کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ اور ان کو مار ڈالا۔ لہذا اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ آپ اُن کے قاتل نہیں ہیں تو جن لوگوں نے اُن کو قتل کیا انہیں سزا دے کر دیجئے۔ اور اس کے بعد خلافت سے علیحدہ ہو جائیے تاکہ مسئلہ خلافت میں مسلمانوں کے شور بے عمل ہو۔ اور چن بزرگ پر سب لوگوں کو اتفاق ہو اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے۔ اس کے جواب میں حضرت علیؓ نے برہم ہو کے فرمایا: میری ماں مرے بیٹے کو خلافت اور معزول کرنے سے کیا اتفاق؟ چپ رہ۔ یہ تو اس کا اہل ہے اور نہ تیرا کام ہے۔

اس کے جواب
میں بدترکی۔

جیت نہ کہا اگر ایسا ہے تو مجھ سے وہ ہمارے طور میں آئیں گے جو آپ کو ناگوار کریں گے۔
حضرت علیؓ نے فرمایا: مجھے خدا عانت کرے۔ اور اگر تو سچا ہے تو ہمارا کیا بگاڑے گا؟ چوتھی
چاہے کر اور جو عزت تھی ہو اس کو چال کر لے۔

اب شریعتیں سے کہا جو کچھ میرے دوست حبیب نے کہا وہی یہی سچی کہوں گا۔ آپ
پاس کوئی اور جواب بھی سے یا یہی؟ ارشاد ہوا: ایسے میرے بچے ہیں۔ اب سے آپ کو کچھ نہیں؟ اسی
سلسلہ میں آپ نے حد و نشان لگادی کے بعد فرمایا: اللہ جل شانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
بعوث بھی کیا۔ آپ کے ذریعہ سے خلافت و قباہی کا قلع و قمع کیا۔ لوگوں میں جو سب
پڑی ہوئی تھی ان کو متحد کر دیا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ آپ
بعد لوگوں نے ابو بکر کو خلیفہ بنایا انھوں نے اپنا جانشین عظمیٰ کو قرار دیا۔ دونوں نے
ایچھے اخلاق و عادات سے اور انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ یہیں ان سے شکایت تھی
کہ ہم خاندان رسالت سے تھے ہمارے ہوتے انھوں نے عنان خلافت اپنے ہاتھ
میں لے لی مگر ہم نے ان کو معاف کر دیا۔ ان کے بعد لوگوں نے عثمان کو خلیفہ بنایا۔
انھوں نے بعض ایسے کام کیے جن کو لوگوں نے محبوب سمجھا۔ ان پر غم کر کے آئے اور
ان کا کام تمام کر دیا۔ بعد ازاں لوگ میرے پاس آئے۔ اور درخواست کی کہ ان سے بیعت
لوں۔ میں نے انکار کیا تب مجھ سے کہا گیا کہ پھر آپ کے لوگ کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا
نہیں چاہتے اور اگر آپ نے اس کو قبول نہ کیا تو سب مانوں میں تفرقہ پڑ جائے گا۔ مجبور ہو کر
میں نے بیعت قبول کر لی۔ پھر اس کے بعد مجھے کوئی اندیشہ نہ نظر آیا اور پھر اس کے کردہ و بخشوں
نے بیعت کر کے توڑ دی اور علیؓ وہ ہو گئے کوئی خطرہ نہ تھا۔ ان لوگوں کے بعد معاویہ نے
مخالفت کی لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ نہ دین میں مہارت حاصل ہے اور نہ اسلام میں
راست بازی کے کارنامے نصیب ہوئے ہیں۔ وہ دوران کے باپ فتح مکہ کے آزاد شدہ
ہیں اور مخالف اسلام جماعتوں میں وہ بھی شامل تھے۔ وہ اور ان کے باپ دونوں خدا و رسول
سے بیٹے تھے اور آخر میں مجبور ہو کر ناگواری سے اسلام قبول کیا۔ بھلا اس سے بھی زیادہ
حیرت کی کوئی بات ہو سکتی ہے کہ تم لوگ ان کی رفاقت اختیار کر کے میری مخالفت کر رہے ہو؟
ان کا ساتھ دیتے ہو اور اپنے پیغمبر کے خاندان کو چھوڑ دیتے ہو؟ تمہارے لیے یہ ہرگز
مناسب نہیں ہے کہ اختلاف اور تفرقہ اندازی میں ان کا ساتھ دو۔ یہ بھی جان لو کہ یہ لوگ

اللہ تعالیٰ نے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
بعوث بھی کیا۔

اٹا ہوں کتاب اللہ کی طرف سنت رسول اللہ کی طرف۔ باطل کے مٹانے اور حق کے
 اٹانے کوئی طرف اور شعائر دین کی طرف۔ یہ کہتا ہوں اور اپنے اور تمام مومنین کے لیے
 منفعت چاہتا ہوں۔

یہ نہایت
 اہم کام ہے۔

یہ تقریر مومنوں کے قاصدوں نے پوچھا آپ کو اس کا اقرار ہے کہ عثمان مظلوم
 مارے گئے؟ فرمایا نہ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ مظلوم مارے گئے اور نہ یہ کہ ظالم مارے گئے۔ یہ
 جواب سنتے ہی دونوں نے کہا تو جس کا یہ خیال نہ ہو کہ وہ مظلوم نہیں مارے گئے ہیں
 اس سے کوئی علاقہ نہیں۔ اور یہ کہہ سکے وہ اس کی وہی پر حضرت علیؓ نے قرآن کی
 ایک آیت پڑھی جس کا مفہوم یہ تھا کہ کوئی شخص اپنی بات مردوں کے کان تک نہیں پہنچا سکتا
 بھرا اپنے رشتہ کی طرف دیکھ کے فرمایا دیکھو ایسا نہ ہو کہ گداری کے پھیلانے میں ان کی کوشش
 تمہاری اعلا سے حق کی کوششوں سے بڑھ جائے۔

اہل شام کو
 علیؓ کا آخری
 پیام۔

محرم کا پہلا مہینہ صلح کی۔ یہ تیسری تحریکوں میں گزر گیا تو حضرت علیؓ کے نقیب بنے آپ کے
 حکم سے لشکر شام والوں کے سامنے بکا رویا کہ ایسا المومنین فرماتے ہیں محض اس انتظار میں کہ تم
 لوگ حق کو مانو اور راہ راست قبول کرو میں نے بہت دیر لگائی مگر تم سرکشی سے باز نہ آئے
 اب میں تم سب سے کہتا ہوں کہ اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

دراکی کی تیاری

اب دونوں طرف بروز آزمائی اور معرکہ رالی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اہل شام انے
 امیروں اور سرداروں کی بیعتوں کے نیچے جمع ہوئے حضرت معاویہ اور عمرو بن عاصؓ ان
 میں اگر فوج کو مناسب حصوں میں تقسیم کرنے اور عبد اللہ بن ابی سہلؓ کی یہی کارروائی
 ایسا المومنین علیؓ نے کی اور اپنی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا جب تک یہ لوگ
 اپنی طرف سے لڑائی نہ شروع کروں تم نہ لڑنا۔ الحمد للہ کہ تم حق پر ہو اور اس کی دلیل کہتے ہو
 لڑائی کو اپنی طرف سے نہ چھڑانا تمہاری دوسری دلیل حق ہو گی جو نیری کے بعد اگر تم ان
 لوگوں کو شکست دینا تو یاد رکھو کہ بھانسنے والوں کو قتل نہ کرنا زخمیوں پر حربہ نہ کرنا یہی لاش کو
 برہنہ نہ کرنا اس کے اعضا کاٹ کے جدا کرنا۔ اور جب ان کے پڑاویں پہنچنا تو کسی گھریا
 نہ گھسنا۔ نہ کسی کی بے رحمی کرتا۔ اور نہ ان کی کوئی چیز لیتا۔ عورتیں چاہے تمہارے سرداروں
 اور نیک لوگوں کو کوئیں اور نکالیاں تک دیں مگر تم ان پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ عورتوں کے
 جسم اور دل کمزور ہوتے ہیں اس لیے ان کے ساتھ برحیمی کا برتاؤ نہ کرنا چاہیے۔ آپ اپنی قسم

حضرت علیؓ کی
 اپنے سپہوں
 کو۔

نصیحت ہر مقام پر اپنے اصحاب کو کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے ان لوگوں کو جاننا شروع کیا
 شجاعت پر آمادہ کرنے کے لیے فرمایا خدا کے بندو۔ خدا سے ڈرو۔ نظر پر نیکی رکھو۔
 انگلی نہ کرو۔ اور تمہاری آوازیں بولنے میں نرم اور سست رہیں۔ اپنے دلوں کو جو لاشیاں کھا رہے
 دشمنوں کے سپاہی کرنے۔ تیر اندازی کرنے۔ بھڑ جانے اور دشمنوں کے ذلیل کرنے اور ان کا
 تعاقب کرنے میں بہترین مصروف کرو۔ میدان میں ثابت قدم رہو۔ اور ہر دم خدا کو یاد کرو تا کہ تمہیں
 صلاح نصیب ہو۔ باہم ایک دوسرے سے نہ لڑو کہ منتشر نہ ہو۔ اور تمہاری سادگاہ قائم رہے اور
 صبر کرو کیونکہ خدا نے تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ بارگاہ ان کی تقویت کے لیے اپنی
 مدد کو نازل کرے اور ان کا ثواب بڑھا دے۔

دوسری صبح کو حضرت علیؑ نے اہل کوفہ پر اشر کو اہل بصرہ پہنچا۔ بن حنیف کو کوڈ والوں
 کے پیدوں پر غار بن یا سر کو۔ اور بصرہ کے پیدوں پر قیش بن سعد کو اس پر نظر فرمایا۔
 آتشمن بن عتبہ کے ہاتھ میں ایسا علم دیا اور قاریان کو نہ و بصرہ پر عین مذکی کو سردار کیا۔ لہجیش
 کو اور معاویہ نے اپنے سینہ پر ڈوا نکلا۔ حمیری کو میسرہ چوبیت بن سلمہ زہری کو بقیہ
 پر ابوالاعور سہمی کو۔ سواران بوشق عتہ بن عاص کو۔ یادگان بوشق پر مسلم بن عقبہ کو۔
 اور عام کو گوں چنچاک بن قیس کو افسر بنایا۔ شام کے بعض لوگوں نے جان دے دینے پر
 قیس کھائیں۔ اور اپنے تئیں عاموں سے باہم باندھ لیا جن کی پانچ صفیں آگے پیچھے
 جھی ہوئی تھیں۔

یہ صف ستر کی پہلی تاریخ تھی جبکہ دونوں لشکر مقابلے کے لیے میدان میں آکر ایک
 دوسرے کے سامنے صف بکھرا ہوئے حضرت علیؑ کی طرف سے آتش کوفہ والوں کی جمیعت
 کے ساتھ نکلے ان کے مقابلے پر حبیب بن سلمہ آئے اور لڑائی چھڑ گئی۔ دن کے زیادہ
 حصہ میں سخت لڑائی ہوتی رہی۔ جب یوں کام نہ چلا تو دونوں حریف بھڑ پڑے اور خوب با
 داوشجاعت دی۔ آخر رات ہو گئی۔ اور دونوں طرف کے سردار میدان اپنے جیموں میں پھسل گئے۔
 دوسرے روز حضرت علیؑ کی طرف سے آتشمن بن عقبہ سواروں اور پیدوں کے نہر دست
 لشکر کے ساتھ نکلے ان کے مقابلے پر ابوالاعور سہمی آئے۔ ان دونوں میں بھی دن بھر
 جدال و قتال کا میدان گرم رہا۔ آخر شام ہوئی اور دونوں اپنے پٹاؤں میں واپس گئے۔
 تیسرے روز حضرت علیؑ کی طرف سے عام بن یا سر اپنا لشکر لے کے نکلے ان کے

موت بنی
عراق۔ترتیب لشکر
شام۔لڑائی کا حال
روز۔

دوسرا روز

تیسرا روز

مقابلے پر عمرو بن عاص آئے جھگڑنے اپنے لوگوں سے لڑکار کے کہا اے اہل عراق اس شخص کو دیکھو گے جو خدا و رسول کا دشمن رہا۔ ان سے لڑا مسلمانوں کے خلاف رہا۔ ان کی اعانت کی اور جب دیکھا کہ خدا نے اپنے رسول کی پشت پناہی کی اور یہ حق غالب ہو گیا تو حضرت رسول خدا صلی علیہ وسلم کی عنایت میں حاضر ہوا اور ہمارا یہ خیال تھا کہ وہ شوق سے نہیں بلکہ خوف سے آیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اور یہ خدا کی قسم اسلام لانے کے بعد بھی مسلمانوں کی دشمنی اور مجرموں کی پیروی میں مشغول رہا۔ یہ کہتے ہی تمہارے اپنی طرف کے افسر رسالہ زیاورین نصر کو حملہ کا حکم دیا۔ وہ فوراً اہل شام پر چارٹے لڑ شام والوں نے بھی جواخروی و ثابت قدمی سے روکا۔ یہ دیکھ کر خود تمہارے حملہ کر دیا۔ اور اس جوش و خروش سے دشمنوں پرورش کی کہ عمرو بن عاص کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا۔ اس سر کے میں اتفاقاً زیاورین نصر کا مقابلہ اپنے اخیانی بھائی عمرو بن معاویہ سے ہو گیا۔ لڑتے لڑتے دونوں نے ایک دوسرے کو بچا پانا اور ہتھیار چلانے سے ہاتھ روک لیے۔ پھر دونوں اپنے اپنے لشکروں میں واپس آئے اور ساتھ ہی دونوں لشکر بھی دن کو ختم ہوتے دیکھ کر پڑاؤ میں چلے آئے۔

جو تھاروز

اچھے روز حضرت علیؑ کے فرزند محمد بن حنفیہ میدان میں آئے ان کے مقابلے پر معاویہ کی طرف سے عبید اللہ بن عمر بن الخطاب پہلے دونوں کے ہمراہ زبردست لشکر تھا۔ گھمسان کی لڑائی اور غریزی ہوئی۔ لوگ قتال میں مشغول تھے کہ حضرت عمرؓ کے بیٹے نے حضرت علیؑ کے فرزند کو پیام دیا مسلمانوں کے لڑوانے سے کیا حاصل ہے۔ او، ہم تم دست بستہ مقابلہ کر کے فیصلہ کر لیں۔ محمد بن حنفیہ فوراً سامنے جا کھڑے ہوئے لیکن حضرت علیؑ نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور اپنے صاحبزادے کو ہٹا کر خود عبید اللہ کے مقابلے لیے بڑھے۔ عبید اللہ نے مقابلہ دیکھا اور پیچھے ہٹ گئے۔ محمد نے پد زبردگوار سے طیش میں آ کر کہا اگر مجھے آپ چھوڑ دیتے تو اُسے پیچھے نہ بھی کرتے۔ اُسے مار لیتا اور یا امیر المومنین آپ خود کیوں اس فاسق کا مقابلہ کرتے ہیں۔ میں خدا کی قسم آپ کو اس کے باپ سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔ یس کہ حضرت علیؑ نے فرمایا بیٹا! ان کے والد کی سمیت بچہ نکالنے خیر کے کوئی اور کلمہ زبان سے نہ نکالو! اسی گفتگو میں دن آخر ہو گیا۔ دونوں لشکر میدان سے ہٹ آئے اور حضرت علیؑ کو مقابلہ کرنے کی نوبت نہ آئی۔

پانچویں دن حضرت عبداللہ بن عباس میدان میں آئے ان کے مقابلے پر ولید بن عقبہ نکلا۔ دونوں کی فوجیں خوب لڑیں اور سخت غزوی تھی کہ ولید نے خاندان عبدالمطلب کی نسبت کوئی سخت کلمہ زبان سے نکالا۔ حضرت ابن عباس سے نہ رہا گیا۔ طیش میں آکر کہا مرد ہو تو میرے سامنے آؤ یا ولید کو مقابلے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور عبد اللہ بن عباس نے سخت سحر کرانی کی پھر دونوں لشکر جدا ہوئے۔

چھٹے روز حضرت علیؑ کی طرف سے قس بن سعد انصاری نکلے ان کے مقابلے پر نواں کلاع حمیری آئے ان دونوں کے لشکروں نے بھی خوب خوب بہادریاں دکھائیں اور واد شجاعت دے کر میدان سے واپس آئے۔

پانچواں روز

چھٹا روز

ساتواں روز

عام شام کی کا
راؤ -

ساتواں دن جنگ کا تھا اس روز حضرت علیؑ کی طرف سے لشکر اور جناب مہویہ کی طرف سے حبیب میدان میں آئے اور خوب لڑا پھر کسے ظہر کے وقت اپنے بیٹوں میں واپس گئے۔ جب پورا سہنہ گزر گیا اور ان لڑائیوں سے کچھ حاصل نہ ہوا تو حضرت علیؑ نے منسرایا۔ اب تو ہمیں پوری قوت سے ان لوگوں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ کب تک یہ بے نتیجہ لڑائیاں جاری رہیں گی۔ چنانچہ اسی جنگ کی شام کو عام لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر آپ نے یہ تقریر منسرایا۔

اے خدا کی حمد کرو جس کے توڑے ہوئے کو کوئی جوا نہیں بٹھا اور جس کے جوڑے ہوئے کو بڑے بڑے توڑنے والے نہیں توڑ سکتے۔ وہ اگر چاہے تو کوئی انسان کسی مخلوق کے خلاف نہ ہو۔ نہ اُست میں کسی قسم کا اختلاف ہے اور نہ کوئی چھوٹے درجے والا بڑے رتبے والے سے جھگڑا کرے۔ تقدیر میں اور ان لوگوں کو اس مقام پر لے آئی ہے۔ جہاں ہم خدا کے سامنے ہیں۔ وہ ہیں دیکھتا اور ہماری سنتا ہے۔ اس کے اختیار میں ہے کہ چاہے تو ایسا انقلاب پیدا کرے اور ایسی تباہی لائے کہ ظالم کا جھوٹ کھل جائے اور حق اپنا جلوہ دکھائے۔ مگر خدا نے دنیا کو اعمال کا گھڑ اور آخرت کو دارالبحر اور دارالقرار بنایا ہے تاکہ وہاں بدکار کو بدکاری کی جزا اور نیکو کار کو نیکی کا بدلہ ملے۔ لوگو! تم ان لوگوں سے لڑو گے۔ یہذا آج شب کو دیر تک نازیں پڑیں۔ کثرت سے تلاوت قرآن کرو۔ اور دعا مانگو کہ خدا تمہیں نصرت اور مدد عطا کرے۔ پھر کل جب دشمنوں کا سامنا ہو تو کوشش اور صبر سے کام لو۔ اور راست بازی دکھاؤ۔

آج کی کا
خطبہ نکلا

یہ تقریر سن کر لوگ اسی وقت سے ہتھیاروں کو درست کرنے لگے۔ حضرت علیؓ رات بھر فوجوں کی تقسیم و ترتیب میں مصروف رہے اور صبح ہوتے ہی اپنے زبردست لشکر کو بے کے میدان میں اکٹھا کیا۔ پھر جب دیکھا کہ تعداد بڑھ چکی ہے اپنے سارے لشکر کو لاکھوں کے ساتھ صفیں کھڑی کروایا تو جناب امیر المومنین نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ "لشکر شام میں عرب کے کن کن قبائل کے لوگ ہیں؟ اور کہاں ہیں؟" جب لوگوں نے یہ تفصیل بتائی تو آپ نے اپنی بیٹی زینبؓ سے فرمایا تم اپنے ہی قبیلے والوں سے نبیؐ کے مقابلے پر جاؤ۔ نبیؐ کو شام کے دشمنوں کے مقابلے پر مامور فرمایا۔ اب وہ لوگ رہ گئے جن کے قبیلے کا کوئی گروہ دشمنوں میں نہ تھا۔ ایسے سب لوگوں کو اکٹھا کر کے اہل شام کے ان قبائل کے مقابلے مامور فرمایا جن کا کوئی ہم قبیلہ گروہ اور موجود نہ تھا۔

ان انتظامات کے بعد دونوں جانب سے حملہ ہو گیا۔ دوزبردست لشکر عظیم الشان ہنر و ہمت کی طرح باہم ٹکرائے اور ایک دوسرے کو پھینٹنے کے لیے لگے۔ دن بھر معرکہ کارزار گرم رہا۔ اور اگرچہ دونوں طرف کے دلاوروں نے جاننازی و جاں ستانی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا مگر شام تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اور دن بھر کے تھکے پیادے جس طرح اُمید و بیم کو دونوں میں لیے ہوئے میدان میں گئے تھے اُسی طرح اپنے اپنے خیموں میں واپس آئے۔

حضرت علیؓ کے
انتظامات جنگ

جنگ خندق کا
سہارا

آٹھویں فصل

صفین کی قیامت خیز مہم

حکمہ عظیم ترتیب فرمایا لشکر شام کی مسند ہی جیسے نہ کی لڑائی۔ عبداللہ بن جبر کی تقریر حضرت علیؑ کی تقریر۔ یزید بن قیس کی تقریر۔ اہل شام کا غلبہ۔ قلعہ قلعہ کی حرکت۔ دوسرے کی بھی سپاہی۔ خود علیؑ شہر گاہیں۔ زور بازی مرقیہ۔ آپؑ پر زور۔ آپؑ کی شجاعت۔ آپؑ بنی ربیعہ میں۔ مالک اشتر کی کارگزاری۔ اشتر مہمند پر۔ بنی تہان کی جالنا بگا۔ اشتر کا اوران کا ساتھ۔ زیاد کا زخمی ہونا۔ اہل شام کی سپاہی۔ ابن ہبیل کی حالت۔ انکی شجاعت۔ اور مارا جانا۔ معاویہ اور انکی شجاعت کا اختلاف۔ اشتر کی کارگزاری اور اہل شام کی سپاہی۔ اشتر کا معاویہ کو مقابلے پر بلانا۔ جذبہ کار مارا جانا۔ اور بہادر جان دینے والے۔ ایک بہادر مہمیں مرگ۔ محمد اور حضرت علیؑ کی رفاقت۔ ابن کثیر کا خالد کے بیٹے پر حملہ۔ اور مارا جانا۔ اور نامور جان دینے والے۔ لشکر کو ذی سپاہی۔ حضرت علیؑ کی اور تقریر۔ بشیر و مالک کی لڑائی۔ ابن ہبیل کی شجاعت اور بہادریاں۔ ہتھائی بھائی کا سانسائی بنی طے کی بہادری۔ ہتھ پھوٹنے پر فخر۔ بنی نضج کی مروا بنی۔ نامک کھٹے پر ناز۔ حضرت عمرؓ کے فرزند عبید اللہ۔ جمال بن عمر۔ ان پر بدگمانی۔ اور برائت۔ ذوالکلاع اور عبید اللہ بن عمر کے گئے۔ حضرت عمرؓ کو ذوالکلاع شجاع۔ شمار کی تقریر۔ ان کا حملہ۔ ہاشمؓ کے ہمراہ ہوئے۔ ان کی اور ابن عباس کی گفتگو۔ مسلمانوں کا عمار سے بڑے ڈرنا۔ ان کی آخری غذا۔ ان کا مارا جانا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی۔ مدعیان قتل عمار۔ توانائی میں یل جول حدیث میں جناب معاویہ کی تادیل۔ خود حضرت علیؑ کا حملہ معاویہ کو مقابلے پر بلانا۔ اور ان کا مذاقنا۔ حضرت علیؑ کے محاذ۔

جمہرات کے روز حضرت علیؑ نے اندھیرے میں نماز فجر پڑھی اور سلام پھیرتے ہی لشکر کو بڑھاکے حملہ کر دیا۔ حریف بھی مہر کر آئی کے لیے تیار تھے۔ اوجھڑے بھی زور و شور سے حملہ ہو گیا۔ حضرت امیر المومنینؑ کی طرف مہمند پر عبداللہ بن ہبیل خوامی تھے۔ اور دوسرے پر حضرت عبداللہ بن عباس۔ قاریان قرآن کا گروہ ان تینوں شخصوں میں بٹا ہوا تھا۔ عمار بن یاسر۔ قیس بن سعد۔

محمد بن طلحہ

ترتیب فرمایا

اور بکریل بن ورقاء خزاعی۔ سب لوگ اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے بفرہ کھجوں پر تھے خود حضرت علیؑ کو نے اور بصرے والوں کے درمیان قسب فوج میں تھے اہل مدینہ میں سے آپ کے ہمراہ زیادہ تر انصار کا گروہ تھا اور کچھ لوگ بنی خزاعہ اور بنی کنانہ کے بھی تھے۔

ادھر سولیہ کے لیے ایک بڑا خیمہ نصب کیا گیا اور اکثر اہل شام نے ان کے ہاتھ پر چاٹ دینے کی وجہ سے ان کی خیمے کے گرد سواران و شوق تھے۔ سب کے پہلے عبداللہ بن ابی بکرؓ نے جو حضرت علیؑ کے سینہ پر تھے حملہ کیا اور حبیب بن مسلمہ کے گروہ پر جا پڑے جو لشکر شام کے میسرہ پر تھے۔ عبداللہ برابر حملوں پر حملے کرتے رہے یہاں تک کہ ظہر کے وقت وہ سولہ کو ڈھکیل کے سولیہ کے غصے کے پاس گروا یا عبد اللہ للکار للکار کے اپنے لوگوں سے کہتے تھے لا سولیہ نے اس چتر کا دعویٰ کیا پھر ان کی نہیں۔ حق کے لیے قتداروں سے لڑا ہے ہیں۔ اور اس شخص سے دشمنی گور ہے ہیں جس کے سامنے ان کی کچھ ہتی نہیں۔ باطل کے طرفدار ہیں اور چاہتے ہیں کہ حق کو شکست دیں۔ انھوں نے ان عربوں اور ان قبیلوں کو ساتھ لے کے حملہ کیا ہے جن کی نظر میں گمراہی بار و نق ہے جن کے دلوں میں فساد کا بیج بویا گیا ہے اور جو حق کے متعلق شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی نجاست بڑھتی جاتی ہے۔ لہذا ان ذلیل ظالموں سے لڑو۔ ہاں بہادر و۔ لڑو۔ لڑو۔ تاکہ خدا تمھارا ہاتھوں ان پر عذاب کرے ان کو ذلیل و خوار کرے۔ ان کے مقابل تمھاری مدد کرے اور تمھارے ذریعے سے مومنوں کے دلوں کو تسلی دے۔“

اسی میدان میں خود حضرت علیؑ نے اپنے بہادروں کو ان الفاظ سے جوش دلایا۔ اپنی صفیں برابر کرو۔ بس یہ معاملہ ہو کہ مضبوط دیواریں کھڑی ہیں جن کی جڑاں بجائے کانپ کے سیسے سے کی گئی ہے۔ ذرا ہوش لوگ آگے ہو جائیں۔ جن کے سروں پر خون نہیں ہے پیچھے رہیں۔ سامنے والوں پر حملہ کرو۔ ہاں۔ یوں شمشیر زنی کرنی چاہیے کہ گاروں پر لوگ آگے پیچھے رہیں۔ نیزوں کی مار سے بچنے کی بھی تدبیر ہے۔ نظریں نیچی رکھو تاکہ تمھارے دل مضبوط رہیں۔ اور تمھاری شوکت قائم ہو۔ اپنی آوازوں کو بالکل سست رکھو تاکہ تمھارا رعب اور وقار قائم رہے۔ اپنے جھنڈوں کو نہ جھکاؤ۔ نہ جھکے سے ہٹاؤ۔ اور اپنے جواہروں کے ہاتھ میں دو جو تمھارے گروہ میں سب سے زیادہ بہادر ہوں۔ است بازی و صبر رکھنا کہ تم علیؑ الحی کے امیدوار بنو۔ صبر کے بعد خدا کی مدد ضرور نازل ہوتی ہے۔“

لشکر شام کی صفوں میں عبداللہ بن ابی بکرؓ

نیز بین قیس نے اپنے گروہ کے سامنے یہ تقریر کی مسلمان وہ ہے جس کا دین اور
 جس کی رائے سلامتی پر ہو۔ یہ لوگ ہم سے لڑنے کو خدا کی قسم اس لیے نہیں آئے ہیں کہ
 ہم نے کسی دینی طریقے کو مٹا دیا ہو اور یہ اسے زندہ کرنا چاہتے ہوں۔ یا کوئی حق ہمارے
 ہاتھ سے ضائع ہو گیا ہو اور یہ اس کو قائم کرنا چاہتے ہوں۔ یہ لوگ دنیا کی ہوس میں
 لڑ رہے ہیں کہ غالب آئیں تو بادشاہ جبار بن جائیں۔ خدا ان کو غلبہ نہ دے ورنہ تم کو مستبد
 و کید۔ اور ابن عامر کے ایسے بدکار لگے ہوں کہ تابع فرمان بنا دیں گے۔ ان میں سے ہر ایک
 ایسا ہے کہ اپنی اور اپنے باپ و دادوں کی خون بہا کے برابر یہ ایک ہی مجلس میں وصول
 کرے گا۔ اور کئے گا کہ یہ میری جائیداد ہے اور اس کا وصول کرنا گوارہ نہیں۔ گو پاپا اسے یہ قسم
 اپنے باپ اور اس کے ورثے میں ملی ہے۔ یا خدا کی وی ہوئی دولت ہے جو اس نے اپنے
 عزیزوں اور اپنی تلواروں سے حاصل کی۔ یہ اس لیے خدا کے بند و ان ظالموں سے لڑا۔
 اگر یہ لوگ غالب ہوئے تو تمہارے دین و دنیا دونوں غارت کر دیں گے اور تم خوب
 جانتے ہو کہ ان لوگوں کے غالب آنے میں بجز زاری کے کسی بھلائی کی امید نہیں ہے۔
 عبداللہ بن بکر نے جب شام والوں کو بٹاکے سلویہ کے شہر کے پاس پہنچا دیا تو
 جن بہادران شام نے مرنے کی قسم کھائی تھی معاویہ کے حکم سے بڑھ کے عبداللہ کو روکا۔
 ساتھ ہی حبیب بن مسلمہ نے اپنے پسپا شدہ گروہ کو لڑکار کے عبداللہ کے لشکر بڑے زور سے
 حملہ کیا عبداللہ کے بھائی اہل شام کے اس حملے کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹے۔ بہت سے میدان
 چھوڑ کے بھاگ گئے اور ابن بکر نے اہل شام کے علم کے نیچے فقط دو تین سو قاریان قرآن باقی تھے جو
 میدان میں قائم جائے ایک دوسرے کے سہارے رکھتے تھے۔

نیز بین قیس
 کی تقریر

اہل شام کا
 غلبہ

یہ حالت دیکھ کر حضرت علیؑ نے سہیل بن حنیف کو بٹانے کا حکم دیا۔ وہ اپنے رفقاء مدینہ
 کے ساتھ بڑھے مگر معاویہ کی طرف سے شامیوں کے بڑے بڑے لشکروں نے حملہ کر کے
 انہیں اپنے ہی مقابلے پر روک لیا۔ قلب میں جہاں خود حضرت علیؑ تھے۔ زیادہ ترین کے لوگ
 تھے۔ جب دشمنوں کی پوشش سے ان لوگوں کے بھی قدم اکھڑ گئے تو حضرت علیؑ کی طرف منب
 پور سی شکست ہو گئی۔ اس حالت میں آپؐ پاپا وہ اپنے پیسہ والوں کی طرف چلے۔ دوسرے بھی
 اہل منہ کو کایہ شکست ہو گئی تھی فقط نبی ربیعہ اپنی جگہ پر قائم رہے۔
 حضرت علیؑ نے جب اس طرف چلے یہ تو تینوں فرزند حسن حسینؑ اور محمدؑ راہ تھے۔ تیروں کی چھار

قلبہ ہنری کے
 قتل

پسہ دیکھی
 پسپائی

خون کی چھار
 تیر

ہو رہی تھی جو حضرت امیر المؤمنین کے شانوں اور کنیتوں کے قریب سے سناتے چلے گئے۔
 مکمل جاتے۔ بیٹوں فرزند ہر جانب سے سینہ پہنچے ہوئے تھے۔ جواب کو ان تیروں سے
 بچاتے۔ آپ کو ابوسفیان کے یا حضرت عثمان کے غلام احمد نے دیکھا تو آپ کی طرف چلا۔
 اُس کے مقابلہ پر حضرت علی کا غلام کیسان گیا اور دونوں نے ایک دوسرے پر حمزہ
 کیا مگر احمد کا وارکاری بڑا اور کیسان مارا گیا۔ حضرت علی کو ملیشش کیا۔ احمد کا گریبان کچھڑے
 کھینچ لیا اور اپنے شانوں تک اٹھا کے اس زور سے زمین پر پھینکا کہ اُس کے دونوں شانوں
 اور بازوؤں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔

ذو بازو کی
 مرتضیٰ

اتنے میں لشکر شام نے آپ پر غزہ کیا۔ اُن کے چومر میں آپ کی مستعدی اور بڑھئی حضرت
 حسن نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہ تھا کہ آپ ہٹ کر اپنے گروہ میں چلے جاتے تو فرمایا بیٹا
 تمہارے باپ کے لیے مرنے کا ایک دن مقرر ہے جو نہ کوشش کرنے سے آگے بڑھ سکتا ہے۔
 اور نہ بے پروائی سے پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ بخدا تمہارے باپ کو اس کی مطلق پروا نہیں
 کہ وہ خود سے موت کے منہ میں چلے جائیں یا موت اُن پر پڑے۔

یوں لڑتے بھڑتے آپ بنی ربیعہ کے قریب پہنچے اور کمال جاننازی سے لڑکار کے
 پوچھا یہ کن لوگوں کا جھنڈا ہے۔ جن کو خدا نے گناہ سے بچا یا۔ جبر عطا کیا اور ثابت قدم رکھا؟
 پھر ان کے علمدار حنین بن نذر سے فرمایا اے بہادر شخص بھلا تم اپنے جھنڈے کو ایک گز
 میری طرف بڑھا سکتے ہو؟ اُس نے عرض کیا جی ہاں ایک ہی نہیں میں اس گز تک بھا سکتا ہوں؟
 یہ کہہ کر اُس نے جھنڈے کو آپ کی طرف بڑھایا اور آپ نے فرمایا بس۔ اپنی جگہ پر بیٹھ
 رہو۔ اب آپ کی صورت دیکھ کر بنی ربیعہ نے ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا تو امیر المؤمنین
 تم میں آگئے۔ اگر تمہارے ایک شخص کی زندگی میں بھی آپ کا بال بیکا ہوا تو تم سارے عرب
 میں بدنام ہو جاؤ گے۔ یہ فقرے سنتے ہی وہ لوگ اسی شجاعت و جاں بازی سے لڑنے لگے
 کہ ایسے کبھی نہ لڑے تھے اور آپ نے خوش ہو کر اُن کی تعریف میں چھ شعر شاعر فرمائے۔

آپ بنی ربیعہ
 جیتا۔

اب اشتر بھی ادھر آگئے جو اس سے پہلے سینہ میں جولائیاں دکھا رہے تھے حضرت علی
 کے پاس سے ہو کے گزے تو آپ نے آواز دی مالک عرض کیا لبیک یا امیر المؤمنین۔ فرمایا جو
 لوگ بھاگ گئے ہیں اُن کو حوصلہ دلا کے پھر میدان میں واپس لاؤ۔ اور اُن سے کہو موت سے
 بھاگ کر کہاں جاتے ہو؟ اگر وہ تمہارا پیچھا کرے گی تو اُس کے ہاتھ سے ہرگز نہ بچ سکو گے۔

مالک اشتر کی
 کارگزاری۔

اشتر نے فوراً جا کے بھانسنے والوں کو لکھار اود حضرت علی کا پیام پہنچایا۔ پھر کہا لوگو میں اشتر ہوں۔
 میری طرف آؤ ان کا یہ فقرہ سننے ہی بعض لوگ ہلٹ پڑے۔ اور بعض اسی طرح سمجھ بھڑے دھاگ
 رہے تھے۔ بہشتی نے پھر آواز دی۔ اور کہا لوگو آج تم کسی بڑی لڑائی لڑو گے۔ اور نہیں تو فطرتی فوج
 میرے پاس آجائیں۔ لڑائی مذبح اپنا نام ملے گی پھر کے۔ اور اشتر نے ان سے سختی طلب ہو کر کہا
 مذبح نے اپنے پروردگار کو خوش کیا۔ اور دشمنوں کے شعلہ اُس کے حکم پر عمل کیا۔ تمھاری یہ کیا
 حالت ہے؟ تم فرزدان عمرہ بیگ (جو افروان جنگ) کے تخت پر گرنے والے۔ خوب رو
 جوان۔ اور حکم کیسے واسے؟ سواری پر جیلے نیرہ باز اور اپنے دوستوں کے حق میں سپر بخور۔
 اتمام لینے میں کبھی کوئی تم سے نہ لڑے۔ سکا تھلا اور تمھارا خون کبھی مہمت نہیں ضائع ہوا تھا۔ آج
 دن جو کرو گے۔ ہمیشہ یاد رکھو۔ یہ کہنا مانو۔ دشمنوں کے مقابلے پر ہتھیار رکھو اور اللہ تعالیٰ
 ایسوں ہی کے ساتھ ہے۔ پھر اہل شام کی طرف اشارہ کر کے کہا اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میرا
 میری جان ہے۔ ان لوگوں میں سے کسی کے دل میں ایک بھٹکے کے برابر بھی دینداری نہیں ہے۔
 تم ہی لوگ میرے چہرے کی سیاہی دہو تاکہ اس میں پھر خون کی رنگت آجائے۔ اس گروہ اعظم
 حضرت علی کے گروہ کا ساتھ دو۔ اللہ جل شانہ نے اپنی پیروی کی مہر ان لوگوں پر کر دی جو
 ان حضرت کے دونوں جانب ہیں۔

اس تقریر نے جوانان نبی مذبح کے دلوں پر بڑا اثر کیا۔ کہنے لگے۔ آپ ہیں ویسا ہی پائیں گے
 جیسا چاہتے ہیں۔ اب اشتر نے ان لوگوں کو اپنے ساتھ لیا اور مینہ کی طرف تلے حید جہر
 شکست ہو گئی تھی۔ وہاں پہنچتے ہی اشتر ان لوگوں کے ساتھ دشمنوں پر حملے کرنے اور انھیں
 مار مار کے ہٹانے لگے۔ انھیں حملوں کے درمیان اشتر کو نبی ہدان کے اٹھ سو بہادر نے جنموں
 نے اس سمت میں بڑی بہادری دکھائی تھی۔ ان کے گروہ کے اتنی آوی اور ان کے
 گیارہ سو ہزار سے جا چکے تھے۔ جب اہل شام نے ان پر سختی سے حملہ کیا ہے۔ تو پہلے اُن کے
 علو دار و دو ب بن شریح نے پامردی سے مقابلہ کیا اور مارے گئے۔ پھر دو ب کے بھائی شریح
 نے جھنڈا لیا۔ پھر ہند نے پھر ہند نے پھر ہند نے پھر ہند نے کیے بعد پھر پھر جھنڈا لیا اور
 سب مارے گئے۔ یہ سب ایک باب کے بیٹے اور بھائی تھے۔ یہ بھی مارے جا چکے تو
 ہند کے دو بیٹوں عمیرہ اور حرش نے ایک دوسرے کے بعد جھنڈا لیا اور دونوں مارے گئے
 تب زید کے تین بیٹوں سفیان عبت اللہ اور بکر نے باری باری جھنڈا لیا اور بیٹوں مارے گئے۔

اشتر نے یہ
 بیٹوں ہدان کی
 بانیادی۔

اشتر کا اڈلک
ساتھ

آخر میں وہ بے بن کر بیت نے جھنڈا لیا۔ اور بہادری سے مقابلہ کرنے لگا۔ ان پر جب زیادہ
پوشش ہوئی اور دشمنوں کا سخت دباؤ پڑا تو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پسپا ہونے لگے مگر
پسپائی کی حالت میں بھی یہ لوگ کمال حشرت کے ساتھ لڑتے جاتے تھے کہ کاشش
کچھ اہل عرب ہمارے معاون بھی ہوتے جو ہمارے ساتھ جان دینے کی قسم کھاتے اور ہم سب
اس شان سے قتل گاہ کی طرف ملتے کہ بغیر فتح کیے یا جان دیے قدم نہ نکالتے۔ اکثر نے
امن کے یہ نعرے سنے تو ہلکار کے کہائیں تمھارے ساتھ قسم کھا تا ہوں کہ ہم لڑائی سے
مٹھ نہ موڑیں گے تا آنکہ نجات پان نہ ہوں۔ یا مارے نہ جائیں۔ یہ سنتے ہی وہ سب اشتر کے ساتھ
ہو بیٹے۔ اور سینہ کی طرف دشمنوں پر زور و شور سے حملہ کر دیا۔ اب ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ جس
گروہ اور لشکر پر جا پڑتے اُسے اپنی جگہ سے ہٹا دیتے۔

زیادہ کا زخمی ہونا۔

اسی درمیان میں اشتر نے دیکھا کہ زیادہ بن نصر چارٹی کو لوگ اٹھائے لیے جاتے ہیں۔ اس لیے
کہ وہ لڑتے لڑتے زخمی ہو کر گرے تھے اور یہ پوشش تھی اس کا سبب یہ ہوا کہ جب سینہ کے
سوار عبداللہ بن بدیل پر دشمنوں نے سخت یورش کی تو وہ عبداللہ کی مدد کے لیے آئے
اور اپنا جھنڈا بلند کر کے پاموسی سے مقابلہ کرنے لگے مگر دشمنوں کا زور اس قدر بڑھا ہوا تھا
کہ زخمی ہوئے اور یہ پوشش زمین پر گرے۔ ان کے گرنے پر زید بن قیس ارجی نے جھنڈا بلند کیا
اور وہ بھی لڑائی میں زخمی ہو کر گرے تو ان دونوں کو بعض بہادران فوج ہاتھوں پر اٹھا کر
لشکر گاہ کی طرف لے چلے۔ اشتر نے اُن کو اس حال میں دیکھا تو کہا خدا کی قسم جسٹیل اسی کو
کہتے ہیں۔ اور بھاگنے والوں سے کہا جو لوگ بغیر جان دیے میدان سے بھاگتے ہیں
انھیں شرم نہیں آتی؟

اہل شام کی
پسپائیابن بدیل کی
حالت

اشتر کا برابر اسی طرح معرکہ آرائی کر رہے تھے۔ اور حوث بن جحان جفی اُن کے برابر تھے اور
شانے سے شانہ ملائے ہوئے تھے۔ آخر ان لوگوں نے حملہ کرتے کرتے عصر و مغرب کے
درمیان شام والوں کو کمزور کر لیا۔ ان کی صفیں رجم و برجم کر دیں۔ اور انھیں یہاں تک پسپا کیا کہ
خاص معاویہ کے جنے کے قریب پہنچا دیا۔ ان لوگوں کو پسپا کرنے کے بعد اشتر عبداللہ بن
بدیل کے پاس پہنچے جو دین سو قاریان قرآن کے ساتھ اہل شام کے زخموں میں گھرے
ہوئے تھے مگر جس جگہ تھے وہیں قدم جمائے کھڑے تھے لیکن اہل ناامید اور زندگی سے
بایوس تھے انھوں نے جو اشتر وغیرہ کو دیکھا تو پکار کے پوچھا "ایہ لڑنوں کا کیا حال ہے؟"

اشتر نے جواب دیا آپ میرے ہیں۔ زندہ و سلامت موجود ہیں اور اپنے مقابلہ والوں سے
لڑ رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی سب کی زبان سے نکلا الحمد للہ ہمارا خیال ٹھیک رہا کہ وہ اور
تم سب مارے گئے۔

عبداللہ بن عدیل نے جیسے ہی دشمنوں کے زخموں سے چھٹکارا پایا اشتر سے کہا اے
ابن ہاشم سب کو لے کر آپ باغیان شام پر حملہ کریں۔ اشتر نے کہا آپ سخت مقابلے کے وہ
سے ٹھیک گئے ہیں۔ لہذا آپ اور آپ کے ہمراہی ہماری صفوں کے پیچھے چل کے ٹھہریں۔ عبداللہ
نے زانما جوش کے ساتھ مغویہ کی طرف بڑھے اور اس شان سے کہ دونوں ہاتھوں میں تلواریں
تھیں اور ساتھ واپس پیچھے پیچھے تھے۔ سامنے دشمنوں کے زبردست گروہ قدم جمائے کھڑے
تھے۔ اور عبداللہ ان میں گھستے اور بڑھتے چلے جاتے جو قریب آتا اس کو مار کے گرا دیتے۔ چنانچہ ایک
گروہ عظیم ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور وہ مغویہ کے قریب جا پہنچے۔ یہ دیکھتے ہی بہادران شام
نے ہر طرف سے سمٹ کر مغویہ کو اپنے حلقے میں کر لیا اور ان کے ارد گرد سخت خوریزی مچنے لگی
اگرچہ شام والوں کی قوت اس جگہ بہت زیادہ تھی مگر عبداللہ بن عدیل نے قدم پیچھے نہ ہٹایا۔
بہتوں کو قتل کیا۔ اور آخر مغویہ بھی لڑنے ہوئے مارے گئے۔ بہرہیوں میں سے بعض نے سفر خر
میں ان کا ساتھ دیا اور بہت سے اس شان کے ساتھ واپس آئے کہ دشمنوں سے چور تھے۔
اب شام واپس ان کے تعاقب میں تھے اور کسی طرح ان جاں بازوں کا پیچھا نہ چھوڑتے
تھے۔ ان کی یہ نازک حالت دیکھ کر اشتر نے حرث بن حیمان جعفری کو حکم کیا انھوں نے
جب اپنے گروہ کو لے کر حکم کیا تو شام والوں نے عبداللہ مرحوم کے باقی ماندہ رفیقوں
کا پیچھا چھوڑا۔

عبداللہ جب کاری زخم کھاکے گرے اور زمین پر پاؤں رگڑا رہے تھے کہ دور سے تنہا
دیکھا اور اپنے رفیقوں سے کہا اس مذبح مینڈ سے کی حالت دیکھتے ہو؟ پھر جب لاش ٹھنڈی
ہو گئی تو لوگوں سے پوچھا یہ کون شخص تھا؟ اہل شام میں سے کوئی نہ پہچان سکا جو قریب
اور حیرت کے ساتھ کہا اے ابیہ تو عبداللہ بن عدیل ہیں اپنی خزانہ کے مرد تو مرد ہیں
ان کی خور توں سے بھی جہاں تک بنے گا بے زبے نہ رہیں گی۔

اب اشتر نے بنی عاک اور اشعریوں کو ساتھ لے کر دشمنوں پر حملہ کیا اور بنی مذحج سے
جو پہلے سے ساتھ دے رہے تھے کہا ایسی بہادری دکھاؤ کہ میں بنی عاک کی مدد کی ضرورت

میں شجاعت

اور سارا جانا

میں اور بنی
شجاعت کا
اخراج

اشتر کی
اور کاروان

نہ رہے پھر نبی ہمارے کے قریب گئے۔ اور ان سے کہا اسی شجاعت دکھاؤ کہ ہم شعریوں کی پوری
بے پروا ہو جائیں۔ یہ سب قبائل جب یکایک شام والوں کی صفوں پر جا پڑے تو ہنگامہ کیا
نظر آگیا۔ شام کے وقت یکساں جوش و خروش سے بازار جاں ستالی گرم رہا۔ آخر خود اشتہر نے
مذکورہ گروہوں کو لے کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ شام والوں کو اپنی جگہ چھوڑ دینی پڑی۔ اور وہ لو
ہٹے ہٹے مملوہ کے گروہ کی ان پانچ صفوں کے پاس پہنچ گئے جن کے شور و جاں نے
تیار تھے اور جن کے عاموں کے شعلے ایک دوسرے میں بندھے ہوئے تھے۔

اور ان شام کی
پیشانی کی

اشتہر کا مملوہ کو
مقابلہ پر بلانا۔

اشتہر نے ان کے تعاقب میں یہاں تک پہنچ کر از سر نو حملہ کیا۔ وہ پانچوں صفیں بھی
اور ہم پر ہم کر دیں۔ اور مملوہ سے بہ آواز بلند کہا مرد ہو تو میرے مقابلے پر آؤ۔ متناوبہ فو
کھولنے پر سوار ہوئے اور انہیں سے اس موقع پر یہ روایت نقل کی جاتی ہے کہ اس گھڑی
بالکل میرا ارادہ ہو گیا تھا کہ میدان چھوڑ کے بھاگ جاؤں۔ مگر جاہلیت کے تین اشعار جز
یاد آ گئے انھوں نے مجھے روک لیا! آخر انھوں نے عمر بن عاص کی طرف دیکھا انھوں نے
کہا آج کا دن صبر کا ہے اور کل فجر کا دن ہو گا۔ مملوہ نے کہا سچ کہتے ہو! مگر معلوم ہوا کہ
مقابلے پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

جندب کا
مارا جانا۔

اور بہادر
جان دینے
والے۔

اس قیامت خیز سرے کے وقت حضرت علیؑ کی طرف سے جندب بن امیر نے بڑھ کے
مروانہ حملہ کیا۔ شام کی طرف ہی اڑنے ان کا حملہ ہو گا۔ اور اڑیوں کے سردار کے ہاتھ سے
جندب مارے گئے۔ پھر جندب ہی کے گروہ کے مغز ہمسواروں میں سے غلبہ کے
دو بیٹے بچے اور سعد اور ابو زینب بن عوف بھی مارے گئے۔

ایک بہادر
مشیقی مرگ۔

اسی آئنا میں لشکر مرقصوی سے عبداللہ بن ابی بھیین اڑی ان قاریان قرآن کو
لے کر بڑھے جو عمار بن یاسر کے ساتھ تھے۔ مگر مارے گئے۔ اسی شدت جنگ کے موقع پر
حقیقہ بن حدید میری حضرت علیؑ کے لشکر سے جوش و خروش کے ساتھ یہ کہتے ہوئے نکلا لوگو
مرغز اڑو دنیا شک ہو گیا۔ اس کے پودھے مرجھا گئے۔ اس کی ٹہنی چیریں پرائی ہوئیں۔ اور
اس کی شیر خنی تلخ ہو گئی۔ میں دنیا سے تنگ آ گیا ہوں۔ اپنے نفس کو اس کے شوق سے
روک دیا ہے اور شہادت کی تمنا ہے۔ اس چیز کو ہر معرکہ اور ہر تاخت میں ڈھونڈتھا رہا ہوں۔
مگر خدا کو نہ منظور ہوا کہ آج کے سوا اور کسی معرکہ میں میری مراد پوری ہو بس اب اس گھڑی کے
میں اس کا مشلاشی ہوں اور آرزو ہے کہ آج بھی اس نعمت سے محروم نہ رہ جاؤں۔ خدا کے

سند واس شخص پر چاؤ کرنے میں تمہیں کس بات کا انتظار ہے جو خدا سے دشمنی کر رہا ہے تو ایک
 لبنی اور پڑاؤ تقریر تھی۔ پھر اپنے بھائیوں سے کہا میرے بھائیو! اس وار دنیا کو چھوٹے
 میں اس وار آخرت کی طرف جاتا ہوں جو سامنے ہے۔ اور لو دیکھو میرا منہ کسی کی طرف ہے!
 یہ کہا اور دشمنوں پر چاؤ پڑے یہ کلمات سن کر ان کے تین بھائی عبداللہ، جوف اور مالک نے
 کہا آپ کے بعد ہم بھی دنیا کا رزق نہیں چاہتے اور سب ان کے ساتھ تھے یہ حضرات
 ایسی بہادری کے ساتھ سر جھٹ ہو کر اہل شام کے گروہ میں گھسے کہ پھر واپس نہ آئے۔

شہر اور حضرت
 علیؑ کی فائیت

اب حضرت علیؑ کے لشکر سے شمر بن ذی الجوشن میدان میں آیا اور اوہم بن محرز باہلی کا
 اس کا سامنا ہو گیا دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا شمر کی تلوار اچھی تھی اور اوہم کی تلوار بھی
 کچھ زیادہ کارگر نہ ہوئی۔ شمر تلوار کھا کر واپس آیا چونکہ پیاسا تھا پانی پیا۔ اور نیزہ سے کبیرا اوہم کے
 مقابلے پر چاہو پنا اور اسے مار کے گرا دیا۔ اسی شمر کو چند روز بعد جب ہم حضرت امیر حسین رضی اللہ عنہ
 کے قاتلوں میں دیکھتے ہیں تو سخت حیرت ہوئی ہے مگر اس زمانے تک اس کا شمار شعیان
 علیؑ میں تھا وہ نہ متوئیہ کے ساتھ والے شعیان عثمانؓ میں تھا اور نہ قاعدین میں جو الگ
 بطور رہے تھے اور دونوں طرف لڑائی میں شریک ہونے کو گناہ سمجھتے تھے۔ اسی شمر پر موقوف
 نہیں وہ تمام لوگ جنہوں نے حضرت حسینؑ کی دشمنی پر کمر باندھ ہی سب کو نے کے شعیان علیؑ
 میں شمار کیے جاتے تھے۔

ابن کثیر کا
 خاندان کے بیٹے
 پر حملہ۔

لشکر متوئیہ میں بھی کچھ کا علم ابوشہد قیس بن امیہ حمصی کے ہاتھ میں تھا یہ بھی شخص ہے تو کثیر کا بھائی تھا
 اس لیے کہ کثیر اس کے باپ امیہ کا لقب تھا قیس نے جو شہر میں آکر اپنے قبیلوں سے کہا
 میں خدا کی قسم تمہیں سے کوسہری ڈھال والے کے سامنے جا بیو پوچھو گا کہ سنہری ڈھال والے
 سے مراد تیفق اللہ خالد بن ولید کے فرزند عبد الرحمن تھے جو متوئیہ کی طرف تھے قیس نے
 جان بیکھ کر ایسا حکم کیا کہ عبد الرحمن کے پاس پہنچ گیا اور ان پر تلوار کا بھریا ہوا ہاتھ مارا۔
 مگر متوئیہ کا ایک آدمی غلام بیچ میں آگیا۔ اس نے بڑھ کر اپنی تلوار سے قیس کی ایک ٹانگ اڑی
 مگر قیس نے ایسا بیکار کر دینے والا زخم کھانے پر بھی اس غلام کو مار ڈالا مگر اب وہ شام والوں
 میں گھرا ہوا تھا اور سب طرف سے اس پر نیزے پڑ رہے تھے آخر انہیں کے زخموں سے
 چور ہو گئے اس نے جان دے دی قیس کے بعد جھنڈے کو عبد اللہ بن قلع حمصی نے
 اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور وہ بھی بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا تب عقیف بن ایاس نے جھنڈا

اصدار باہر۔

اور نامور
 ہاں شیخ

بلند کیا۔ اب بہت سے لوگ درمیان میں آگئے تھے لہذا عقیف کی جان بچ گئی۔

حازم ابن ابی نازم بھی اس سمرک میں حضرت امیر المومنین کی طرف سے مارا گیا۔
یہ اس عہد کے ناموروں میں تھا۔ اس کے پر بڑگوارا حازم جن کو شرف صحبت رسالت
حاصل تھا وہ بھی اس سمرک کے میں خزانہ کے ساتھ مارے گئے۔ اور تیسرے جہیب جو ایک مشہور
بزرگ تھے انھوں نے بھی حضرت علیؑ کی رفاقت میں شہید ہو گیا۔

شکر کو فدی
پسپا کی۔

حضرت علیؑ
اور کھڑے۔

اس وقت کو فذوالوں کا لشکر جا بجا پسپا ہوا تھا اور اہل شام کا زور تھا حضرت علیؑ
نے اپنے سینہ دالوں کو پسپا اور دشمنوں کے حملوں سے منتشر ہوتے دیکھا تو خط ناک نظر
نظر آیا کہ دشمن ان کے مرکز اور مستقر پر چڑھ آئے ہیں اور ان پر بار بار گورہ رہے ہیں۔ لیکن
ان لوگوں کے پاس پہونچے اور زبان فصاحت ترجمان سے فرمایا میں دیکھا کہ تم نے اپنی صفوں
محل کے جولانیاں دکھائیں اور یہ بھی دیکھا کہ ظالم کشتوں اور شامی بدویوں نے تم پر حملہ کیا تم شرف
عرب ہو۔ بڑے گروہ والے ہو تلاوت قرآن کے شب زندہ داری کرنے والے ہو۔ اور
لوگوں کو حق کی طرف ہلاتے ہو۔ اس پیشہ دکھانے کے بعد تم نے پھر لڑائی کی طرف منہ
نہ موڑا تو تم پر وہی حکم ماکہ ہو جائے گا جو میدان چھوڑ کے بھاگنے والوں کا ہوا کہ تاپے اور
تم طاقت میں پڑ جاؤ گے لیکن میرے لڑنے والے دیتا ہے کہ جیسی شکست ان لوگوں سے تم کو
ہوئی ہے وہی شکست تم نے ان کو دی۔ اپنے سامنے سے ان کو ہٹا دیا۔ اور ان لوگوں
یہ حالت ہے کہ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگے جاتے ہیں۔ جیسے اوٹھوں کا گلہ
کسی سخت ہنگامے سے بھاگتا ہو جبکہ وہ بین جانب اللہ تسلی و تسکین تھا کہ دلوں پر نازل
ہوئی تم کو ثابت قدم بنا دیا۔ اور شکست کھانے والوں پر کھل گیا کہ انھوں نے خدا کو ناراض کیا
اور اپنے نفس کو اس کا نافرمان بنایا یہ حضرت علیؑ کا ایک نہایت ہی فصیح اور طولانی خط تھا
جس نے ان کے جاں نثاروں پر بڑا اثر کیا۔

بشر بن عاص
مصری۔

بشر بن عاص
مصری۔

بشر بن عاص
مصری۔

بشر بن عاص مصری ملویہ کے گروہ سے جاتا تھا اس نے جو دیکھا کہ مالک بن عاص
اپنے زور و شور کے حملوں سے اہل شام کو پسپا کر رہا ہے تو پیش کیا۔ اور میدان میں آکر مالک
کے مقابل ہوا اور دونوں میں تھک چلنے لگے اور ویران لڑنے کے بعد بشار نے مالک کو مار کے
گرادیا۔ مگر بغیر اس کے کہ مغلوب کر لینے کے بعد قتل کرے واپس گیا اور اپنے اس فعل پر نادم ہوا۔
عبداللہ بن طفیل بکالی نے حضرت علیؑ کی طرف سے بڑھ کے شام دالوں پر سخت حملہ کیا۔

اجہر شجاعت و کھاکے لپٹا تھا کہ قیس بن مرہ نام ایک تہی شخص نے جو تھا تو اہل عراق اس کے گروہ سے جا ملا تھا اور شکر شام میں تھا جھپٹ کے عبداللہ کی پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان نیزہ پہنچا یا کہ ایک جھٹکے میں پار کر کے اتفاقاً عبداللہ بن قیس کے پیٹھ پر نہ پڑنے کی نظر پڑ گئی فوراً بجلی کی طرح تڑپ کے پہنچا اور اپنا نیزہ قیس کی پیٹھ سے چھلا کے اکھاٹے لے ان کو مارا اور میں نے تھا کہ کام تمام کیا قیس نے پلٹ کے زید کی مصورت دیکھی تو گھبرا کے کہا خدا کے لیے اپنا نیزہ بٹاؤ ورنہ کرتا ہوں کہیں بھی اپنا نیزہ عبداللہ کی پیٹھ پر سے بٹاؤں گا۔ چنانچہ یہی ہوا اور دونوں بچ گئے۔

اور یہاں

ایک علی شخص اہل شام کی طرف سے نکلا اور غرہ لگایا کہ میرے مقابلے پر کون آتا ہے؟ دوسرے قیس بن قہدان کنڈی نکلا اور دونوں پیٹھ سے بدل بدل کے نیزہ بازی کرنے لگے اسنے میں لشکر عراق کے ایک شخص عبید اللہ ممل نام نے جھپٹ کے اس علی کو نیزہ مار کے گرا دیا۔

بھائی بھائی کا سامنا۔

اسی موقع پر اہل شام کی طرف سے قیس بن زید نکلا۔ یہ ان لوگوں میں تھا جو حضرت علی کے لشکر سے بھاگ کے موہیہ آئے جاملے تھے اس کے مقابلے پر دوسرے اس کا سنگا بھائی محمد بن زید نکلا قریب پہنچتے ہی دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ کچھ دیر ٹھہر کے آپس میں باتیں کیں۔ پھر منہ پھیر کے اپنے اپنے لشکر کا راستہ لیا اور دونوں نے واپسی کا سبب پوچھا تو عذر کروا کر بھائی سے کون لڑتا؟

بہی طوکی بہادر ہی۔

بنی طے نے بھی حضرت علی کی طرف سے خوب خوب جاں بازیاں دکھائیں اور یہ جس وقت وہ لوگ ثابت قدمی سے جوش جاں بازی دکھا رہے تھے حمزہ بن مالک نے ہیکار کے کہا وہ اپنی بڑی بڑی واہ امیر سے یاس جو کچھ ہے سب تم پر قربان۔ شاہ شش دین کے لیے لڑو اور اپنے حسب کے لیے لڑو۔

بشر بن عوس نے زور و شور سے حکم کیا مگر کارزار میں ایک کچھ جاتی رہی اس پر فخر کرنے میں چار شعر کہے جن کا مفہوم یہ تھا کہ کاش دوسری آنکھ بھی چھوٹ گئی ہوئی۔ اور لوگ مجھے پکڑا کے لے چلتے۔ کاش میرے پاؤں اور ہاتھ بھی کٹ گئے ہوتے اور میں لولا لنگڑا ہوتا۔ بنی نخی یعنی انٹر کے قبیلے واسے بھی اس روز سخت لڑائی لڑے۔ چنانچہ ان میں سے سہ وٹھ کے رو بیٹے حیان اور بکر شعیب بن نعیم سعید بن مالک اور نقیہ علقمہ بن قیس کے

کچھ پورے بنی فخر بنی نخی

بھائی اُبی مارے گئے۔ خود علقمہ کی ٹانگ اس معرکے میں کٹ گئی تھی اس پر ان کو ناز رہا۔ اکثر کہا کرتے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری ٹانگ موجود ہوئی۔ میں تو اس کے عوض جزائے خیر اور ثواب آخرت کا امیدوار ہوں۔ یہ بھی ان کا بیان تھا کہ میں نے اپنے بھائی اُبی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا وہاں تمہیں کیا پیش آیا؟ کہا خدا کے سامنے ہمارا اور حریفوں کا سنا ہوا۔ ہم دونوں اپنی اپنی دلیلیں پیش کرتے رہے اور آخر ہمیں اُن پر غالب آئے پس اب پرچھے اس قدر خوشی ہوئی کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ان کے یہ مرحوم بھائی بی اس کثرت سے ناز میں پڑھا کرتے تھے کہ ان کا لقب ہی نازی "شہو ہو گیا تھا۔

مغز قبیلہ بنی حمیر کے جو لوگ امیر ملویہ کے لشکر میں تھے ان کے سردار امامہ شہسواری مین ذوالکلاع تھے۔ حضرت عمرؓ کے فرزند عبید اللہ بھی انہیں کے گروہ میں تھے اور یہ لوگ شکر شام کے مہینہ پر تھے۔ انھوں نے جو حملہ کیا تو بنی ربیعہ پر اڑے جو حضرت علیؓ کے میسرہ پر تھے۔ بنی ربیعہ کے گروہ میں عبید اللہ بن عباس بھی تھے۔ یہ حملہ ایسا سخت تھا کہ بنی ربیعہ کا جھنڈا ٹوٹنے لگا جو ابو ساسان حصین بن منذر کے ہاتھ میں تھا۔ بنی حمیر حملہ کر کے پیچھے ہٹے تو عبید اللہ بن عمر نے ان میں سے نکل کر دوبارہ حملہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا اے اہل شام یہ عراق والے قاتلان عثمانؓ اور مدوگاران علیؓ ہیں ان پر نہایت سخت حملہ کرو۔ بنی ربیعہ نے ان کے حملے کو بڑے استقلال سے روکا۔ اور نہایت ثابت قدمی دکھائی۔ چند کمزور بڑوں کے سوا تمام علمبردار کھل بہاؤ سپہوار اور سب سلطان قرآن اپنی اپنی جگہ پر قائم رہے۔ ان لوگوں کے استقلال کی وجہ سے سخت خونریزی ہوئی۔ آخر بنی ربیعہ کے ایک سردار خالد بن ہمدان ان کے گروہ کو شکست ہو گئی تھوڑی دیر جانے کے بعد جب انھوں نے دیکھا کہ اُنھیں قتل کے تمام علمبردار اپنی جگہ پر قائم ہیں تو پلٹے اور ساتھ ساتھ شکست یابوں کو بھی لالکار کے پٹایا اور پھرتانے لگے۔

انہیں خالد کا واقعہ ہے کہ اس سے پیشتر ان کے متعلق لوگوں نے حضرت علیؓ کے سامنے جعلی کھائی تھی کہ وہ ملویہ سے مرسلت کرتے ہیں آپ نے ان کو اور تمام بنی ربیعہ کو سامنے بلوایا کہ صاف صاف کہہ دیا تھا کہ تمہارے بارے میں مجھ سے یہ شکایت کی گئی ہے۔ پھر فرمایا تھا اگر یہ صحیح ہے تو تم کو میرا ساتھ دینے کی ضرورت نہیں مجھ میں جی چاہے چلے جاؤ۔ مگر ہاں اسی جگہ جاؤ کہ وہاں ملویہ کی حکومت نہ ہو۔ خالد نے اس اتہام سے

ٹانگ کٹنے پر ناز۔

حضرت عمرؓ کے فرزند عبید اللہ

خالد بن ہمدان

ان پر دلائل

اپنی برأت ظاہر کی تھی اور نبی ربیعہ نے اقرار کیا تھا کہ امیر المومنین اگر پھر پر ثبات ہو گیا کہ متوجہ رہے
سے خط و کتابت کرتے ہیں تو ہم خود ہی ان کو قتل کر ڈالیں گے۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے
وفاداری کا عہد و پیمان لے کر انھیں آزاد دی عطا فرمائی تھی اب اس موقع پر وہ میدان سے
بھاگے تو بعض لوگوں نے پھر نہیں سہم کیا۔ انھوں نے یہ عذر کیا کہ اپنے گروہ کے بعض
لوگوں کو بھانگے دیکھ کر میں پلٹا تھا کہ ان مفروہین کو واپس لے جاؤں اور جن لوگوں نے
امیر کو ہٹا دیا ان کو لے کر میں نے پھر دشمنوں پر حملہ کیا۔ انھوں نے اس حملے کے موقع پر
نبی ربیعہ کو اس طرح للکار کے پڑھایا کہ نبی حمیرہ اور عبید اللہ بن عمر کے مقابلے میں انھوں نے
بے نظیریاں بازی دکھائی چنانچہ اس کوشش میں ان کے بہت سے آدمی مارے گئے اور
عمیر بن ریان علی بنی ہارے گئے جو بڑے رعب و افسوس کے شہسوار تھے نبی ربیعہ کی یہ حالت
دیکھ کر زیاد بن عمرو بن خصفہ نے قبیلہ بنی عبد القیس کے گروہ سے پکار کے کہا حمیرہ لوگوں نے
نبی کو نبی وال (نبی ربیعہ) پر آفت ڈھال لی ہے۔ پھر نعرہ لگایا کہ اے بنی عبد القیس
آج کا دن بھر نہ آئے گا یا سکتے ہی بنی عبد القیس نبی ربیعہ کی کمک پر پہونچ گئے اور ایسے جوش
و خروش سے حکم کیا کہ نبی حمیرہ بھاگے غالب ہونے کے مغلوب ہو گئے اور ان کے سردار
ذوالکلاع حمیری اور عبید اللہ بن عمر بن الخطاب مارے گئے۔

اور برأت

ذوالکلاع و عبید اللہ
بن عمر سے گئے

عبید اللہ بن عمر کا قاتل مخزوم بن صفح بتایا جاتا ہے جو بصرے کے نبی اللہ میں سے تھا
عبید اللہ کی مشہور تلوار ذوالوشاح جو خاص حضرت عمرؓ کی تلوار تھی اس کے اٹھ لکھی ایک مدت
کے بعد جب عراق کی حکومت بھی ملو یہ کے اٹھ میں آئی تو انھوں نے وہ تلوار اس سے لے لی
بعض راویان اخبار عبید اللہ کا قاتل ابی بن خطاب ارجی کو بتاتے ہیں اور بعض مالک بن عمر
نسبی حضرت مخزومہ واللہ اعلم۔

حضرت عمرؓ کی
تلوار کا نشان

اس صحر کے کے وقت قمار بن یاسر نے میدان میں آکر کہا خداوند! تو جانتا ہے کہ اگر مجھے
معلوم ہو کہ تیری مرضی ہے کہ اپنے آپ کو مندریں ڈال دوں تو مجھے اس میں ذرا تامل نہ ہو گا
اسی طرح اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ تیری مرضی اس میں ہے کہ اپنی تلوار کو اپنے پیٹ میں اس طرح
بھونکوں کہ پڑے تو اس کے نکل جائے تو اس میں بھی مجھے مطلق درخ نہ ہو گا۔ آج مجھے کوئی تیرا
اس سے زیادہ پسندیدہ کام نہیں نظر آتا کہ ان بدکاروں کے مقابلے میں جہاد کروں۔ اور اگر جانتا کہ
اور کوئی کام مجھے اس سے زیادہ پسند ہے تو میں اسی کو اختیار کرتا ہوں ایک ایسے گروہ کو

ہمارے تقریر

و کہتا ہوں جو خدا کی قسم ایسے ایسے زبردست و اکر میں گئے کہ باطل بستیوں کے دلوں میں
 شبہ پیدا ہو جائے لیکن یہ لوگ مجھے اگر اراتے اراتے علاقہ ہجر کے صحراؤں تک طویل
 وہیں تو جی ہی نہیں رہتے رہتے گا کہ میں حق پر ہوں اور یہ باطل پر ہیں۔ پھر لکھار کے کہا کون
 خدا کی رضا مندی چاہتا ہے کہ کون ثروت دنیا اور اپنے فرزندوں کو چھوڑتا ہے؟ فوراً
 جو انہروں کا ایک گروہ سامنے آگیا ہوا کہ ہم اس کے لیے تیار ہیں ان کو دیکھ کر ہمارے کہا
 چلو ان لوگوں پر حملہ کریں جو خون عثمان کے انتقام کا دعویٰ کرتے ہیں مگر خدا کی قسم
 یہ لوگ ان کا انتقام نہیں چاہتے بلکہ انھیں ثروت دنیا کا چکنا چکپڑا لیا ہے اسے چاہتے ہیں
 یہ لوگ خوب دیکھے ہوئے ہیں کہ جب میں حق کی پابندی کرنا پڑے گی تو وہ ہمارے اور ہماری
 ہوسوں کے درمیان میں حال ہو جائے گا اور نہ ان لوگوں نے پشت پر کوئی ایسے کارنامے
 دکھائے ہیں کہ لوگوں کو اپنا مطیع کرنے اور حکومت کرنے کے سستی ہوں۔ یہ دعویٰ کہ ہمارے
 امام مظلوم مارے گئے۔ اس لیے ہے کہ اس بہانے سے بادشاہ جبار بن جائیں اور اپنی
 اہوسیں پوری کریں۔ یہ بہانہ ان کے ہاتھ نہ لگ گیا ہوتا تو دواؤں بھی ان کا ساتھ نہ دیتے۔ خداوند
 اگر تو ہماری مدد کرے تو کوئی نئی بات نہیں۔ تو نے اکثر ہماری مدد کی ہے لیکن اگر تو ان کی
 مدد کرے تو ان لوگوں نے جو فتنہ پیدا کر رکھا ہے اس کے پاداش کے لیے تو
 عذاب عظیم کو تیار رکھ۔

یہ کہہ کر عمار دشمنوں کی طرف بھٹے۔ اور وہ گروہ ان کے ہمراہ تھامیدان صغین میں جس طرف
 ان کا گز رہوتا اور کوئی صحابی رسول اکرم صلی علیہ وسلم ملتا تو بلا تال ان کے ساتھ ہو جاتا۔ اس طرح چکر لگاتے
 ہوئے وہ ہاشم بن عقبہ بن ابی وقاص کے پاس پہنچے جو مرقاں کے لقب سے مشہور تھے
 یہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھتیجے اور حضرت علیؑ کے ایک علمبردار تھے۔ اور ایک چشم تھے۔ عمار
 نے ان کی صورت دیکھتے ہی کہا اے ہاشم یک چشم۔ یک چشم کے لیے بڑی چھی نہیں۔ سو ہاتھ
 وہ فوراً اگھوڑے پر سوار ہو کے ساتھ ہو لیے۔ رجز کے طور پر دو شعر ان کی زبان پر تھے۔ اور
 عمار کہہ رہے تھے۔ بڑھو ہاشم بڑھو۔ جنت تلوار کے سایے میں اور موت تیروں کی نوکوں
 کے نیچے ہے۔ آسمانوں کے دروازے کھل گئے جو روں نے سکھار کر لیا۔ اور آج میں اپنے
 دوستوں اور محمد صلی علیہ وسلم کے گروہ سے جالوں کا۔

یہ کہہ کر بڑھے تو عمر بن عباس کا سامنا ہو گیا۔ دیکھتے ہی چلائے۔ عمر دم نے دین کا کھڑکی

ان کا حوالہ
 ہاشم ان کے
 ہمراہ ہوئے۔

حکومت رزیج والا۔ انھوں نے کہا "ایسا نہیں ہے میں تو عثمان کے خون کا انتقام لینا چاہتا ہوں" عمار بولے مگر جہاں تک مجھے علم ہے تم اپنے اس فعل سے خدا کی رضا مند ہی نہیں جانتے۔ عمر ویاور لکھو کہ آج میرے توکل کرو گے اگر اس گھڑی کا خیال کرو جب ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق پھیل ملے گا۔ خوب غور کر کے دیکھو کہ تمھاری نیت کیا ہے۔ تم بہت بزرگ کے جھنڈے کے مقابلہ میں ہو ان کا تمھارا مقابلہ پہلے ہی تین بار ہو چکا ہے اور یہ چوتھی بار ہے۔ اور یہ جو تمھارا بھی ان اگلے تین مقابلوں سے کچھ اچھا اور بھینسا ہی کا نہیں ہے یہ کہہ کے تمھارے حملہ کر دیا۔

صحابہ اور عام مسلمان عمار کا مقابلہ کرتے اور جب گروہ میں وہ ہوں اس کے مقابلے پر ہتھیار اٹھاتے ڈرتے تھے اور باہر ایک دوسرے کو سمجھایا کرتے تھے کہ خیر وار اسس کروہ کی مخالفت نہ کرنا جس کے ساتھ تمھارے بیٹے یعنی عمار ہوں (سمیہ ان کی والدہ کا نام تھا) اس رکاوٹ کی وجہ تھی کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ان کی نسبت فرمایا تھا کہ انھیں ایک باغی اور برشتہ گروہ قتل کرے گا یا ساتھ ہی یہی ارشاد ہوا تھا کہ ان کی آخری غذا پانی ملا ہو اور وہ ہو گا۔

اس نشین گوئی کے مطابق جب مرنے کا وقت آیا تو عمار پکار پکار کے کہنے لگے "میری دنیا کی آخری غذا لاؤ کسی نے ایک پیار پانی ملے دو وہ کاوے دیا۔ اس کو پیایا اور زخمی ہو کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ابوالقاریہ نام ایک شخص نے ان کو قتل کیا۔ اور ابن حوی سسکی نے ان کا سر کاٹا۔

ذوالکلاع حمیری جن کے مارے جانے کا حال بیان ہو چکا انھوں نے ایک بار خود عمرو بن عاص کی زبان سے سنا تھا کہ رسول خدا صلعم نے تمھارے فرمایا کہ تمھیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور تمھاری آخری غذا پانی ملا ہو اور وہ ہو گا اس کے بعد ذوالکلاع نے جو تمھارے حضرت علیؑ کے لشکر میں دیکھا تو عمرو بن عاص سے بار بار کہتے "یہ کیا؟ تمھارے تو اوصہ ہیں" اور عمرو یہ جواب دے دیا کرتے کہ "آخر میں وہ ہماری ہی طرف آجائیں گے۔ اسی درمیان میں عمار زندہ ہو جو وہ تھے کہ ذوالکلاع حمیری مارے گئے اور عمرو بن عاص نے جناب معاویہ سے کہا "مجھ میں نہیں آتا کہ میں تمھارے مارے جانے پر زیادہ خوش ہو یا ذوالکلاع کے مارے جانے پر؟ اگر عمار کے مارے جانے کے وقت ذوالکلاع زندہ

مسلمانوں کا
عمار سے لڑتے
ڈرتے۔

ان کی آخری غذا

ان کا ارادہ تھا

رسول خدا صلعم
کی پیشین گوئی

موجود ہوتے تو خدا کی قسم سارے شام والوں کو بے کر علی سے جالتے۔
 اب متعدد لوگوں کے فتوایہ کے سامنے اگر دعویٰ کیا کہ ہم نے عمار کو قتل کیا ہے عمرو
 نے ہر ایک سے یہ سوال کیا کہ جان دیتے وقت انھوں نے کیا کہا۔ اس کا جواب کوئی
 نہ دے سکا۔ یہاں تک کہ ابن حوی آیا اور بیان کیا کہ مرتے وقت انھوں نے یہ کہا
 آج میں اپنے دوستوں محمد اور آپ کے ساتھیوں سے جاملوں گا۔ عمرو نے کہا بیشک
 تو ہی اُن کا قاتل ہے۔ اور یہ نہ سمجھ کر مجھے کوئی کامیابی ہوئی۔ تو نے اپنے پروردگار کو ناراض
 کر دیا۔ حضرت عمار کا قاتل ابو النضر ججاج بن یوسف ثقفی کے زمانے تک زندہ ہو جو تھا۔
 اس لڑائی میں یہ خاص بات بھی کہ لڑائی کے وقت لوگ لڑتے تھے اور جب لڑائی رکتی
 تو دونوں طرف کے لوگ ایک دوسرے کے لشکریں جا کے ملتے جلتے اور باتیں کرتے۔
 عبدالرحمن سلمیٰ جو حضرت علی کے لشکریں تھے کہتے ہیں جب عمار مارے گئے تو میں فتوایہ
 کے لشکریں گیا کہ دیکھو ان لوگوں کو عمار کے مارے جانے کی خبر ہوئی یا نہیں۔ وہاں
 گیا تو دیکھا کہ منویہ عمرو بن عاص، ابوالاعور اور عبداللہ بن عمرو بن عاص گھوڑوں پر سوار
 ایک ساتھ باتیں کرتے چلے جاتے ہیں اپنا گھوڑا بڑھا کے میں بھی اُن کے درمیان میں
 ہو گیا تاکہ اُن کی کوئی بات سننے سے نہ رہ جائے۔ عبداللہ نے اپنے والد سے کہا آج
 آپ لوگوں نے اس شخص کو قتل کیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنوی کی تعمیر کے وقت
 اُن کو دو دو اٹھیں اٹھا کے لاتے دیکھ کر ان کی گرد جھاڑ لی تھی اور فرمایا تھا کہ اسے ابن سمیہ
 باوجودیکہ ثوابِ آخرت کے شوق میں تم بجائے ایک ایک کے دو دو اٹھیں لاتے ہو مگر تم کو
 ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یمن کو عمرو کے منویہ سے کہا آپ نے سنا کہ عبداللہ کیا کہتا
 ہیں؟ یوحنا کیا کہتے ہیں؟ عمرو نے بیٹے کی گفتگو بیان کی۔ منویہ ہی فتوایہ نے کہا تو کیا اُن کو
 ہمارے قتل کیا؟ اُن کا قاتل وہ ہے جو اُن کو میدان میں لایا۔ اور اسی گھڑی سے یہ جملہ تمام
 اہل کشمیر کی زبان پر جاری ہو گیا۔

در بیان قتل

والی میں

در بیان قتل
کی تاویلخود حضرت
علی کا حکم

عمار کے مارے جاتے ہی حضرت علی نے نبی و بیہ اور نبی میدان کو آواز دی اور کہا تم ہی
 میری زرہ ہو اور تم ہی میرے نیرے ہو۔ منویہ ہی اُن کا قاتل ہے بارہ جو انہر و حاضر ہوئے
 آپ نے اُن کو خیموں پر سوار کرایا اور انھیں ساتھ لیکر بنفس نفیس دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اہل شام
 کی کوئی صف نہ تھی جس کو آپ نے اپنے اس حملہ سے درہم برہم نہ کر دیا ہو جس شخص کے پاس

پہونچتے قتل کر ڈالتے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے مملوئہ کے قریب جا پہونچے۔ اور اشعار
 رجز زبان پر تھے۔ یہاں پہونچتے ہی للکار کے مملوئہ سے کہا "خو زری کیوں ہو رہی ہے؟
 او اس کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دیں اور ہم دونوں مقابلہ کر کے فیصلہ کر لیں۔" عمرو نے سن کر مملوئہ
 سے کہا "علیؑ نے بات انصاف کی کہی" مملوئہ نے کہا "تم غلطی پر ہو۔ ان کے مقابلے پر
 جو جائے گا ارا جائے گا" عمرو نے کہا "مگر یہ آپ کی شان سے بعد سے کوڑالی سے ٹکھ
 چلائیے" اس کے جواب میں مملوئہ بولے "معلوم ہوتا ہے تم کو میری جانچنی کی ہوس ہے۔"
 جو لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ تھے انھوں نے اپنے دوستوں کو حضرت علیؑ کی
 حفاظت کے لیے مقرر کر دیا تھا جو دابے بائیں رستے اور حتی الامکان آپ کو دشمنوں کے
 گروہوں میں گھسنے سے روکتے۔ مگر آپ کی یہ حالت تھی کہ ان کو ذرا بھی غافل پاتے تو ٹہنوں
 جا پڑتے۔ اور جب تک تلوار کو خون سے نہ بھر لیتے نہ پلٹتے۔ ایک مرتبہ آپ نے حملہ کیا تو
 برابر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ تلوار دوسری ہو گئی اس وقت پلٹے۔ تلوار ان کے سامنے
 ڈال دی اور فرمایا یہ بیکار نہ ہو گئی ہوتی تو میں واپس نہ آتا۔

مملوئہ کو جواب
 پر ملانا۔

اور ان کا ڈانا

حضرت علیؑ
 کے محافظ

نویں فصل

جنگ صفین کا انجام

معاویہ کا سپردوں کو قتل کرنا۔ ایک ایسے بھان بھان والے فقرہ علیؑ کا سپردوں کو
چھوڑ دینا۔ معاویہ کو اس سے نصیحت۔ آٹھ کا حملہ۔ ایک شامی نوجوان۔ وہ کس صوفی
میں تھا؟ اس کو قتل کیا۔ آٹھ کی بہادر موت۔ حضرت علیؑ کا جوش دلانا۔ محمد بن حنفیہ کا
حملہ عجلہ اللہ بہن کعبہ کا مارا جانا۔ ان کی وصیت۔ رات بھر لڑائی۔ لیکو الہریہ حضرت علیؑ
اس رات میں لشکر علیؑ کا آگے بڑھ جانا۔ آٹھ کی سرکڑائی۔ ان کا حملہ عتروین عاص کا
نظام و روان۔ عتروین عاص کی کارروائی۔ قرآنوں کا بلند کیا جانا۔ اہل عراق میں تفرقہ۔
حضرت علیؑ کا ہمسایا۔ لوگوں کا نہ ماننا آپ کو قتل کی دھمکی۔ آٹھ کا بلایا جانا۔ خلافت
چھین لینے کی دھمکی۔ آٹھ کا تکیہ بلوایا جانا۔ قلعہ فتح چھوڑ کر وہیں آنا۔ ان کی غضب
تقریر بے مطلق سماعت نہ ہونا۔ آٹھ میں اور لوگوں میں جھپٹ۔ آپس میں لڑائی ہوتے
ہوتے رہ گئی۔ التوائے جنگ۔ آٹھ کا معاویہ کے پاس جانا۔ صورت فیصلہ اور بیعت۔
بغیر علیؑ سے پوچھے منظوری۔ عتروین عاص اہل شام کے بیچ۔ اور ابو موسیٰ اہل عراق
کے۔ اس میں بھی علیؑ کی دیکھی گئی ابو موسیٰ کا بلایا جانا۔ آٹھ کی بیماری۔ آٹھ کی کام
کوشش۔ تحریر مجاہدہ عتروین عاص کا اعتراض۔ نہایت رسالت کی مطابقت۔ عتروین
عاص کا بچونا۔ گفتگوئے ملال۔ معاویہ کے الفاظ۔ تحریر تمیل کی تاخیر۔ یہ مقام فیصلہ۔
گو آہمیاں۔ آٹھ کا دستخط کرنے سے انکار اس پر حضرت علیؑ کا ارشاد۔ پنجوں کا مقرر
کرنے والوں سے اقرار لینا۔ خود پنجوں کا علفی اقرار۔ معاویہ کے کا شکر و تفسویٰ میں یا
جانا۔ خواتج کے شبے کی ابتدا صفین سے واپسی اور فتنہ خوارج۔ حضرت علیؑ کو عام
خیالات کی جستجو۔ دہشتی رائے لوگوں کی ترمیم نہیں کا جواب۔ کوئے میں بیلا قبرستان
قبرستان میں پڑھنے کی دعا۔ کوئے کے گشتگان صفین کا اتم۔ بین و بکار و قرا
اور عذر خواہی۔ آپ کی کریم نفسی کوئے کے شعیان عثمان۔ خوارج حرد و ارباب
ناسور مقبولین صفین۔

جناب معاویہ نے حضرت علیؓ کی طرف کے ایک گروہ کو گرفتار کر لیا تھا اُن لوگوں کے بارے میں عمرو بن عاص سے شورہ کیا تو انھوں نے کہا ان سب کو قتل کر ڈالیے۔ اس شورے پر جب عمل ہونے لگا تو اسیروں میں سے ایک شخص نے جس کا نام عمرو بن وس اور وہی تھا منوکیہ سے کہا مجھے قتل کیجیے۔ اس لیے کہ میں آپؐ کے عزیزوں میں ہوں یا اور آپؐ رشتے میں سیکارمیں ہوتے ہیں معاویہ نے حیرت سے پوچھا میں تمھارا ماںوں کیسے ہو گیا؟ ہمارے خاندان نے کبھی نبیؐ اور سے بدھیا نہ نہیں کیا۔ اس شخص نے کہا اچھا اگر وہ رشتہ ثابت کروں تو آپ مجھے امان دیں گے؟ کہا بیشک! کہا حضرت رسول خدا صلعم کی بیوی ام حبیبہؓ آپ کی بہن ہیں یا نہیں؟ معاویہ نے کہا بیشک ہیں اُس نے کہا تو وہ میری ماں ہیں اس لیے ستمان ہونے کے باعث میں اُن کا بیٹا ہوں۔ حضرت معاویہ اس کے اس جواب پر خوش ہوئے کہا افسوس یہ بات کسی اور کو نہیں سوجھی اور اس کو چھوڑ دیا۔ حضرت علیؓ نے بھی معاویہ کی طرف کے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا اگر سب کی جان بخشی کی اور جب وہ لوگ چھوٹ کر واپس آئے ہیں تو اور بھی بہت سے قیدی معاویہ کے ہاتھ میں اسیر ہو چکے تھے۔ عمرو بن عاص سے کہا ہمارے قیدیوں کے بارے میں بھی تمھارے کہنے پر عمل کرتے تو برائی غلطی کرتے یہ کہہ کر سب قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

اب شام ہو گئی تھی۔ وقت کو تنگ اور لڑائی کی شدت کو اُسی حالت پر دیکھ کے ہاشم بن عقبہ نے لوگوں کو اپنے گروہ جمع کیا اور کہا جو کوئی خدا اور عالم آخرت کا شائق ہو میرے پاس آئے بہت سے سرگت بہادر تیار ہوئے۔ ہاشم بن کو ساتھ لے کر اہل شام پر پے در پے حملے کرنے لگے اور زمین اگرچہ شکلوں سے اُن کے حملوں کو روک سکے۔ مگر اسی طرح سانسے جمے کھڑے تھے اور اپنی جگہ سے نہ ہلے تھے۔ اُن کا یہ استقلال دیکھ کر ہاشم نے اپنے ہمراہیوں کو ملکا مارا اور کہا خدا کی قسم یہ عربوں کی وہی عہد بجاہلیت والی غیرت و حمیت اور اُن کی وہی اس زمانے کی ثابت قدمی ہے مگر تم اُن سے خوف نہ کرو۔ یاد رکھو کہ تم حتیٰ پر ہو اور یہ کراہ ہیں پھر اپنے ہمراہیوں کو جوش دلایا اور قاریان قرآن کے ایک گروہ کو ساتھ لے کر اہل شام پر چارٹے۔ اس حملے میں انھیں ایک شامی نوجوان نظر آیا جو معاویہ کی طرف سے نکلا اور بڑبڑاہیں کہتا تھا میں دربار داران ملک غسان کا فرزند ہوں اور آج خون عثمانؓ کا انتقام لے رہا ہوں۔ ہمارے قاریان قرآن کہتے ہیں کہ علیؓ ہی ابن غسان کے قاتل ہیں۔

معاویہ کی قتل کرنے کی

ایک اسیر کا جان بچانے کا فقرہ

نبیؐ کا اسیر چھوڑ دینا

معاویہ کی اس نصیحت

ہاشم کا حملہ

ایک شامی نوجوان

یہ کہہ کے شمشیر زنی کرتا اور جب تک سب شتم اور طعن میں نہ بان ڈالی نہ کرتا بیچھے نہ ہٹتا۔ ہاشم اس کے قریب سے
 اور کہہ ان الفاظ پر خدا کے یہاں سزا ملے گی اور اس خونریزی کا جواب دہونا پڑے گا۔ خدا سے ڈو اگر اس کہہ میں
 تم سے اس لیے کرتا ہوں کہ تمہارے حکام نماز پڑھتے ہیں اور تم پڑھتے ہو۔ تمہارے حکام
 نے ہمارے غلیفہ کو قتل کیا اور تم نے ان کی مدد کی۔ ہاشم نے کہا تو عثمان کے معاملے کو کیا جانے
 کیا تیرا خیال ہے کہ ان کو صحابہ رسول اللہ و فرزندان صحابہ اور قاریان قرآن نے قتل کیا ہے جو
 لوگ کہو پیدا اور علم دے ہیں اور ایک لمحے کے لیے بھی دین سے غافل نہیں ہوتے؟ رہا یہ
 جو تم نے کہا کہ ہمارے حکام نماز نہیں پڑھتے تو سن۔ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے نماز پڑھی۔ اور
 دین کی باتوں کو ساری خلعت سے زیادہ جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلیم کے وہ سب سے بڑے
 دوست تھے۔ اور یہ سب لوگ جن کو تو اپنے مقابلے میں دیکھتا ہے سب کے سب قاریان قرآن
 ہیں۔ تہجد ادا کرنے کے شوق میں راتوں کو نہیں سوتے جن بد نصیبوں نے مجھے بہکایا ہے۔
 ان کے فتنے میں نہ آؤ۔" نوجوان نے یہ تقریر سن کر ذرا تامل کیا۔ پھر پوچھا "بھلا میرا کتنا معنا
 ہونے کی بھی کوئی صورت ہے؟" ہاشم نے کہا درگاہ الہی میں توبہ کرو۔ وہ توبہ قبول کرتا اور گناہوں
 کو معاف کرتا ہے۔" اب یہ نوجوان اپنے لشکر میں واپس گیا اور لوگوں سے یہ سرگذشت بیان
 کی تو سب نے کہا اس عراقی دے نے مجھے بہکا دیا۔" مگر اس کے دل پر ہاشم کی ایسی ایسی
 نقش ہو گئی تھیں کہ جواب دیا "اُس نے خدا کی قسم مجھے فریب نہیں دیا بلکہ اچھی بات بتائی مگر اس کے
 بعد نہیں معلوم ہو سکا کہ اس شخص کا انجام کیا ہوا۔"

وہ کہیں جس کے
 میں تھا؟

اس کو بندہ۔

ہاشم کی زبان
 سوکت

ہاشم اور ان کے ساتھی اس حملے میں اس طرح جان پھیل کے اڑے کہ فتح کے آثار
 نظر آنے لگے مگر مغرب کا وقت قریب تھا کہ شام والوں کی طرف سے تنوخیوں نے اُن پر
 سخت حملہ کیا۔ ہاشم اُن کے مقابلے پر جمع گئے۔ رجز پڑھتے جاتے تھے اور سرکارا لے کرتے
 تھے۔ لوہے آدمی خاص اُن کے ہاتھ سے مارے جا چکے تھے کہ یکایک حرث بن منذر تنوخی
 نے اُن پر نیزے کا ایسا زبردست وار کیا کہ گھوڑے کے پیچھے آ رہے۔ زمین سے اُٹھنے
 نہیں پائے تھے کہ حضرت علیؑ کا قہقہہ یہ کہتا ہوا پہونچا "بھٹو! کو آگے بڑھاؤ" وہ جو قریب
 آیا تو ہاشم نے اُس سے پکار کے کہا "ذرا میرے پیٹ کو تو دیکھنا" اُس نے دیکھا تو پیٹ
 چاک تھا۔ چنانچہ اسی زخم نے اُن کا کام تمام کر دیا۔ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھتیجے تھے
 اور اُس زمانے کے بڑے نامور بہادروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ اُن کو جان دیتے دیکھ کر

حجاج بن یوسف انصاری کو ایسا چوٹ آیا کہ باذان میں تین شعر پڑھے جن کا مضمون یہ تھا کہ اے
اگر شام اگر تم نے ہماری طرف کے ناموروں کو قتل کیا تو ہم نے بھی تمہارے بہت سے
بہادر قتل کر دے ہیں۔

دوران جنگ میں حضرت علی کا گورنی غسان کے ایک بہادر کی طرف سے ہوا۔ یہ لوگ
جناب معاویہ کی طرف سے لڑ رہے تھے اور ایسے جیسے کھڑے تھے کسی طرح اپنی جگہ سے
قدم نہ ہٹاتے ان کا استقلال دیکھتے ہی آپ نے اپنے بہادروں سے پکار کے فرمایا
جب تک سخت نیزہ بازی اور زبردست شمشیر زنی نہ کی جائے یہ لوگ رہیں گے۔ کون نیزہ بازی
اور شمشیر زنی؟ جو سروں کو چاک کرے۔ ہڈیوں کو تراشے۔ اور کلائیوں اور ہاتھوں کو قلم کر دے
ان کی روگ پر ہے کہ پیشانیاں فولادی گرزوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائیں۔ کہاں ہیں
ایسے الہی کے امیدوار اور آخرت کے آرزو مند؟ آپ کے یہ کلمات سنتے ہی ایک گروہ
سامنے اگھڑا ہوا ان کو دیکھ کر آپ نے اپنے عزیز فرزند محمد بن حنفیہ کو بلایا اور حکم دیا کہ ان لوگوں
کو قتل کر دے۔ آہستہ آہستہ دشمنوں کے اس سامنے والے جھنڈے کی طرف جاؤ۔ مگر جب
نیزے کی زور پہنچا تو ٹھہر جانا۔ اور میرے دوسرے حکم کا انتظار کرنا۔ محمد بن حنفیہ نے پورے زور
کے حکم پر عمل فرمایا ان کے جاتے ہی حضرت علیؑ نے جان نثاروں کا اتنا ہی ایک اور گروہ
جس کے لئے ملک پیچھا اور فرزند کو حلقہ کرنے کا حکم دیا۔ اشارہ ہوتے ہی ابن حنفیہ نے اپنے
رفیقوں کو ساتھ لے کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ دلاوران بنی غسان کے قدم اکھڑ گئے۔ اور
ان کے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔

عبداللہ بن کعب مرادی واو شجاعت دیتے دیتے کاری زخم کھا کر گرے ان کا آخری
وقت تھا کہ اسوہ بن قیس مرادی لڑتے ہوئے گرے۔ انہیں آواز دی کہ وہ لمبیک کہہ کر قریب
آئے۔ پہچان کر حال پوچھا اور متاسف ہو کر کہا آپ کا مارا جانا نہایت ہی سخت سانحہ ہے۔ پھر
اتر کے پاس آئے اور کہا مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ عبداللہ نے کہا میری وصیت یہ ہے کہ
خدا سے ڈرتے رہو۔ امیر المومنین کو مشورہ خیر دو۔ اور پیشہ ان کی خدمت میں رہ کر ان کے مخالفوں
کو لڑو۔ یہاں تک کہ غالب آویا مارے جاؤ۔ امیر المومنین کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا
اور کہنا کہ آپ برابر لڑتے رہیں۔ یہاں تک کہ میدان کو پیچھے ڈالیں۔ اس کے بعد اسوہ نے
واپس جا کر حضرت علیؑ کو ان واقعات کی اطلاع کی تو آپ نے فرمایا عبداللہ نے زندگی میں

حضرت علیؑ
جو کھلائےمحمد بن حنفیہ
محمدعبداللہ بن کعب
کا مارا جانا

ان کی وصیت

ہمارے دشمنوں پر جہاد کیا اور مرتے دم میں مشورہ خیر و یار بعض راویوں کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مصیبت عبدالرحمن بن غفیل جمعی نے کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب رات ہو چکی تھی اور میدان کارزار اسی طرح گرم تھا۔ دونوں طرف کے بہادر اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ کسی نے واپسی کا ارادہ نہ کیا اور رات بھر لڑائی ہوئی رہی جو آخر شام و عراق میدان میں قدم جمائے کھڑے تھے اور رات بھر تلوار چلتی رہی۔ چونکہ صبح تک برابر ہتھیاروں کے چلنے کی آواز آتی رہی جس کو عربی میں تہریر کہتے ہیں اس لیے اس رات کا نام "لیلۃ التہریر" مشہور ہو گیا۔ نیز بے چلے اور چلتے چلتے ٹوٹ گئے تیر اندازی کی وہ بھاری ہونے کو ترکش خالی ہو گئے۔ اور آخر میں لوگوں نے تلواریں بھیج لیں جو صبح کجاہستانی کر رہی تھیں۔ حضرت علیؑ رات بھر میمنہ اور میسرہ میں گشت لگاتے رہے۔ ہر گروہ کے پاس پہونچ کر جوش دلاتے اس کا حوصلہ بڑھاتے اور فرماتے "اگلوں سے آگے بھل جاؤ" صبح کو حضرت علیؑ نے دیکھا تو میدان پیچھے رہ گیا تھا اور آپ کے بہادر اپنی جگہ سے بہت آگے بڑھ آئے تھے۔ تاکہ اشتہر میمنہ پر تھے۔ ابن عباس میسرہ پر تھے۔ خود آپ کا مرکز فوج کا حصہ تھا۔ اور ہر حصے کے لوگ بڑی بہادری و گرمجوشی سے لڑ رہے تھے۔

جمعہ کا مبارک دن تھا اور اشتر شام سے اس گھڑی تک برابر و صاوی پر دھبہ مارا کرتے رہے تھے۔ اب اسی جوش و خروش میں پہرہ کی چڑھ گیا۔ اشتر اپنے ہمراہیوں سے کہتے "نیرے کی زد پر رہو" اور حملہ کرا دیتے۔ پھر کئی دشمنوں سے ایک کمان سے زیادہ فاصلہ نہ رہے۔ اور پھر حملہ کرا دیتے۔ اسی شان سے جو عمروان قرضوی کو لڑا رہے تھے یہاں تک کہ لڑتے لڑتے اکثروں کے ہاتھ رہ گئے۔ اور قدم بڑھنا دشوار تھا۔ مگر اشتر ان کو اسی طرح پہنچا جوش پیدا کر کے لڑائے جاتے۔ وہ خود بیاہ وہ تھے۔ اور ہر گروہ کو برابر لٹکا لٹکا کے بڑھا لیتے۔ اب اشتر گھوڑے پر سوار ہوئے جھنڈا اخیان بن ہوزہ کے ہاتھ میں دیا اور مختلف گروہوں کو اپنے ساتھ لے کر بڑھے۔ پکار پکار کے کہتے تھے "کون خدا کی راہ میں اپنی جان بچتا ہے۔ اور اشتر کے ہمراہ اس شرط سے لڑنے کو تیار ہے کہ یا قتیاب ہو گا یا خدا کے پاس پہونچ جائے گا" بہت سے بہادر گروہ جمع ہو گئے۔ حیان بھی علم اٹھائے ہوئے ساتھ ساتھ تھے۔ سب کو نے کہ اشتر پیچھے ہٹے اور رفیقوں سے کہا خوب زور و شور سے حملہ کرو۔ میرے مانہاں اور دواھیال دانے دونوں تم پر خدا ایسی کوشش کر کہ خدا کو خوش اور

رات بھر لڑائی

لیلۃ التہریر

حضرت علیؑ اس رات میں

شکر علیؑ کے بڑھ جانا۔

اشتر کی سرکاری

ان کا حصہ

دین کو قوی کر دوں یہ کہہ کر گھوٹے سے اتر بیٹھے۔ اُس کی گردن پر ہاتھ مارا۔ پھر علمدار سے کہا "علم بڑھاؤ، اور اپنے سارے گروہ کے ساتھ دشمنوں پر جاڑے۔ یہ ایسا حملہ تھا کہ دم بھر میں دشمنوں کو ڈھکیل سنے اُن کے پڑاؤ میں کر دیا۔ دشمنوں کے لشکر گاہ کے قریب سخت محاصرہ ہوا جس میں آتش کا علمدار مارا گیا اور حضرت علیؑ نے جو دیکھا کہ دشمنوں کا غلبہ ہونے لگا ہے اور

مکمل بھیج دی۔ رٹالی کا یہ رنگ دیکھ کر عمر بن عاصؓ نے اپنے غلام وردان سے کہا "تو جانتا ہے میری تیری اور اشتہر کی کیا شان ہے؟ اُس نے کہا "جی نہیں" کہا اُس سرخ اونٹ کی شان جو اُس کے بڑھتا تو ذبح کیا گیا اور پیچھے ہٹا تو بھی مار ڈالا گیا۔ اس لیے سن۔ اگر تو پیچھے ہٹا تو خدا کی قسم تیری گردن مار دوں گا۔" اُس نے کہا ابو عبد اللہ میں خدا کی قسم مرتے دم تک آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

اب عمر بن عاصؓ نے میدان کی طرف نظر دوڑائی تو رنگ بگڑا نظر آیا شام و اے بے دل شخصے اور اہل عراق پلے پڑتے تھے۔ دوڑ کے معاویہ کے پاس گئے اور کہا "وقت ہار گیا ہے اور حالت خطرناک ہے۔ تو ایک ایسی چال چلوں کہ اہل عراق میں تفرقہ پڑ جائے۔" معاویہ نے کہا ضرور بتاؤ۔ کہا مناسب یہ ہے کہ اس وقت ہم قزاقوں کو جھنڈوں اور نیزوں میں باندھ کے بلند کریں۔ اور کہیں بس کلام اللہ ہی ہمارے تمھارے درمیان میں حکم ہے۔ بعضے اہل عراق اگر یہ قبول کریں گے تو بعضے کہیں گے کہ ہمیں اس درخواست کو ضرور قبول کرنا چاہیے اور اس طریقے سے خواہ مخواہ اُن میں تفرقہ پڑ جائے گا۔ پھر اس صورت کو اگر انھوں نے قبول کر لیا تو ہم ایک مدت کے لیے رٹالی کو ملتی سی کرالیں گے۔" معاویہ نے اس تجویز کو پسند کیا۔ فوراً قرآن اُس کے نسخے علموں اور نیزوں میں باندھ کر بلند کیے گئے۔ اور اہل شام کی طرف سے پکار پکار کے کہا جانے لگا۔ بس اب کتاب اللہ ہی ہمارے تمھارے درمیان حکم ہے۔

اہل عراق نے جیسے ہی قرآن مجید کو سامنے دیکھا اور شام والوں کے نعرے سننے لگے کہ ہمیں کتاب اللہ کو قبول کر لینا چاہیے حضرت علیؑ نے فرمایا لوگو حق پر اور اپنی سچائی پر قائم رہو۔ اور جس طرح ڈار ہے ہو لوڑے جاؤ۔ معاویہؓ عمر بن عاصؓ ابن ابی معیط۔ حبیب بن سلہ۔ ابن ابی سرح اور حجاجؓ نہ دین کے ماننے والے ہیں نہ قرآن پر عمل کرنے والے۔ ان لوگوں کو میں وہی خوب پہچانتا ہوں۔ ان کا بچپن بھی دیکھا اور جوانی میں بھی ان سے صحبت بھی

عمر بن عاصؓ کا غلام وردان

عمر بن عاصؓ کا گھوڑا

قزاقوں کا بنڈ کیا جانا

اہل عراق میں تفرقہ

حضرت علیؑ کا سمجھنا

طفولیت میں ان کو بدترین لڑکے اور جوانی میں بدترین مرد یا بچہ قرار دیا گیا شاست ہے کہ ان کے فریب میں آگئے خدا کی قسم انھوں نے سکاری سے قرآن کو بلند کیا ہے۔ لوگوں نے کہا مگر یہ ممکن نہیں کہ ہم قرآن کی طرف بلائے جائیں اور نہ قبول کریں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں اسی سیسے تیراں سے لڑ رہا ہوں کہ ان کو کتاب اللہ کا پیر و بناؤں۔ خدا کی قسم ان لوگوں نے اپنے معاملات میں اللہ جل شانہ کی نافرمانی کی۔ اس کے عہد کو بھول گئے۔ اور اس کی کتاب اللہ ڈال ڈی۔

یہ سن کر آپ کے ہمراہیوں میں سے سمر بن ذکریٰ اور زید بن جہین طائی نے اور اس کے ساتھ قاریان قرآن کے گروہ نے کہا علیؑ جب کتاب اللہ کی طرف بلائے جاؤ تو اس کو قبول کرو۔ ورنہ ہم تمھارے گروہ کو توڑ دیں گے۔ اور تمھارے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے جو اتن عفان کے ساتھ کر چکے ہیں۔ یہ سخت جواب سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا خیر میرا یہ کہنا یاد رکھو اور اپنا قول بھی نہ بھولنا میری اطاعت منظور ہے تو لڑو۔ اور نہیں منظور تو تمھیں اختیار ہے جو جی چاہے کرو۔ ان لوگوں نے کہا تو کسی کو بھیج کر اشتہر کو واپس بلائیے۔ حضرت علیؑ نے زید بن ہانی کو بھیجا کہ جاؤ اشتہر کو بلا لاؤ۔ زید نے اشتہر سے جا کر یہ کہا تو انھوں نے کہا بھلا یہ میدان سے ہٹنے کا وقت ہے؟ مجھے بہت جلد فتح کی امید ہے۔ زید نے واپس آکر اشتہر کا یہی جواب عرض کر دیا۔

اس اثناء میں حضرت علیؑ کے طرفداروں سے ایک شور بلند ہوا جس سے ظاہر ہوا کہ ان لوگوں نے زور و شور سے از سر نو حملہ کیا ہے جو لوگ اشتہر کو واپس بلوار سے تھے انھوں نے یہ شور سن کر حضرت علیؑ سے کہا ہمیں خدا کی قسم یہ فطر آتا ہے کہ آپ ہی نے کہلا بھیجا کہ لوگ زور سے حملہ کریں۔ آپ نے فرمایا بھلا تم نے مجھے زید سے کوئی پوشیدہ بات سنا دی تھی دیکھا تھا۔ میں نے تو جو کچھ کہا تمھارے سامنے کہا وہ لوگ بولے تو پھر فوراً اشتہر کو بلوائے ورنہ ہم آپ کو خلافت سے معزول کر دیں گے۔ یہ سہمی سن کر حضرت علیؑ نے زید سے کہا جا کے اشتہر کے کہو کہ جلدی آئیں کیونکہ یہاں فتنہ پیدا ہو گیا ہے۔

اس کی زید نے اشتہر کے پاس جا کر فتنہ کا نام لیا تو انھوں نے پوچھا قزاقوں کے بلند کرنے کے باعث؟ کہا ہاں۔ اشتہر بولے میں قزاقوں کو دیکھ کے پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ بچھوٹ پڑ جائے گی۔ یہ ابن عاص کا شور ہے۔ لیکن کیا تم فتح کے آثار نہیں دیکھتے؟ اور

لوگوں کا ارشاد

بچہ قتل کا حکم

اشتہر کا بلا دیا جانا

خلافت چھین لینے کی کوشش

اشتہر کا پناہ لینا

ان لوگوں کی جو حالت ہو رہی ہے وہ تمہیں نہیں نظر آتی؟ ہم کو اس وقت خدا نے غالب کر دیا ہے اور ہرگز مناسب نہیں کہ میں ایسی گٹھری میں میدان سے قدم بٹھاؤں۔ یہ پیریدہ نے کہا یہ سب سچ ہے مگر شاید تم یہ چاہتے ہو کہ تم یہاں فتح حاصل کرو اور وہاں امیر المومنین ہوں گے۔ حواریہ کے رویے جائیں یا مارڈالے جائیں۔ آتش نے کہا معاذ اللہ! بھلا یہ کون چاہے گا؟

اور فتح چھوڑ کر
واپس آنا۔

پیریدہ نے ساری سرگزشت بیان کی اور آتش مجبوراً اس میں چھوڑ دے کہ واپس آئے۔ مگر ایسے حوش اور غصے میں بھرے ہوئے تھے کہ آئے ہی کھٹے لگے اسے اہل عراق! اے ذلیل کابل! تو کو مجاہدین پر غاب آگئے اور فتح سامنے نظر آنے لگی تو ان لوگوں نے قرآن بلند کیا۔ اور اس کی طرف تھیں بلانے لگے مگر خدا کی قسم یہی لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے حکم کو چھوڑ دیا اور جس پر وہ نازل ہوا اس کی سنت سے الگ ہو گئے۔ زیادہ نہیں مجھے تھوڑی جہالت دو۔ اس لیے کہ مجھے فتح سامنے دکھائی دے رہی ہے ان لوگوں نے کہا یہ نہ ہو گا۔ آتش نے کہا اچھا اتنی ہی جہالت دو کہ گھوڑا دوڑا کے جاؤں اور واپس آ جاؤں۔ مجھے خدا کی قسم فتح کی پوری امید ہے۔ سب نے کہا اگر تم نے تم کو ذرا بھی جہالت دی تو تمہارے گناہ میں شریک ہو جائیں گے۔ آتش نے عاجزاً کہا اچھا مجھے بتاؤ کہ تم کب جی رہے تھے؟ اُس وقت جب لڑتے تھے اور تمہارے اچھے اچھے لوگ مارے جا رہے تھے یا اب جب کہ تم لڑنے کے خلاف ہو؟ پہلی صورت ہے تو اب تم غلطی پر ہو۔ اور دوسری صورت ہے تو کہنا چاہیے تو تمہاری طرف جو اچھے اچھے لوگ مارے گئے جن کی پرہیزگاری و فضیلت میں تم کو شبہ نہیں اور یقیناً تم سے اچھے تھے۔ وہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ سب نے کہا آتش یہ باتیں چھوڑو۔ ہم خدا ہی کے لیے ان لوگوں سے لڑے اور خدا ہی کے لیے اب لڑائی سے رک گئے۔

ان کی غصہ
تقریر۔

مطلوبہ است
نہ ہوا۔

آخر آتش نے جھنجھلا کے کہا یہ نہ کہو۔ بلکہ اے روسیہ لوگو۔ یہ کہنا چاہیے کہ تم کو فریب دیا گیا اور تم فریب میں آ گئے۔ تم سے لڑائی روکنے کی درخواست کی گئی اور تم نے قبول کر لی۔ ہمارا یہ خیال تھا کہ تمہاری یہ عبادت و نفس کشی دنیا چھوڑنے اور خدا کے ملنے کے شوق میں ہے۔ مگر اب نظر آیا کہ تمہارا مقصد دنیا اور اس کی برائیاں ہیں۔ یاد رکھو کہ اس گٹھری کے بعد پھر کبھی تم عزت کی صورت نہ دیکھو گے۔ لہذا دور ہو سامنے سے جس طرح کہ نساہم راندے جاتے ہیں اس گفتگو کا انجام یہ ہوا کہ آتش میں اور ان لوگوں میں سخت کلامی ہوئی۔

آتش میں اور
لوگوں میں
جھجٹ۔

جس کے بعد گالی گلوچ تک ذہنت آگئی ان لوگوں نے بڑھ کے اشتر کے گھوڑے کے منہ پر
تھپڑ مارا اور اشتر نے اُن کے گھوڑوں کی کوڑھ سے خبر لی۔ یہ رنگ دیکھ کر حضرت علی
نے ڈانٹ کے الگ کیا اور غوری ہوتے ہوئے رہ گئی۔

لیکن ہوا وہی وہ لوگ چاہتے تھے۔ لیکن قرآن کا حکم قرار دیا جانا قبول کر لیا گیا۔ اس کی
تعمیل کے لیے اشعث بن قیس حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں دیکھتا ہوں کہ
مخالفوں نے قرآن کے حکم بدلنے کی جو درخواست کی تھی اس کو سب لوگ قبول کر رہے ہیں۔

لہذا حکم ہو تو میں معاویہ کے پاس جاؤں اور دریافت کروں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ ارشاد ہوا: ”جانی“
وہ گئے اور جناب معاویہ کے محل پر چھاپنے لگے قرآن کو کیوں بلند کیا؟ کہا اس لیے کہ ہم تم کو
خدا کے اُس حکم کی طرف رجوع کریں جو اس نے اپنی کتاب کے ذریعہ سب تم کو دیا ہے۔ اور

اس کی صورت یہ ہو کہ ایک شخص کو اپنے اطمینان اپنی مرضی کے مطابق آپ منتخب کریں اور ایک کو
ہم منتخب کریں اور اُن دونوں سے عہد لے لیا جائے کہ کتاب اللہ کی رو سے فیصلہ کریں۔
اس کے باہر نہ جائیں۔ پھر جس پر اُن دونوں کو اتفاق ہو وہ غلبہ قرار پائے اور ہم دونوں اُس کی

پیروی کریں۔ اشعث نے اس تجویز کو پسند کیا اور حضرت علیؑ کے پاس واپس آئے۔ آپ کے
ساتھ جیسے ہی یہ تجویز پیش کی گئی اُن کے آپ کوئی لفظ زبان سے نکالیں سب نے
غل چھاپا۔ ہاں ہم اس پر رضی ہیں اور ہم نے اس تجویز کو قبول کیا۔

اس قرار داد کے مطابق اہل شام نے اپنا بیچ عمرو بن عاص کو منتخب کیا اور کہا: ”ہم کو اُن پر
اطمینان ہے۔“ حضرت علیؑ کی طرف اشعث نے اور اور لوگوں نے کہا: ”ہم اپنا بیچ ابو موسیٰ اشعری
کو مقرر کرتے ہیں۔“ یاد رکھنا چاہیے کہ ابو موسیٰ اشعری قاعدین میں سے ان لوگوں میں تھے جو

لڑائی جھگڑے سے نیر اور متوہی علیؑ دونوں کے خلاف تھے۔ جنگِ حُل سے پہلے ہی اُن کا
بیسلک ظاہر ہو چکا تھا۔ اسی خیال سے خصوصاً یہ دیکھ کر کہ معاویہ کی طرف سے جو صاحب
منتخب ہوئے وہ اُن کے طرفدار اُن کے خاص مشیر اور ان کا جامہ پہنے ہوئے ہیں۔ حضرت

علیؑ نے فرمایا تم نے پہلے میرا کہنا نہ مانا تو خیر۔ مگر اب اس معاملے میں میری مخالفت نہ کرو۔
ابو موسیٰ کے منتخب کرنے کو میں مناسب نہیں جانتا۔ اشعث۔ زید بن حصین اور مسعودی کی سپہ
خند کے بچے میں کہا: ”ہم تو بجز ابو موسیٰ کے کسی کو نہ مانیں گے جس آفت میں ہم مبتلا ہو

اس سے ہم کو پہلے ہی انہوں نے ڈر لایا تھا۔“

اس میں ہلاکی
رہا ہے۔

الوٹاے جنگ
اشعث کا
معاویہ کے
پاس جانا۔

صورت فیصلہ
اور چننا۔

بہت جلدی سے
پوچھنے لگوں۔

عمرو بن عاص
اہل شام کے
اور ابو موسیٰ
اہل عراق کے۔

اس میں بھی
علیؑ کی مخالفت۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ابو موسیٰ پر بھروسہ نہیں ہو سکتا۔ وہ مجھ سے الگ ہو گئے میرا ساتھ دینے کے بجائے لوگوں کو میرے خلاف کو دیا۔ پھر بھاگ کھڑے ہوئے اور کئی حدیثوں کے بعد ان کو امان دی گئی عیسیٰؑ کا اللہ بن عباس موجود ہیں۔ میں ان کو اپنی طرف سے منتخب کرتا ہوں۔ ان لوگوں نے کہا ہم نہ آپ کو مانیں گے نہ ابن عباس کو۔ ہم تو ایسے شخص کو پہنچ بنانا چاہتے ہیں جو غیر جانبدار ہو۔ اور اس کے خیالات آپ کے اور معاویہ کے متعلق یکساں ہوں۔ حضرت علیؓ نے مجھ کو فرمایا۔ اچھا میں اشتہر کو اپنی طرف سے پہنچ قرار دیتا ہوں۔ وہ لوگ بولے خوب۔ اور یہ لوگ کس کی لگائی ہوئی ہے؟ عاصم نے فرمایا تو تم لوگ بجز ابو موسیٰ کے کسی کو نہ منظور کرو گے؟ کہا نہیں اور حضرت علیؓ نے کمال بے بسی سے فرمایا تو پھر تمھارا جو جی چاہے کرو۔ یہ حیرت کی بات ہے کہ عراق والوں نے اس کو بھی نہ دیکھا کہ دوسرا پہنچ جو شام والوں کی طرف سے مقرر ہوا وہ تو خاص محبوب کا طرفدار ہے اور اپنی طرف سے زبردستی ایسا شخص مقرر کیا جو غیر جانبدار ہو۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ لوگ اب اپنی عادت کے مطابق لڑائی سے بھاگتے اور دل میں حضرت علیؓ ہی کے خلاف تھے۔

بہر حال ان لوگوں نے ابو موسیٰ ہی کو پہنچ مقرر کر دیا اور ان کے بلائے کو آدمی بھیجا گیا۔ وہ لڑائی سے الگ تھلاک عرض نام ایک گاؤں میں جا کر خاموش بیٹھ رہے تھے۔ اہل کوئز کے قاصد پہنچے تو ان کے ایک غلام نے سامنے جا کر کہا حضرت لوگوں میں صلح ہوئی۔ بولے اسے اللہ کا سلام ہے کہا اور آپ پہنچ بکے گئے ہیں۔ بے اختیار ان کی زبان سے نکلا۔ اللہ وانا الیہ راجعون بعد ازاں وہ حسب الطلب چلے آئے۔

اشتر نے عمرو کے ایک پہنچ مقرر ہونے کا حال سنا تو حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے امیر المؤمنین میں آپ سے پناہ مانگنے کو آیا ہوں۔ اس لیے کہ عمرو پر میری نظر پڑ گئی تو خدا کی قسم ان کو مار ڈالوں گا۔ اس کے بعد حنف بن نمیر نے حضرت علیؓ سے عرض کیا امیر المؤمنین آپ نے اپنے پیچھے چھوٹے کام لیا ہے۔ میں ابو موسیٰ کو خوب سمجھتے ہوئے ہوں ان کو ٹھوٹا تو یہ پایا کہ ان کی چھری کندہ ہے اور گڑھے کے کنارے میں۔ شام والوں کے مقابلے میں تو ایسا شخص ہونا چاہیے جو اگر ان کے قریب میں پایا ہے تو اُن کی ٹہنی کے اندر پہنچ جائے اور ان سے الگ کر دیا جائے تو تاروں کی اونچا ہو جائے آپ مجھ کو پہنچ نہیں قرار دیتے تو یہ کام ہلا یا دوسرا دو گاری بنا دیجیے جو تھپیڑے کی کس کو بچاؤ اور یہ بھی کہتا ہوں کہ جو تھپیڑے لوگوں کا اس کو کوئی نہ رکھوے نہ سلجھا سکے گا بلکہ جتنا کھوے گا

ابو موسیٰ کا
بلا دیا جانا۔

اشتر کی تقریر
حضرت امیر
مؤمنین سے

اتنی ہی زیادہ گتھی بڑھتی جائے گی۔ حضرت علیؑ کیا کرتے۔ لوگ بجز ابو موسیٰ کے اور کتاب اللہ کی رو سے فیصلہ کرنے کے کوئی بات مانتے ہی نہ تھے۔ آخر احنف نے ان لوگوں سے کہا اگر تم لوگ سوا ابو موسیٰ کے کسی کو نہیں منظور کرتے تو پھر ان کی پیٹھ کو کسی اور کے ذریعے سے مضبوط کر دو، مگر کسی نے سماعت نہ کی۔

اب معاہدہ لکھوانے کے لیے معاویہ کی طرف سے عمرو بن عاصؓ حضرت علیؑ کے پاس آئے تاکہ ان کی جوہلی میں تحریر ہو جائے۔ لوگ لکھنے کو بیٹھے تو یہ الف نالکھے تھے۔ ابھی اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ معاملہ ہے جس پر فیصلہ کیا امیر المومنین علیؑ کے عمرو نے اعتراض کیا اور کہا اعلیٰ تمہارے امیر شیک میں لکھو ان کو امیر نہیں مانتے۔ یہذا ان کے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لفظ نہ لکھا جائے۔ احنف نے حضرت علیؑ سے کہا امیر المومنین کا لفظ نہ نکالو یہ لفظ مکمل کیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ شاید پھر یہ خطاب آپ کو نہ ملے۔ چاہے عمر یزید ہو جائے مگر اس لفظ کو باقی رہنا چاہیے۔ اسی وجہ سے حضرت علیؑ نے دیر تک اس لقب کے حصار کرنے سے انکار فرمایا۔ مگر احنف بن قیس نے کہا اس لفظ کو نکال ڈالو۔ اور وہ نکال ڈالا۔ اس موقع پر حضرت علیؑ نے فرمایا اللہ اکبر یہ تو سنت رسالت کی پوری پوری مطابقت سے حدیبیہ کے روز میں ہی نے اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھا تھا اس میں محمد رسول اللہؐ تو مشرکین نے کہا تم ہمارے نزدیک رسول اللہ نہیں ہو فقط اپنا اور اپنے والد کا نام لکھو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ رسول کے لفظ کو مٹا دو۔ میں نے عرض کیا یہ تو مجھ سے نہ ہوگا۔ تب آپ کے معاہدہ کو مجھ سے لے لیا اور خود اپنے ہاتھ سے ان الفاظ کو مٹا دیا اور مجھ سے فرمایا ابھی تم کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا۔

اس پر عتہ و بن عاصؓ نے مجھ کو کہا سبحان اللہ کافروں کی مثال کو آپ ہم پر منطبق کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم یمن میں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اب بن نابغہ اور کب تک فاسقوں کے دوست اور مومنوں کے دشمن نہ تھے؟ عمرو نے ناراض ہو کر کہا آج کے بعد کبھی کسی صحبت میں خدا مجھے اور آپ کو کھینچ نہ کرے۔ حضرت علیؑ نے کہا مجھے بھی امید ہے کہ یہ میری صحبت کو خدا تم سے اور تمہارے ایسے لوگوں کے قدم سے پاک رکھے گا۔

اب معاہدہ ان الفاظ میں لکھا گیا: یہ وہ معاملہ ہے جس پر فیصلہ کیا علی بن ابی طالبؑ اور معاویہ بن ابی سفیان نے۔ علیؑ نے اہل کوفہ اور ان کے ہمراہیوں کی جانب سے اور

عمر بن عاصؓ

عمر بن عاصؓ

سنت رسالت

عمر بن عاصؓ

عمر بن عاصؓ

معاہدہ کے الفاظ

اہل شام اور ارمین کے ساتھیوں کی طرف سے۔ یہ کہ ہم دونوں رجوع کریں گے خدا کے حکم اور اس کی کتاب کی طرف اور اس کے سوا اور کوئی چیز ہم کو متفق نہ کرے گی۔ اور یہ کہ کتاب اللہ سے آخر تک ہم دونوں کے درمیان ہے۔ جن بات کو وہ زندہ کرے ہم زندہ کریں گے اور جن بات کو وہ مٹائے ہم مٹائیں گے۔ لہذا جس بات کو دونوں بیچ جو کہ ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اور عمر بن عاص ہیں کتاب اللہ میں پائیں اس پر عمل کریں اور اگر کوئی بات کتاب اللہ میں نہ پائیں تو ایسی سنت پر عمل کریں جو عدل کے ساتھ اتفاق کرانے والی ہو نہ تفرقہ ڈالنے والی ہو۔ یہ تحریر بدھ کے روز ۱۳ صفر ۳۷ھ کو لکھی گئی فیصلہ کا زمانہ ماہ مبارک رمضان مقرر کیا گیا لیکن اختیار دیا گیا کہ اگر بیچ چاہیں تو تاریخ کو بڑھا بھی سکتے ہیں فیصلہ ہونے کا مقام کوئی ایسا شہر مقرر کیا گیا جو کوفہ اور شام کے درمیان میں وسط میں واقع ہو چنانچہ سب نے اتفاق مقام دمشق پر کیا اور راجع کو قرار دیا۔ پھر فریقین کے دستخط ہو جانے کے بعد زید بن اشخاص کی گواہیاں درج ہوئیں اہل کوفہ میں سے اشعث بن قیس۔ عقیب بن قیس۔ سہدانی۔ ثورقہ۔ یزید بن سہلی۔ عبد اللہ بن محلی۔ جابر بن عدی۔ عبد اللہ بن طفیل عامری۔ عقبہ بن زیاد حضرمی۔ یزید بن جبہ تیمی اور مالک بن کعب سہدانی کی اور جناب بنو ہریرہ کے طرفداروں میں سے ابوالاعور سامی۔ حبیب بن سلمہ۔ زہل بن عمرو عذری۔ حمزہ بن مالک سہدانی۔ عبد الرحمن بن خالد مخزومی۔ یحییٰ بن زید انصاری۔ عقبہ بن ابی سفیان اور یزید بن حریصی کی۔

اشتر سے دستخط کرنے کو کہا گیا تو انھوں نے کہا "اگر میں اس تحریر پر دستخط کروں تو میرا ہاتھ کٹ جائے اور کبھی کام نہ دے میں دشمن کو کمرہ جانشا ہوں۔ لہذا اگر اس معاہدے پر دستخط کر دیے تو خدا کے سامنے پیش کرنے کے لیے میرے پاس کوئی حجت باقی نہ رہے گی کیا تم لوگوں نے فتح کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہیں دیکھا یا تمھارا اشعث نے کہا تمہیں نے خدا کی قسم فتح کو نہیں دیکھا۔ تم ہماری طرف ہو کر ہم سے روگوانی نہ کرو۔" اشتر بولے "میں تو دنیا و آخرت دونوں میں تم سے روگرداں رہنا چاہتا ہوں۔ میرے ہاتھ سے خدا نے ایسے ایسے لوگوں کے خون کرائے ہیں جن کو میں تم سے اچھا سمجھتا ہوں۔" اشعث نے کہا "تو تمھارے نزدیک خدا نے میرے منھ میں کالک لگا دی۔"

آخر لوگوں نے جا کر حضرت علیؑ سے کہا کہ مالک اشتر اس معاہدے کو نہیں قبول کر سکتے۔ اور بجز لڑائی کے وہ کسی بات پر نہیں راضی ہیں۔ فرمایا یہ خدا میں بھی نہیں راضی ہوں۔ اور نہ لوگوں

تحریر تمہیل
کی آئینیں۔

مقام فیصلہ۔

ستروا بیان۔

شتر کا دستخط
دیکھار۔اس رجوع
کا ارشاد۔

راضی ہونے کو پسند کرتا ہوں لیکن جب تم سب نے ایک بات کو منظور ہی کر لیا تو مجبوراً میں
 بھی راضی ہو گیا۔ اور جب راضی ہو گیا تو اس سے پھر بھی نہیں سکتا۔ اقرار ہو جانے کے بعد اس
 معاہدے میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں ہو سکتا۔ بجز اس صورت کے کہ خدا کی نافرمانی ہوتی ہو۔ یا
 کوئی کارروائی کتاب اللہ سے خلاف کی جائے۔ یہاں جو تم نے کہا کہ اسے میرے حکم کو
 نہیں قبول کرتے اور یہودی سے باہر ہیں تو وہ ایسے لوگوں میں نہیں ہیں جن کی مخالفت میں
 کسی قسم کا اندیشہ ہو۔ کاش ان کے سے دو آدمی بھی تم میں ہوتے یا ایک ہی ہوتا جو میرے
 دشمن کو بھی نظر سے دیکھتا جس نظر سے میں دیکھتا ہوں تو تمہاری لڑائی مجھے ملے گی ہو جاتی اور
 پیسہ پڑتی کہ تمہاری بعض خرابیوں کی اصلاح ہو جائے گی میں تم کو روکا کر تم ان سے
 قتل سے باز آئے اور خدا کی قسم تم نے وہ کام کیا جس سے ہماری قوت کمزور پڑ گئی۔ غوثی
 جاتی رہی۔ اور نتیجہ میں کمزوری اور ذلت نصیب ہوئی۔ تم غائب تھے۔ دشمن کو شکست کا اندیشہ
 تھا۔ اس کے لوگ قتل ہو رہے تھے۔ جب ان لوگوں کو دشمنوں کا اور محسوس ہوا تو انھوں نے
 قرآن بلند کر دیے اور اس کی طرف بلانے لگے تاکہ تمہیں فریب دیکر لڑائی کو روکیں۔ ان کی
 بات تم نے مان لی۔ میں نے نیز اذو کلا ساعت نہ کی۔ بخدا مجھے مطلقاً امید نہیں کہ پھر
 کبھی تمہیں ان کی توفیق ہو اور اب تم کبھی اقتیاد کے دروازے پر نہ پہنچو گے۔

جو بچوں کا تعلق
 اقرار لینا۔
 دو بچوں کا
 ملحق اقرار۔

معاہدے کے مکمل ہونے کے بعد دونوں بچوں نے حضرت علیؓ جناب ہوئے اور
 دونوں طرف کی فوجوں سے اقرار کرایا کہ ان دونوں اور ان کے اہل و عیال کے لیے
 امان ہے اور وہ جو فیصلہ کر دیں گے اس میں امت محمدیؐ ان کی مددگار رہے گی۔ پھر
 دونوں بچوں نے اقرار کیا کہ ہم عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ) اور عمرو بن عاصؓ خدا کو درمیان
 رکھے کر اقرار کرتے ہیں کہ امت محمدیؐ کے درمیان فیصلہ کر دیں گے۔ لڑائی اور تفرقہ نہ پڑنے
 میں گے۔ بجز اس صورت کے کہ ہمارے فیصلے کی مخالفت کی جائے۔

سب سے کم سن
 شخص بھی
 غوثی شیعہ
 کی بات نہ

تمام مہر خاں کے طے ہو جانے کے بعد اشعث بن قیس نے معاہدہ باہر لاکے لوگوں کو
 سنایا۔ جا بجا سناتے سناتے نبیؐ کے ایک گروہ میں پہنچے تو عمرو بن ادیہؓ نے کہا اے تم
 لوگ خدا کے معاملے میں انسانوں کو بیچنا ہے یا لا اھکم اللہ! خدا کے سوا کوئی حکم دینے والا
 نہیں ہے! اتنا کہا اور تلوار کھینچ کر اشعث کے گھوڑے کی ران پر وار کیا خیف سا چڑکا
 لگا۔ گھوڑا بھڑک کر پیچھے ہٹا اور جو لوگ اشعث کے ہمراہ تھے وہ عمروہ کو ڈانٹنے لگے۔

ان کے ڈانٹنے پر عہدہ تو چھوڑ گیا مگر اس کے قبیلے والے اور اس کے ساتھ بہت اہل مشیت تھے جو کراشت سے اٹھنے لگے۔ پھر اخف بن قیس اور مسعود کی اور بنی تمیم کے چند اور لوگ کراشت سے معذرت خواہ ہوئے اور کراشت نے ان کے عذر کو قبول کر لیا۔

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے واپس تشریف لائے اور اسی گھڑی سے خوارج کی مخالفت بھی شروع ہو گئی۔ اور یہی پہلے خوارج تھے جنہوں نے پہلے تو بنیوں کو منتخب کر لیا اور بنیوں کو ان کے تقرر سے اختلاف کیا چنانچہ جس راستے سے آپ کو فدیہ واپس آئے اُس کو چھوڑ کر انہوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ آپ سے علانہ دشمنی ظاہر کرنے لگے اور ان کے دلوں میں بغض پیدا ہوا۔ بنیوں کے تقرر کرنے کے معاملے کو انہوں نے کفر بتایا۔ اور اس اعتقاد کو زور دے دے کر ابھارنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کی اطاعت چھوڑنے کے رہنمائی اور ٹوٹ مار شروع کر دی۔ یہ لوگ حضرت علیؑ کے پیروں سے کہتے "تم خدا کے دشمن ہو اور تم نے اُس کے معاملے میں کشتی کی"۔ پیر داں علیؑ ان پر اعتراض کرتے کہ تم لوگوں نے امام کو چھوڑ دیا۔ اور ہماری جماعت میں تفرقہ ڈالا۔

حضرت علیؑ طرح طرح کے لشکر کے جب کوئی لشکر کاہنچید سے بھی آگے نکلے اور آبادی کے قریب پہنچے تو ایک مکان کے سامنے میں ایک بوڑھا شخص نظر آیا جس کے چہرے سے بیمارگی کے آثار نمایاں تھے۔ آپ نے اخلاق کے ساتھ سلام کیا اور اُس نے نہایت ادب سے جواب دیا۔ پھر اُس کے حالات دریافت کرنے کے بعد آپ نے اُس سے پوچھا کہ "ہم میں اور اہل شام میں جو واقعات پیش آئے ہیں ان کے بارے میں لوگوں کے کیا خیالات ہیں؟" اُس نے کہا بعض کو اس انجام پر خوش ہوئے دیکھتا ہوں جو میرے نزدیک بُرے لوگ ہیں اور بعض کو مجھ بکائے انہوں نے کہتے پاتا ہوں۔ وہ میرے خیال میں اچھے اور خیر اندیش لوگ ہیں۔ اس جواب پر خوش ہو کر آپ نے اُسے دعا کے فیور برکت دی اور آگے بڑھے۔

آگے بڑھ کر آپ کو عبد اللہ بن دویہ انصاری ملے۔ ان سے آپ نے یہی سوال کیا تو انہوں نے کہا "بھئی اس انجام کو بند کرتے ہیں اور بعضے ناپسند"۔ آپ نے پوچھا "مگر صاحبانِ رائے کا کیا خیال ہے؟" کہا وہ لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ کے ہمراہ زبردست لشکر تھا مگر انہوں نے اُس کو قتل کر دیا۔ ان کے لیے ایک حکم قلعہ پیدا ہو گیا تھا جسے انہوں نے خود ہی منہدم کر دیا اور کچھ میں نہیں آتا کہ پھر کب وہ اس قلعے کو تعمیر اور اس

صفین سے
و ابی اور
نہایت خوارج۔

حضرت علیؑ کو
معاذ خیالات
کی جستجو

زیادہ سے
چھوڑ کر
کوئی نہیں۔

تفرقے کو دور کریں گے۔ کاش انھوں نے یہ کیا ہوتا کہ جو لوگ کہنے میں تھے ان کو ساتھ لے کر لڑتے اور زامراؤں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیتے۔ اس میں یا فتیاب ہوتے یا مارے جاتے یا آپ نے فرمایا اس قلعہ کو میں نے ڈھایا کہ انھوں نے ہر اور میں نے تفرقہ ڈالا کہ انھوں نے ہر ایہ کہ جو لوگ کہنے میں تھے ان کو لے کر لڑا تو خدا کی قسم یہ خیال میرے دل میں بھی گزرا تھا مگر باد ہو دیکہ میں دنیا چھوڑنے کو تیار اور خوشی سے مرنے پر آمادہ تھا بلکہ حملہ کرنے کا ارادہ بھی کر لیا تھا مگر میرے دونوں فرزند حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سامنے آ گئے۔ پھر ان دونوں نوجوانوں (اپنے بیٹے عبداللہ بن جعفر اور اپنے بیٹے محمد بن علی) کو دیکھا اور دل میں کہا "پہلے دونوں نہ رہے تو اُسٹ محمدی میں نسل رسالت منقطع ہو جاتی۔ اور پچھلے دونوں کی موت ہو چکے گو ارادہ ہوئی۔ مگر خیر۔ اب آئندہ جب کبھی دشمنوں کا سامنا ہوا تو میرے یہ فرزند میرے ہمراہی نہ ہوں گے۔"

آگے بڑھے تو دہنی جانب سات آٹھ قبریں نظر آئیں بھول تھا کہ کوئی میں جو لوگ مرنے اپنے گھروں کے اندر ہی دفن کر دیے جاتے۔ ان قبروں کو دیکھ کر آپ نے حیرت سے پوچھا "قبریں کیسی؟" لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد جناب بن ہاشم کا انتقال ہوا اور انھوں نے مرنے کے وقت وحیت کر دی کہ شہر کے باہر میدان میں دفن کیے جائیں۔ چنانچہ وہ یہاں دفن ہوئے۔ پھر ان کے بعد اور جو لوگ برے وہ بھی ہیں ان کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ فرمایا "جناب پر خدا رحمت کرے" اچھے آدمی تھے۔ شوقِ دل سے ایمان کا رغبت کے ساتھ ہجرت کی اور جب تک زندہ رہے جہاد کیا۔ پھر مرض میں مبتلا ہوئے۔ اور خدا نے تعالیٰ اچھے عملوں کو صاف نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپ نے قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

اَسْلَامٌ عَلَیْکُمْ یَا اَہْلَ الدِّیَارِ الْمَوْحِیَّةِ وَالْحِمَالِ الْمُقْفَرَةِ مِنَ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِ وَالْمُسْلِمَاتِ
اَنْتُمْ سَابِقَاتُ الْوَحْشِ وَنَحْنُ نَحْمُکُمْ عَمَّا قَبْلُکُمْ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِہِمَّ وَتَجَاوَزْ بِغُفْرَانِکُمْ عَمَّا مِنْ قَبْلِہُمْ
طُوبٰی لِمَنْ ذَكَرَ الْمَعَادَ۔ وَعَلِیْ الْحَسَابِ۔ وَتَمَّتْ بِالْكَفَّاتِ وَرَضِیَ عَنْ اللّٰہِ غُفْرًا ۝

میں نے یہاں
پر قبور کی عمارت

ع۔ اس دعا کا ترجمہ یہ ہے کہ اے وحشت ناک گھروں اور صحرائی مقامات والو تم پر سلام۔ عام اس سے کہ تم مومن مرد و عورت ہو یا مسلمان یا کافر۔ تم ہم سے آگے نکل گئے اور ہم تمھارے پیچھے آ رہے ہیں اور غریب تم سے ملنے دے رہے ہیں۔ خدا و خدا پرستی اور ان کی منفرت کرادہ ہمارے اور ان کے گناہوں سے دور کر دے اور انھیں دوزخ سے محفوظ رکھے۔ حساب کے خیال سے عمل کر سہے بقدر ضرورت چیز پر قناعت کرے۔ اور خدا سے غرض دل سے راضی رہے۔"

آگے قدم بڑھایا تو تہی نور کی گلی میں پہنچے اور نوحہ و بکا کی آواز سنی۔ پوچھا یہ شور کیا ہے؟
عرض کیا گیا تھیں یہ مقتولین قصین کا ماتم کر رہی ہیں؟ فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ جو لوگ ثواب کی
آرزو میں صبر کرتے ہوئے مارے گئے شہید ہوئے۔ اب بنی فائش کے محلہ میں گزر ہوا۔ یہاں بھی
شور ماحم بلند تھا۔ بڑھ کر بنی شام کے کڑے میں داخل ہوئے۔ یہاں بھی وہی ہنگامہ پایا و بکھا۔
اسے تین گھنٹے تک حرم بن شرجیل شامی اپنے دروازے سے نکل کر سامنے آئے۔ اُن سے فرمایا
تمھاری عورتیں تم پر اس قدر غالب ہیں؟ انھیں ہن و بکا سے نہیں روکتے؟ عرض کیا امیر المومنین
ایک یا دو گھنٹوں تو غور میں روکی جائیں۔ کیسے اس قبیلہ میں ایک سو اسی آدمی مارے گئے
ہیں۔ اور کوئی گھنٹہ نہیں جس میں ماتم نہ ہو رہا ہو۔ کوئی کس کس گور و گے؟ ہاں ہم مرد و لوگ الیتہ نہیں
روتے۔ بلکہ اپنوں میں سے کسی کا شہید ہونا سن کر خوش ہوتے ہیں! ارشاد ہوا خدا تمھارے
مقتولوں اور مردوں پر رحمت کرے؟

مقتولین کے
ماتم کرنے کے

میں دیکھا کہ
اعتراف اور
عذر خواہی

اب آپ یہاں سے آگے بڑھے گھوڑے پر سوار تھے اور حرم بن شرجیل پیدل ہمراہ
چلے آئے تھے۔ لہذا انھیں اصرار کر کے واپس کیا۔ اور فرمایا تم سا آدمی اگر مجھ سے شخص کے ساتھ
پایا وہ چلے تو والی وحاکم کے لیے فتنہ اور مومن کے لیے باعث ذلت و تحقیر ہوگا؟
و قدّم جانے کے بعد آپ بنی ناعط کے محلہ میں تھے۔ یہ سب شیعیان عثمان اور متوایہ کے
طرفدار تھے۔ اُن کے بعض لوگوں کی زبان سے یہ فقرات آپ نے سنے کہ خدا کی قسم علیؑ نے
کچھ دیکھا۔ گئے اور چلے آئے۔ کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ کہتے ہی اُن لوگوں نے آپ کو سر پر دیکھا
تو کھبے لگے اور آپ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ اُن لوگوں کے سر ٹھنڈا ہیں جنہوں نے
شام کا مالک نہیں دیکھا؟ پھر ارشاد ہوا جن لوگوں کو ہم چھوڑ آئے ہیں وہ ان سے اچھے ہیں؟
بعد ازاں آپ ذکر الہی کرتے ہوئے قصر امارت میں داخل ہوئے۔

اچھی کریم النفسی

کونے کے
نشیان نشان

خارج حوراء
میں۔
چلے گئے۔ اور وہیں اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔ اسی شہر کے قیام کے باعث انھیں نیا لے اسلام
نے "خزروں" کا لقب دے دیا ہے۔

قصین کی لڑائی جو بنی قتیہ بلکہ فتنہ بڑھانے والی ثابت ہوئی تھی سخت لڑائی تھی جیسا کہ
اس کے واقعات سے ظاہر ہوا جن لوگوں کے مارے جانے کا ذکر آچکا ہے اُن کے علاوہ
اور بہت سے نامور حضرات بھی مارے گئے۔ حضرت علیؑ کی طرف سے اسی قرنہ بھی مارے گئے

نامور ترین

اگر یہ اس میں اختلاف ہے۔ کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ دمشق میں بعض کے نزدیک آرمینیہ میں
 اور کسی کی روایت کے تھینان میں اپنی موت سے مرے۔ جب عبد بن زہیر ازوی جو صحابی ہیں تھے
 وہ بھی اسی طرف مارے گئے۔ یقیناً یہی طرف سے عابس بن سعد طائی جو یزید بن عدی بن حاتم
 کے مامور تھے قتل ہوئے۔ ان کے قاتل کو یزید بن عدی نے وغارازی سے مار ڈالا۔ عدی نے
 ارادہ کیا کہ بٹے کو مقتول کے ورثہ کے حوالے کر دیں مگر وہ اس اندیشے سے بھاگ کر تنویر سے چلے۔
 حضرت علیؑ کی طرف جنگ صفین میں خزمہ بن ثابت بھی مارے گئے جن کو دو لشکراؤں کا
 عقب ملا تھا۔ ابتداً وہ میدان میں نہیں نکلے اور خاموش تھے۔ مگر جب عمار بن یاسر مارے گئے
 تو لوگوں نے ان کے دشمنوں میں سے پڑے اور زندہ واپس نہ آئے اسی طرف سے سہیل بن عمروؓ
 بھی مارے گئے جن کا شمار بابرکت غازیان بدر میں تھا۔ ایک اور صحابی نے بھی جن کا نام قتادہ
 بن ولید تھا حضرت علیؑ کی رفاقت میں جان دی۔ یہ وہ مشہور غازی شام اور شہسوار اسلام
 خاندان ہیں جن کو دربار نبوت سے "سیف اللہ" کا خطاب عطا ہوا تھا۔ بلکہ ایک
 دوسرے بزرگ تھے۔

دسویں فصل

پنجائیت کا فیصلہ اور خوارج کا ہنگامہ

تو اس میں بناوت۔ اس کا استیصال۔ شرو کی بھی اصلاح ہو گئی۔ خوارج حوروں پر۔
 ان کے عقائد۔ اُن کے خلاف شیعان علی کا جوش۔ ابن عباس خوارج کے مقابلے۔
 ان میں اور خوارج میں مباحثہ۔ خود حضرت علی کی گفتگو خوارج سے۔ ان لوگوں کا قاتل
 ہونے کا مان لینا۔ اس واقعہ کے متعلق خوارج کا غلط بیان۔ پنجائیت اور اس میں علی کے
 طرہ دار۔ عمرو بن عاص کو آپ کا پیام۔ اس پر عمرو کی پہلی فتاوہ کے طرف کے شرکاء۔
 آپ کو ذکی بے صبری و بدگمانی۔ پنجائیت کے ستر شرکاء۔ سترہ کی پیشین گوئی۔ پنجائیت کی
 باہمی گفتگو۔ ابن عاص کی چالاکی۔ ابو موسیٰ کا اہلی فیصلہ۔ فیصلہ سنائے کا وقت۔ ابن عباس کا
 ابو موسیٰ کو پہلے بیان کرنے سے روکنا۔ ابو موسیٰ کا اعلان۔ عمرو بن عاص کی اس سے
 مخالفت۔ ستر سابعین کی برہمی۔ ابو موسیٰ کی گھبرائش اور بے بسی۔ اس میں اور عمرو بن
 سخت کلامی۔ شیخ کا عمرو پر حملہ۔ شامیوں کے ڈر سے ابو موسیٰ کا بھاگنا۔ متلو یہ کہ
 خلافت کی مبارک باد۔ حضرت علی سے تبرے کی ابتدا۔ اس کو سنیہ نے بھی اختیار
 کیا۔ ابن عمر کی برہمی و سلامت دی۔ پنجائیت کے فیصلے پر علی کی تقریر۔ اس کی پھر
 مقابلے کے لیے تیاری۔ آپ پر خوارج کا اعتراض۔ آپ کا جواب۔ اس کا اصرار۔
 اس کی نسبت آپ کی پیشین گوئی۔ خوارج کے جوش کا بڑھنا۔ اس پر آپ کی تقریر۔
 ایک خارجی کی تقریر۔ پھر دسی شورش۔ اور پھر آپ کی تقریر۔ کونے میں خوارج کا اجتماع۔
 ستر غنائوں کی تقریریں۔ تمام کا انتخاب۔ ذوالثقات ابن وہب ان کا سردار بنا۔
 اس کے ہاتھ پر بیت۔ خوارج کا دوسرا جلسہ۔ نہروان میں جسے ہونے کی تجویز خوارج
 بصرہ کی آادگی۔ خوارج کا کونے سے نکلنا۔ عدی کا بیٹا بھی ان کے ساتھ گیا۔
 عدی کا ان کے ہاتھ سے بچنا۔ متعین سود ذوالثقات کے تعاقب میں۔ توفیق کا
 سامنا۔ متحد کے سواروں کی پست ہمتی۔ ابن وہب کا رات کو بھاگنا۔ کونے میں اور

خوارج کا روک لیا جانا شیعوں کی تجدید بیت۔ خوارج بصرہ۔ وہ بھی نہروان میں
پہنچ سکے علی کا خط خوارج کے نام۔ اس کا جواب۔ آپ کا غم شام۔ ابن عباس
کو نے بھیجے کا حکم کل فوج جو بصرہ سے روانہ ہوئی۔

خراسان میں
بغاوت۔

اس کا نتیجہ۔

روکی بھی
اسلام پہنچا۔خوارج حوٹاؤ
میں۔

ایک عقائد۔

ایک عقائد
شیعیان علی
کا جوش۔

اسی ۳۰ھ میں حضرت علیؓ میدانِ صفین سے واپس آئے تھے کہ خبر آئی خراسان میں بغاوت
ہو گئی۔ اور رعایا اطاعت سے باہر ہے۔ سرکش عجمیوں کی سرکوبی کے لیے آپ نے فوراً
جند بن ہبیرہؓ کو روانہ فرمایا۔ انھوں نے خراسان کے مرکز حکومت نیشاپور میں
پہنچ کر دیکھا کہ سارے عجمی رشتہ اور لڑنے کو تیار تھے۔ اپنے میں مقابلے کی قوت
نہ پائی واپس چلے آئے۔ تب حضرت علیؓ نے ان کے عوض غلبہ بن قرہؓ پر بوجی کو بھیجا۔
انھوں نے زبردست لشکر کے ساتھ جا کر نیشاپور کا محاصرہ کر لیا۔ چند ہی روز میں عجمی باغی مقابلے
کی تاب نہ لائے صلح کا پیام دیا۔ اور مناسب شرطیں صلح قبول کر لی گئی۔ اس موقع پر اہل مرو
نے بھی سرکشی کی تھی۔ بہادرانِ عرب کے مقابل نیشاپور والوں کو عاجز اور بے بس دیکھا تو وہ
بھی مطیعِ اسلام ہو گئے۔ اور شرعی قلم و خلافت میں کوئی اندیشہ نہیں باقی رہا۔

لیکن اس زمانے میں حضرت علیؓ کے سامنے سب سے اہم مسئلہ مذکورہ بالا خوارج کا تھا۔
جو آپ کی رفاقت چھوڑ کے حوٹاؤ میں مقیم تھے۔ ان لوگوں کا شمار بارہ ہزار تھا اور جب انھیں
اپنے اصول و عقائد کے اعلان کی ضرورت محسوس ہوئی تو ان کے نقیب نے مجمعِ عام میں
کھڑے ہو کر نعرہ بلند کیا کہ گو۔ شبث بن ربیعؓ یہی ہمارے امیر جنگ اور عبداللہؓ کو اجماع
بیشکری ہمارے امیر ناز ہیں۔ فتح کے بعد شوریٰ یعنی کونسل کی حکومت ہوگی بیت اللہ جل شانہ
کے لیے ہے اور ام المومنینؓ اور نبی عن المنکر (ایچھے کاموں کا حکم دینے اور بُری باتوں سے
روکنے) کی پابندی ضروری ہے۔ خوارج کے اصلی عقائد یہ تھے جن کا اس موقع پر اظہار کیا گیا
اور ان میں بجز اس کے کہ وہ حضرت علیؓ کی حکومت ماننے سے انکار کرتے تھے۔ اور خلافت
کی عظمت و وقعت کو نہیں مانتے تھے کوئی اعتراض کے قابل بات و خبی بگڑاس میں سب سے
بڑی بدیہیتی یہ تھی کہ سارا جوش و خروش صرف حضرت علیؓ کی عداوت اور مخالفت کے لیے تھا
جو اس وقت خلیفہ، عہد اور دولتِ اسلام کے نگہبان تھے۔

حضرت علیؓ کے پیروں میں جب اہل کے عقائد کی شہرت ہوئی تو شیعیان علیؓ جوش
و خروش سے اٹھے اور حضرت علیؓ سے کہا اب ہماری بیت کی دوسری شان ہے ہم اس کے

دوست میں جس کے آپ دوست ہوں اور اُس کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن ہوں۔“
 شیعوں کے اس وعوے کی طلاع خوارج کو ہوئی تو اُن کا تشدد و تعصب اور بڑھ کیا۔ اور
 کہنے لگے: ”تم اور اہل شیعہ دونوں دوڑنے والے گھوڑے ہو جن پر دوسرا سوار ہے۔ شیعہ والوں
 نے تنویر کے ہاتھ پر اسی حکم کی بیعت کی اور تم نے علیؑ کے ہاتھ پر یہی بیعت کی۔ دونوں کی
 بیعت کے یہ الفاظ ہیں کہ جس کے آپ دوست ہیں اُس کے ہم دوست ہیں اور جس کے
 آپ دشمن ہیں اُس کے ہم دشمن ہیں۔“ اس کے جواب میں ہمارے بیان علیؑ میں سے زیادہ نصیر
 یہ کہا خدا کی قسم جب علیؑ نے ہاتھ بڑھایا تھا تو ہم نے اس اقرار کے ساتھ بیعت کی تھی کہ اے اللہ
 اور سنت بنوئی کی پیروی کریں گے لیکن اہل جب تک علیؑ کے مخالف ہو گئے تو شیعہ بیان علیؑ نے
 اہل بیت یہ کہا کہ جس کے آپ دوست ہوں اُس کے ہم دوست ہیں اور جس کے آپ دشمن ہوں
 اُس کے ہم دشمن ہیں اور بیشک ہم سب یہی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ علیؑ حق پر اور ہدایت پر ہیں اور
 ان کا مخالف گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔“

اب حضرت علیؑ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو خواج کے پاس بھیجا اور تاکید سے
 فرمایا کہ جب تک میں خود نہ آؤں تم ان کو کچھ جواب دینا اور نہ اُن سے لڑنے میں مجاہد کرنا۔
 اگر ابن عباس جیسے ہی پہنچے خواج نے اگر بحث شروع کر دی اور اُن سے اتنا ضبط نہ ہو سکا
 کہ جواب دینے میں حضرت علیؑ کے آنے کا انتظار کریں، جاتے ہی اُن لوگوں سے کہا
 تم لوگ دو پنجوں کے تقریر کی وجہ سے ہمارے مخالف ہو گئے حالانکہ خداے تعالیٰ خود
 قرآن مجید میں فرماتا ہے ”اِنْ يَرِداْضِلًا حَايَوْفُقِ اللّٰهُ عَنْهَا رِيْنٌ اِگر دو آدمی اصلاح کا ارادہ
 کریں خدا اُن کے ذریعے سے توفیق عطا کرے گا“ جب خدا نے یہ فرما دیا ہے تو امت محمدی
 اُس پر کیوں نہ کار بند ہو؟

خوارج نے جواب دیا کہ خداے تعالیٰ نے جس چیز کا فیصلہ انسانوں پر چھوڑا ہے
 اور ان کو اُس پر غور کرنے کا حکم فرمایا ہے وہ بیشک اُس میں رائے دینے کے مجاز ہیں۔ لیکن
 جس بارے میں خدا نے کوئی صریح حکم نافذ فرما دیا ہے اُس میں غور کرنے کا حق بندوں کو نہیں ہے
 اُس نے زمانی کے لیے سو کوڑوں کا اور عرصے کے لیے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے لہذا بندوں کو
 کام نہیں کرنا امور میں غور و غوض کر کے اپنی عقل سے کام لیں۔ اسی طرح جب خدا نے فرما دیا
 کہ اِنْ اَحْكَمَ اللّٰهُ بَعْضَ شَيْءٍ لِّكَ فَاَنْتَ كَاشِفٌ كُوْحُ قَبْلِ رَافِئٍ

ابن عباس
 خواج کے
 ساتھ تھے۔

اُن میں اور
 خوارج میں
 مباحثہ۔

ابن عباس نے کہا خدا ہے تعالیٰ فرماتا ہے ”یٰٰمَنْ عَادِلٌ مِنْكُمْ“ (تم میں سے وہ عاقل
 شخص فیصلہ کریں) خوارج نے کہا تو کیا ہم سیر و شکار کی جتنی باڑی اور میناں بیوی کے تعلقاً
 کا حکم بھی ویسا ہی جانیں جیسا کہ مسلمانوں کے درمیان غوزیری ہوئے کا معاملہ ہے؟ اس نے
 وہ لوگ کہنے لگے ”مگر تمہارے نزدیک تو سب سے بڑا عاقل شخص عمرو بن عاص ہے جو ابھی
 کل ہم سے لڑا تھا۔ اگر وہ عاقل سے تو پھر تمہیں کوئی عاقل نہیں ہے۔ تمہارے معاملے
 میں انسانوں کو بیخ بنایا۔ متولیہ اور ان لوگوں کے تعلق یہ حکم ہے کہ لڑو اور لپٹ آؤ مگر تم نے
 اپنے اور ان کے درمیان ایک اقرار نامہ لکھ لیا۔ حالانکہ خدا نے سورہ برادۃ نازل کر کے
 مسلمانوں اور جزیوں کے درمیان باہمی اقرار کو قطع کر دیا۔ بجز اس صورت کے کہ ان سے
 جزیے کی بات کوئی اقرار لیا جائے“

ابن عباس کے بھینے کے بعد حضرت علیؑ نے زیاد بن نضر کو بھیجا کہ دیکھو ہمارے
 سرداران فوج میں سے کس کا گروہ سب سے بڑا ہے۔ اس نے تھوڑی دیر کے بعد آ کے
 عرض کیا کہ سب سے بڑا گروہ یزید بن قیس کا ہے۔ اسی وقت اٹھ کر آپ باہر برآمد ہوئے۔
 راہ میں یزید بن قیس کے چشمے میں تشریف لے گئے۔ وہاں دو رشتیں پھیں۔ یزید کو صفہمان
 ورے کا والی مقرر فرمایا اور وہاں سے مکمل کے چلے تو خوارج کے سامنے جا پہنچے۔ یہاں
 ان میں اور ابن عباس میں مسابقت ہوئے دیکھ کر آپ نے ابن عباس سے فرمایا میں نے تو تم کو
 ان لوگوں سے بحث کرنے کو منع کیا تھا پھر آپ نے گروہ خوارج کی طرف رخ کر کے فرمایا
 ”خداوند! یہ وہ مقام ہے کہ جس کی کو یہاں فلاح ہوگی وہی قیامت کے روز بھی فلاح کا زیادہ
 مستحق ہوگا“

پھر ان لوگوں سے پوچھا تمہاری طرف سے گفتگو کرنے والا کون شخص ہے؟ سب نے
 ابن کو اذ کو بتایا۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تمہیں کس چیز نے ہمارے خلاف
 کر دیا کہ ہم سے لڑنے کو تیار ہو؟ اس نے کہا صفین کے میدان میں آپ کا یہ فعل کہ انسانوں
 بیخ بنایا فرمایا میں تم سے قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ دشمنوں نے جب نیزوں پر قرآن بلند کیے ہیں
 تمہاری لوگوں نے نہیں کہا تھا کہ ہم اس کو قبول کرتے ہیں۔ میں نے کہا ان لوگوں کا حال میں
 تو کسے زیادہ جانتا ہوں۔ یہ دیندار لوگ نہیں ہیں۔ پھر اسی سلسلہ میں آپ نے سارا واقعہ
 بیان کر کے پوچھا اکیس یہ نہیں ہوا تھا؟ پھر ارشاد ہوا اور میں نے ان دونوں بچوں کے لیے

خود حضرت علیؑ
 کی شکل خوارج
 سے۔

یہ شرط لگا دی تھی کہ جس چیز کو قرآن نے رکھا ہے اُس کو برقرار کریں اور جس چیز کو قرآن نے مٹایا ہے اُس کو مٹا دیں۔ لہذا اگر وہ قرآن کے مطابق فیصلہ کریں تو ہمیں مخالفت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور اگر اس کے خلاف کریں تو ہم ان کے فیصلے سے بری ہیں۔

ان لوگوں نے کہا ہیں یہ بتائیے کہ مسلمانوں میں جو زیری ہونے کے معاملے میں ناساکی کے شیخ بنائے تو آپ جائز سمجھتے ہیں؟ فرمایا ہم نے اُن کو پہنچ نہیں بنایا۔ ہم نے تو دراصل قرآن کو منصف علیہ قرار دیا ہے اور قرآن ایک تحریر کا نام ہے جو دو فقیہوں کے درمیان میں لکھی ہوتی ہے۔ وہ خود نہیں بولتی بلکہ انسان اُس سے شکا کرتے ہیں۔

ان لوگوں نے کہا اچھا یہ بتائیے کہ آپ نے اپنے ان کے درمیان کوئی مقررہ مدت کیوں قرار دی؟ فرمایا تاکہ نہ جاننے والا جان لے۔ اور جاننے والا ثابت قدم رہے۔ اور شاید خدا تعالیٰ اسی التواضع تک کے ذریعے سے اُمت کے حق میں کوئی بھلائی کرے۔ لہذا ان امتات کے طور پر آپ نے ان لوگوں سے کہا انہیں کے اپنے شہر میں ٹھہر کر خدا تعالیٰ کے حال پر مہربانی کرے۔

آپ کے اس فرمانے کا یہ اثر ہوا کہ وہ سب لوگ کوفہ میں چلے آئے اور باوی النظہ میں جھگڑا مٹ گیا۔ مگر خوارج کا بیان اس گفتگو کے متعلق کچھ اور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے علیؑ سے کہا آپ سچ کہتے ہیں۔ ہمارا یہی حال تھا جو آپ نے کہا۔ اور دراصل یہ ہم کے کفر کی حرکت سرزد ہو گئی تھی جس سے اب ہم نے خداوند کریم کی درگاہ میں توبہ کی۔ لہذا آپ بھی ہماری طرح توبہ کریں۔ آپ کے توبہ کرنے ہی ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ اور اگر آپ نے توبہ نہ کی تو آپ کے خلاف ہیں گے۔ اس کے بعد علیؑ نے ہم سے بیعت لی اور کہا شہر میں چلو وہاں چھ مہینے تک قیام کریں گے تاکہ کھیتی تیار ہو جائے۔ اور لوگ دولت جمع کریں۔ بعد ازاں وہاں کے مقابلے پر چلیں گے۔ مگر خوارج کے اس بیان کو مستند مورخین اہل سنت غلط اور بے اصل بتاتے ہیں۔

اسی اثنا میں دونوں گروہوں کے فیصلہ کرنے کا زمانہ آگیا۔ حضرت علیؑ نے شریح بن ہانی حارثی کو چار سو آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا۔ عبداللہ بن عباس کو ان کے ہمراہ کیا کہ ہماری کوتاہی نہ دیکھا کریں۔ اور انھیں لوگوں کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی تھے حضرت علیؑ نے شریح بن ہانی کو سمجھادیا کہ وہاں پہنچ کر عمرو بن حاص سے ملنا اور کہنا علیؑ نے کہا ہے

اُن لوگوں کا قائل نہ کرنا۔

اس واقعہ کے متعلق خوارج کا عقیدہ بیان۔

بخاری اور ابن سعد کے طریقہ کار۔

خدا نے عزوجل کے نزدیک سب سے افضل وہ شخص ہے جو حق پر عمل کرنے کو پسند کرے۔ اور تم جانتے ہو کہ حق کا عمل کون ہے۔ پھر کیوں جان بوجھ کر ادا نہ بننے ہو؟ تمہیں اگر کچھ لالچ دلایا گیا ہے تو تم خدا کے اور اس کے دوستوں کے دشمن ہو جاؤ گے۔ اور یوں سمجھو کہ جو کچھ تم کو ملا ہے جاتا رہا۔ اتر چروں سے حصہ ملانے والے اور ظالموں کے قوت بازو نہ بنو۔ میں تمہارے اُس روز کے خوب واقف ہوں جس دن تم نام ہو گے۔ اور وہ تمہارے مرنے کا دن ہو گا اور تم کو ترنا ہو گی کہ کاش کسی مسلمان کے ساتھ عداوت نہ ظاہر کی ہوتی۔ اور کسی فیصلے کے لیے رشوت نہ لی ہوتی۔“

پھر رسول

مشریق نے یہ پیام عمرو بن عاص کو پہنچایا تو اُن کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور کہا میں نے کب علیؑ سے مشورہ لیا تھا یا اُن کے شورے سے میں نے کون سا کام چھوڑ دیا تھا؟ یا ان کی رائے پر کب بھروسہ کیا تھا؟ جو وہ مجھے مشورہ دیتے ہیں؟ شرعی نے کہا: لیکن اے ابن نابغہ (نابغہ عمرو بن عاص کی والدہ کا نام ہے) اگر اپنے آقا رسول خدا صلعم کے بعد تم سارے مسلمانوں کے سردار سے مشورہ لے لو تو اُس میں کیا فساد ہے؟ اُن سے تو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ بھی مشورہ لیتے اور اُن کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ اس کے جواب میں عمرو نے کہا: ہاں، میں شخص تم ایسے آدمی سے بات نہیں کرتا۔ اس کا جواب شرعی نے ایسا سخت دیا کہ عمرو اٹھ کر چلے گئے۔

مروہ کی طرف

مروہ نے اپنی طرف سے عمرو بن عاص کو چار سو سواروں کے ساتھ بھیجا تھا جو لوگ دو تہ الجندل کے گزر کر مقام ادرج میں پہنچ گئے۔

اس زمانے میں دونوں طرف برابر مصلحت جاری تھی۔ حضرت علیؑ کے پاس سے ابن عباس کے نام خطوط پہنچتے اور جناب معاویہ کے پاس سے حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس شام والے تو خبر بھی نہ ہوتے کہ مروہ نے عمرو کو کیا لکھا ہے اور نہ انھیں اس کی فکر تھی۔ مگر کوفہ والے اپنی بے صبری اور بدگمانی سے ہر خاک کے آنے پر حضرت ابن عباس سے بار بار پوچھتے: اس میں کیا لکھا ہے؟ آخر ابن عباس نے ہنچھلا کر کہا: کیا خدا نے تم کو عقل نہیں دی ہے؟ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ مروہ کا مقصد آتا ہے تو کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی کہ کیا پیام لایا ہے۔ مگر تمہارا یہ حال ہے کہ میری جان کھانے جاتے ہو۔ اور طرح طرح کی خیالات اڑائیاں کرتے ہو۔“

ابن ابی بکرؓ

پھر رسول

اس موقع پر اکابر صحابہ میں سے عبداللہ بن عمرؓ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ عبداللہ بن زبیرؓ

عبد الرحمن بن حوث بن ہشام بن عبد الرحمن بن عبد نفیث زہری۔ ابو جہم بن حذیفہ عدوی اور
منیر بن شیبہ بھی اسلام کی قدمت کا فیصلہ سننے کے لیے آئے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص
بنی تمیم کے چشمے کے پاس بیٹھ تھے۔ اُن کے فرزند عمر نے حاضر ہو کر کہا قریش کے اکثر مشرک حضرت
ابو موسیٰ کا فیصلہ سننے کو جا رہے ہیں آپ بھی چلیے۔ آپ تو صحابی رسول اللہ اور ارکان شوری
میں سے ہیں۔ کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جو امت محمدی کو ناگوار ہو اور سب سے زیادہ مستحق
آپ ہی ہیں۔ مگر انھوں نے نہ مانا اور نہ آئے۔ لیکن بعض راویوں کے بیان سے ثابت ہوتا ہے
کہ اس مجلس میں وہ موجود تھے۔ مگر فیصلے کا انجام دیکھ کر اپنے آئے پر نادم ہوئے۔ اور تدامت ہی کا
اثرتھا کہ وہ اپنی میرا بیت المقدس سے عمر کے احرام باندھ کر مکہ معظمہ کی راہ لی۔

منیر کی بیٹی

منیرہ اس عہد کے بڑے سیانے اور نکتہ پس لوگوں میں سے تھیں۔ انھوں نے عمر بن قریش سے
پوچھا کہ کئی سے جو یہ بتا رہے ہیں کہ دونوں بیچ کسی ایک رائے پر تفق ہوں گے یا نہیں؟ سب نے
لا علمی ظاہر کی اور انھوں نے کہا: دیکھیے میں پتہ لگاتا ہوں! یہ کہہ کر ابن عاص کے پاس
آئے اور پوچھا: ہم لوگ جوڑائی سے الگ رہے تو اس کے بارے میں اس کی کیا رائے ہے؟
ہیں تو اس مسئلہ میں شیبہ رہا مگر آپ پر خدا نے روشن کر دیا کہ ایک جانب ہو گئے۔ عمر و اُن سے
بھی زیادہ ہوشیار تھے کہا: آپ کی نسبت تو میری یہ رائے ہے کہ نیکوں کے پیچھے اور بُروں کے
آگے رہا کرتے ہیں۔ یہ جواب سن کر منیرہ وہاں سے چلے آئے اور ابو موسیٰ اشعری کے پاس
جا کر اُن سے یہی سوال کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں عمر و لوگوں کو سب سے زیادہ ثابت قدم
جانتا ہوں۔ اور تمھارے ہی گروہ (قاعین) میں کچھ اچھے لوگ باقی رہ گئے ہیں۔ اس کے
منیرہ نے واپس آکر اپنے اُن اجاب سے کہ دیا۔ یہ دونوں صاحب ہرگز کسی ایک رائے پر
متفق نہیں ہو سکتے۔

اب فیصلہ کا دن آیا۔ دونوں بیچ ایک صحبت میں جمع ہوئے۔ عمرو بن عاص نے ابو موسیٰ سے
کہا: کیا آپ نہیں جانتے کہ عثمان بن مظعون مارے گئے؟ ابو موسیٰ نے کہا: مجھے اس کا اقرار ہے۔
پوچھا اور آپ بھی جانتے ہیں کہ منیرہ اور اُن کے خاندان واپس عثمان کے ولی ہیں؟ کہا
ہاں یہ بھی جانتا ہوں۔ ان تہیدی سوالوں کے بعد عمرو نے کہا تو پھر اُن کا ساتھ دینے سے
آپ کو کون چیز روکتی ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ وہ قریشی نسل ہیں۔ شاید آپ کو شبہ ہو
لوگ نہیں کہ تمھارے ابتدائے پشت کے وقت اسلام نہیں لائے تو اس کے لیے یہ جواب

پہنچوں کی بات
گفتگو۔

کافی ہے کہ آپ نے ان کو خلیفہ مظلوم عثمان کا ولی اور ان کے خون کا انتقام چاہنے والا پایا وہ خوش تدبیر ہیں۔ بد سلطنت ہیں اور زور و جبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں کاتب وحی رسالت ہیں۔ شرف صحبت رسالت رکھتے ہیں اور عمر بن خطاب نے ابو موسیٰ اشعری کی جناب میں یہ بات بھی پیش کی کہ آپ کو کوئی نہ کوئی حکومت دی جائے گی۔

عمر بن خطاب کی یہ تقریریں کراہی ہوئی ہوئے عمر و خطل سے ڈرو۔ تم نے معاویہ کے فضائل بیان کیے۔ مگر خلافت کا استحقاق محض ان غریبوں سے نہیں ہو جاتا۔ ایسی ہی باتیں خلافت کا حقدار بنائیں تو اسیر بن صباہ کا خاندان زیادہ مستحق ہو جاتا۔ یہ تو خاص وینداروں کا حق ہے اور اگر میں محض فضائل کی بنیاد پر خلافت کسی کو دیتا تو علی بن ابی طالب کو دیتا۔ تمھارا یہ کہنا کہ عیسیٰ عثمان کے خون کے ولی ہیں اس لیے ان کو وارث خلافت بنا دو۔ میرے نزدیک کوئی قوت نہیں رکھتا۔ مہاجرین و انصاریوں کو چھوڑ کے انھیں خلافت کیسے دی جاسکتی ہے؟ تم نے جو معاویہ کی سطوت و شوکت کا ذکر کیا تو سنو معاویہ اگر اپنی ساری شاہانہ سطوت مجھے دیدیں تو بھی میں ان کو خلیفہ نہ بناؤں گا۔ اور خطل کے معاملے میں رشوت نہ لوں گا۔ لیکن اگر تم پسند کرو تو عبد اللہ بن عمر کو منتخب کر کے عمر بن خطاب کے نام کو زندہ کر دو۔ خدا ان کو اپنے انگوٹھ رحمت میں لے لے گا۔

عمر بن خطاب نے کہا آپ کا یہ خیال ہے تو پھر آپ کے نزدیک اس میں کیا مضائقہ ہے کہ میرے بیٹے عبد اللہ کو خلیفہ بنا دیجئے۔ اس کی خوبیوں اور اس کی نیک نفسی سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ ابو موسیٰ نے کہا تمھارے بیٹے کے نیک نفس اور ویندار ہونے میں شک نہیں مگر تم نے اس کو فتنوں کے دریا میں غوطہ دیکر مشتبہ کر دیا۔ اس پر عمر بن خطاب نے کہا تو یاد رکھیے کہ خلافت ایسے ہی شخص کے لیے موزوں ہو سکتی ہے جو کھانا پیتا اور دنیا کے معاملات کو برتا ہو۔ عبد اللہ بن عمر بن خطاب ان اور کی طرف سے غافل رہے پرواہی۔ ابو موسیٰ نے ایسا ہی تو عبد اللہ بن عمر کو منتخب کر دیا۔ وہ بھی ہوش ہیں۔ پھر فرمایا میں اس بارے میں خدا کی قسم رشوت نہ لوں گا۔ بس نواہن عاصی اہل عرب نے باہم خویشی کرنے کے بعد معاملہ خلافت کو تمھارے ہاتھ میں دے دیا ہے ایسا کہ وہ پھر فقہ میں پڑ جائے۔

ابن عاص کی
جگہ لائی
اور ابو موسیٰ کا
مصلحتی فیصلہ

ابن عاص نہایت ہی ہوشیار اور مدبر آدمی تھے جب دیکھا کہ ابو موسیٰ کی طرح میرے کہنے میں نہیں آتے تو کہا اچھا فرمائیے آپ کی کیا رائے ہے؟ اور آپ بھی اگر ناچاہتے ہیں؟ انھوں نے کہا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ان دونوں شخصوں (علی اور معاویہ) کو خلافت سے علیحدہ کر دوں۔ اور

اور انتخاب خلیفہ کے معاملے کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دوں۔ لوگوں کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں اپنا حاکم منتخب کر لیں۔ عمرو نے کہا بس یہی رائے مناسب ہے، اور ابو موسیٰ کو یقین ہو گیا کہ عمرو بن عاص کو میری رائے سے اتفاق ہے۔

چنانچہ سب سے پہلے کہ ہوئی تھی اور کسی کو خبر نہ تھی کہ دونوں بچوں نے باہمی مشورے سے کیا قرار دیا اور اب وقت آیا کہ طے شدہ معاملے کا تمام حاضرین پر اعلان کر دیا جائے۔ عمرو بن عاص نے ابو موسیٰ سے کہا اپنا فیصلہ سب کو سنا دیجیے۔ ابو موسیٰ نے حاضرین کی طرف توجہ ہو کر کہا، ہم دونوں ایک رائے پر متفق ہو گئے اور امید ہے کہ اس تجویز سے خداوند تعالیٰ امت کی اصلاح کر دے گا، عمرو نے سنتے ہی کہا آپ نے بجا فرمایا بس اپنی رائے سب کو سنا دیجیے۔

ابو موسیٰ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت ابن عباس نے کہا، افسوس مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن عاص نے آپ کو کچھ فریب دیا ہے مگر دونوں بچوں نے کسی رائے پر اتفاق کیا بھی ہے تو پہلے آپ ابن عاص سے کہیے کہ اس کو اپنی زبان سے سب پر ظاہر کریں اور آپ ان کے بعد تقریر کیجیے ان کا اعتبار نہیں ممکن ہے کہ کسی بات پر آپ سے اتفاق کر لیا ہو۔ اور ظاہر کرتے وقت اس کے خلاف ہو جائیں۔ ابو موسیٰ بے پروا آدمی تھے ابن عباس کے کہنے کا مطلق لحاظ نہ کیا اور اپنی تقریر شروع کر دی۔

اور کہا، لوگو! ہم دونوں نے امت کے معاملے میں غور کیا اور ایک رائے اختیار کر لی جس سے زیادہ کوئی اچھی اور جھگڑا مٹانے والی بات نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ ہے کہ ہم علی اور متوہد دونوں کو خلافت سے علیحدہ کر دیں اور جس کی کو پسند کریں اپنا حاکم منتخب کر لیں، پھر پھر اس فیصلے کے مطابق میں نے علی اور متوہد دونوں کو خلافت سے معزول کر دیا۔ اب آپ لوگ اپنے معاملے میں غور کریں اور جسے مناسب جائیں خلیفہ منتخب کریں۔ یہ کہہ کر بیٹھ گئے۔

ان کے بیٹھتے ہی عاص بن عاص اُٹھے اور کہا ابو موسیٰ نے جو کچھ کہا صاحبزادوں نے سن لیا جس طرح انھوں نے اپنے بیچ بنانے والے بیٹے علی کو خلافت سے علیحدہ کر دیا۔ میں بھی ان کو علیحدہ کرتا ہوں مگر میں اپنے بیچ بنانے والے بیٹے کو مسند خلافت پر برقرار رکھتا ہوں اس لیے کہ وہ عثمان کے دلی راز کے خون کے طالب اور ان کی جانشینی کے لیے سب سے زیادہ اہل ہیں۔

ابن عاص کی یہ خلافت امید تقریریں کرساری محفل دنگ رہ گئی۔ حضرت سعد نے جن کا بیچ بنانا

نہایت زیادہ وقت

ابن عباس کا بیان ابو موسیٰ کو تھے روکنا۔

ابو موسیٰ کا اعلان۔

عمرو بن عاص کی اس گفت۔

سعد بن ابی وقاص کی پہلی۔

ابو موسیٰ کی
گفتگو سے
جسے کہیں۔

ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو موسیٰ تم کو عمر و اور ان کے فریب نے کس قدر مغلوب کر لیا! ابو موسیٰ نے جواب دیا اب اس سے بچنے کی میں کیا تدبیر کروں؟ مجھ سے اتفاق کیا اور وقت پر نکل گئے۔ ان کا یہ بے بسی کا جواب سن کر ابن عباس بوئے۔ یہ تمہارا قصہ نہیں بلکہ اُس کا قصہ ہے جس نے تم کو اپنا بیچ بنایا! ابو موسیٰ نے پھر پریشان ہو کر کہا تو میں کیا کروں؟ عمرو نے میرے ساتھ عذاری کی۔ عتبہ بن عبد اللہ بن عمر نے کہا واہ امت کے معاملات کا کیا انجام ہوا ہے! قوم کی قسمت ایسے شخص کے ہاتھ میں دی گئی جسے اس کی کچھ پروا نہیں کہ اُس نے کیا کر دیا اور دوسرا ضعیف ہے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر بوئے بہتر ہوتا کہ ابو موسیٰ اشدی آج کے دن سے پہلے مر گئے ہوتے۔

ان میں اور
عمر و بن سخت
کلامی۔

سفر زین امت کے یہ فقرے سن کر ابو موسیٰ نے مجھلا کے عمرو بن عاص سے کہا خدا کبھی تمہیں توفیق خیر نہ دے۔ تم نے مجھے دھوکا دیا اور بہت بڑا کام کیا۔ تم اس کتبے کے مثل ہو کر اس جھوٹے تو بھی بھونکتا ہے اور نہ بولو تو بھی بھونکتا ہے عشر و نے جواب دیا اور تم اُس تک سے شل ہو جس پر کتا بن لہی ہوں۔

شریح کا عمرو
پر حملہ۔

اسی اثنا میں شریح بن ہانی کو ایسا پیش آیا کہ عمرو بن عاص پر چھپٹ پڑے اور ایک کڑا رسید کیا۔ ساتھ ہی عمرو بن کے بیٹے نے بڑھ کے شریح کے کوڑا مارا۔ اور لوگوں نے درمیان میں آکے بیچ بچاؤ کر دیا۔ شریح اس واقعہ کے بعد ہمیشہ چھٹا کر تے کہ اُس وقت میں نے عمرو بن عاص کو تجھانے کو ڈسے کہ تمہارے کیوں نہ ماری کہ کام تمام کر دیتا۔

شاہدوں کے
ڈر سے ابو موسیٰ
کا بھاگنا۔

ان واقعات کا انجام یہ ہوا کہ جس طرح حضرت علیؑ کی طرف سے لوگ عمرو بن عاص کے دشمن تھے ویسے ہی اہل شام اور طرفدارانِ معاویہ باوجود کامیاب ہونے کے ابو موسیٰ کے خلاف ہو گئے۔ اور ان کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔ اور ان کے شر سے بچنے کے لیے بھاگنے کو مضطر میں بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

معاویہ کو خلافت
کی مبارکباد
حضرت علیؑ
سے تبرک
کی ابتداء
اس کی بنا پر
بھی اختیار کیا۔

عمرو بن عاص اور اہل شام نے واپس جا کر معاویہ کو خلافت کی خوشخبری سنائی اور شریح و ابن عباس کا کام و نام و حضرت علیؑ کے پاس واپس آئے اس واقعہ نے حضرت علیؑ کو اس قدر برمجم کر دیا کہ آپ صبح کی نماز میں قنوت کرنے کے بعد جس میں عمرو بن عاص - معاویہ - ابوالاعور جعیلیہ بن سلمہ - عتبہ بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن قیس - اور ولید بن عتبہ بھیجا کرتے معاویہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے بھی قنوت شروع کر دی جس میں حضرت علیؑ - ابن عباس - حنین بن قیس - اور اشتر سے

ساتھ ہی طریقہ برتا جانے لگا۔ اور یہی وقت ہے جب سے اسلام میں بزرگانِ اُمت اور مسلمانوں پر تبرے اور میں ملین کی بنیاد پڑی۔
 کہتے ہیں کہ بچوں کا فیصلہ ہو جانے کے بعد ایک بار توبہ و دونوں بچوں سے ملے۔ شام کا وقت تھا۔ وہ ان دونوں کے سامنے مجمع عام میں تقریر کرنے کو کھڑے ہوئے۔ اسی قدر کہا تھا کہ اس بارے میں جو شخص کچھ کہنا چاہتا ہو کہے اور اپنے دل کا کھوٹ ظاہر کر دے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں میں اہلباء کی خدمت میں بیٹے چار کو دونوں زبانوں میں باندھے بیٹھا تھا۔ پاؤں کھول کر یہ دعا کیا اور چاہا کہ اُٹھ کر کہوں۔ اُس بارے میں ایسے بہت سے لوگوں کو تامل ہے جو اسلام کی حمایت میں تم سے اور تمھارے باپ سے لڑتے رہے ہیں۔ مگر اندیشہ ہو کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی کلمہ ایسا زبان سے نکل جائے جس سے اُمت میں پھوٹ پڑے اور غوریزی کی جوہت آجائے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ خدا نے جن کاموں کے عوض میں جنت دینے کا وعدہ کیا ہے وہ مجھے اس جھگڑے کی باتوں سے زیادہ پسند ہیں۔ اس کے بعد جب میں اپنے گھر میں آیا ابو حنیفہ بن سلمہ نے کو آئے اور پوچھا جب اس شخص (معاویہ) نے گفتگو کی تو آپ کو کس چیز نے تنبیہ کھولنے سے باز رکھا؟ میں نے کہا چاہتا تھا کہ کچھ کہوں مگر خدا کے اندیشے سے ٹھہر بند رکھا۔ انھوں نے کہا خدا نے آپ کو توفیقِ خیر دی اور نجات کئے۔

ابن عمر کی
 بڑی سادگی

جب حضرت علی کو بچوں کے فیصلے کا حال معلوم ہوا اور سنا کہ ابو موسیٰ اشعری نے کمر کی راہ لی۔ تو عبداللہ بن عباس کو بھیج دیا۔ جس کی حکمرانی پر روانہ فرمایا۔ اور منبر پر کھڑے ہو کر یہ تقریر کی
 اچھوٹا۔ عندو شکر خطبوں اور عظیم کلمات ان جاویدوں کا وقت آیا۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یاد رکھو کہ گناہ منہج پر ہر صورت میں نے اس نجات اور ان بچوں کے شعلہ اپنی رائے پہلے ہی بتادی تھی۔ اور کوئی معاملہ چھوٹا ہوتا تو میں اپنی رائے بدل دیتا۔ لیکن تم لوگوں نے مجھ سے کہہ کر تمھاری رائے پر عمل کیا جائے کوئی بات نہ مانی۔ خیر اب یاد رکھو کہ جن دو شخصوں کو تم نے بچ بلا تھا انھوں نے حکم قرآنی کو پس پشت ڈال دیا۔ اور وہ باتیں زندہ کیں جن کو قرآن مٹا چکا تھا۔ دونوں بچوں میں سے ہر ایک نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور ہدایت ربانی سے علاوہ نہ رکھا۔ چنانچہ بغیر کسی روشن دلیل اور سنت سابقہ کے حکم لگا دیا۔ اور اپنے فیصلوں میں متخلف رہے۔ دونوں نے راہ ہدایت کے خلاف عمل کیا۔ لہذا خدا اور رسول اور مومنین نیکو کاران سے الگ ہو گئے۔ اب تم تیار ہو جاؤ۔ منبر

بچوں کے
 فیصلے پر علی کی تقریر

اس کی بھینٹ لے کر
کے لیے کیا گیا

آپ کا چہرہ
کا اظہار

آپ کا چہرہ

ان کا اصرار

ان کی نسبت

آپ کی
بیششم

خارجہ کے

جوش کا بیان

کی تفسیر

آپ کا چہرہ

کی تفسیر

کے لیے آنا دے رہا۔ اور دو شنبہ کی صبح کو سب لشکر گاہ خیلہ میں جمع ہو۔

اب ہم ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اس عہد کی پولیکل سیدگیوں نے مذہب پر نہایت خراب اثر ڈالا۔ جس وقت حضرت علیؑ ابو موسیٰ کو فیصلے کے لیے نوڈ سے روانہ کر رہے تھے۔ زرعد بن برج طائی اور حرقوص بن زبیر نام دونوں شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کی صورت دیکھتے ہی نعرہ لگایا لا حکم الا للہ یعنی فیصلہ کا حق بجز اللہ کے کسی کو نہیں ہے۔ آپ بھی جستہ ہی آیت زبان پر لائے کہ لا حکم الا للہ حرقوص نے کہا اگر آپ نے یہ تو یہ کیجیے۔ اس نجات کو چھوڑ دیے۔ اور ہمیں جہاد سے کرشمہوں کے مقابلے پر چلیے۔ تاکہ اس کے لڑیں اور اسی کو کشم میں خدا کے پاس پہنچ جائیں۔

آپ نے فرمایا میں نے خود ہی تم کو اس نجات سے روکا تھا مگر تم لوگوں نے نہ مانا نہ انجام یہ ہوا کہ تم میں اور ان لوگوں میں ایک تھریسی معاہدہ ہو گیا۔ چند شرطیں قرار پائیں۔ جن کے ہم پابند ہو گئے۔ اور خدا کا حکم ہے کہ اذنبہم اللہ اذاعا ہم تم نے خدا سے جب نبولی عہد کرو تو اس کو پورا کرو۔

حرقوص بولا۔ اگر یہ آپ کا گناہ تھا جس سے آپ کو توبہ کرنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا یہ گناہ نہ تھا بلکہ میری رائے کی کمزوری تھی۔ میں تو تم کو اس سے روک ہی رہا تھا۔ زرعد نے کہا علیؑ تم انسانوں کی اس نجات سے اگر دست بردار نہ ہوئے تو میں صرف خدا کی ضمانت حاصل کرنے کے لیے تم سے لڑوں گا۔ اس کے اس کہنے پر آپ کو طیش آگیا۔ اور فرمایا۔ بخت در۔ مجھے نظر آتا ہے کہ تو مقتول پڑا ہے۔ اور ہوا کے جھونے تیری لاش پر خاک ڈال دیے۔ بولا۔ یہی تو میری آرزو ہے۔

یہ دونوں شخص ان احکم الا للہ کے نعرے لگاتے ہوئے آپ کے پاس سے چلے گئے۔ اور یہ حالت تھی کہ لوگ جا بجا یہی نعرے لگاتے بچھرتے تھے۔ آخر ایک روز آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کی۔ مگر اس تقریر کے وقت بھی لوگ چاروں طرف سجد میں ہی نعرے لگا رہے تھے۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا اللہ اکبر بلکہ حق جس سے باطل کا فائدہ اٹھایا گیا۔ یہ لوگ (یعنی نعرے لگاتے والے) اگر خاموش رہے تو ہم پیچ ہو پٹی کریں گے کچھ بے توان سے بحث کریں گے۔ اور مقابلے پر آئے تو ان سے لڑیں گے۔

آپ کا یہ فرمان تھا کہ زید بن عاصم صحابی چمکے اٹھا اور کہا اللہ کہ ہم نہ خدا کے چھوٹے

ہیں اور نہ اس سے بے پروا ہیں۔ خداوند۔ دین میں دنیا کی ذوات ملنے سے ہم نیاہ مانگتے ہیں۔
کیونکہ ذوات دنیا کو دین میں ملانا۔ خدا کے معاملے میں مداخلت کرنا ہے۔ اور ایسی ذلت میں پڑنا ہے
جو لوگوں کو غضب الہی کی طرف لے جاتی ہے۔ علی تمہیں قتل کی دھمکی دیتے ہو؟ مجھ کو اُمید
ہے کہ ہم خدا کی قسم اس دھمکی کو عنقریب تم پر لٹ دیں گے جس میں ذرا بھی رعایت نہ کی جائے گی۔
اس وقت تم کو معلوم ہو گا کہ تم حق پر تھے یا تم کا اتنا کہا اور مع اپنے تین بھائیوں کے کٹھ کر چلا گیا
یہ سب آدمی مقام نہروان میں مارے گئے اور ایک جزیرہ پر اتھاواہ اس کے بعد مقام ٹھیلہ
میں قتل ہوا۔

بعد ازاں حضرت علیؓ اور ایک ن تقریر فرما رہے تھے کہ حاضرین میں سے ایک شخص نے
کہا کہ اے اللہ اور اس کے بعد اور کئی دہائیوں نے پیچھے ہی نعرے لگائے۔ ان کا یہ ناک
اور کچھ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ اکبر ایسا کلام حق اور اس سے ایسا باطل نادمہ اٹھانا! سنو۔
تم لوگوں کے لیے ہمارے پاس تین باتیں ہیں۔ اول یہ کہ جب تک ہمارے ساتھ رہو گے تمہیں
خدا کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے نہ روکیں گے۔ دوسرے یہ کہ جب تک گوشوں میں تمہارے
ساتھ شریک ہو مال غنیمت اور وظائف کو تم سے نہ روکیں گے تیسرے یہ کہ جب تک ہمارے
مقابلے پر نہ آؤ گے تم سے نہ روکیں گے۔ یہ فرما کر آپ منبر پر سے اتر آئے۔

اب خوارج کا جو شل بڑھا۔ ایک وزیر عبد اللہ بن وہب راہی کے مکان پر کوفے میں
سب جمع ہوئے۔ اور عبد اللہ نے کھڑے ہو کر ایک پر جو شش تقریر کی۔ پہلے انھیں دنیا میں
پڑنے سے روکا پھر خدا کے احکام کی پابندی اور ممنوعات سے احتراز کرنے کی تاکید کی
بعد ازاں کہا لوگو ہمارے ساتھ یہاں سے نکل چلو۔ اس شہر کو چھوڑ دو جس کے رہنے والے
ظالم ہیں۔ آخر جو انبیا من مذہ القریۃ الظالم لہما۔ پہاڑوں کے گھوہوں میں چلو یا کسی ایسے
شہر میں جہاں گئے لوگ ان گراہی کی بدعتوں کے خلاف ہوں! حرمیں بولا۔ اس دنیا کی
دولت تھوڑی ہی ہے۔ اسے جلد سے جلد چھوڑ دینا چاہیے۔ اس کی زیبائی و رونق تم کو یہاں
بھرنے کا شوق نہ دلائے۔ اور یہ نہ ہو کہ اس کے لالچ میں تم حق کی خواہش اور ظلم کو
انداز سے رک جاؤ۔ خدا انہیں لوگوں کے ساتھ ہے جو شوق ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔
اب حمزہ بن سنان اسدی بولا لوگو یہ ٹھیک راستہ ہی گئی جس کی حقیقت تم کو نظر آگئی۔ پہلا
پہلے کسی کو اپنا حاکم بناؤ کیونکہ کسی مرکز متون اور جعندے کا موجود نہ ہو ماضی ہے۔ تاکہ تم

پھر وہی شل
اور پھر وہی
تقریر

کوئی نہیں
خوارج کا
اجتماع۔
رضیائوں کی
تقریر

اس کے گرد رہو۔ اور اس کی طرف رجوع کرو۔

اب حاکم منتخب ہونے لگا۔ پہلے زید بن حصین کا نام لیا گیا مگر اُس نے انکار کیا تب متروک کا نام پیش ہوا۔ اُس نے بھی سرداری قبول نہ کی۔ پھر حمزہ بن سنان اور شریح بن اوفی کے نام پیش آئے۔ اُن دونوں نے بھی عذر کیا۔ آخر میں قوم کی سرغالی عبت اللہ بن وہب کے سامنے پیش کی گئی اُس نے کہا پسند تو مجھ کو بھی نہیں ہے۔ مگر تم لوگ مجھے یہ خدمت دیتے ہو تو قبول کیے تیتا ہوں لیکن یاد رکھو کہ میں خدا کی قسم نہ کی دنیاوی کہوس سے اس کو قبول کرتا ہوں اور نہ موت کے خوف سے اس کو چھوڑوں گا۔

یہ سوال ۳۷۷ کی تاریخ تھی۔ اب نے عبداللہ کے اہل بیت کی خوارج کا یہ پہلا سردار ذوالشقات کے لقب سے مشہور تھا۔ ثقات اوفی کے اُن اعضا کو کہتے ہیں جو بیٹھے زمین سے لگ جائیں۔ شاید اُس کے ہاتھ پاؤں کی بناوٹ اسی قسم کی ہوگی۔

اس پہلی صحبت کے بعد پھر ایک روز خوارج شریح بن اوفی کے گھر میں جمع ہوئے۔ اور ذوالشقات سے کہا "میں تم سے ایسے شہر میں جمع ہوں جہاں تم خدا کے حکم کو جاری کریں۔ اس لیے کہ اب تم ہی لوگ اہل حق ہو" شریح نے کہا "چلو مدائن میں پڑاؤ ڈالیں۔ اُن کے طاقتور اور کھنڈروں پر قبضہ کریں۔ اور وہاں کے رہنے والوں کو نکال باہر کریں۔ پھر اپنے بصرے کے بجائیوں کو بلائیں کہ وہ بھی اگر ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں۔ زید بن حصین بولا "تم لوگ اگر ایک ساتھ اکٹھا ہو کر یہاں سے چلو گے تو تعاقب کیا جائے گا۔ اس لیے پوشیدہ طور پر کونے سے ایک ایک کر کے نکلو۔ علاوہ زید مدائن میں اسے لوگ موجود ہیں جو فرحمت کریں گے۔ اس لیے چلو ہم سب نہر دان کے پل پر آئیں اور وہاں ٹھہر کر بصرے کے بھائیوں سے ملنا کریں"۔ اب نے اس آخری رائے سے اتفاق کیا اور یہی تجویز قرار پائی۔

اب عبداللہ نے کوہ چھوڑنے سے پہلے ہی بصرے کے ہم خیالوں کو اپنے جمع ہونے کی اطلاع دی اور انہیں اپنی طرف بلایا یہ خطبہ بصرے میں جیسے ہی پہونچا وہاں والوں نے اس کی درخواست قبول کی اور لکھا کہ عنقریب ہم تمہارے پاس پہونچ جائیں گے۔

جس تاریخ ان لوگوں نے کونے سے اکٹھے کا ارادہ کیا ساری رات عبادت آہی میں مصروف رہے۔ یہ جمعہ کی رات تھی۔ صبح کو بھی دن بھر عبادت و ذکر لکھی کرتے رہے۔ اور شب شنبہ کو کونے سے نکلے۔ شریح بن اوفی نے جس وقت نکلا ہے اُس کی زبان پر یہ آیت تھی کہ فخر ج

حاکم کا انتخاب

ذوالشقات
بن وہب

اس کے
اہل بیت

خوارج کا
دوسرا جلسہ

نہر دان
میں پہونچ کر

خوارج بصرے
کی آمد

خوارج کا
مکملہ

سُہا خانقا تیر قُرب الی اسوا و السبیل (اس شہر سے ڈرتا ہوا ہیکل راہ راست کا ایسا رہتا تھا) عدی بن حاتم طائی جو مخصوص جاں نثاران تر تھو می میں تھے اُن کا بیٹا طرف بن عدی بھی ان لوگوں کا ہم خیال تھا چنانچہ وہ بھی ان کے ساتھ کوفہ سے نکل گیا۔ عدی سے دور تک اُن لوگوں کا پھیل گیا کہ بیٹا نے تو اُس کو سمجھا بھگا کے واپس لائیں۔ مگر نہ پایا۔ اور مدائن کے قریب تک جا کے واپس آئے۔ واپسی کے وقت مقام سباط میں اُن کو عبداللہ بن وہب میں سواروں کے ساتھ ملا۔ عبداللہ نے ادا وہ کیا کہ اُن کو مار ڈالے مگر عمر بن مالک تیمانی اور بشیر بن زید بولانی نے جو خوارج میں تھے اُن کی جان بچا دی۔

عدی کا بیٹا بھی اُن کے ساتھ گیا۔

عدی کا ایک ہاتھ سے پکڑا۔

عدی نے ان لوگوں کے ہاتھ سے نجات پاتے ہی سعد بن مسعود کو جو حضرت علی کی طرف سے مدائن کے حاکم تھے خبر کی اور تاکید کی کہ ان لوگوں سے ہوشیار رہیے گا۔ انھوں نے فوراً مدائن کے پچھلے گندہ کر دیا۔ پھر پانچ سو سواروں کو لے کر اُن لوگوں کی تلاش میں چلے اور انہی جگہ اپنے پیچھے مختار بن ابی عبید ثقفی کو مدائن میں چھوڑا۔

سعد بن مسعود نے ان کی خبر لی۔

سعد کے روانہ ہونے کی خبر عبداللہ بن وہب کو ہو گئی۔ فوراً وہ راستہ چھوڑ کے بغداد کی طرف چلا۔ مگر باوجود اس احتیاط کے شام کے وقت کربلا میں پہونچا تھا کہ سعد کا سامنا ہو گیا۔ عبداللہ نے غیس ہی سواروں سے حملہ کر دیا۔ تھوڑی دیر تک سخت لڑائی ہوئی رہی تھی کہ مدائن آئے رک گئے۔ اور سعد سے کہا ان لوگوں سے لڑنے کا کیا نتیجہ؟ اس بارے میں آپ کو کوئی حکم تو ملا نہیں ہے۔ جاسے بھی دیکھیے۔ مگر ہاں امیر المؤمنین کو ان واقعات کی اطلاع کر دیجیے۔ اگر وہاں سے ثعالب کا حکم آئے گا تو ہم ان کا پیچھا کریں گے۔ اور اگر کسی اور شخص نے اس کام کو انجام دے دیا تو آپ اس زحمت سے بچ جائیں گے۔ مگر سعد نے اپنے ہمراہیوں کے اس کثور کے کو نہ مانا۔ اور لڑائی صبح پر اُٹھ رہی۔

حضور کا سامنا۔

سعد کے سواروں کا پیچھا کرتی۔

یہ اندھیری رات تھی اور دونوں گروہ اپنی اپنی جگہ پر تھے۔ عبداللہ بن وہب نے یہ کارروائی کی کہ راتوں رات سبیل سے اتر کے ارض جوئی میں ہو رہا اور وہاں سے نہر روانہ ہو کر اپنے گروہ سے جالار سواران مدائن کے مقابلے کے وقت اُس کے ہمراہیوں کو اس زندگی سے یاس ہو گئی تھی اور باہم قرار پا گیا تھا کہ وہ نہ ہوا تو زید بن حصین یا خرقہ ص کو اپنا سردار بنائیں گے۔

بن وہب کا راستہ کو بھاگتا۔

اب کوفہ والوں کا ایک اور گروہ چلا کہ خوارج سے جا ملے۔ لیکن اُن لوگوں کے غرض یہ

کوفہ میں خوارج کا روک دیا جاتا۔

شہداء کی
تجربہ و مشاہدہ

انہیں مجبور کر کے روک لیا۔ ان میں طراح کے چچا متعلقہ بنائیں اور حبیب اللہ بن حبیب بھی تھے
حضرت علیؑ نے سنا کہ سالم بن ربیعہ بھی ان لوگوں کے ساتھ شریک ہوئے کو جا رہے
تھے۔ سامنے ہوا کہ ان کو ان حرکت سے روکا اور خدا کو ان کے ساتھ بھلائی منظور تھی کہ کہیں
جب یہ خواجہ کو فہم نہ ہو سکتے تھے تو حضرت علیؑ کے ہاتھ پر آپ کے ذہنوں اور شیعوں نے
تجدید بیعت کی۔ اور اس میں وہی الفاظ پھر کہے کہ ہم اس کے دوست ہیں جس کے آپ
دوست ہوں اور اس کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن ہوں۔ حضرت علیؑ نے ان الفاظ
کے ساتھ اپنی اور شرط بڑھا دی کہ سنت رسول خدا صلعم پر عمل کریں گے، مگر ربیعہ بن ابی شداد
نخشی نے جو جنگ اسے جل و خفین میں ہمراہ رکاب رہے تھے اور یہی خشم کا علم انہیں کے
ہاتھ میں رہا تھا بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضرت علیؑ نے فرمایا کتاب اللہ اور سنت
رسول اللہ پر بیعت کرو۔ ربیعہ نے کہا اور سنت ابو بکر و عمر پر آپ نے اراضی کے ساتھ
کہا تھا کہ حال پر انہوں نے اگر ابو بکر و عمر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل نہ کریں تو
ہرگز حق پر نہ ہوں گے۔ آخر انہوں نے اسی طرح بیعت کر لی جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ پھر
آپ نے نظر اٹھا کر ان کی صورت دیکھی اور کہا مجھے خدا کی قسم نظر آتا ہے کہ جیسے تم خارج سے
جائے۔ ان کے ساتھ اسے گئے۔ اور گھوڑے تمھاری لاش کو روند رہے ہیں۔ اور یہی
ہوا جو آپ نے کہہ دیا تھا کہ ربیعہ خارج بصرہ کے ساتھ گئے۔ اور نہروان کی لڑائی میں مارے گئے
خوارج بصرہ کی یہ حالت ہوئی کہ کو ذوالوں کا خط پونچھے پھرے میں پانچ سو آدمی
جمع ہوئے۔ مستقرین فدیگی بھی کو اپنا سردار بنایا اور روانہ ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد
عبداللہ بن عباس کو خبر ہوئی جو بصرہ کے والی تھے۔ فوراً ابو الاسود دؤلی کو دوڑایا کہ ان لوگوں
کو جانے نہ دیں۔ ابو الاسود نے بڑے پل کے پاس ان لوگوں کو پایا۔ مگر بغیر اس کے کہ
کوئی چھیڑ چھاڑ ہو دو نوں گروہ ایک دوسرے کے مقابل اتر پڑے۔ اور رات ہو گئی۔ رات
کے اندھیرے میں متحارپنے ہمراہوں کو لے کر چلے یا۔ اور ابو الاسود صبح کا انتظار کرتے رو گئے
مسترجو یہاں سے چلا تو یہ حالت تھی کہ جو کوئی راستے میں لٹا اس کا مزاحم ہوتا۔ اس کی فوج کے
مقدمہ انکیش کا سردار اشتر بن عوف شیبانی تھا۔ آخر جاتے جاتے وہ نہروان میں پہنچ گیا
عبداللہ بن وہب کی قوت اور بڑھ گئی۔
حضرت علیؑ نے خوارج کی مخالفت کو بڑھتے دیکھا تو انہیں اس ضمنوں کا خط بھیجا۔

خوارج بصرہ

وہ بھی نہروان
میں پہنچ گئے

علیؑ کا خط
خوارج نے اسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از جانب بندہ خدا علی امیر المومنین بہ جانب زید بن حصین۔ عبد اللہ بن
اور ان کے گروہ کے بہنو۔ وہ دونوں شخص جن کے بیچ بنائے کو ہم نے قبول کر لیا تھا
انہوں نے کتاب اللہ کی مخالفت اور اپنے نفسوں کی پیروی کی۔ بغیر اس کے کہ اہل بیت بانی
پر عمل کریں۔ انہوں نے نہ سنت رسول پر عمل کیا اور نہ قرآن سے مطابقت فیض کیا۔ یہ خدا و رسول
اور تمام مومنین اُن سے الگ ہو گئے۔ انہیں جیسے ہی یہ خط ملے میرے پاس چلے آئیں لیے کہ
ہم اپنے اور تمہارے دشمنوں کے مقابلے پر کوچ کرنے والے ہیں اور اسی حالت پر ہیں جس پر کہ
پیشتر تھے۔“

اس کا جواب ان لوگوں سے یہ ملا کہ آپ نے خدا کے لیے اپنا غصہ ظاہر نہیں کیا بلکہ آپ کا
غصہ محض اپنی ذات کے لیے تھا اب اگر آپ اپنے کا فر جو جانے کا اقبال کر کے کفر سے تو یہ
اگریں تو ہم اپنے اور آپ کے معاملے پر غور کریں گے اور اگر یہ آپ کو منطوق نہیں ہے تو ہم نے
آپ اور دوسروں کو یکساں طور پر چھوڑ دیا۔ خدا خیانت کرنے والوں کو نہیں پسند کرتا۔“

ان لوگوں کی یہ تحریر پڑھ کے آپ کو ان کی طرف سے یاں ہو گئی اور قصد فرمایا کہ ان
لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑے پوری قوت سے مخالفین شام کے مقابلے پر روانہ ہوں۔

چنانچہ اسی مقصد سے آپ منبر بریکھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا جس
شخص نے خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے ہاتھ روکا اور سستی کی وہ قصر طاقت کے کنارے
ہے۔ بجز اس کے کہ اللہ جل شانہ اپنی رحمت سے اُس کی تلافی کر دے۔ اس لیے لوگو خدا سے
ڈرو۔ اور اس شخص کا مقابلہ کرو جس نے خدا و رسول کی مخالفت کی۔ اور چاہا کہ خدا کے نور کو بجھا دے۔

سلمانو۔ ظالم و گمراہ خطاکاروں سے لڑو جو نہ قرآن کے قاری ہیں۔ اور نہ شریعت الہی
میں فقیہ۔ نہ معنی شناس عالم ہیں اور نہ عہد اسلام کے سابقہ کارناموں کی بنا پر خلافت پانے کے
ستھی۔ اگر وہ حاکم ہو گئے تو خدا کی قسم تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو کسریٰ و ہرقل کا
اپنی رعایا کے ساتھ تھا اور ہے۔ اپنے مغرب زمین کے دشمنوں سے لڑنے کے لیے تیار

ہو جاؤ۔ تمہارے بصرے کے بھائیوں کو بھی ہم نے لکھ بھیجا ہے کہ تم سے آئیں اور جب
تم سب جمع ہو جاؤ تو انشاء اللہ تم کو تاج محل کھڑے ہوں گے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ پہلے
خلیفہ میں جو ان آپ نے مقرر فرما دیا تھا جب اُس روز کوچ نہ ہو سکا تو آپ نے یہ دوسری
تقریر کی۔

اس کا جواب

آپ کا عزم
شام۔

ابن عباس کے
نہیں پہنچنے کا
معم

ساتھی حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو یہ تحریر بھیجی کہ بعد حمد اہی لکھا جاتا ہے
ہم شکر کا وہ نچلہ میں جاتے ہیں اور نصری دشمن کے مقابلے کے لیے کوچ کرنے کو تیار ہیں
اور میرا دوسرا حکم ملے تک تم وہیں ٹھہرو۔ والسلام“ فوج کے جمع کرنے اور روانہ کرنے کے
بارے میں پہلے لکھ چکے تھے۔ انھوں نے اہل بصرہ کو جمع کر کے خط سنایا اور ان کو خوف
بن قیس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کو کہا۔ اس کوشش سے کل دیرھ ہزار آدمی جمع ہوئے تو
ان کو روانہ کر کے حضرت عباسؓ نے پھر ان میں یہ تقریر کی اے اہل بصرہ۔ میرے پاس امیر المؤمنین
کی تحریر آئی اور میں نے تم کو ان کی بیعت کے لیے جمع ہونے کا حکم دیا۔ مگر فقط دیرھ ہزار آدمی
تیار ہوئے۔ حالانکہ تم میں بچوں اور غلاموں کو چھوڑ کے سات ہزار سپہ سالار موجود ہیں۔ تم لوگ تجاریہ بن
قضاء سعدی کے ہمراہ جمع ہو کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ کوئی اپنے
نفس کے لیے بہانہ نہ پیدا کرے۔ میں جسے دیکھوں گا کہ نہیں گیا اور امام کی دعوت نہ قبول کی اس سے
باز پرس کروں گا۔ اس وقت کوئی شخص بجز اپنے نفس کے اور کسی کو الزام نہ دے۔“
اس حکم کے مطابق جاریہ روانہ ہونے لگے تو ان کے ہمراہ ایک ہزار سات سو آدمی تھے اس
کل اہل بصرہ جو حضرت علیؓ کی رفاقت کے لیے روانہ ہوئے ان کا مجموعی شمار تین ہزار دو سو و بیس
کا تھا۔

گیارہویں فصل

شام رچڑی کی کرنے کی کوشش اور خوارج شہزادان کا استیصال
 فراہمی فرما کے لیے حضرت علیؑ کی تقریر۔ لوگوں کی تسدی۔ کہنے کی فوجی قوت
 مدائن کی فوج بیتیاری جنگ۔ اس سے اختلاف۔ آپؑ کا سمجھنا۔ اور سب کی رضامندی۔
 مجبوراً خوارج کی طرف توجہ۔ جب اللہ بن جندب کے ساتھ خوارج کا سلوک۔ ان کی پیروی
 ظلم حضرت علیؑ کے بھیجے ہوئے کو اڑانا۔ ان کا استیصال۔ مقدمہ نظر آیا۔ بہر حال کی طرف
 کوچ۔ ایک سختی کی پیشین گوئی۔ اس کی بات زمانہ۔ خوارج کو آپؑ کا پیام۔ اس کا جواب
 یقیناً کہ ان کو سمجھانا۔ تو اب انصار کی کا سمجھانا۔ خود حضرت علیؑ کا سمجھانا۔ ان کی ضد لہجہ
 مجبوری۔ آپؑ کی ملل تقریر۔ خوارج لڑنے پر تیار تھے۔ آپؑ کی ایک غیب دانی۔ فوج تفریق
 کی ترتیب۔ خوارج کی فوجی ترتیب۔ حضرت علیؑ کا علم ان اس کا اچھا اثر۔ خوارج ہی نے
 حملہ کیا۔ اور خود ہی لڑ بھڑکے فنا ہو گئے۔ دم بھریں فیصلہ۔ زید بن حصین خارجی کا قتل۔ ابن ربیعہ
 قتل ہونا۔ دیگر سرداران خوارج کا مارا جانا۔ وحشی اللہ۔ اس کی لاش کا لٹنا۔ شمس کی
 کیفیت و حالت۔ اس کے ملنے پر آپؑ کی خوشی۔ آپؑ کا متولین خوارج سے خطاب۔
 مال فقیہیت۔ دشمنوں کی لاشیں دفن کرنے پر اعتراض۔ آپؑ کا یہیں سے شام کا ارادہ۔
 ہزاروں کا جان نذر۔ کوئی سب کوڑاؤں میں رہنے کا حکم۔ ان کی نافرمانی۔ آپؑ کا
 انہیں جو شش دلا۔ اور ان کا دشمننا۔ آپؑ کی پرامت تقریر۔ اس پر بھی تہذیب و ہواست
 میں آپؑ کے والدین ملک۔ ابن ابی سرب کی وفات۔

اب کوئی کے تمام سردار سرگرد ہاں قبائل اور مغزین شہر جمع ہوئے اور ان کے سامنے
 حضرت علیؑ نے حمد و ثناء کی کہی کہ بعد یہ تقریر فرمائی اسے اہل کوفہ۔ اجرا کے حق میں تم میرے
 بھائی اور میرے انصار و مددگار ہو۔ اور اہل اندازوں پر جہاد کرنے میں میرے ساتھی اور رفیق تمہاری
 ہی قوت سے میں مخالف کو زیر کروں گا۔ اور موافق کو سطح و منتقا و بناؤں گا۔ میں نے اہل بصرہ کو
 جہاد میں شریک ہونے کے لیے بلایا تھا۔ چنانچہ وہاں سے تین ہزار دو سو آدمی آ گئے۔ اب تمہارے
 جمع ہونے کی ضرورت ہے۔ لہذا ایسا ہے کہ تم میں سے ہر قبیلہ کا سردار مجھے ایک فہرست تیار کروں
 جس سے معلوم ہو سکے کہ اس کے گرد وہ میں کتنے آدمی لڑنے والے ہیں اور کتنے ان کے بیٹے اور

فراہمی فرمائی
 حضرت علیؑ کی تقریر

غلام و احباب میں جو میدان پر جا سکیں گے یہ سب سے پہلے سعد بن قیس نے اٹھ کر عرض کیا "امیر المومنین ہم اس حکم کو بدو چشمہ بجالائیں گے پھر قیس بن قیس۔ عذی بن حاتم۔ زیاد بن خصفہ۔ اور محمد بن عدی اور دیگر ستر زین قبائل نے تعمیل کا وعدہ کیا بہت جلد یہ فہرستیں آپ کی خدمت میں پیش ہوئیں۔ اور سب نے اپنے بیٹوں اور غلاموں کو بھی لڑائی پر ساتھ جانے کا حکم دیدیا۔ بلکہ تاکید کر دی کہ کوئی ذرہ جائے اس خوشی کے اکل نہیں ہے چالیس ہزار جنگجو۔ سترہ ہزار ان کے بیٹے اور اٹھ ہزار دیگر متعلقین جمع ہو گئے جن کی مجموعی تعداد پچیس ہزار لڑنے والوں کی تھی۔ اور یہ لوگ بصرے کے تین ہزار و دوسو سپاہیوں کے علاوہ تھے۔

بعد ازاں حضرت علیؑ نے مائیں میں سعد بن مسعود کو لکھا کہ "تمہارے پاس جتنے آدمی نذر ادا کیے قابل ہوں ان کو میرے پاس بھیج دو" چنانچہ آپ نے شام رجلا کرنے اور ان حریفانِ عرب زمین کے مقابل دوسرا میدان جنگ گرم کرنے کا پورا بندوبست کر لیا۔ اور امر و زفر وہی میں روانہ ہونے کو تھے۔

اتفاقاً لوگوں کا یہ خیال حضرت علیؑ کے گوش گزار ہوا کہ "علیؑ کو چاہیے پہلے ہیں عمرو بنوں کے مقابلے پرے چلیں۔ پھر جب ان سے فراغت ہوئے تو مغرب سے قبل انما زمان خلافت کی طرف توجہ فرمائیں" فوراً آپ نے سب کو جمع کر کے فرمایا سنتا ہوں تم لوگ ایسا کہتے ہو مگر ان خارجیوں کی نسبت شام والوں کا مقابلہ زیادہ اہم ہے۔ لہذا ان لوگوں کا ذکر چھوڑ دو اور ان دشمنوں کے مقابلے پر چلو جو تم سے اس لیے لڑنا چاہتے ہیں کہ اپنے سرداروں کو ملوک جبار بنادیں اور مسلمانوں کو ذلیل و خوار کریں، ہر طرف سے آوازیں بند ہوئیں کہ امیر المومنین جلد سے مناسبت جانیں ہیں۔ چلیں۔ اور عیسیٰ بن قیس شیبانی نے اٹھ کر کہا "ہم آپ کے گروہ کے اور آپ کے مددگار ہیں جو آپ کا دشمن ہو اس کے دشمن ہیں اور جو آپ کی اطاعت کرے اس سے ساتھی۔ چاہے کوئی ہو۔ اور کہیں ہو۔ آپ انشاء اللہ تعداد کی کمی اور پیروؤں کی قلت کی کمزوری سے ضرور اٹھائیں گے"

مگر باوجود اس مقتدی کے خوارج نے چند ہی روز میں کچھ ایسی خطرناک حیثیت حاصل کر لی کہ آپ کو پہلے انہیں کے اتصال کی فکر کرنا پڑی۔ اور اس کا باعث یہ ہوا کہ جو خوارج جمع تھے ان کے ایک گروہ کو ایک خاتون گدھے پر سوار جاتی نظر آئی جس کو ایک مرد دہانہ

لوگوں کی مستعدی۔

کوئی نہ کی تھی۔

مائن کن

تیسری جنگ۔

اس سے اختلاف۔

آپ کا بھائی۔

اور سب کی رضامندی۔

مگر باوجود اس مقتدی کے

کی طرف سے۔

عبداللہ بن
عمر بن الخطاب
خارج کا بیٹا

کڑے لیے جاتا تھا۔ اُس کو گھیر لیا۔ ڈانٹا ڈیٹا۔ اور پوچھا "بتا کون ہے؟ اس شخص نے کہا۔
 میں صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا عبد اللہ بن عمر بن الخطاب ہوں۔ یہ جواب سن کر
 ان لوگوں نے اُن کی تسلی بخشی کر کے کہا "اور وہیں۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سناؤ
 جس کو تم نے اپنے والد سے سنا ہو؟ انھوں نے کہا "والد کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا ایک فتنہ ہو گا جس میں انسان کے جسم کے ساتھ اس کا دل بھی مردہ ہو جائے گا۔ اور
 اس زمانے کی پہچان یہ ہے کہ لوگوں کا یہ حال ہو گا کہ شام کو مومن ہوں گے اور صبح کو کافر۔
 اور صبح کو مومن ہوں گے اور شام کو کافر۔" سب نے کہا "ہاں ایسی ہی حدیث کو ہم چاہتے
 تھے۔ خیر اب بتاؤ تم ابو بکر و عمر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟" عبداللہ نے کہا "وہ لوگوں کی
 خوبی کے معترف اور اُن کے مدح خواں تھے۔ پوچھا "اور عثمان کی نسبت کیا کہتے ہو؟ وہ
 آغاز خلافت میں کیسے تھے اور آخر عہد خلافت میں کیسے؟" کہا "آغاز میں بھی اچھے تھے اور
 آخر میں بھی اچھے۔" سب نے کہا "اور علیؑ کو کیسا سمجھتے ہو؟" بچوں کے مقرر کرنے سے پہلے
 وہ کیسے تھے اور اس کے بعد کیسے ہو گئے؟" عبداللہ نے کہا "وہ خدا کو تم سے زیادہ
 جانتے ہیں۔ دین داری میں نہایت سخت میں اور علم دین میں اچھی معرفت و بصیرت رکھتے
 ہیں۔" عبداللہ کا یہ آخری جواب سن کر وہ لوگ سننے لگے "معلوم ہوا کہ قرآن نے نفس کے
 بندے ہو۔ اور فقط بڑا نام دیکھ کر لوگوں کی غرت و تکبر کرنے لگتے ہو۔ حرکات و سکنات کو
 نہیں دیکھتے۔ خدا کی قسم تم کو اس طرح ماریں گے کہ کسی کو نہ مارا ہو گا۔" پھر اُن کو گرفتار کر لیا۔
 مشکیں باندھ دیں اور ان کی بیوی کو جنسیں پورے دنوں کا حمل تھا کھینچتے ہوئے
 لیے چلے۔ راستہ میں ایک کھجور کے باغ میں گزر رہا جس میں خوشے کچے ہوئے تیار تھے
 اتفاقاً ایک تازہ کھجور گرمی اور اُن کے رفیقوں میں سے کسی نے اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ دوسرے
 نے کہا "یہ تمہیں حلال نہیں ہے۔ فوراً اُس نے کھجور کو منہ سے نکال کے پھینک دیا۔ آگے
 بڑھے تو کسی عیسائی کا پالا ہوا سور گزرا۔ ساتھ والوں میں سے کسی نے سور کو تلو مار دی برب
 مقروض ہوئے کہ یہ تم نے دنیا میں فساد پیدا کیا۔ اور اس شخص نے سور والے کے پاس جا کر اُسے
 راضی کر لیا تب اطمینان ہوا۔ اُن کی یہ رہنمائی گامی دیکھ کر حبیب اللہ بن عبد اللہ نے کہا "میں
 تمہاری جراثیم میں دیکھ رہا ہوں اُن میں اگر تم بچے ہو تو مجھے کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ
 میں مسلمان ہوں کہیں کوئی بدعت کا کام نہیں کیا ہے۔ اور پھر مجھے تم انان ہی دے چکے ہو کہ

صاف الفاظ میں کہہ چکے ہو کہ تمہارے لیے کوئی خوف نہیں، اس اُمید کا یہ جواب تھا کہ سب نے جب اللہ کو زمین پر گرا کے کروٹ لٹایا اور ذبح کر ڈالا۔ جب اُن کو قتل کر چکے تو اُن کی بیوی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اُنس نیک خاتون نے کہا میں تو عورت ہوں۔ اور عورت کی جان لیتے کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ مگر اُن سنگدل ظالموں نے مطلق شنوائی نہ کی۔ اُس پاکدامن ہومہ کا پیٹ پھاڑ کے اس کی جان لی۔ پھر اُن بیوی کے ساتھ نبی طے کی اور تین غورتیں بھی قتل کیں۔ اور اُن مہمان صید راویہ کو بھی قتل کر دیا۔

حضرت علیؑ نے اس واقعہ کو سنا تو حوث بن مرہ عبدی کو بھیجا کہ ان لوگوں میں جا کر ہیں اُنہی حالت دکھائیں۔ اور جو کچھ حالت نظر آئے بجنہ لکھ بھیجیں۔ اور بتائیں کہ ان لوگوں نے ملک کی کیا حالت کر رکھی ہے جرح گئے تو ان کو بھی اُن ظالموں نے قتل کر ڈالا۔ اور وہ حضرت علیؑ کو کسی بات کی اطلاع نہ دے سکے۔

جس وقت اُن کے مارے جانے کی خبر کوفہ میں آئی ہے اُس وقت حضرت علیؑ کے گرد مختصر زمین کوفہ کا مجمع تھا۔ کل حاضرین نے متفق لفظ کہا اُمیر المؤمنین آپ ان لوگوں کی طرف سے کیوں درگزر فرماتے ہیں ان کی یہی حالت رہی تو ہمارے شام جانے کے بعد یہ لوگ کوفہ پر حملہ کر کے ہمارے گھر دس کو لوٹ لیں گے اور ہمارے بال بچوں کو پکڑے جائیں گے۔ پہلے انھیں شہریوں کے مقابلے پر تشریف ملے چلے اور جب اُن سے فراغت ہوئے تب آپ دشمنان شام کی طرف کوچ کریں۔ اشت بن قیس نے بھی اُنھ کو اس خیال کی تائید کی۔ سب لوگوں کا خیال تھا کہ اشت بن حجاج کے ہم خیال ہیں۔ اس لیے کہ مصنفین کے موقع پر اُن کی زبان سے یہ قولہ سنا گیا تھا کہ مخالفین نے انصاف کی بات کی کہ ہیں کتاب اللہ کی طرف بلا تے ہیں۔

حضرت علیؑ نے سب کا مشورہ قبول فرمایا۔ اور کوفہ سے کوچ کر کے نہروان کے پل پہنچے۔ راستے میں مسافر بن عقیف ازدی ملا جو اس عہد کا ایک شہور نجومی تھا۔ اُس نے کہا آپ فلاں گھر کا میں کوچ کریں۔ اس کے خلاف ہوا تو آپ کو اور آپ کے ہمراہیوں کو سخت نقصان پہنچے گا۔ آپ نے اُس کے کہنے کا مطلق خیال نہ فرمایا اور بغیر اس کے کہ اس کی بتائی ہوئی گھڑی کا انتظار کریں روانہ ہو گئے۔ پھر جب کامیاب و فتحیاب ہو کر واپس آئے تو ایک تیرہ برس بعد وٹھائے اسی کے بعد فرمایا جس گھڑی روانہ ہونے کو اُس نجومی نے کہا تھا اگر ہم اسی ساعت میں

انہی بیوی پر

خدا

ان

نہروان کی طرف کوچ کر کے

انہی بات

کو حج کرتے تو نادان جہلا کہتے کہ اس گھڑی میں روانہ ہونے ہی کے سبب سے ہم کامیاب ہیں۔ جب آپ اہل ہندوان کے مقابلے پر پہنچے تو ان لوگوں کے پاس پہلا بھیجا ہمارے جن بھائیوں کو تم نے قتل کیا ہے ان کے قاتلوں کو ہمارے پاس بھیج دو تاکہ ان پر حکم قصاص جاری کریں۔ اگر تم نے اس حکم پر عمل کیا تو میں تم کو تمہارے حال پر چھوڑ کے چلا جاؤں گا۔ اور تا وقتیکہ مغرب کے مخالفین کا ایشیصال نہ ہو جائے مناسب سمجھا جائے گا کہ تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ شاید خدا کے عزوجل تمہارے دلوں کو ہماری طرف پھیر دے۔ اور ان میں نیکی ڈال دے۔ اس کا جواب ان لوگوں سے یہ ملا کہ ان مفتولین کو ہم سب نے قتل کیا ہے۔ اور تم تمہارا اور ان کا وونوں کا خون گرانا حلال جانتے ہیں۔

خوارج کو پکڑا
پیام۔

اس کا جواب

قیس کا لڑک
سمجھا۔

اب قیس بن سعد بن عبادہ گئے کہ انھیں سمجھائیں اور کہا خدا کے بندو۔ جن لوگوں کو ہم مانگتے ہیں انھیں ہمارے حوالے کیوں نہیں کر دیتے؟ جن عقیدے کو تم نے چھوڑ دیا ہے پھر اس کو اختیار کرو۔ اور ہمارے ساتھ چل کے ہمارے اور اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ تم نے یہ نہایت برا اور سخت خطرناک طریقہ اختیار کیا ہے کہ ہم کو کافر اور شرک بتاتے اور مسلمانوں کے قتل کرنے کو مباح سمجھتے ہو۔ یہ بھی کوئی بات ہے؟ خوارج میں سے عبد اللہ بن شجرہ سلمی نے اس کا یہ جواب دیا کہ حق ہم پر روشن ہو گیا۔ اس لیے تم تمہاری پیروی نہیں کر سکتے۔ تم پر یہ حق بننا چاہتے ہو تو عمر فاروقؓ کا سا کوئی شخص ہمارے سامنے لا کر پیش کرو۔ قیس نے کہا بھجور ہمارے آقا علیؓ کے اور تو کوئی ہیں ایسا نظر نہیں آتا۔ تم ہی کوئی ایسا شخص رکھتے ہو تو اس کو پیش کرو۔ انھوں نے کہا تم تو ایسا کسی کو نہیں پاتے یا قیس نے کہا تو میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ بڑے فسوس کی بات ہے کہ تم فتنہ میں پڑ گئے۔

قیس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری نے ان لوگوں کے سامنے جا کر تقریر کی۔ اور کہا خدا کے بندو۔ تم قریشی حالت پر ہیں جس پر کہ تھے۔ اور ہم میں تم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بھجور کیوں لاتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا اگر آج ہم نے تمہارا کہنا مان لیا تو کل تمہیں بھجوات قاعہ کر دیتے۔ ابو ایوب نے کہا اچھا تو میں خدا کا واسطہ دلا کے تم سے کہتا ہوں کہ آئندہ فتنہ کے اندیشہ سے موجود فتنہ کو نہ بڑھاؤ۔

ابو ایوب انصاری
کا بھجوا۔

اب خود حضرت علیؓ اشریفؓ سے گئے اور فرمایا۔ اے وہ کردہ جس کو ریاکاری میں پردہ کی نے ابھار کے کھڑا کر دیا ہے۔ خواہش نفس نے حق سے روکا۔ حیاقت نے لالچ لایا۔ اور

خود حضرت
علیؓ کا بھجوا۔

انجناص یہ ہوا کہ تم لوگ سخت فتنے میں مبتلا ہو گئے۔ میں تم کو اس سے ڈراتا ہوں کہ کل امت محمدی تم زینت کرے گی اس داوی کے درمیان اور ان شیبی زمینوں میں تم مے پڑے ہو گے۔ اور اگر پورو دگار کے سامنے پیش کرنے کے لیے تمہارے پاس کوئی محبت اور کوئی روشن دلیل نہ ہوگی کیا تم نہیں جانتے کہ میں پچاس تھوڑے سے تم کو روک رہا تھا؟ اور صاف کہہ دیتا تھا کہ یہ سب فریب ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کو پیش کیا ہے وہ دیندار اور نیک نیت لوگ نہیں ہیں؟ مگر تم ہی چھوٹوں نے میرا کہنا نہ مانا۔ پھر ان کے کہنے کو اگر میں نے منظور بھی کیا تو یہ شرط رکھا دی اور علیہ لے لیا کہ دونوں پانچ اسی حکم کو جاری کریں جو خدا نے جاری کیا ہو اور اس حکم کو مثالیں جسے قرآن نے مثایا ہو۔ بعد ازاں دونوں بچوں میں اختلاف پڑا۔ اور دونوں نے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف فیصلہ کر دیا۔ اسی بنا پر ہم نے دونوں کے معاملے کو الگ ٹال دیا۔ اور اب اسی شان پر ہیں جس پر کہ پہلے تھے۔ تم آخر اس انبیاء پر اڑے ہوئے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ بیشک ہم نے بچوں کو مقرر کیا تھا۔ اور ہم نے ایک گناہ کا فعل کیا تھا جس کے باعث ہم سب کافر ہو گئے۔ اور بعد ازاں تو یہی اسی طرح آپ بھی اس گناہ سے توبہ کر لیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اور آپ ہی کے گروہ میں ہیں لیکن اگر آپ کو توبہ کرنے سے انکار ہے تو ہم آپ سے اسی طرح لڑیں گے جس طرح کہ آپ کے مخالفین سے لڑنے کو تیار ہیں۔

آخر تھک کر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مجھ تو تم پر پتھر پڑیں اور تم میں سے کوئی زندہ نہ رہے۔ تم جانتے ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے، آپ کے ساتھ ہجرت کرنے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے بعد میں نے آپ کو کافر تسلیم کر دیا؟ ایسا کہ وہ حق میں گمراہ ہوں۔ اور میرا شمار ہدایت پانے والوں میں نہیں ہے۔ یہ کہہ کر آپ واپس چلے آئے۔

بعض راویان اخبار کا بیان ہے کہ اس موقع پر آپ نے یہ تقریر فرمائی اے وہ لوگو جو حق کے نفس مجھ سے جدا ہونے پر آمادہ ہو گئے اگرچہ اس جھگڑے کے شروع کرنے والے تمہیں تھے۔ میں اس سے متفرق تھا مگر تم نے اصرار کیا۔ اور لوگوں نے تم کو بتا دیا تھا کہ یہ تحریک دشمنوں نے محض فریب اور دین سے لے کر پروا ہونے کی بنا پر پیش کی ہے مگر تم نے نہ مانا۔ سخت مخالفتوں کی طرح اختلاف کے نتیجے اور گمراہیوں کی ہی ضد ظاہر کی۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی رائے بدل کر تمہاری خوشی منظور کر لی۔ یہ بہت لمبی چوڑی تقریر تھی جس میں آپ نے ہدایت و فہمائش کی

اس کی ضد۔

ان کی مجبوری۔

ان کی دل تشو

کوئی بات اٹھا نہیں رکھی۔ مگر خوارج پر کچھ اثر نہ ہوا۔ سن کر سمجھوں نے غل مچایا۔ اب نہ ان کی طرف رخ کرو۔ نہ ان سے کوئی بات کرو۔ اور خدا سے ملنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ پس کوئی کوئی باوجود جنت کی طرف کوچ!

خوارج نے
پس نہ

حضرت علیؓ مجبور ہو کر واپس آئے اور خوارج و سبیل کے پل کی طرف بڑے کیونکہ آپ اور وہ دونوں دریا کے مغربی کنارے پر تھے۔ اور اندیشہ تھا کہ وہ پل اتر کے چلے نہ جائیں۔ آپ نے پھر اہلوں نے کہا کہ خوارج اس بار اتر گئے۔ آپ نے فرمایا۔ "نہیں ابھی نہیں اترے۔" مگر احتیاطاً ایک گروہ آوری کرنے والی فوج بھیج دی۔ یگان کے اس بار اترنے کی خبر لائے۔ یہ لوگ وری سے دیکھ کر واپس آئے اور بے تحقیق کیے کہہ دیا کہ "ہاں اتر گئے۔" مگر یہ غلط تھا۔ اور ان لوگوں سے غلطی کا باعث یہ ہوا کہ لشکر رضوی کے اور خوارج کے درمیان ایک دھارا اٹھ گیا جو دریا سے کٹ کے ادھر نکل آیا تھا۔ گروہ آوری کرنے والے اسی کے اس کنارے سے دیکھ کر پلٹ آئے اور کہہ دیا کہ خوارج بار اتر گئے۔ حضرت علیؓ کو اب بھی اطمینان نہ ہوا اور فرمایا "خدا کی قسم وہ لوگ بار نہیں اترے۔ کیونکہ ان کی تل گاہ پل کے اسی طرف ہے۔ خدا کی قسم نہ تمہارے دس آدمی کام آئیں گے اور نہ اُس کے دس آدمی بچیں گے۔"

تجی اور غیبی

اب حضرت علیؓ نے لشکر کو ان کی طرف بڑھایا اور دیکھا کہ وہ لوگ پل کے اسی طرف ہیں۔ آپ کی غیب دانی کی کرامت دیکھ کر سارے لشکر نے تمیزوں کے نورے بلند کیے۔ اور پھر اپنے لشکر و شبہات کو آپ پر ظاہر کر دیا۔ آپ نے فرمایا "خدا کی قسم میں نے جھوٹ کہا تھا اور مجھے جھوٹی خبر ملی تھی۔"

فوج رضوی
کی ترتیب

جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف آرا ہوئے تو حضرت علیؓ نے مہینہ پر محمد بن عدی کو میسرہ پر شہنشاہ بن رمی یا بعض کے نزدیک متقل بن ریحی کو۔ سواروں پر ابو ایوب انصاری کو۔ پیادوں پر ابو قتادہ انصاری کو اور گروہ اہل مدینہ پر حجن کی تعداد سات اٹھ سو بہادروں کی تھی۔ قلیش بن سعد بن عبادہ کو انس مقرر فرمایا۔

خوارج کی فوج
کی ترتیب

خوارج نے اپنے لشکر کو یوں مرتب کیا کہ مہینہ پر زید بن حصین طائی۔ میسرہ پر شہنشاہ بن رمی یا بعض کے نزدیک متقل بن ریحی کو۔ سواروں پر ابو ایوب انصاری کو اور گروہ اہل مدینہ پر حجن کی تعداد سات اٹھ سو بہادروں کی تھی۔ قلیش بن سعد بن عبادہ کو انس مقرر فرمایا۔

حضرت علیؓ کا
علم ان

نہ لڑے نہ ہمارا مزاحم ہو یا جو شخص کو نہیں واپس چلا جائے اور اس گرد و خوار کو چھوڑ دے اُسے بھی امان ہے۔ ہم اپنے مظلوم بھائیوں کا قصاص چاہتے ہیں۔ اُن کے قاتلوں کے دل جانے کے بعد ہم کو تمہارا خون گرانے کی ضرورت نہیں ہے۔“

یہ نعرہ سن کر سردارانِ خوارج میں سے فروغ بن نوفل اٹھیں نے ساتھ والوں سے کہا
 بخدا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کس مقصد کے لیے علیؑ سے لڑتے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ
 ان لوگوں (خوارج) سے جدا ہو جاؤں تاکہ مجھ پر روشن ہو جائے کہ علیؑ سے لڑنا چاہیے
 یا امان کا ساتھ دینا چاہیے۔ یہ کہہ کر وہ مع اپنے پانچ سو ہمراہوں کے خوارج سے جدا ہو گیا اور
 یہ لوگ یہاں سے جا کر علاقہ قتیحین اور دستکہ میں قیام ہو گئے۔ ایک اور گروہ بھی متفرق طور پر خوارج
 سے علیحدہ ہو کر کوفہ میں چلا گیا۔ سو آدمیوں کے قریب خوارج کی صفوں سے نکل کے حضرت علیؑ کے
 لشکر میں چلے آئے۔ چنانچہ پہلے خوارج کی مجموعی تعداد چار ہزار لڑنے والوں کی تھی اب فقط
 ایک ہزار آٹھ سو آدمی باقی رہ گئے جو اپنی اسی ضد پر قائم اور عبداللہ بن دہب کے جھنڈے کے
 نیچے جمے ہوئے تھے۔

خدا میری بھی حضرت علیؑ کی طرف سے بہت نہیں ہوئی! بن وہب نے لکرو کہ جو چھوٹے سے
 مردہ کو لٹکا کر کے شجرہ رضوی پر چلے کر دیا آپؑ نے اپنے بہادوروں کو حکم دے رکھا تھا کہ جب تک
 دشمنوں کی طرف سے لڑائی کی جھینپ جھار نہ ہو تم حملہ نہ کرنا، مگر جب وہ لوگ "جنت کو چلو اجنت کو چلو"
 کے نعرے لگاتے ہوئے غوغائی اٹھائے تو دوسرے بھی حرب حرب کی کاروائی شروع ہو گئی۔

خوار راج کے سوار دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک نے میمنہ پر حملہ کیا۔ اور دوسرے نے میترہ پر۔ اور ساتھ ہی اُن کے کماندار تیر برس آنے لگے۔ تو اُس طرف کے سواروں نے میمنہ اور میترہ میں سوارانِ خوار کی طرف رخ کیا۔ اور بہادرانِ مرقضوی اپنے نیزوں اور تلواروں سے اُن کے حملے کو روکنے لگے۔ اور چونکہ تھوڑے ہی آدمی تھے اس لیے وہم بھرم میں میدان اُن سے صاف تھا۔ حمزہ بن سنان نے جب موت کو سر پر دیکھا تو ہمارے ہوں سے پکار کے کہا: لکھڑوں پر کہ اتر پڑو۔ اس کے رفقا اترنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ اس عبد بن قیس مرادوی قضا نے مہر مچ کی طرح زور دھو کر سے اُن پر جا پڑے۔ ساتھ ہی سوارانِ مرقضوی بھی اُن کے سر پر جا چڑھے اور تھوڑی ہی دیر میں اُن کا خاتمہ کر دیا۔ یہ جنگی کارروائی اس قدر جلد ہوئی کہ گویا دشمنوں سے کہا گیا: مَر جَاؤ، اور سب مر گئے۔

پیش کا اچھا اثر

خوارق و غیره
شکریه

اور غور سے دیکھو

درم

ابو یوب النصارشی اس موقع پر حضرت علیؑ کے سامنے آئے اور کہا امیر المؤمنین میں نے زید بن حصین کو قتل کر ڈالا اس کے سنے پر ایسا زبردست نیرہ مارا کہ پیٹھ توڑ کے مکمل گیا اور اُس سے کہا "او دشمن خدا تجھے دوزخ مبارک! اس نے مرتے مرتے جواب دیا "کل تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ ہم دوزخ میں گئے یا تم" حضرت علیؑ نے فرمایا وہی دوزخ میں جانے کا سزاوار ہے۔

زید بن حصین
قربانی کا عمل

اُس کے بعد ہانی بن خطاب ازوی اور زیاد بن حصہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے دونوں کو سردار خوارج عبد اللہ بن وہب کے قتل کرنے کا دعویٰ تھا۔ آپ نے اُن کی حرکت پر بھی انھوں نے کہا ہم نے اس کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اس پر جیسے اور ہم دونوں نے ساتھ ہی نیرے مارے۔ فرمایا تو اُسے تم دونوں نے قتل کیا۔

ابن وہب کا
قتل

حزق بن یزید بن ربیعہ کنانی کے ہاتھ سے مارا گیا عیبت اللہ بن شجرہ سلمیٰ کو عبد اللہ بن زحر خولانی نے قتل کیا شریح بن ادنیٰ التفات سے ایک ہوار کے پاس پہنچ گیا اور اس کی آڑ لے کر گھونٹنے لگا۔ یہ دیکھ کر سارے گروہ بنی ہمدان نے اُس پر پوش کی۔ شریح غم کے طور پر رجز خوانی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ قیس بن مساویہ کی تلوار نے اُس کی ایک ٹانگ اڑا دی۔ مگر وہ اب بھی لڑے جاتا تھا اور رجز خواں تھا کوئیس کے دوسرے وار نے اس کا کام تمام کر دیا۔

دوسرے وار
خوارج کا اچھا نام

انھیں خوارج میں ذی الشریعہ تھا۔ اُس کی لاش بہت ڈھونڈنے سے ملی۔ شریعہ عورت کی چھاتی کو کہتے ہیں "ذوالندیہ" کے سنی چھاتی والا۔ اس شخص کو اہمیت یہ حاصل تھی کہ اس کو لڑائی ملکہ خوارج کے طور سے بھی پہلے حضرت علیؑ اکثر اپنے رفقا سے بیان فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایک گروہ و بناوت کرے گا۔ وہ دین سے اسی طرح دور ہو جائے گا جس طرح تیرکان سے دور ہو جاتا۔ ان لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ اُن کے گروہ میں ایک شخص ہو گا جس کا ایک ہاتھ نہ ہو گا۔ جب آپ اس لڑائی میں فتحیاب ہوئے تو ہمراہیوں کو حکم دیا کہ اس ناقص العظمت شخص کو ڈھونڈیں۔ لوگ لاشوں کو اٹھ لپٹ کے دیکھنے لگے مگر سراسر نہ لگا۔ بعض نے تھک کے کہہ دیا "ہیں تو وہ نہیں ملے گا" اور بعض کو اپنی جستجو پر اس قدر دعویٰ تھا کہ وہ پس کر گئے۔ ایسا کوئی شخص مقتولین میں مئی نہیں ہے مگر حضرت علیؑ کو اس کے بونے کا اس درجہ چین تھا کہ بار بار فرماتے "وہ خدا کی قسم انھیں لوگوں میں نہ میں نے جھوٹ کہا اور نہ مجھے غلط بتایا گیا ہے" اتنے میں ایک شخص خوش خوش دوڑتا ہوا آیا اور کہا "امیر المؤمنین وہ ناقص العظمت شخص مل گیا۔"

ذی الشریعہ

اُس کی لاش کا
پتہ

بعض راویوں کا بیان ہے کہ جب اس کا پتہ نہ لگا تو آپ نفس نفس کی تلاش میں

اس کی کیفیت
روایت ہے

روانہ ہوئے۔ سلیم بن شاریہ حنفی اور ریان بن صبرہ ہمراہ تھے۔ ایک گڑھے میں ایک لاش پڑی
دیکھی جو پچاس لاشوں میں ملی ہوئی تھی۔ خود آپ ہی نے اس کو نکال کے دیکھا تو ایک ہاتھ غائب
تھا۔ اور اس کی جگہ شانے پر عورتوں کی چھائیوں کی شکل کا نرم ڈھلڈھلے گوشت کا ٹوٹھڑا تھا۔
اور اس کی نوک پر جو لعینہ عورتوں کی بھینٹی معلوم ہوتی سیاہ بال تھے۔ لیکن اس کو قطرے کو
یکڑکے کھینچو تو رڑ کی طرح کھینچو دوسرے ہاتھ کے برابر تک پھیل آتا تھا۔

اُس کے
پیشے پر ابھی
خونی ہے

اُس لاش کو دیکھتے ہی حضرت علیؑ نے نفرۃ اللہ کہہ بلند فرمایا۔ پھر کہا نہ میں نے جھوٹ کہا
اور نہ مجھے غلط بتایا گیا تھا۔ اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا تو تم لوگ اسی کام پر بھروسہ کر کے اعمال حسنة
کو چھوڑ دو گے تو بتانا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس سحر کے کسے بہادروں اور ان
لوگوں سے لڑنے والوں کا میں کیا ثواب سن چکا ہوں۔

یہاں تین
خوارج سے
خطاب ہے۔

جس وقت آپ ان خوارج کی لاشوں میں سے ہو کر گزر رہے تھے ان کی طرف اشارہ کر کے
فرمایا تمہارے لیے خوف ہے جس نے تمہیں دھوکا دیا اُنہی نے تم کو نقصان پہنچایا۔ ہمارے پویش
پوچھا امیر المومنین۔ ان لوگوں کو کس نے دھوکا دیا؟ ارشاد ہوا شیطان نے نفس ہی بُری باتوں
کا حکم دیا کرتا ہے۔ ان لوگوں کی ہوسوں نے انہیں فریب دیا۔ گناہوں کو ان کی نظر میں خوبصورت
بنا دیا۔ اور انہیں باور کرا دیا کہ وہ پاک و صاف ہیں۔

مال غنیمت۔

خوارج کی لشکر گاہیں جو کچھ مال غنیمت ملا اُس پر حضرت علیؑ نے قبضہ کیا۔ اس میں سے
تجھیاروں، گھوڑوں، اور دوسرے لڑائی کے سامانوں کو تو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ باقی جو کچھ
سامان تھا اُس کو انہیں مقتولین کے ورثہ کو واپس کر دیا۔

پیشوں کی
لاشیں دفن
کرنے پر

عدی بن حاتم نے تمام لاشوں کو الٹا پکٹ کے اپنے پیٹے طرہ کی لاش بنکالی اور
اُس کو دفن کر دیا۔ اسی طرح چندادہ مسلمانوں نے اپنے عزیز مقتولین کی تجزیہ و تکفین کی۔ حضرت علیؑ
کو یہ حال معلوم ہوا تو فرمایا کیا تم ہی لوگ ان کو قتل کرو گے۔ اور تم ہی ان کو دفن بھی
کرو گے؟

اس لڑائی میں حضرت علیؑ کے ہمراہیوں میں سے فقط سات آدمی مارے گئے جن میں
امتنازہ نام زید بن نویرہ انصاری کا تھا۔ یہ بزرگ صحابی رسول اللہ تھے۔ ایک مدت تک حضرت علیؑ
کی صحبت فیض میں حاضر ہوتے رہے اور آپ نے اُن کو جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ یہی
بزرگ اس سحر کے میں سب سے پہلے مارے گئے۔

یہ واقعہ دراصل ۳۳ھ میں پیش آیا مگر بعض اہل تاریخ اس کو ۳۴ھ میں بتاتے ہیں۔
فتح کے بعد حضرت عائشہؓ نے ارادہ کیا کہ نہروان ہی سے جناب مولیہ کے مقابلے پر چل کھڑے
ہوں چنانچہ ہمراہیوں کے مجمع عام میں کھڑے ہو کر ایک شور و پرچشش تقریر فرمائی جس میں
حمد و ثناء الہی کے بعد ارشاد ہوا "لوگو خدا نے تمہارے ساتھ بھلائی کی۔ اور تمہاری فتح
کو سب سے زور و زہی شان کر دیا۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اپنے اصلی دشمنوں کے مقابلے پر چلو۔" حاضرین
نے خصوصاً ان میں سے ایش بن قیس نے عرض کیا ایسے دشمنین۔ ہمارے ترش تیروں کے
خالی ہیں۔ تلواریں کند ہو گئی ہیں۔ نیزوں کے پھلوں پر بالوں رکھنا ہے۔ اور اکثروں کی چھڑیں
ٹوٹ گئی ہیں۔ پہلے کو ذمہ میں چلیے کہ اپنے ہتھیاروں کی درستی کر کے ہم مغرب کی طرف کوئی کریں
اور وہاں چلنے میں یہ بھی امید ہے کہ شاید ہماری تعداد میں کچھ اضافہ ہو جائے جو ہماری قوت
کا باعث ہو گا۔

ہمراہیوں سے
شام کا ارادہ

ہمراہیوں کا
چارٹرنگ

فوج والوں کا یہ عذر آپ کو قرین صلاحت نظر آیا۔ کوچ کر کے کوئے پہنچے اور وہاں کی
لشکر کا ہتھیار میں پڑاؤ ڈال کے ہمراہیوں کو حکم فرمایا کہ سب لشکر گاہ ہی میں رہیں۔ بوی بچوں
سے ملنے کو بہت کم جائیں۔ اسلحہ کی درستی کریں اور جہاد کے لیے تیار ہو جائیں "اس حکم کی
پابندی میں لوگ دو چار روز تو تخیل میں حاضر رہے اور بعد ازاں بجز سرداروں اور سب سے زہین کے
سب آہستہ آہستہ کھسک کے اپنے گھروں میں ہو رہے اور حضرت عائشہؓ نے جو دیکھا تو پڑاؤ
سپاہیوں سے بالکل خالی تھا۔ یہ دیکھ کر کہ لوگوں کے ارادے سُست پڑ گئے ہیں آپ کوئے
کی آبادی میں تشریف لائے اور سب کو جامع مسجد میں جمع کر کے یہ تقریر فرمائی:-

کوئی سب کو
نہاؤں میں رہنے
کا حکم

ان کے انفرادی

لوگو۔ دشمن کے مقابلے پر روانہ ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس شخص سے لڑنے
کے لیے جس پر جہاد کرنے میں خدا نے غزوہ جہل کی قربت ہے اس وحدہ لا شریک تک
پہنچنے کا ذریعہ یہی لوگ ہیں جو حق سے دور کتاب اللہ سے منحرف اور اپنی ضلالت کی غفلت
میں مبتلا پھرتے ہیں۔ جھٹ پٹ ان کے مقابلے کی تیاریاں کرو۔ اپنی قوت کو بڑھاؤ گھٹو
فرماؤ کرو۔ اور خدا پر بھروسہ کرو۔ وہی تمہارا اولین و فیصل ہے۔

آپ کا انہیں
پیشکش کرنا

اس تقریر اور ایسی تاکید پر بھی لوگ جمع ہوئے اور نہ سارا لشکر فرما کر آیا آپ نے چند روز تک
ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا مگر جب ان کی بے پروائی سے یاس ہونے لگی تو ایک روز
فوج کے سرداروں اور شیوخ سرغناؤں کو بلوا کے پوچھا "ان لوگوں کی یہ کیا حالت ہے؟

اور ان کا بیٹنا

کس خیال میں ہیں؟ اور کیوں دیر لگا رہے ہیں؟ سب عذرات بارشیں کرنے لگے۔ کسی نے کوئی بہانہ کر دیا کسی نے لڑائی سے ناگوارگی ظاہر کی۔ اور چند لوگ خوشی سے کوچ کرنے پر مستعد بھی نظر آئے۔

ایسی کڑی برسات
تھی کہ

اُن کی یہ حالت ملاحظہ فرما کے آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: خدا کے بند و تمھاری یہ کیا حالت ہو رہی ہے کہ میں تو تمھیں جمع ہونے کا حکم دیتا ہوں اور تم ہو کہ گویا زمین نے تمھارے پاؤں پکڑ لیے ہیں؟ کیا آخرت کے بدلے دنیا کو عزت کے عوض دولت خواری کو تم نے اختیار کر لیا؟ جس وقت میں تمھیں جہاد کے لیے بلاتا ہوں تمھاری آنکھیں پتھر جاتی ہیں بس جیسے تم پر سگرات کا عالم طاری ہے۔ بدحواس ہو رہے ہو۔ اتنا ہوش نہیں کہ جو کہا جائے اُس کو سمجھو۔ آنکھوں میں اتنی روشنی نہیں کہ بھلائی دے۔ خدا کی قسم تم لوگ جب دعویٰ کرنے لگے ہو تو غضب ناک شیر نظر آتے ہو اور جب لڑائی کی طرف بلائے جاتے ہو تو مکار بوٹریاں بن جاتے ہو ایسی حالت میں مجھے تم پر بھروسہ نہیں۔ اور تم وہ سوار نہیں ہو جن کو ہمراہ لے کر حملہ کیا جاسکے۔ واللہ تم شش جنگ کے لیے بہت بُرے ایندھن ہو۔ آخر تک ٹال ٹول کر دو گے؟ اور تمھاری تیاری میں کتنی دیر لگے گی؟ مگر نہیں تمھارے اعضا بجائے تیار ہونے کے کمزور پوچھ چلے جائیں گے تمھاری آنکھوں میں یہ نین نہیں بلکہ تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔

پھر ان شکایت و تنبیہ کے جلوں کے بعد ارشاد ہوا: اے سنو تمھارا مجھ پر ایک حق ہے۔ اور میرا تم پر ایک حق ہے۔ مجھ پر تمھارا یہ حق ہے کہ جب تک تمھارے ساتھ ہوں تمھیں نصیحت کروں۔ نیک باتیں بتاؤں۔ تمھارے مال غنیمت کو ترقی دوں۔ اور تم کو ایسی تعلیم دوں کہ جاہل نہ رہو۔ ایسا ادب سکھاؤں کہ مذہب و شائستہ بن جاؤ۔ اُس کے مقابل تم پر میرا یہ حق ہے کہ میری بیعت کو نبھاؤ۔ اور حاضر و غائب مجھے نیک مشورہ دو۔ جب میں بلاؤں آ جاؤ۔ اور جس بات کا حکم دوں اُس پر عمل کرو اگر خدا کو تمھارے حق میں بھلائی منظور ہوگی تو جس چیز سے میں منع کروں گا اُس سے باز رہو گے اور جس کا حکم دوں گا اُسے بجالاؤ گے اور اس کا انجام یہ ہو گا کہ جو چاہو گے پاؤ گے مقصد میں بہرہ یاب ہو گے۔ اور جس فکر میں ہو گے وہ پوری ہوگی۔

ایسی کڑی برسات
تھی کہ

مگر اس زبرد تو بیخ پر بھی لوگ تنہا نہ ہوئے۔ ۳۷ھ اُن کی اسی بیت بول میں ختم ہو گیا۔ جس سال کہ خود حضرت علیؑ تو اپنے عہد کے دیگر گزشتہ برسوں کی طرح انھیں افکار کی وجہ سے رنج نہ جاسکے مگر آپ کی جانب سے آپ کے والی امین عبید اللہ بن عباس نے حرم ربانی میں حاضر ہو کر

مسلمانوں کو حج کرایا۔

اس سال آپ کی جانب سے طائف اور مکہ کے حاکم قثم بن عباس۔ مدینے کے حاکم قثم بن عوف بن حنیف (مگر بعض مورخین قثم بن عباس کو بتاتے ہیں) بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عباس تھے۔ سارا ایران و خراسان اور تمام مشرقی ممالک آپ کے زیر فرمان تھے۔ چنانچہ خراسان کے والی خلید بن قرظہ یروعی تھے اور دیگر مقامات میں بھی آپ ہی کے مقرر کیے ہوئے والی حکومت کر رہے تھے۔ بلکہ مصر بھی آپ کے زیر فرمان تھا۔ اور وہاں کی عثمان حکومت محمد بن ابی بکر صدیق کے ہاتھ میں تھی۔ اور جس وقت آپ میدان صفین میں تشریف لے گئے ہیں کو فہ بن ابوسعود انصاری کو اپنا نائب مقرر فرما کر چھوڑ گئے تھے۔ فقط شام و فلسطین کا علاقہ جناب بنو یہ کے زیر حکومت تھا جو نہایت چالاک اور ہوشیاری کے ساتھ اپنی حکومت بڑھانا چاہتے تھے۔

۳۳ھ میں
آپ کے
ایران ملک

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے جو حضرت عثمان کے عہد میں حاکم مصر تھے۔ اسی ۳۳ھ میں شہر عثمان میں وفات پائی۔ انھیں صحبت رسالت کا شرف حاصل تھا۔ بڑے نامور سلاطین اسلام میں تھے اور اسلام میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے بحری قوت بڑھائی۔ کچھ زیادہ پیسہ لڑتے۔ ایک دن ناز پڑھ کر لے گئے تھے کہ ناگہاں عبادت الہی میں روح پرواز کر گئی۔ انھوں نے جناب بنو یہ کے ساتھ میدان صفین میں آنا پسند نہیں کیا تھا۔ اور بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ وہ سر کر صفین میں موجود تھے غلط اور بے اصل ہے۔

ابن ابی سرح
کی وفات۔

بارہویں فصل

محمد بن ابی بکر کا مصر پر مارا جانا اور بصرہ میں ابن حنفیہ کی کالہنگامہ

سنت ۳۳۰ کا سب سے اہم واقعہ محمد بن ابی بکرؓ مصر میں بصرہ میں شیعان عثمان کا زور
حضرت علیؓ کو اطلاع۔ اشتر کا حکومت مصر پر تقریر۔ معاویہ کو اس کی اطلاع۔ پھر قریب تبصرہ۔ اشتر کا
زہر دیکھ مارا جانا۔ اس پر اہل شام کی سستہ۔ حضرت علیؓ کو صدر اشتر کے تقریر ابن ابی بکر کا
لال۔ حضرت علیؓ کا فہمائش نامہ۔ محمد کا ناطہ اطاعت۔ حکومت معاویہ کی حالت۔ ان کو مصر
مینے کی فکر۔ اس بارے میں مشورہ۔ ابن عباس کی نکتہ ری۔ قویج کشی کا مشورہ۔ معاویہ کی
حکمت علی۔ مصر کے عثمان علیؓ کے نام ان کا خط۔ ان کا جواب۔ مصر پر فوج شام کی
روائی۔ عثمان عاص سپہ سالار۔ ابن عباس مصر میں ان کا خط محمد کو معاویہ کا خط
محمد کو۔ محمد کی مرسلت حضرت علیؓ سے۔ ملک پہنچے میں علیؓ کی کوشش۔ لوگوں کی شرمناک
بیے پروائی۔ آپ کی پُر مال تقریر۔ بے وقت ملک۔ مقابلے کے لیے محمد کی کوشش۔ تیار
عسکر کے مقابلے پر۔ ان کی بیادری۔ شیعان عثمان کا زہر دیکھ مارا جانا۔ معاویہ کا
کے مارا جانا۔ محمد بن ابی بکرؓ کی کبی۔ ایک ویرانے میں پناہ دینا۔ مصر پر عمرو کا قبضہ۔ محمد کی
گرفتاری۔ ان کے بھائی کی ناکام کوشش۔ ابن حنفیہ کا جوش انتقام۔ اس زمانہ کا باہمی
تصعب۔ محمد کا نہایت مظلومی سے مارا جانا۔ اس پر حضرت عائشہ کا لال۔ محمد کے قتل
ہونے کی دوسری روایت۔ کوذی لکاک نہ پہنچ سکی۔ حضرت علیؓ کو اس واقعہ کی خبر۔
آپ کو صدر۔ ان کی حسرت ناک تقریر۔ اپنی رات۔ بیوہ اہل کوذہ پر عتاب۔ آپ کے
ملک پر شایوں کی ناخوشی۔ ابن حنفیہ کا بصرہ میں آنا۔ ان کو معاویہ کی باتیں۔
انھیں میدان صاف ملاؤن کی تقریر بصرہ میں۔ قحاک کا سخت جواب۔ قحاک کی
مخافت۔ اور ابن حنفیہ کی تائید۔ معاویہ کا خط اہل بصرہ کے نام۔ احتشاف کا
اٹھانا۔ لوگوں میں رد و قدح۔ نہایت حضرت علیؓ کا طرہ دار اپنے بچاؤ کی تدبیر۔ اپنے
ساتھ خزانہ کو بھی بچا دیا۔ اسے کھیلوں کی حالت کا اندازہ۔ ان کا اطمینان دلانا۔
حضرت علیؓ نے سن کر عین کو بھیجا۔ عین کی مخالفت۔ ان کا مارا جانا۔ تیارہ کو لڑنے کی

کوشش میں ناکامی۔ اب حضرت علی کا جاریہ کو بھیجا۔ جاریہ کی کوشش۔ حضرت علی کا خط۔
جاریہ کی تائید۔ جاریہ اور ابنِ ہشام کی کوشش۔ غازی۔ ابنِ ہشام کی شکست۔
تقریباً ۳۰ سال کا اہلِ مزار۔ تقریباً۔

اب ۳۰ سال شروع ہوا اور اس سال کے اہم ترین اور افسوس ناک واقعات میں محمد بن ابی
الکمال بے رحمی سے مارا جانا ہے۔ یہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ حضرت علیؑ نے جنابِ ہولیدیہ کی ایک لڑکھل چالاکی کے نتیجے
میں قیس بن سعد کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو الیٰہی مقرر فرمایا تھا اور انھوں نے وہاں
پہنچتے ہی مقامِ غربت کے شیعانِ عثمان سے مخالفت کی تھی۔ چنانچہ انھوں نے جانتے ہی
ابنِ مضاء ہم کلبی کو الیٰہی غربت کی تنبیہ کے لیے بھیجا اور ان لوگوں نے ابنِ مضاء ہم کو مار ڈالا
ساتھی معاویہ بن خدیج سکونی نے جو شیعانِ عثمان میں نہایت ہی صاحبِ اثر تھے اعلانیہ
علمِ مخالفت بلند کر کے انتقامِ خونِ عثمان کا دعویٰ کیا۔ اور بہت سے اہلِ مصر ان کے
ساتھ ہو گئے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ مصر میں حضرت عثمان کی جو مخالفت کرالی گئی تھی وہ فقط انھیں چند
لوگوں تک محدود تھی جو جوش و خروش کے ساتھ زعماء کے مدینہ طیبہ میں پہنچے اور حضرت
ذی النورین کے گھر پر چڑھ گئے تھے۔ عام اہلِ مصر حضرت عثمان کے طغیان تھے۔ چنانچہ
علمِ انتقام بلند ہوتے ہی کثرت سے لوگ اس کے پیچھے جمع ہو گئے۔ اور محمد بن ابی بکر کو
اپنے آپ کو بالکل بے دست دیا پایا۔

ان واقعات کی خبر حضرت علیؑ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا مصر کے لیے سب سے زیادہ مخلص
اور کوئی موزوں نہیں ہو سکتا۔ یا تو قیس بن سعد جن کو ہم نے معزول کر دیا اور یا مالک اشتر
صفین سے واپس آنے کے بعد اشتر اپنے علاقہ الجزائرہ میں چلے گئے تھے۔ اور قیس کو اسی
زمانے میں آپ اپنا صاحبِ شرطہ کو تو الیٰہی مقرر کر کے فرمایا تھا کہ اب تم میرے آخرِ عہد صلو
تاک اہی خدمت پر رہنا اور جب میں نہ رہوں تو اور باجیان کی حکومت پر چلے جانا۔ اب مصر
واقعات کی خبر آئی تو اسی وقت خط بھیجا کہ اشتر کو علاقہ الجزائرہ کے شہر نصیبین سے بلوایا اور جب
وہ حاضر ہوئے تو ان سے مصر کی حالت بیان کر کے ارشاد فرمایا تمھارے سوا کوئی شخص ہاں
کے انتظام کے لیے موزوں نہیں ہے۔ لہذا فوراً روانہ ہو جاؤ اور رخصت کرتے وقت انھیں

۳۰ سال کا
اہم واقعہ۔

محمد بن ابی بکر
مصر میں۔

محمد بن ابی بکر
مصر میں۔

حضرت علیؑ
اطلاعیہ۔

اشتر کا حکم
مصر میں۔

نصیحتیں فرمائی کہ اگر تم کو مجھ سے کوئی دہائیں زمینیں تو بھی مضائقہ نہیں۔ میں تمہاری رائے
 سطلن ہوں گا۔ تم کو چاہیے کہ ہمیشہ خدا سے مدد مانگو اور اپنی سختی میں نرمی کو ملاو۔ یہی نہیں، جہاں
 نرمی سے کام چلے چلاؤ۔ مگر اس جب بغیر سختی کے کام نہ چل سکے تو مجبوراً سختی کرنا۔

مسوئہ کو اسکی
 اطلاع

اشتر نے ان دہائیوں کو حوزہ جان بنا کر مصر کی راہ لی۔ مسوئہ کے جاسوس لگے ہی ہوئے
 تھے۔ انہیں فوراً خبر پہنچ گئی کہ اشتر کا ایسا بہادر ہوشیار اور سخت دشمن مصر کا انتظام
 کرنے کے لیے کوفہ سے روانہ ہوا۔ تبصریان کا دانت تھا یہ خبر سنتے ہی دل میں کہیں
 اشتر کا وہاں ہونا محمد بن ابی بکرؓ کے ہونے سے بھی زیادہ میرے مقاصد کے لیے مفید ہوگا۔ عراق
 سے مصر جانے والے کو بحر قلزم کے شمالی ساحل سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے جس علاقہ پر مسوئہ کی
 حکومت تھی۔ انھوں نے ساحل علاقہ بحر قلزم کے ساحل یعنی کلکٹہ مال کو لکھا اشتر کو علیؓ نے
 حاکم مصر بنایا ہے اور وہ تمہارے ہی علاقہ سے ہو کر گزریں گے۔ تم اس موقع پر اگر خوش ہو کر گزری
 سے راستے ہی میں ان کے فتنے کو دور کر دو تو جس قدر رقوم خراج تمہارے ذمے واجب الادا
 سے معاف کر دی جائے گی۔ اور اس خدمت پر مدت تک برقرار رکھے جاؤ گے۔ وینا پرست
 کلکٹہ خراج کو یہ حکم پہنچا تو اپنی فوج کو لے کر عین سر راہ خیمہ زن ہو گیا اور جیسے ہی اشتر
 پہنچے بڑی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا۔ شان و شوکت سے ان کی دعوت کی اور
 ان کی نعمت کے بعد مذاق عرب کے مطابق شہد کا شربت پیش کیا جس میں زہر ملا ہوا تھا
 اشتر کو کیا خبر تھی؟ پیا اور پیتے ہی سفر آخرت کیا۔

جزیرہ سب دہیز

اشتر کا زہر دیکھ
 مارا جاگا۔

اس پریشام
 کی سرشت

مسوئہ نے اس خبر کو یہ کارروائی کی اور مصر شام میں یہ کیا کہ تمام مسخر زمین کو جمع کر کے کہا
 "صاحبو علیؓ نے ایشتر کو مصر کی حکومت چھو جائے۔ دعا کرو کہ خدا سے تعالیٰ مصر کو ان کے ہاتھ
 میں جانے سے بچائے رکھے۔" یہ اشارہ ہوتے ہی سب لوگ اشتر کے لیے بدعسا
 کرنے لگے۔ وعائیں مانگی ہی جاری تھیں کہ ساحل قلزم کے کلکٹہ کے پاس سے اشتر کے راہ
 میں مرنے کی خبر آئی۔ اور دعا دینے پر یہ فترہ سنتے ہی صحیح عام میں پھرتے ہو گئے یہ تقریر کی۔ لوگو
 علیؓ کے دو دانے بازو تھے۔ ایک صفین میں کٹ چکا تھا جس سے میری مراد عمار بن یاسر
 ہیں۔ اور دوسرا بازو آج اشتر کے مرنے سے کٹ گیا ہے۔

مسوئہ روایت طبری ابن اثیر کی ہے محققین کو اسکی صحت میں شک ہے۔ ہر آقا و پیران میں ام یاسر نے اتنا ہی لکھا ہے کہ اشتر نے
 مصر چاہتے ہوئے راستے میں انتقال کیا۔ جناب معاویہ کی سازش کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

حضرت علیؓ کو اشتر کے مرنے کی خبر پہنچی تو آپ کو بیدار کر دیا اور فرمایا: "ایسا کوئی اور کہہ کے مجمع عام میں ان کی خبریاں بیان کریں۔ اور سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: "ایسا کوئی اور ہو تو میرے سامنے پیش کر دو۔"

حضرت علیؓ کو
صدور

محمد بن ابی بکرؓ کو جب اشتر کے حاکم مصر مقرر ہونے کی خبر پہنچی تھی تو انھیں سخت ملال ہوا تھا۔ اتفاقاً حضرت علیؓ کو بھی ان کے اس ملال کا حال معلوم ہو گیا تھا اور ساتھ ہی اشتر کی وفات کی خبر آئی۔ آپ نے محمد کو تحریر فرمایا: "اشتر کے روانہ کرنے پر تمہارے طول ہونے کا حال میں نے سنا یہ کارروائی فقط اس لیے کی گئی ہے کہ تم کو جہاد کے لیے بھیجے میں تاخیر سے کی جائے تاکہ تم کچھ آرام لے لو اور نیز اس لیے کہ میری جانب سے تم کو زیادہ کوشش کرنے پر مجبور نہ کیا جائے اس لیے یہ مناسب جانا کہ تمہاری جگہ ایک مستعد آدمی کو بھیج دوں۔ اور تمہیں وہاں سے ہٹایا بھی تھا تو یہ خیال کر لیا تھا کہ تم کو کسی اور علاقہ میں بھیج دوں گا جس کی حکومت مصر کی نسبت زیادہ آسان اور تمہیں پسند ہوگی جس شخص کو میں نے مصر کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تھا وہ ہمارے لیے اچھا اشریہ اور ہمارے دشمنوں کے لیے سخت گیر تھا۔ مگر ان لوگوں میں سے کسی نے وفات نہ کی۔ اور عالم آخرت کو سدھار لیا۔ تم اس سے راضی تھے خدا بھی اس سے راضی ہو۔ اور اس کے اجر کو دنا کرے۔ اب تم کو چاہیے کہ دشمن کے مقابلے پر مصیبت و استقلال سے کام لو۔ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور لوگوں کو عقلمندی اور برعظمت حسنہ سے خدا کی طرف بلاؤ۔ پس خدا سے ڈرنا۔ اور اسی سے مدد مانگنا۔ انھیں باتوں کو اپنا شعار رکھو۔ تم کو جو مصیبتیں پیش آئیں ان میں ان کے مقابلے کے لیے بس یہی تدبیر کافی ہے اور انھیں تدبیروں سے تمہارے علاوہ کی حفاظت ہوگی۔"

اشتر کے تقرر
محمد بن ابی بکرؓ کا
حضرت علیؓ کا
فہمائیں

اس خط کے جواب میں محمد بن ابی بکرؓ نے لکھا آپ کا خط آیا۔ میں نے اس کے مضمون کو پڑھا اور سمجھا۔ اور یقین دلاتا ہوں کہ امیر المؤمنین محمدؐ سے زیادہ کسی کو اپنا فرماں بردار۔ دشمنوں سے لڑنے والا۔ اور اپنے آقا کا وفادار خادم نہ پائیں گے۔ میں شہر سے نکلا۔ فوج مرتب کی۔ اور سب لوگوں کو امان دینی۔ بجز ان لوگوں کے جو ہم سے لڑیں یا عداوت ظاہر کریں۔ انہیں میں امیر المؤمنین کے حکم کا پابند اور ان کے حکم کا محافظ ہوں۔ والسلام۔

محمد کا نام
اطاعت

پہنچوں گے فیصلے کا جو حال بیان ہو چکا ہے اس کے بعد ہی اہل شام نے جناب محمدؐ کے اٹھ پر بیت کر لی تھی اور انھوں نے خلافت کا دعویٰ کر دیا تھا یہ تقدیری مسئلہ تھا کہ

حکومت سادات
کی حالت

اسی زمانے سے منویہ کی قوت روز بروز ترقی کرتی جاتی تھی۔ اور حضرت علیؑ کی قوت کمزور ہو رہی تھی۔ اس لیے کہ یہاں پھوٹ پڑی ہوئی تھی۔ اور اہل کوفہ و عراق اسی میں مختلف تھے کہ حضرت علیؑ کو خلیفہ بنائیں یا نہ بنائیں۔

ان کو مصر پر
نظر۔

اُو مہر و عوائے خلافت کے ساتھ ہی منویہ کو مصر پر قبضہ کرنے کی فکر ہوئی۔ اول تو اس لیے کہ ملک شام ممالک مصر و عراق کے درمیان میں واقع تھا۔ اور مصر پر حضرت علیؑ کا قبضہ رہنے سے حاکم شام کو آگے بڑھنے دو طرفوں سے دشمنوں کا دھڑکاؤ تھا۔ اعلیٰ اہل عربیں اس سرزمین میں شیعیان عثمان بھی کثرت سے موجود تھے۔ اور ان کی قوت تنہا بڑی نہ تھی۔ ان وجہ سے جناب معاویہؓ کو امید تھی کہ اگر کوشش کی گئی تو میں ملک مصر پر قابض ہو جاؤں گا۔ اور اُس پر قبضہ ہو گیا تو علیؑ کے مقابلے میں بھی غالب آ جاؤں گا۔ کیونکہ اس ملک سے خراج بھی بہت زیادہ وصول ہوتا تھا۔ اور ان کے طرفدار بھی وہاں زیادہ تھے۔

اس بارے
میں شور۔

انہیں خیالات کے حشر میں ایک دن انھوں نے اپنے مشیروں عمرو بن عاص حبیب بن مسلمہ بن ہشام بن اوطاة یتیماک بن قیس۔ عبد الرحمن بن خالد بن الولید۔ اور شریک بن مسلمہ کو بلا کر جمع کیا اور ان کی نکتہ رسی کا اندازہ کرنے کے لیے پوچھا: بتاؤ میں نے تمہیں کس کام کے لیے بلایا ہے؟ سب نے کہا: "اُوں کا حال بحر خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ جب تک آپ نہ بتائیں کوئی کیسے جان سکتا ہے؟" آپ کے دل میں کیا ہے؟ مگر عمرو بن عاص کمال فراست سے بات کی کہ تو کہہ دو گئے اور کہا آپ نے غالباً ہمیں مصر کے معاملے میں شور مچانے کے لیے بلایا ہے۔ معاویہؓ عمرو بن عاص کے اس جواب پر دنگ تھے کہ انھوں نے کہا اسی مقصد کے لیے بلایا ہے تو اس مسئلہ پر مسات و استقلال سے بحث کیجیے۔ آپ نے اچھی بحث چھیڑی۔ کیونکہ اسی میں آپ کی اور آپ کے دوستوں و دونوں کی صلاح اور آپ کے دشمنوں کی نکتہ رسی و ذلت ہے۔ معاویہؓ بولے: "اُوں میرے نزدیک بھی چیز اچھی ہے جو تمہارے نزدیک اچھی ہے۔ جناب! یہ نے حضرت عمرو بن العاص سے اتفاق کرتے وقت وعدہ کر لیا تھا کہ مصر میری زندگی بھر تمہارے ہی قبضے میں رہے گا۔" اسی وعدے کی طرف دونوں کا اس گفتگو میں اشارہ تھا۔

ابن عاص کی
نکتہ رسی۔

اس سنے خیر گفتگو کے بعد جناب معاویہؓ نے اور سب مشیروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "عمروؓ نے ٹھیک رائے دی۔ اگر آپ سب صاحب کیا فرماتے ہیں؟" سب نے کہا: "وہی جو عسکر کی رائے ہے۔ ہماری بھی رائے ہے۔" منویہ نے پوچھا: "اچھا تو اب مصر پر قبضہ

کرنے کے لیے کیا تدبیریں اختیار کی جائیں؟ کسی نے کوئی تدبیر نہیں بتائی۔ اور پھر انھیں عمر بن ماص نے زبان کھولی اور کہا میرے نزدیک آپ وہاں ایک زبردست لشکر بھیجیں جس کا سردار نہایت ہی محتاط و آزمودہ کا شخص ہو اور آپ کو اس پر اطمینان ہو۔ وہ فوج لے کر مصر میں جائے امید ہے کہ اس کے پہنچنے ہی جتنے ہمارے ہم خیال وہاں موجود ہیں ہم سے آئیں گے اور دشمن کے مقابلے پر ہماری مدد کریں گے۔

حضرت سکویہ نے کہا اگر میں یہ چاہتا ہوں کہ لشکر بھیجنے سے پیشتر وہاں کے شیعہ ان خط و کتابت کی جائے جو ہمارے ہم خیال ہیں ان کو امیدیں دلائی جائیں اور لکھا جائے کہ صبر و تحمل سے مخالفتوں کو برداشت کریں اور ہماری مدد کے منتظر رہیں۔ ساتھ ہی وہاں کے مخالفین سے بھی مراسلت کر کے ہم انھیں صلح کا پیام دیں۔ لشکر گزاری کے لمحے میں ان سے اچھے سلوک کا وعدہ کریں۔ اور مخالفت کی صورت میں ان کو لڑائی اور اس کے خوفناک نتیجے یاد دلایں۔ ان تدبیروں سے اگر بغیر بڑے کام نکل جائے تو سبحان اللہ ورنہ لڑنا تو پڑے ہی گا۔ اسے ابن ماص تم کو خدا نے عجلت اور سخت گیری کی نعمت عطا کی ہے اور مجھے تاخیر عطا کی برکت ملی ہے۔“

فوج کشی کا مشورہ۔

سکویہ کی حکمت عملی۔

عمر تو نے کہا ”خیر ہی کارروائی کیجیے جو آپ کے نزدیک مناسب ہو مگر میرا تو یہ خیال ہے کہ بغیر حملہ اور کسی اور لڑائی کے کام نہ چلے گا۔“

اس مشورے کے بعد جناب سکویہ نے مسلم بن مخلد اور سکویہ بن خدیج سکونی کو جو مصر کے شیعہ ان عثمان کے سرگروہ تھے خطوط بھیجے جن میں پہلے تو اس امر پر ان کا شکریہ ادا کیا کہ آپ لوگ عثمان مظلوم کا انتقام لینے کے لیے میرا ساتھ دیئے کو تیار ہیں۔ پھر اسی کوشش کی طرف ان کو اور زیادہ توجہ دلائی اور وعدہ کیا کہ اپنی حکومت میں آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں گا۔ اس خط کو خود حضرت سکویہ کا غلام بھیجے لے گیا۔ اور ان دونوں صاحبوں کے پاس سے یہ جواب لایا کہ ہم نے جس کوشش میں اپنی جانیں صرف کیں وہ خدا کے حکم کی تعمیل اور محض ثواب آخرت کے لیے ہے۔ ہمارا مقصد بس اتنا ہے کہ جس کسی نے ہمارے امام مظلوم سے دشمنی کی اسے اس کے گھر کر دار کو پہنچائیں۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اپنی حکومت میں ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو ہمارا مقصد یہ نہیں ہے۔ ہم نے خدا کی قسم اس کے لیے مخالفت کا جھنڈا نہیں بلند کیا ہے کہ آپ سے یا کسی سے کوئی دینیوی معاوضہ لیا ہیں۔ بہر حال آپ اپنے

مصر کے شیعہ ان عثمان کے سرگروہ تھے۔ نام ان خط۔

ان کا جواب۔

سواروں اور سپہگروں کو روانہ کیجیے۔ ہم نے دشمنوں کو پہلے ہی سے پریشان کر رکھا ہے۔ آپ کی مدد پہنچ جائے تو اُمید ہے کہ خدا آپ کو فتیاب اور کامیاب کرے گا۔ اسلام۔

ارض فلسطین میں تھوہ کو یہ خط ملا۔ فوراً مشیروں کو بلا کے سنایا اور شورہ کیا۔ سب کی یہی رائے قرار پائی کہ اب مہر پر فوج روانہ کر دی جائے چنانچہ جناب تھوہ نے عمرو بن عاص ہی کو اس کام کے لیے منتخب کیا جن کے ہاتھ سے حضرت عمرؓ کے عہد ہایوں میں یہ ملک فتح ہو چکا تھا۔ مدتوں وہاں کے والی و حاکم رہے تھے۔ وہاں کے حالات اور وہاں کے لوگوں کے مزاج و مذاق سے خوب واقف تھے۔ چھ ہزار فوج جناب تھوہ نے اُن کے ہمراہ کی اور جاتے وقت فرمایا کہ "دیکھیے جلد ہی نہ کیجیے گا۔ بلکہ سہولت کے ساتھ تمہارے کارروائی ہو۔"

عمرو بن عاص کو فتح کرتے ہوئے گئے اور مصر کی سرحدیں داخل ہوتے ہی پڑاؤ ڈال دیا۔ ان کے آنے کی خبر مشہور ہوئی تو ملک کے تمام شیعیان عثمانی میں جوش و خروش پیدا ہو گیا اور اکثر لوگ آکر عمرو کے جھنڈے کے پیچھے جمع ہو گئے۔ اب عمرو نے محمد بن ابی بکرؓ کو اس مضمون کی تحریر بھیجی ابو بکر صدیقؓ کے بیٹے ابی جان کو بچانا چاہتے ہو تو میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ مجھے پسند نہیں ہے کہ میرے ہاتھ سے تم کو ضرر پہنچے۔ اس سرزمین کے سب لوگ تمہاری مخالفت پر آمادہ ہیں۔ اور تم نے میری نصیحت نہ مانی تو تم کو کیر کے میرے حواسے کر دیں گے۔ اس لیے خیریت اسی میں ہے کہ چلے جاؤ میں یہ تم کو نیک صلہ دیتا ہوں۔ اسی مضمون کا ایک خط خود جناب تھوہ نے بھی اُن کو بھیجا تھا جس میں اُن کو اس پر بھی دھمکا یا تھا کہ تم نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا۔

محمد بن ابی بکرؓ نے یہ دونوں خط حضرت علیؓ کی خدمت میں بھی دیے۔ اور اطلاع کی کہ عمرو بن عاص لشکر کے سرحد مصر میں کس آئے۔ ساتھ ہی لکھا کہ ابو بکرؓ میرے ساتھ ہیں لڑائی میں سستی اور بے پروائی کرتے ہیں۔ لہذا فوراً میری مدد کیجیے۔ حضرت علیؓ نے فوراً جواب دیا کہ "ہمارے شیعوں کو اپنے جھنڈے کے پیچھے جمع کرو۔ اور دشمن کے مقابلے پر صبر و تحمل اور شجاعت و ایثار نفس سے کام لو۔ میں غنیمت پر تمہاری ملک کے لئے فوج کو بھی روانہ کرتا ہوں۔"

یہ خط بھیجے ہی آپ اپنے تمام دوستوں اور غنم ز شیعیان علیؓ کو جمع فرما کے نمبر پر تشریف لے گئے اور ایک نوٹ تحریر فرمائی جس میں مصر کی حالت بیان کی۔ عمرو بن عاص کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور سب کو جہاد پر آمادہ کر کے حکم فرمایا کہ سب لوگ میرے ساتھ چل کے مقام جوعدہ پہنچا

مصر پر فوج شام کی اور عثمان بن عاص کے ساتھ ملائے

ابن عاص سفر فرمایا۔

ان کا خط لکھو

مسعودیہ کا خط محمد بن ابی بکرؓ

محمد کی سلیبت حضرت علیؓ کے

ملک بھینے پیرا علیؓ کی کوشش

جمع ہوں۔ یہ شہر کوفہ کے قریب خیرہ کے راستے پر واقع تھا۔ دوسرے روز آپ سور سے ہی
جوعہ میں پہنچ گئے۔ مگر وہاں کسی کوفہ یا یا۔ دو پہر تک انتظار کر کے کوفہ میں واپس آئے۔ مگر
نہایت ہی شکستہ خاطر تھے۔ خود آپ سے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد مسلسل
پچاس دن گزر گئے اور آپ بار بار تاکید فرماتے تھے کہ فوراً محمد بن ابی بکر کی مدد کے لیے جاؤ۔
مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ بنی تھی۔ آخر ایک شام کو آپ نے پھر شرفائے شہر کو جمع کیا اور
یہ تقریر فرمائی :-

خدا کا شکریہ اس بات پر جو قسمت میں لکھی گئی ہے اور متعدد ہے۔ اور اس پر کہ مجھے تم
لوگوں میں مبتلا کیا! اسے شہر کوفہ والو! کون کوفہ؟ جو علم کی اطاعت نہیں کرتا! اور نہ ہر پکارا
مہائے نہیں سنتا! تم لوگ اپنے شہر میں پڑے ہوئے کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ تم یہ جہاد
فرض ہے۔ میری یہ حالت ہے کہ اگر موت جو ضرور آئے گی وہ بھی مجھے تم سے چھڑانا چاہیے تو میں
تھکارسا تھوینا ہی پسند کروں گا۔ مگر تم دو دینے میں کس درجہ کوتاہی کرتے ہو! انہوں نے دین کا
جوش تمہیں جس کرتا ہے۔ نہ قومی حیمت تمہیں غیرت دلاتی ہے۔ بن رہے ہو کہ دشمن تمہاری
قلم و گو گھساتا اور تم رہتا تھیں کر رہا ہے۔ مگر تمہیں ہمت نہیں ہوتی۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے
کہ معاویہ ظالم سرکشوں کو بلاتے ہیں تو وہ سب ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ
ان کو سال میں ایک یا دو تین بار کچھ دیا جاتا ہو اور ان کی کفالت ہوتی ہو۔ وہ جدھر چاہتے ہیں
ان کو لے جاتے ہیں۔ اور یہاں میں تم کو بلاتا ہوں۔ کون تم؟ جو صاحبان عقل ہوش اور
اخیار سلطنت کی یادگار ہو۔ تمہیں ان کا کام دیتا اور تمہاری کفالت کرتا ہوں مگر تم مجھ سے
دور بھاگتے۔ نافرمانی کرتے۔ بلکہ میری مخالفت کرتے ہو!

جب آپ نے خطبہ ختم کیا تو کعب بن مالک احبی نے اٹھ کر کہا: "امیر المؤمنین۔ آپ لوگوں کو
آج ہی روانہ فرمائیں۔ اور میں اپنی ذات سے حاضر ہوں۔" یہ کہہ کر انہوں نے اور لوگوں کی طرف
رخ کیا اور کہا: "لوگو! خدا سے ڈرو۔ اور اپنے امام کا حکم سچا لاؤ! اس دعوت میں ان کی مدد کرو۔
اور ان کے دشمنوں سے لڑو۔ میں تو آج ہی دشمنوں کے مقابلے پر جاتا ہوں! غرض کہ سب
یہ کہہ کر چل کھڑے ہوئے اور ان کے ہمراہ فقط دو نہرا آدمیوں کا گروہ تھا۔ یہ لوگ جب روانہ
ہوئے تو حضرت علیؑ نے ان سے کہا: "جائے میں جلدی کرو۔ اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ
تم نہ پہنچنے پاؤ گے کہ دشمن اپنا کام کریں گے!"

مصر میں محمد نے مقابلے کی تیاریاں کیں۔ پہلے مجمع عام میں کھڑے ہو کر پر جوش تقریر کی۔ سب کو حکم دیا کہ جوش و خروش کے ساتھ دشمن کے مقابلے پر روانہ ہوں۔ اور شجاعت و مواعجی سے مقابلہ کریں۔ پھر اسی وقت کنانہ بن بشر کو دو ہزار سپہگروں کے ساتھ بھیج دیا۔ اور ان کے پیچھے پیچھے دو ہزار لشکر کے کہ خود روانہ ہوئے۔ عمرو بن عاص نے ان لشکروں کی روانگی کا حال سنا تو کنانہ کے مقابلے کے لیے بڑا اور جب قریب پہنچ گئے تو فوج کے چھوٹے چھوٹے حصے کے بعد دیکرے روانہ کرنے لگے۔ کنانہ کی یہ حالت تھی کہ جب شام کا کوئی نیا لشکر پہنچتا اس پر جوش سے ایسا بہادرانہ حملہ کرتے کہ اسے شکست دیکر عمرو کے پاس واپس پہنچا دیتے۔ عمرو نے کنانہ کی شجاعت کا یہ رنگ دیکھا تو فوراً تنویر بن خنیس کے پاس جو مصر میں شیعہ عثمان کے سرغناتھے آؤنی دوڑایا کہ آئیے اور ہماری مدد کیجیے۔ اس خط کا پہنچنا تھا کہ سارے ملک میں ایک ایک سی لگ گئی۔ اور دو ہی تین روز کے اندر ایک خلقت عمرو کی مدد کے لیے اُٹھ اُٹھ آئی۔ اور ان لوگوں نے آتے ہی کنانہ اور ان کی فوج کو گھیر لیا۔ کنانہ پر ان کا ایسا زور ہوا کہ ان سے بجز اس کے کوئی بات نہ بن پڑی کہ اپنے سرکھنہ رنقا کے ساتھ گھوڑوں سے اتر پڑا۔ تلواریں کھینچ لیں۔ دشمنوں کے اپیدان کنارہ میں گھس پڑے۔ اور کمال شجاعت سے بہتوں کو مار کے مہ گئے۔

اس ناکامی اور کنانہ کے مارے جانے کی خبر محمد بن ابی بکر کے لشکر میں پہنچی تو لوگ ساتھ چھوڑ کے بھاگنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک شخص بھی ان کے پاس نہ باقی رہا۔ یہاں تک کہ حالت میں عمرو بن عاص کا لشکر سر پر پہنچا۔ باپا دہ فسطاط کی طرف بھاگے اور جب دیکھا کہ دشمن پہنچا ہی چاہتے ہیں تو بڑے چھوڑ کے ایک ویران بستی میں جا چھپے۔ عمرو نے بڑھ کے بغیر کسی مزارعت کے دارالامارت فسطاط پر قبضہ کر لیا۔ اور اناٹا نہیں سارا ملک مصر ان کے زیر فرمان۔ اب مصر کے ستائے ہوئے غضب آلود شیعہ عثمان کو محمد بن ابی بکر کی تلاش ہوئی اس لیے کہ وہ ان کے جانی دشمن ہو رہے تھے۔ چنانچہ ان کے سردار تنویر بن خدیج محمد کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ سر راہ ایک گروہ ملا۔ اس سے یہ پوچھا۔ سب نے لاعلمی ظاہر کی۔ گرائن میں سے ایک شخص بولائیں ابھی اس اجاڑ کھنڈ میں کیا تھا۔ وہاں ایک شخص بیٹھا نظر آتا تھا۔ شاید وہی ہوں۔ ابن خدیج نے کہا وہی ہوں گے۔ وہ اور ان کے ہمراہی اس دیوانے میں گھس پڑے۔ محمد وہاں ایک کھنڈ میں بیٹھے اور پکڑا لائے گئے۔ مگر پریشان مصیبت زدہ۔ اور تشنہ لہی سے

مقابلے کیلئے محمد کی جوش

کنانہ عمرو کے مقابلے پر

ان کی ہادی

شیعہ عثمان کا زور

کنانہ کا ہتھیار کے مارا جانا

ایک ویران بستی میں جا چھپے عمرو نے بغیر کسی مزارعت کے

محمد کی گرفتاری

نیم جان تھے۔ اس حالت سے بھوکے پیاسے اُسی شہر میں لائے گئے جہاں چند گھنٹے پیشتر سیاہ و سفید کے مالک وہی تھے۔

عمر بن عاص کے ہمراہ شام سے جو لشکر گیا تھا اُس میں عبدالرحمن بن ابی بکر بھی تھے۔ انہیں بھائی کے حال پر ترس آیا۔ وہ بڑے ہوئے عمر بن عاص کے پاس آئے اور کہا: کیا میرے بھائی کو آپ قتل کریں گے؟ اُوی جھک کر ابن خدیج کو روکیے کہ اُن پر ظلم نہ کریں۔ عمر و نے خود ابن خدیج کے پاس پہنچا اور کہا: محمد بن ابی بکر کو یہاں میرے پاس نے آؤ۔ ابن خدیج سمجھ گئے کہ یہ محمد بن ابی بکر کی جان بچانے کی کوشش ہے۔ جواب میں کہا کہ: واہ! اِس نادان بن بشر کو تو قتل کر ڈالا اور محمد بن ابی بکر کو میں چھوڑ دوں! کیا تمہارے کافران سب سے اچھے ہیں؟ یا تمہارے پاس لکھی ہوئی کوئی سند ہے؟ یہ ہرگز نہ ہو گا۔

تصعب نے اُن دنوں یہ حالت کر دی تھی کہ شعیان علی شعیان عثمان کو اور شعیان عثمان شعیان علی کو کافر سمجھتے تھے۔

محمد تشنگی سے اس قدر جاں بلب ہو رہے تھے کہ اپنے اسیر کرنے والوں سے کہا: "اور جو چاہنا کرنا کر مجھے ذرا سا پانی تو ملا دو۔" ابن خدیج نے کہا: "اگر تم کو ایک قطرہ آب بھی دوں تو خدا مجھے پانی سے محروم رکھے۔" تم وہ جو جس نے عثمان پر پانی بند کیا تھا۔ واللہ میں تم کو پیاسا ماروں گا۔ تاکہ خداوند عالم اسی تشنگی میں تم کو حیم و عشاقی پلائے۔ محمد اگرچہ پیاس سے نہجان ہو رہے تھے مگر طیش اُگیا اور کہا: "اویہودن جولاہن کے بیٹے۔ اس عالم میں تیرا زور نہیں چل سکتا۔ و اِس اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو سیراب کرے گا۔ اور تجھ سے دشمن پانی سے محروم رکھے جائیں گے۔" تلوار اُتھیں ہوتی تو دکھا دیتا کہ مجھے پر تیرا زور چل سکتا ہے یا نہیں؟ ابن خدیج نے کہا: "اور یہی جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ تمہیں گدھے کے پٹ میں بند کر کے آگ میں جلاؤں گا۔" محمد نے کہا: "میرے ساتھ اگر تو ایسا کرے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ خدا کے دوستوں کے ساتھ اکثر ایسا سلوک ہوتا رہا ہے۔ مگر انجام میں مجھے اُسی سے کہ خدا نے تعالیٰ مجھے اور تیرے دوستوں کو یہ اور عمرو کو آگ میں ڈالے گا۔ اور جب وہ آگ دھیمی ہونے لگے گی تو اُسے اور تیرے گدھے کا۔" یہ جواب سن کر ابن خدیج کو ایسا غصہ آیا کہ گفتگو کی تاب نہ رہی۔ طیش میں آکر مظلوم محمد بن ابی بکر کو مار ڈالا۔ اور پھر اپنے کہنے کے مطابق اُنکی لاش کو گدھے کی لاش میں رکھ کے جلا دیا۔

اُن کے بھائی کی اہم کوشش

ابن خدیج کا جوش انتقام

اُن زمانہ کا باہمی تصعب

خدا کا نہایت مصلوبی اُن سے مارا جا تا۔

اس وقت
عائشہ کرم اللہ وجہہ

اس واقعہ کی اطلاع حضرت عائشہؓ کو ہوئی تو اگرچہ محمدؐ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے ساتھ
اور ان کے دشمن تھے مگر خون کے جوش نے برقرار کر دیا۔ نہایت اندوہ نہیں ہوئیں۔ اور نماز
کے آخر میں قنوت پڑھتی اور اس میں استغفر اللہ اور عمر بن عاصؓ کے حق میں بدو عا کرتی تھیں۔ مظلوم
بھائی کے قہر میں بچوں کو بلوا کے اپنی کفالت میں لے لیا۔ انہیں بچوں میں ایک قاصم محمد بن ابی بکرؓ تھے
جو عہد تابعین کے بہت بڑے نامور محدث فقہ مجتہد اور بکراں پایہ عالم دین گزشتہ میں جناب
صاحب فقہ کے دل کو بھائی کی اس مظلومانہ موت کا اس قدر غم تھا کہ اس واقعہ کے بعد سے پھر
کبھی زندگی بھر جسناء ہوا گوشت نہ کھایا۔

محمد کے قتل کی
دوسری روایت

بعض راویان تاریخ نے محمد بن ابی بکرؓ کے مارے جانے کے واقعہ کو اس عنوان سے
بیان کیا ہے کہ انھوں نے عمر بن عاصؓ سے سخت مقابلہ کیا جس میں کسانہ مارے گئے اور
وہ بھاگ کر جبل بن مسروق کے گھر میں روپوش ہو گئے۔ ابن خلدونؒ کو پتہ لگ گیا کہ اُس کا
محاصرہ کر لیا۔ محمدؐ نے جب کوئی سفر نہ دیکھا تو نلوار کھینچنے کے نکل پڑے اور لڑتے ہوئے مارے
گئے۔ مگر پہلی روایت زیادہ مستند ہے۔

محمدؐ نے اپنے
ملائے ہوئے
اشیاء کی خبر

محمد بن ابی بکرؓ کو کتب بن مالک ارجی جو دہزار آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے تھے
انھوں نے پانچ ہی منزلیں طے کی تھیں کہ حجاج بن غزویہ انصاری حضرت علیؓ کی خدمت میں
حاضر ہوئے جو محمد بن ابی بکرؓ کے رفقاء میں تھے۔ انھوں نے سحر کے ہاتھ سے نکل جانے اور
محمد بن ابی بکرؓ کے مارے جانے کی کیفیت بیان کی۔

آپ کو صدر

اسی اثناء میں عتبہ بن ابی ریحان بن شیبہ فزاری شام سے آئے۔ جنہیں حضرت علیؓ
نے ملک شام میں ٹھہرا کر یہ خدمت ان کے ذمے کی تھی کہ آپ کو وہاں کے حالات
سے مطلع کرتے رہیں۔ انھوں نے اگر یہ خبر دی کہ عمر بن عاصؓ کے پاس سے محمدؐ کے
مارے جانے اور سارے مقرر قبضہ ہو جانے کی خوشخبری شام میں آئی جس پر وہاں ب
خوشیاں منائی گئیں۔ یہ حالات سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا محمدؐ کے مارے جانے پر ہمارا غم
اتنا ہی ہے جتنی کہ ان لوگوں کو خوشی ہے نہیں بلکہ اُس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ یہ فرمانے
کے بعد آپ نے آدمی دوڑا کر عتبہ بن مالک ارجی کو واپس بلا لیا۔

اس کی خبر

پھر آپ نے مجمع عام کے سامنے منبر پر کھڑے ہو کر یہ تقریر فرمائی۔ اگاہ ہو جاؤ کہ مگر
کو ان فاجروں نے فتح کر لیا جو ظالم ہیں ظلمت میں پڑے ہوئے ہیں۔ خدا کے راستے سے

برگشتہ ہیں۔ اور کج روی سے باغی ہو گئے ہیں۔ آگاہ ہو کہ محمد بن ابی بکر شہید ہوئے۔ اور ان کی نصیحت کا ثواب ہم خدا سے چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم میرے علم میں وہ ایسے ہی تھے جو تقدیر الہی کے منظرِ جزائے خیر کی امید میں عمل کرنے والے۔ ناجرگی صورت سے انھیں کھنے والے۔ اور مومن کی ہدایت کو دوست رکھنے والے ہیں۔ میں واللہ اپنے نفس کو کسی ادنیٰ کو تا ہی کا بھی الزام نہیں دے سکتا۔ میں لڑائیوں کی حالت کا اندازہ کرنے میں ہوشیار اور زباں خبر ہوں۔ ضرورت کے موقع پر بیعت کرتا ہوں۔ احتیاط کے طریقوں سے واقف ہوں۔ اور تمھارے درمیان رائے صائب کے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں۔ میدان میں جانے کے لیے تمہیں علی الاعلان بلاتا ہوں۔ اور تمھارے بیچ میں کھڑے ہو کر فریادیوں کی طرح پکارتا ہوں۔ مگر تم میری نہیں سنتے۔ میرے کہنے پر نہیں چلتے۔ یہاں تک کہ معاملات و لوگوں ہو جاتے ہیں اور برا انجام صورت دکھاتا ہے۔ تم وہ لوگ ہو کہ نہ تم میں انتقام لینے کا جوش ہے۔ نہ کینہ خواہی ماؤہ ہے۔ تمھارے بھائیوں کی مدد کے لیے میں تمہیں پچاس دن تک بلاتا رہا۔ مگر تم شور کرنے والے اونٹ کی طرح بلبلا تے رہے۔ اور ایسی زمین پکڑ لی کہ گویا دشمنوں پر جہاد کرنے اور ثواب حاصل کرنے کا ارادہ ہی تھا۔ مدت کے بعد تمھارا ایک چھوٹا سا لشکر میرے پاس آیا۔ جن لوگوں کے پاؤں پیچھے پڑتے تھے۔ گویا وہ موت کے منہ میں جا رہے تھے۔ غرض انہوں نے تمھاری حالت پر

اپنی بابت

یوسف الی کوثر پر خطاب

اب مصر پر قابض ہو جانے سے جناب تنویر کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور حضرت علیؓ کو اپنے رفیقوں اور یمنیان عراق کی کشتی سے مقابلے پر کوچ کرنے کی نوبت نہ آئی۔ چنانچہ حضرت معاویہ نے خود ہی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اور شام کے لشکر آکر حضرت علیؓ کے مقابلے پر تائیں کرنے لگے۔ اور سب سے بڑی کارروائی اب معاویہ نے یہ کی کہ عبد اللہ بن حضرمی کو بصرے میں بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو حضرت علیؓ کی طرف سے برگشتہ کریں۔ اور اس میں ان کو کامیابی کی امید اس لیے تھی کہ محل کی لڑائی میں بصرے والے حضرت عائشہؓ کی رفاقت میں حضرت علیؓ سے لڑے تھے اور ان لوگوں نے بہت بڑا نقصان اٹھانے کے بعد مجبور ہو کر حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

آپ پر شامیوں کی ہتھکن

ابن حضرمی کا ہاتھ

چنانچہ عبد اللہ بن حضرمی کو روانہ کرتے وقت معاویہ نے ان سے کہا بصرے کے تمام لوگ حضرت عثمانؓ کے معاملے میں ہمارے ہم خیال ہیں۔ اور ان کے خون کا انتقام

سورہ کی ان کو دلاتیں۔

لینے کی غرض سے لڑ چکے ہیں۔ اہل میں وہ مجبور ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ کوئی ان کو اپنے جسد کے پیچھے جمع کرے۔ اور ان کے امام اور ان کے مقتولین کے خون کا انتقام لینے کے لیے اٹھے۔ لہذا تم وہاں جا کر شہر کی قبائل میں اترنا اور اپنی اڑ کو اپنا دوست بنانا۔ وہ سب تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہو جائیں گے۔ بنی ربیعہ کو بھی تم اپنی طرف بلانا۔ مگر وہی لوگ ہیں جو وہاں تمہارے خلاف ہیں۔ اس لیے کہ وہ سب ترابی ہیں (اشیمعیان عثمان شیمیان علی کو تحقیر کی غرض سے ترابی کہا کرتے تھے) اس لیے کہ ابو تراب حضرت علی کا وہ لقب تھا جو آپ کے دربار رسالت سے لائق تھا) لہذا ان لوگوں سے ذرا دھمکا کے کام مکانا۔

انہیں یہاں
معاذ اللہ -

اتفاق سے جس وقت ابن حضرمی بصرہ میں پہنچے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عباس جو وہاں کے والی تھے حضرت علی کے حسب الطلب کرنے میں آئے ہوئے تھے۔ ابن حضرمی موقع پا کر بنی تمیم میں اترے اور فوراً تمام شیمیان عثمان ان کی رفاقت کو تیار ہو گئے۔ اور جب بہت سے طرفدار جمع کر لیے تو ان میں کھڑے ہو کر ابن حضرمی نے یہ تقریر کی -
عثمان تمہارے امام و ہادی تھے جو غلام ہمارے تھے۔ علی نے ان کو مارا۔ اور تم نے اپنے امام کے خون کا انتقام لینا چاہا جس کی بابت خدا نے تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے گا۔ حضرت ابن عباس کے مقرر کیے ہوئے کو تو الی شہر ضحاک اس میں میں موجود تھے انھوں نے عوام کا برا رنگ دکھیا تو اٹھ کر ابن حضرمی سے کہا خدا غارت کرے اس نسا کو جسے تم لائے ہو اور جس کی طرف تم لوگوں کو بلارہے ہو۔ خدا کی قسم تمہارا ناجی و رہا ہی ہے جیسا کہ ظالم و ستم کا آئینہ۔ ہم علی کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے اور ہمارے سب معاملات سدھر گئے تھے کہ وہ دونوں آئے اور باہمی مخالفت کو ہمارے درمیان میں بھجوا رہے ہیں۔ ہر ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔ خود اپنے دوستوں کے خون سے ہاتھ رنجھے لے۔ اور جو کچھ انجام ہوا ظاہر ہے۔ اب ہم سب نے علی کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ اور وہ سب نمایاں و دور ہو گئے۔ ایسی امن و امان کی حالت میں اب تم آئے ہو اور صلا دیتے ہو کہ ہم پھر ایک دوسرے پر تلواریں چیں اور اپنے دوستوں کو قتل کرنے لگیں تاکہ معویہ مرقع پاکر بادشاہ بن جائیں۔ حالانکہ خدا کی قسم علی کی زندگی کا ایک ایک دن مویہ اور ان کے سب خاندان والوں کی ساری زندگیوں کا افضل ہے۔ ضحاک سمجھتے تھے کہ اپنی اس تقریر سے میں فتنہ کو مٹا دوں گا مگر عبداللہ بن غازی مرقی نے انہیں اٹھ کر وٹا اور کہا جس چپ رہو۔ تم گفتگو کرنے کے قابل نہیں ہو۔ پھر ابن حضرمی کی طرف

ضحاک کا منت
چرا سبب -

ضحاک کی مخالفت
اور ابن حضرمی کی پابندی -

رخ کر کے کہا ہم آپ کے مددگار اور آپ کے دست باز وہی جو بات آپ کہیں وہی بات ہے اور آپ جس خط کو لائے ہیں اسے پڑھ کے نہ سہیئے۔ یہ ارشاد ہوا ہے کہ ابنِ حضرت حمی نے معاویہ کا خط لے کر انا شروع کیا جس میں حضرت عثمانؓ کے فضائل ان کی اس پرستش اور حدود و خلافیت کی گنجائی کرنے کا ذکر تھا۔ انہوں نے ان کی شہادت کا ذکر کر کے سب سے خواہش کی گئی تھی کہ ان کا انتقام لیں اور اپنی طرف سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمام مسلمانوں کو اطمینان دلاتا ہوں کہ سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کروں گا۔ اور سال میں دو بار انعام واکرام سے تمھاری بھرپوری کیا کروں گا۔

معاویہ کا خط
اہلِ بصرہ کے
نام

یہ رنگ دیکھ کر حضرت بن قیس اٹھے کہا میرا نہ کوئی اونٹ اس کام کے سہیلے ہے اور نہ کوئی اونٹنی کہ تمھاری مدد کروں۔ اتنا کہا اور اس صحبت سے اٹھ کے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد عمرو بن مرحوم عبدی نے اٹھ کر کہا لوگو جس کے مطیع فرمان ہو اس کی طاعت و چھوڑو۔ اپنے جتنے اور اپنی صحبت کو نہ توڑو اگر تم سے ایسی غلطی ہوئی تو نصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ عباس بن صحر عبدی کے قبیلے واسے تو حضرت علیؓ کے طرفدار تھے مگر وہ خود خلافت تھے اٹھے اور ابنِ حضرت حمی سے کہا ہم اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں سے تمھاری مدد کریں گے۔ کہا اس کی زبان سے یہ کہہ کر عثمانؓ بن محمد عبدی نے کہا خدا کی قسم تم جہاں سے آئے ہو وہیں چلے جاؤ۔ ورنہ ہم اپنی تلواروں اور نیزوں سے تم پر جہاد کریں گے۔ اور ابنِ صحار کی باتوں سے دھوکا نہ کھاؤ۔ اب ابنِ حضرت حمی نے حضرت عثمانؓ بن محمد عرب کے واثقوں میں سے ایک واثق ہوا۔ اس نے میری مدد کرو۔ انھوں نے کہا اگر تم میرے گھر میں اترے ہوتے تو میں بیشک تمھاری مدد کرتا۔

حضرت کا
اظہار
نہ کرنا
روایت

تو اب ابنِ ابیہ ان دنوں حضرت ابن عباس کے پیش دست اور اس زمانے کے بڑے متعلم و مدبر تھے۔ انھوں نے جو بصرے والوں کی یہ حالت دیکھی تو اندیشہ ہوا کہ خداوند پیدا ہو جائے تو انھیں پین مندر اور مالک بن مسیح کو بلا کے کہا آپ لوگ نبی مکر بن دال کے سردار اور شیخین ہیں۔

حضرت
زید و علی
طرفدار

مسدود کیا کا ذکر حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ہی آیا ہے اور ابنہ ان کا حال تفصیل سے بیان کیا جائیگا وہ باوجود قاعدین میں ہوئے حضرت علیؓ کے طرفدار تھے اور وہی اکیلے تھے جنہوں نے ان کی خلافت کو اپنے حق میں سے رد و یکڑ توئی کر دیا اور جو ملک ان کے ہاتھ میں دیا گیا اس کا بہت اچھا انتظام کیا۔ مگر انہوں نے ان کی اولاد کے ہاتھ سے حق حین رضی اللہ عنہ پر ایسا ظلم کیا کہ مسلمانوں کو ان سے اور ان کے خاندان سے دشت ہونے لگی۔

اور آپ ہی امیر المؤمنین علیؑ کے انصار و مددگار ہیں جن پر انھیں بھروسہ و امان ہے۔ ابنِ حضرمی نے اگر جو فساد پیدا کر دیا ہے اُسے آپ دیکھ رہے ہیں اور پھر کچھ نہیں کرتے، بہت سے لوگ دشمنوں کے طرفدار ہو گئے ہیں۔ اس نے امیر المؤمنین کا حکم اُن کے تک آپ مہربانی کر کے مجھے ان لوگوں کے ہاتھ سے بچائیں جسین نے وعدہ کر لیا، مگر مالک چو بخیر بنی امیہ کی طرف مال تھے کہنے لگے میں اپنی قوم کے سرزمین سے پوچھ لوں اور غور کروں تو وعدہ کروں گا۔

اپنے بچاؤ کی تدبیر

مالک کا یہ جواب سن کر زیادہ کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو بنی ہاشم ہمارے خلاف ہو جائیں۔ لہذا نوٹا صبرہ بن شیمان حدانی کے پاس آوی بھیک و درخواست کی کہ "میرے اور بیت المال کی حفاظت کا کام آپ اپنے ذمہ لے لیں۔ انھوں نے پہلا بھیجا اگر خزانہ خلافت کو آپ میرے گھر میں منتقل کر دیں تو میں آپ کی اور اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں۔ زیادہ نے نوٹا خزانہ ان کے گھر میں بھیج دیا اور نہر کو بھی جانے مسجد سے اٹھا کر اُن کے گھر میں پہنچا دیا۔ اس کے بعد سے زیادہ نماز بھی مسجد بنی حدان ہی میں پڑھا کرتے۔ اور وہیں اہتمام کر کے لوگوں کو کھانا کھلاتے۔

اپنے ساتھ خزانے کو بھی لے جانا۔

یہ انتظامات کرنے کے بعد زیادہ نے جابر بن وہب راہی سے کہا اُسے ابو محمد میں دیکھتا ہوں کہ ابنِ حضرمی یہاں ٹھہر کے فساد پیدا کر رہا ہے۔ اور غریب وہ آپ سے لڑائی چھیڑے گا۔ فوراً اس کا توبہ لگائے کہ آپ کے لوگوں کا کیا خیال ہے۔ اسی فکریں زیادہ ایک دن نماز کے بعد مسجد حدان میں بیٹھ گئے۔ لوگ ان کے گرد جمع تھے۔ جابر نے اٹھ کر کہا اُسے گروہ بنی ازون بنی نعیم کو دعویٰ اور غرہ ہے کہ وہی بہادر ہیں اور میدان جنگ میں تم سے زیادہ صبر و ثبات دیکھا ہے۔ میں اسی قدر نہیں میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ وہ لوگ چاہتے ہیں تم پر حملہ کر کے اس شخص کو پکڑا لے جائیں جس کو تم نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اگر یہ خبر سچ نکلی تو تم کیا کرو گے؟ زیادہ کہہ کر اس شخص کو اور نیز خزانہ خلافت کو تم اپنی کفالت میں لے چکے ہو۔

اپنے کنبوں کی حالت کا اندازہ۔

اس کے جواب میں صبرہ بن شیمان نے کہا اگر احنف یہاں آئے تو میں بھی آپہنچوں گا۔ اگر اُن کے گروہ کا کوئی شخص یا اُن کا کوئی طرفدار آیا تو بھی آپ مجھے یہاں موجود پائیں گے۔ اگر اُن کے نوجوان آئے تو آپ ہمارے نوجوانوں کو یہاں حاضر پائیں گے۔

اُن کا اہمیت دلانا۔

اس کارروائی کے بعد زیادہ نے تمام حالات حضرت علیؑ کو لکھے۔ آپ نے عیین بن ضبیرؓ مجاشعیؓ کو روانہ فرمایا کہ بہت جلد بصرے میں پہنچ کر اپنی قوم والوں کو ابنِ حضرمی سے توڑ لیں اور اگر وہ لوگ نہ مائیں تو جو لوگ اطاعت کرنے کو تیار ہوں اُن کو ہمراہ لے کر مخالفوں اور

حضرت علیؑ نے عیین بن ضبیرؓ کو بھیجا۔

اور کمرشوں سے مقابلہ کریں۔ ساتھ ہی اس کارروائی کی اطلاع قریبا کو فرمائی۔

امین اگر زیادہ کے پاس اترے بہت سے لوگوں کو جمع کر کے اپنی قوم والوں سے ملے بعد ازاں ابن حنفیہ اور ان کے ہمراہیوں کے پاس گئے اور سب کو اپنی طرف بلایا مگر لوگ بجائے موافقت کرنے کے انہیں گالیاں دینے لگے۔ باوجود مخالفتوں کی اس سرکشتچی و بد اخلاقی کے عین شام تک انہیں میں رہے اور ان کو سمجھاتے رہے۔

شام کو جب وہ واپس آئے تو ایک نیا گروہ آسے ان سے ملا جن لوگوں کی نسبت بعض اہل تہادین اخبار کا یہ خیال ہے کہ غار جہنم سے اترے ہیں کہ ان کو ابن حنفیہ نے بھیجا تھا اور خود بھی ان کے ساتھ تھے ان لوگوں نے ایک ایک زبردستی ان کو مار ڈالا۔

امین سے مارے جانے پر زیادہ سے دل میں لڑائی ٹھکان لی مگر نبی قسم نے نبی ازو کے پاس کھڑا بیٹھا ہم اس شخص سے تعرض نہ کریں گے جو تمہاری کفالت میں ہیں ان کی نسبت تمہارا کیا ارادہ ہے؟ نبی ازو نے لڑنا نہیں پسند کیا اور کھڑا بیٹھا اگر تم لوگ ہمارے کفول سے فراق ہو گئے تب البتہ ہم روکیں گے۔ یوں نہ لڑیں گے۔

اب زیادہ نے حضرت علیؓ کو امین کے مار ڈالے جانے اور واقعات مابعدی اطلاع کی آپ نے فوراً جاریہ بن قدامہ سعدی کو بھیجا جو نبی سعد سے اور ان میں نبی تم میں سے تھے ان کے ساتھ حضرت علیؓ نے علیؓ کی اطلاع اور آیات پچاس یا پانچ سو آدمی بھی روانہ کیے جو سب یہی تھے اور زیادہ کو حکم بھیجا کہ جاریہ کی مدد کرو اور انہیں ٹھیک مشورہ دو۔

جاریہ جیسے ہی بصرے میں پہنچے زیادہ نے ان کو ان تمام واقعات سے آگاہ کر دیا جو عین کو پیش آئے تھے۔ اب جاریہ نبی ازو میں گئے ان سے صلاحیت کی گفتگو کی اور کہا "تم نے حق کو اس وقت پہچان لیا تھا جب کہ اور لوگ اس سے بچے تھے؟" اتنا کہہ کر حضرت علیؓ کا خط نکال کر دکھایا جو تمام اہل بصرہ کے نام تھا۔ اس میں زبردستی تھی۔ ڈرنا و صرنا تھا۔ مخالفتوں سے سبق بل کر نے اور ایسی سرکردگی کی تاکید تھی کہ واقعہ اجل بھی اس کے آگے نہ گرو ہو جائے۔

یہ خط حسن کو صبرہ بن شیمان نے کہا امیر المؤمنین کا حکم ہیں بسو چشم قبول ہے جو ان سے لڑے گا اس سے ہم لڑیں گے اور جو ان سے صلح رکھے اس سے ہم صلح کرتے ہیں۔ اس موقع پر مہلب کے باپ ابو صفروہ نے زیادہ کی طرف رخ کر کے کہا اگر میں واقعہ اجل کے وقت صبح و ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میری قوم امیر المؤمنین سے ہرگز نہ لڑتی بلکہ بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ

امین کی سرکشتچی

ان کا مار جانا۔

قریبا کو فرمائی کہ

اب حضرت علیؓ جاریہ کو بھیجا۔

جاریہ کی کوشش

حضرت علیؓ کا خط۔

جاریہ کی تاکید

ابو جعفر اس زمانے میں زندہ موجود نہ تھے بلکہ حضرت علیؑ کے صفین جاتے وقت اس سے ہی میرا
اُن کا انتقال ہوا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بعد ازاں تجاریہ اپنی قوم میں آگئے اور انھیں حضرت علیؑ کا خط لکھا کہ اُن سے طرح طرح کے
وعدے کیے گئے اکثر نے ان کا کہنا مان لیا۔ اب تجاریہ بنی ازد اور اپنے تمام پیروؤں کو ساتھ
لیے ہوئے ابنِ حضرمی کے پاس آگئے ابنِ حضرمی کے سوا فرماست کے لیے تیار
کھڑے تھے جن کے سپہ سالار عبد اللہ بن خازم سلمی تھے تجاریہ کے پہنچتے ہی دونوں
فریقوں میں تلوار چلنے لگی۔

تھوڑی ہی دیر غوزیری ہوئی تھی کہ شریک بن اعر حارثی تجاریہ کی کمک پر آگئے اور اس تائب
غیبی کا یہ اثر ہوا کہ ابنِ حضرمی کے لوگوں کو شکست ہو گئی اور وہ مع اپنے ہمراہیوں کے بھاگ کر
قصر بنیل میں قلعہ بند ہو گئے ابنِ خازم کی اس عجائی نام ایک حبشہ بھی اُس نے قصر کی دیوار
کے نیچے آکر بیٹھے سے کہا کہ تو قصر کے باہر نکل آؤ اور ابنِ خازم نے نہ مانا تو عجائی نے پکار کے
کہا کہ بھلے ہو تو مکتوہ ورنہ میں خدائی قسم اپنے کپڑے آتار کے پینک دوں گی۔ اور برسہا
ہو جاؤں گی۔ اور یہ شرم کی بات ہمیشہ کے لیے تمھارے خاندان کے دامن میں دھبہ لگا دی جائے گی
ابنِ خازم باہر نکل آئے۔

باقی لوگ جب کسی طرح نہ بھلے تو تجاریہ نے قصر میں آگ لگا دی اور ابنِ حضرمی مع اپنے
ستر ہزار بیویں کے بل فرارے اس کے بعد زیادہ قمارات میں آئے اور پھر بصرہ میں حضرت علیؑ
کی حکومت قائم ہوئی۔

مذکورہ قصر بنیل کی اہلیت یہ ہے کہ وہ اہل میں ایرانیوں کا ایک قلعہ تھا۔ ایران کے فتح
ہونے کے بعد بنیل صدی کے قبضہ میں آیا اس کے اطراف خندق تھی اور قصر بنیل کے
نام سے شہر ہو رہا گیا۔

سارہ اور ابنِ
حضرمی کا انتقال

ابنِ حضرمی کا
انتقال

قصر بنیل سے
اُن کا فرار

تیرہویں فصل

خزیت اور خراج کرایا ان مساویہ کے حملے علی کی قلمرو پر

خزیت بن راشد حضرت علیؑ سے اٹکی انگلی دیکھ کو نے سے جلا گیا۔ اُس کے تعاقب کی ضرورت۔ زیادہ بن خضہ اُس کے تعاقب میں علیؑ کا پرچم شمس قاصد۔ زیادہ خزیت کا سامنا۔ زیادہ کی ہوشیاری۔ زیادہ میدان میں۔ زیادہ خزیت میں انگلی لڑائی۔ زیادہ زخمی ہوئے۔ خزیت بھاگ گیا۔ حضرت علیؑ کو اطلاع مستقل خزیت کے مقابلے پر دست کر بصرہ ملک پر خزیت کی قوت۔ اُس کی بغاوت کا اثر مستقل کو حضرت علیؑ کی ہانتیں۔ سامنا۔ دونوں فوجوں کی ترتیب۔ میسر کر جنگ۔ دشمنوں کو شکست۔ خزیت ساحل طنج ناز پر۔ حضرت علیؑ کو فروغ فتح۔ خزیت کے تعاقب کا حکم۔ اُس کی شورش۔ اُس کی فتنہ انگیزی کے انداز سامنا اور علم ان لڑائی۔ خزیت کا کو کا مستقل کی لاکار۔ خزیت کا ادا با نا۔ اسیران جنگ بے قسطنطنیہ والی اور شیر خرہ۔ اُن کی رحمدلی اور نیامنی۔ اس نیامنی پر علیؑ کا خیال۔ رومیہ کا تقاضا قسطنطنیہ کی ناجائز اسید۔ اور مساویہ کے پاس بھاگ جانا۔ اپنے بھائی کو بھی بلانا۔ اُس میں نام کی خواراج کی شورش۔ اشرس کا ہنگامہ۔ ہلال کا ہنگامہ۔ اہلبیت کا ہنگامہ۔ یثیہ کا ہنگامہ۔ ابوہریرہ کا ہنگامہ۔ محنت میں اُس کی خضہ۔ حضرت علیؑ کے لشکر کو شکست۔ خود حضرت علیؑ اس کے مقابلے پر۔ اتن دشمنوں کا خاتمہ۔ اُن کی نجات۔ مسئلہ کاج۔ علیؑ کی مجبوری اور مساویہ کے حملے۔ نمان کا حملہ عین القریہ۔ اہل کوند کی پست تہی۔ تاک کا بہادرانہ مقابلہ اور اہل شام کو شکست۔ کوفے والوں کو لاست۔ شعیان کی سخت ہیبت۔ راہرو کامیابی۔ اربار کی چھاؤنی چرسلہ۔ اور کامیابی باہن مسعدہ تیار میں۔ حرمین کو زیر اثر کرنا۔ سبب اُن کے مقابلے پر عبداللہ اور سبب میں لڑائی۔ سبب دارینی قوم کی جذبہ اری۔ عبت رائدہ تلک تیار میں۔ قلعہ میں اگ لگا لی گئی۔ سبب نے دشمنوں کو چھوڑ دیا۔ قسماک شام کے شعیان علیؑ پر۔ حجاز کے مقابلے پر۔ حجاز کی فتح۔ خود مساویہ کی گروہ اری۔

ای سال یعنی ۳۳ھ میں ایک نیا فتنہ جو شمس حضرت علیؑ کی مخالفت پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا نام خزیت بن راشد تھا اور قبیلہ بنی ناجیہ میں سے تھا۔ اس کے پیش پر شخص قسطنطنیہ میں علیؑ

اور آپ کے پرچم جس جاں نثاروں میں تھا اجل و ثمنین کے معرکوں میں ہمراہ رہا تھا اور فتوح کے
مٹانے میں بھی آپ کا ساتھ دیا تھا یہ اپنے قبیلے کے تین سواؤمیوں کو ساتھ لے کر حضرت
علیؑ کے ہمراہ بصرے سے نکلا تھا اور اب تک یہ لوگ آپ کے ساتھ کوفہ میں مقیم تھے۔ اب
جو شامت سر پر سوار ہوئی تو قیس سواروں کے ساتھ آپ سے سامنے آیا اور کوفہ کے آپ کی
صورت دیکھتے ہی چلا یا پہلی میں خدا کی قسم نہ تھا را حکم مانوں گا نہ تمہارے پیچھے نماز پڑھوں گا
اور کل ہی تمہاری رفاقت چھوڑ کے چلا جاؤں گا بے ساختہ آپ کی زبان سے فقلا کہنت تو ایسا
کرے گا تو خود ہی خراب ہو گا۔ اپنا عہد بیت توڑنے کے بعد تو بجز اپنے نفس کے اور کسی کو ضرر
نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن بتا تو سہی کہ آخر مجھے کیا سوچھی ہے؟ اور یہ کیوں کرے گا؟ بولا اس لئے
کہ تم نے انسانوں کو بچا دیا۔ امر حق میں کمزوری دکھائی اور ان لوگوں پر بھروسہ کیا جو ظالم ہیں۔ لہذا
ہم تمہیں اور ان کو دونوں کو برا سمجھتے اور تم دونوں سے علیحدہ ہوئے جاتے ہیں۔

حضرت علیؑ
اسکی انگلی سے

حضرت علیؑ نے فرمایا آئین تجھ کو کتاب اللہ کا مطلب سمجھاؤں سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غور سے
بحث کروں اور جو اصلی مسائل شرع ہیں ان کی حقیقت سے تجھے آگاہ کروں ان چیزوں کو میں
تجھ سے زیادہ جانتا ہوں جن باتوں کے ماننے سے تو انکار کر رہا ہے وہ شاید تیری سمجھ میں
آجائیں۔ بولا خیر ان کے سمجھنے کے لیے میں کسی اور وقت تمہارے پاس آجاؤں گا۔ آپ نے
فرمایا ایسا نہ ہو کہ شیطان تجھے بہکا لے اور جہلا تجھے بہ قوت بنا دیں۔ اگر تو میرے پاس آیا اور ہدایت
کا خواست کیا تو خدا کی قسم تجھے نجات کا یہ دھارہ متہ بنا دوں گا۔

وہ کوفہ سے
چلا آیا۔

اس گفتگو کے بعد غزوت اپنے رفیقوں میں واپس آگیا۔ اور صبح کو حضرت علیؑ نے سنا کہ وہ اور
اس کے ہمراہ ہی کوفہ سے چلے گئے اور آپ کی اطاعت سے برکتہ میں فرمایا اُجڈا کہم
کہما بعدت ثمود، (ذیر ویسے ہی مرد وہ ہیں جیسے کہ قوم ثمود دوائے مردود ہوئے تھے) پھر ارشاد ہوا
"شیطان نے آج انہیں بہکا دیا اور گمراہ کیا ہے اور کل انہیں چھوڑ کے الگ ہو جائے گا۔"

اس کے تعاقب
کی ضرورت۔

اس موقع پر زیادہ بن خصمہ بکری نے عرض کیا "اس وقت تو امیر المؤمنین ان لوگوں کا نکل جانا
گراں نہیں معلوم ہوتا۔ ان کے ہونے سے ہماری قوت میں کوئی مستندہ نہ زیادتی ہوئی اور نہ ان کے
چلے جانے سے کچھ نقصان ہو سیکن انہی شیعہ ہے کہ آپ کے مطیع و متقاؤ لوگوں میں سے
بہتوں کو بہکا کے گمراہ نہ کر دیں اور ایسا نہ ہو کہ ان کے ساتھ ایک بڑی جماعت ہماری مخالفت
میں اٹھ کھڑی ہو۔ لہذا اجازت ہو تو میں ان لوگوں کا تعاقب کروں۔" ارشاد ہوا اُجڈا کہم خدا تمہارا

حال پر رحم کرے لیکن ابھی تم ویرابوہوئی میں جا کر ٹھہرو۔ وہاں جب تم کو میری جانب سے کوئی حکم ملے تو اس پر عمل کرنا ان لوگوں نے اگر فتوہ انگیزی کی وضع اختیار کی تو مجھے اُمید ہے کہ میرے عامل اُن کے حالات سے اطلاع دیں گے۔

اس حکم مرقضی کے مطابق زیادہ نے اپنے گھر جا کر بنی بکری وال کے ایک تئیس آدمی جمع کیے۔ اور اُن کے ساتھ کوفہ سے روانہ ہو کر ویرابوہوئی میں پڑاؤ ڈال دیا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد حضرت علیؑ کے پاس آپ کے ایک عامل قرظ بن کعب انصاری کا خط آیا کہ "شریت اور اس کے رفقا شہر نمر کی طرف گئے اور وہاں کے زمینداروں میں سے ایک نو مسلم شخص کو مار ڈالا۔" حضرت علیؑ نے فوراً یہ حال زیادہ کو لکھا اور حکم دیا کہ ان لوگوں کو میرے پاس لا کے حاضر کرو۔ اور ان سے انکار کریں تو مقابلہ کرو۔ آپ کے اس خط کو عبد اللہ بن ابی اسلم ایک شخص زیادہ کے پاس لے گیا۔ اور چلتے وقت حضرت علیؑ سے اجازت مانگی کہ خود بھی یا اس کے ساتھ میدان میں ہمارے دشمنوں کی سرکوبی کرے۔ آپ نے اسے اجازت دی اور اجازت دیتے وقت یہ کلمات زبان مبارک سے نکلے۔ "اُمید ہے کہ ظالموں کے مقابلے میں تم اپنی بیسائیر سے مدد و معاون رہو گے۔" چنانچہ ان الفاظ کو وہ زندگی بھر اپنا سرمایہ ناز بھجتا اور یہ کہتا رہا کہ "آپ کا یہ فرمان مجھے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت سے زیادہ عزیز ہے۔"

زیادہ اس خط کو پاتے ہی ویرابوہوئی سے کوچ کر کے مقام نمر میں پہنچے۔ یہاں کے لوگوں سے یہ دعا کہ شریعت مقام جرجرا کی طرف گیا ہے۔ دوسری راہ لی۔ اور آخر مقام دار میں ان لوگوں کو پایا۔ دشمن یہاں اُن کے ایک شب دروازہ مہرے چکے تھے۔ اور زیادہ کے ہمراہی تھکے ماندے تھے۔ ان لوگوں کی صورت دیکھتے ہی شریعت کے ہمراہی گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔

اور خود اس نے قریب آکر پوچھا کیا چاہتے ہو؟ اور کس ارادے سے آئے ہو؟ زیادہ آرمو و ہاں پہلے سالار تھا۔ جواب دیا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ہم لوگ متحکن سے خستہ ہو رہے ہیں۔ اور جس مقصد کے لیے آئے ہیں اس کا اظہار کرنا ابھی خلاف مصلحت معلوم ہوتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ٹھہر کے آرام لیں اور آرام لے چکنے کے بعد اطمینان سے گفتگو کریں۔ اگر آپ ہماری بات کو پسند کریں تو قبول کریں۔ یا اگر ہم آپ کی شرطوں میں اس مصلحت کی صورت کو پسند کریں تو اُن کو قبول کریں گے۔ اُن لوگوں نے اس کو منظور کیا۔ اور دونوں گروہ آسنے سامنے آکر بیٹھے۔

زیادہ بن جندبہ
اسی کے
مقابلے میں۔

علیؑ کا پرجوش
مقصد۔

زیادہ و شریعت
سے ملنا۔

زیادہ کا ہوشیار

زیادہ بیان

زیادہ دیر یاکارے اترے۔ کھایا پیا گھوڑوں کو دانہ چارہ دیا۔ خوب اچھی طرح ستائیں گئے۔ پانچ رفیقوں کو ساتھ لیا اور دونوں لشکروں کے بیچ میں جاتے ٹھہرے۔ اور اپنے لشکروالوں سے کہتے گئے کہ ہماری ان کی تعداد برابر ہی ہے۔ اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ انجام میں لڑائی ہی کی ٹھہرے گی۔ اس لیے تم چلے گئے لیے مستعد رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ آپریں اور تم اپنی جگہ پر سوچتے رہ جاؤ۔ یہ کہہ کر زیادہ دشمنوں کی صفوں کے قریب پہنچے تو ان کے بعض لوگوں کو آپس میں یہ باتیں کرتے سنا کہ یہ لوگ بالکل ٹھکے ماندے تھے۔ ہم نے ستانے کی مہلت تو دیدی۔ مگر وائے بڑی غلطی تھی۔

زیادہ حریت

اب زیادہ نے حریت کو آوازوں کے کراہنے قریب بلایا اور پوچھا "تم نے امیر المومنین کی اور ہماری مخالفت کیوں اختیار کی؟ اور کیوں ہمارا ساتھ چھوڑ کے چلے آئے؟" اس نے کہا "اے بیٹے کہ میں تمہارے آقا کو امام نہیں مانتا۔ اور نہ تجھے تمہاری خصلتیں اچھی نظر آتی ہیں۔ بس یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تجھ سے الگ ہو جاؤں۔ اور ان لوگوں کا ساتھ دوں جو چاہتے ہیں کہ پھر لشورہ کر کے کوئی غلط فہم دام مقرب کیا جائے۔"

زیادہ نے کہا "بھلا کوئی اور ایسا شخص مل سکے گا جو خدا شناس۔ قرآن و حدیث کے سمجھے۔ قرابت رسول اور رسالت اسلام میں ان بزرگ کے پاسک بھی ہو جن کو تم نے چھوڑ دیا؟ جبکہ ان کے سوا کسی اور کی امامت پر لوگوں کا اتفاق ہو سکتا ہے؟ حریت بولا جو فضائل تم نے بیان کیے وہ تمہارے آقا میں بیشک ہیں۔ نہ مجھے اس سے انکار ہے۔ مگر میں اس کو امام نہ مانوں گا۔ اب زیادہ نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم نے ایک نورسٹ شخص کو کیوں مار ڈالا؟ حریت نے کہا اس کو میں نے نہیں مارا۔ بلکہ میرے ہمراہیوں کے ایک گروہ نے اس کو قتل کیا۔ زیادہ نے کہا تو پھر اس کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ بولا یہ میرے مکان سے باہر ہے۔"

لڑائی۔

اب زیادہ نے اپنے لوگوں کو اور حریت نے اپنے لوگوں کو آواز دی۔ فوراً دونوں طرف حملہ ہو گیا۔ اور خونریزی ہو رہی تھی۔ دونوں طرف کے بہادر بڑی بہادری سے لڑے۔ نیزے، بوٹے گئے۔ تلواریں دوہری ہو گئیں۔ تمام گھوڑوں کی کھچیاں کٹ گئیں۔ اور دونوں طرف کے لوگ کثرت سے زخمی ہوئے جن میں خود زیادہ بھی تھے اور اس دار و گیر میں زیادہ کی طرف سے دواؤ و دشمنوں کے پانچ آدمی جان سے مارے گئے۔ آخر لڑتے لڑتے شام ہو گئی اور اندھیرے سے دونوں لشکروں کو جدا کر دیا۔

زیادہ زخمی ہو۔

رات کی تاریکی میں خربت چپ کے سے چل ویساں گنائب دیکھ کر زیادہ بصر سے میں پلٹ آئے۔ اور وہاں سنا کہ خربت اتھوازیں پہنچا جہاں اس نے شہر کے ایک کونے میں پڑاؤ ڈالا ہے۔ کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں۔ اور اب اس کے ہمراہیوں کی تعداد دو سو آدمیوں کی ہے۔

خربت بھاگ کر

ان تمام واقعات کی نزاد نے حضرت علیؑ کو اطلاع کی اور لکھا میں یہاں بصر سے میں ٹھہر ہوں۔ زنجیوں کا علاج کر رہا ہوں۔ اور امیر المومنین کے حکم کا منتظر ہوں۔ حضرت علیؑ نے اس خط کو بہ آواز بلند پڑھا۔ اس کو متقل بن قیسؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا امیر المومنین ضرورت تھی کہ جو شخص ان لوگوں کے تعاقب میں جاتا اس کے ہمراہ دشمنوں کے ایک ایک شخص سے مقابلہ ہوتا رہتا ہے تاکہ مقابلہ ہوتے ہی ان کی بیخ کنی کر دیتے۔ اور ان کا نام تک ٹلا دیتے۔ اگر ان کی تعداد کے برابر لشکر ملے گا تو یہ لوگ مقابلے میں جبر و ثبات دکھائیں گے اس لیے کہ دو برابر کی قوت داسے لشکر ہمیشہ ایک دوسرے کے مقابلے میں اشتغال دکھایا کرتے ہیں۔ ارشاد ہوا تو متقل تم ہی ان لوگوں کے مقابلے پر جاؤ یہ فرما کے ال کو فدیہ سے دوہرا لائی متقل کے ہمراہ کیے جن میں یزید بن قتل اسدی بھی تھے۔

حضرت علیؑ کا اطلاع

متقل خربت کے مقابلے پر

متقل کے روانہ ہوتے ہی حضرت علیؑ نے ابن عباس کو حکم بھیجا کہ "اہل بصرہ میں سے کسی بہادر شخص کو جو بیچہ کاری میں شہرت رکھتا ہو دوہرا لائیوں کے ساتھ متقل کی لکاپ پر روانہ کر دے متقل کے پاس پہنچنے تک اس لشکر کا سوار وہی ہو گا جو بصرہ سے جائے بعد اناب اعلیٰ سپہ سالار متقل رہیں گے۔ انہی وقت آپؑ نے ایک خط زیاد بن خصفہ کو بھی بھیجا جس میں ان کی گزشتہ کوشش و جاں بازی پر اظہارِ شکر کرا رہی تھی اور اس کے بعد یہ حکم "تم بھی فوراً اس لشکر میں جا ملو جو خربت کے مقابلے پر گیا ہے۔"

لشکر بصرہ کی لکاپ پر

جب تک یہ لشکر پہنچے ہوئے خربت کا گروہ بہت بڑھ گیا تھا۔ غیر مذہب و ملنی لوگوں کا ایک بڑا ہنودہ اس مقصد کے جمع ہو گیا تھا کہ غریبوں کو خراج ادا کرنے سے جان بچے بہت سے ڈاکو اکٹھا ہو گئے تھے جن کو لوٹ مار میں خاص دلچسپی تھی۔ ان کے علاوہ بہت سے خربت کے ہمراہیوں کے ہم خیال بھی دور دور سے آگراں کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔ اور اس شورش کا یہ اثر پڑا کہ اس علاقے کے تمام لوگوں نے خراج دینے سے ہاتھ روک لیا۔ اسی قدر نہیں حضرت علیؑ کے حال سہیل بن حنیف کو علاقہ فارس سے نکال دیا مگر یہ ان لوگوں کا بیان ہے جو بہتے ہیں کہ

خربت کی قوت

اس کی ممانعت کا اثر

سہیل کی وفات ۳۷۰ھ میں نہیں ہوئی۔

سہیل بن قیس جس وقت خربت کی سرکری کے لیے کوٹنے سے روانہ ہونے لگے حضرت علیؓ نے اُن کو فہمائش کی کہ جہانک ہو سکے خدا سے ڈرنا۔ زبال قبلہ پر دست درازی کرنا۔ اور نہ زحمتی رعایا پر ظلم کرنا۔ غرور و نخوت سے بچتے رہنا۔ کیونکہ خدا متکبروں کو نہیں پسند کرتا۔

چند ہی روز میں سہیل اتوا میں پہنچ گئے۔ اور بصرے کی ملک کا انتظار کرنے لگے مگر اُن لوگوں کے آنے میں دیر ہوئی اور انھوں نے تنہا ہی خربت کا تعاقب شروع کر دیا۔ ایک ہی دن اُن کی راہ طے کی تھی کہ خالد بن سعدان طالی کے زیر علم بصرے کا لشکر آگیا اور دونوں لشکر ساتھ مل کر خربت کی سرانگ رسانی کرنے لگے۔ آخر علاقہ آرام تہر کے ایک پہاڑ کے دہن میں اُس کے سر پر جا پہنچے۔

سامنا۔
دو دن و دو رات۔
ترتیب۔
سامنے ہوتے ہی سہیل نے اپنے لشکر کو ہول جنگ سے مرتب کیا۔ سیمینہ پر اپنے بیٹے کو۔

یسرہ پر بنجاب بن راشد بنی کو سردار مقرر کیا۔ دوسری طرف خربت نے اپنے لشکر کو یوں مرتب کیا کہ ہماری عربوں کو سیمینہ پر رکھا۔ دیگر شہروں کے مسلمانوں اور کافروں کو یسرہ پر ٹھہرایا۔ اور اسی گودہ میں کروڑوں بھی تھے۔ ترتیب کے ساتھ ہی دونوں طرف کے سردار اپنے سپہ سالاروں کے لشکر لاکھ لاکھ کے جوش و لانے اور خوزیری پر آمادہ کرنے لگے۔

سہیل نے چلے کی یہ نشانی قرار دی تھی کہ تین بار میں اپنے سر کو حرکت دوں گا۔ جیسے ہی تیسری بار سیر اس پر لوگ دشمنوں پر جا پڑیں چنانچہ ان کا سر تیسری بار اٹھا۔ اور بہادران مرقضوی جوش و خروش کے ساتھ دشمنوں پر جا پڑے۔ یہ صورتی ویرانہ خربت کے لوگوں نے نہایت استقلال دکھایا۔ اور پامروئی سے لڑتے رہے۔ لیکن آخر میں شکست کھائی اور بھاگے۔ سہیل کے جہانمروں نے بہت سے دشمنوں کو فرشتہ موت کے حوالے کیا۔ باغی عربوں خصوصاً بنی ناجیہ میں سے ستر آدمی مارے گئے۔ اور غیر مسلم فارسیوں اور کردوں کے مقتولین کا شمار تین سو تھا۔

خود خربت نے جب رنگ بگھاؤ بکھا تو بھاگ کے خلیج فارس کے ساحلی مقاموں میں جو رہا جہاں اُس کی قوم کا ایک بڑا بھاری گروہ موجود تھا۔ وہاں پہنچے۔ اُن لوگوں میں گشت لگانے اور انھیں حضرت علیؓ کی مخالفت پر ابھارنے لگا۔ ہر ایک کے پاس جاتا اور کہتا کہ ایت و نجات علیؓ سے لانے میں ہے۔ اُن کو خوشوں کا یہ بیجہ ہوا کہ پھر ایک بڑا بھاری گروہ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گیا۔ اور بہت سے لوگ اُس کے پیرو تھے۔

سہیل نے اُن کے بعد اتوا ہی میں ٹھہرے رہے۔ اور حضرت علیؓ کو فساد فتنہ لکھا۔ اُن کا خط

حضرت علیؓ کو
خود لکھا۔

حضرت امیر المومنین نے مسلمانوں کو شہر کے سرور کیا۔ اور اپنے مشیروں سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ سب کی رائے ہوئی کہ عقل کو ہدایت کی جائے کہ اس فاسق باغی کا تعاقب کریں اور جب تک اسے عقل کر لیں یا ملک سے نکال نہ دیں دم نہیں لیں اگر اسی حال پر اسے چھوڑ دیا گیا تو پھر لوگوں کو بہکا کے آپ کے خلاف کھڑا کر دے گا۔ چنانچہ آپ نے عقل کو خط لکھا جس میں پہلے ان کی اور ان کے ہمراہیوں کی دلاوری و جواہری کی تعریف کی پھر حکم فرمایا کہ "خریت کا پچھانہ چھوڑو۔ اور تا وقتیکہ وہ مارا نہ جائے یا ملک سے نکل نہ جائے اس کا تعاقب کرتے رہو۔"

غیرت کے
تعاقب کا حکم
اس کی ضرورت

یہ حکم پانچ برس بعد ہی عقل نے پتہ لگایا کہ خریت بلا وسوہل پر پشت لگا رہا ہے اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کو حضرت علیؑ کی اطاعت سے ہرشتہ کر دیا ہے اور قبائل بنی عبد اللہ کے بہت سے عربوں کو بھی بہکا دیا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے سال جنگ صفین میں اور نیز سال حال میں زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تھا۔ عقل فوراً ان لوگوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ سرزمین فارس میں داخل ہوئے اور ساحل خلیج فارس پر جا کے دم لیا۔

خریت نے ان لوگوں کی روانگی کی خبر سنی تو ساتھ دے باغیوں اور خاجیوں سے کہا "میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری مرضی پر چلنے کو تیار ہوں گریا رکھو کہ علیؑ کے لیے ہرگز جواز تھا کہ کسی انسان کو بچ بناتے۔" ہماریس کے ایک دوسرے گروہ سے اس کے خیال کے مطابق یہ کہا کہ "علیؑ نے ایک شخص کو بچ قرار دیا اور بچ کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔ مگر اسی بچ نے جس کو انہوں نے منتخب کیا تھا ان سے خلافت فیصلہ کیا اور انہیں خلافت سے محروم کر دیا۔ اسی عقیدے کی وجہ سے وہ کوفہ سے نکلا تھا۔ اور یہی اس کا اصلی مدبب تھا۔ مگر حضرت علیؑ کی دشمنی میں مختلف الجیال لوگوں سے انہیں کے مذاق کے مطابق باتیں کیا کرتا چنانچہ شعیبان عثمان سے پوشیدہ طور پر یہ ظاہر کیا کہ "میں والله تمہارا عمر خیال ہوں۔ اور خدا کی قسم عثمانؓ ظالم ارے گئے۔" غرض ہر گروہ کے سامنے اس کی سی کہہ کر اس کو خوش کرویا کرتا۔ زکوٰۃ دینے والوں سے کہا "خبردار زکوٰۃ دنیا علیؑ کو دینے سے کیا فائدہ؟ جو اپنے عزیزوں کی خبر گیری کرو۔" اس کے جھٹکے کے نیچے بہت سے نو مسلم نصرانی تھے ان لوگوں نے جو مسلمانوں میں پہنچوٹا اور باہمی خوزری دیکھی تو کہنے لگے "اب تو خدا کی قسم وہی دین اچھا ہے جس کو ہم نے چھوڑا تھا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کا دین انہیں خوزری کے نہیں روکتا۔ ان لوگوں کا یہ خیال دیکھ کر خریت نے کہا تمہارے حال پر بڑا افسوس ہے کہا جاتا ہے کہ

اس قسم کے لوگوں کے
اطلاق

تعمد ہو گئے اور مرتد کی سزا علیؑ کے نزدیک قتل کے سوا اور کچھ نہیں تھی۔ مرتد کی تو بکر کو بھی وہ نہیں قبول کرتے اس لیے تمہارا تو فرض ہے کہ ان سے لڑو اور صبر و پامروسی سے مقابلہ کرو۔ بہر حال اس نے سب کو فریب دے رکھا تھا اور ان باتوں کا انجام یہ ہوا کہ پھر ایک بڑا بھاری گروہ اس کے ساتھ تھا۔

سانا اور علامہ

اب جو متصل کا اس کا سامنا ہوا متصل نے اپنی طرف امان کا جھنڈا بلند کیا اور پکڑا دیا کہ بجز خود خربت اور اس کے ہمراہیوں کے جو ہم سے لڑ چکے ہیں اور جو کوئی اس جھنڈے کے نیچے آئے گا اس کو امان ہے۔ اس کا بہت اچھا نتیجہ ہوا۔ بجز بنی ناجیہ کے اور جتنے گروہ اس کے ساتھ جمع ہوئے تھے سب ساتھ چھوڑ گئے چلے گئے۔

لڑائی

اس کے بعد متصل نے فوج کو باقاعدہ طور پر آراستہ کر کے دھوا اور دیا۔ خربت کے لشکر میں اسلام اور غیر مسلم دونوں طرح کے لوگ تھے اور مسلمان مسکین زکوٰۃ بھی دیتے تھے۔ میدان جنگ اگر مقرر تھا۔ خربت نے لاکھ کر کے اپنے ہمراہیوں سے کہا اپنے بیوی بچوں کو بچانا ہو تو لڑو۔ یہ لوگ غالب آئے تو خدا کی قسم تم کو قتل کریں گے اور تمہاری عورتوں اور بال بچوں کو لوٹاؤ۔ علامہ نبائیں گے۔ یہ سن کر بنی ناجیہ کی کئی سے کئی نے پکار کے کہا نہیں یہی تو ہم تم کو تیرے ہاتھوں اور تیری زبان سے ملا ہے۔ اس فقرے کو سن کر وہ چلایا کیا کروں شکوہ اعلیٰ پر غالب آگئی۔

مسئلہ کی لاکھ

متصل نے لڑائی شروع ہوتے ہی اپنے لوگوں کے مختلف گروہوں میں چکر لگایا اور لاکھ کر کے کہا لوگو! جو اجر عظیم تمہیں ملنے والا ہے بھلا اس سے چھپی کوئی اور چیز بھی ہے جن کا کسی کو شوق ہو۔ خدا تمہیں ایسے لوگوں کے مقابلے پر لایا ہے جو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں دین حق کو چھوڑ کے مرتد ہو گئے ہیں بیعت کی اور پھر ظالمانہ طریقے سے توڑ دی۔ لہذا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم میں سے جو مارا جائے گا شہید ہوگا اور جنت میں جائے گا۔ اور جو زندہ بچے گا اس کی آنکھوں کو خدا فتح کی مسرت سے ٹھنڈا کرے گا۔ یہ کہتے ہی سارے لشکر کے ساتھ دشمنوں پر جا پڑے۔

خربت کا مارنا

بڑی خونریز لڑائی ہوئی اور حملہ آوروں نے بڑا صبر دکھایا۔ اثنائے جنگ میں نعمان بن حنیفہؓ کی نظر خربت پر پڑ گئی۔ فوراً جھپٹا بیٹھا اور ایک ہی نیزے میں اسے گھوٹنے کے نیچے گرا دیا۔ خربت زمین پر گر گئے ہی ٹھنڈا اور اس نے نعمان پر اور نعمان نے اس پر ایک ساتھ

دار کچھ مگر نعمان کا ایسا ہاتھ بھر پور پڑا کہ خیریت کا کام تمام ہو گیا۔ اسی جوشن فروش کی لڑائی میں اس کے ہمراہیوں میں سے ایک سو ست آوجی مارے گئے۔ باقی بہت مار کے داہنے بائیں جھانگے۔ ان کے بال بچوں اور اہل و عیال میں سے جس کو معتقل نے پایا گرفتار کر لیا۔ اور اس وار و گیر میں بہت سے لڑنے والے بھی اسیر ہو گئے۔

لڑنے والے اسیروں میں سے جتنے مسلمان تھے ان کو معتقل نے مع ان کے اہل و عیال کے چھوڑ دیا۔ انھیں میں ایک بڑا صانع بنی بھی تھا اس نے اسلام سے انکار کیا اور مارا گیا۔ لڑنے والے مسلمان ہو چکا تھا اور اس موقع پر مرتد کی حیثیت سے قتل ہوا۔ بعد ازاں معتقل نے ان سب لوگوں کو جمع کیا جنھوں نے زکوٰۃ نہیں دی تھی ان سے دو دو سال کی زکوٰۃ وصول کر کے انھیں بھی رہائی دی۔ باقی ماندہ اسیروں یعنی نصراہیوں اور ان کے اہل و عیال کو گرفتار کر کے ساتھ لیا اور کوئے کی راہ لی۔ مگر مسلم و غیر مسلم اسیروں میں ہم وطنی اور دوستی کی محبت ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ جو مسلمان آزاد کر دیے گئے تھے وہ بھی اپنے گھر بار کو بھول کر دوڑ تک ان اسیروں کے ساتھ چلے آئے اور جب مالکوں ہو کر واپس جانے لگے تو خست ہوتے وقت تمام زن و مرد بچوٹ بچوٹ کے روئے اور یہ لوگ کچھ ایسی بے کسی سے روئے کہ دیکھنے والوں کو ان کے حال پر بڑا

اسیران جنگ

تڑس آیا۔ اب معتقل نے حضرت علیؑ کو فتح کی خوشخبری لکھی اور تمام مذکورہ اسیروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ راہ میں معتقل بن ہبیرہ شیبانی سے ملاقات ہوئی جو حضرت علیؑ کی طرف سے ارد شیر خروہ کے عامل تھے معتقل کے ہمراہی بوقیدی تھے ان کا شمار پانچ سو تھا۔ معتقل کی صورت دیکھتے ہی ان اسیروں عورتوں اور بچوں نے زار و قطار رونام شروع کیا۔ اور ان کے اسیر مردوں نے حسرتناک آوازوں میں غل مچا مچا کے معتقل سے کہا "اے ابو الفضل! اسے بہادروں کے حامی بیکسوں کے فریادیں اور اسیروں کے چھڑانے والے۔ ہمارے حال پر ترس کھائیے۔ ہم پر احسان کیجیے اور ہمیں بولنے کے آواز کو روکیجیے۔"

معتقل راہی
ارد شیر خروہ -

ان لوگوں کے رونے دھونے کا معتقل پر ایسا اثر پڑا کہ جوش میں آکر ان سے کہا "میں خدا کی قسم اپنی خیرات کے سرمایے کو تمھاری مدد میں صرف کر دوں گا۔ خدا صدقہ دینے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے۔" معتقل کے یہ الفاظ معتقل کے گوش زد ہوئے تو غصہ کے لہجے میں کہا "اگر مجھے اس کا ثبوت مل جاتا کہ اس شخص نے یہ فقرہ ان لوگوں کی مدد میں اور ہماری تحقیر میں کہا ہے تو

انہی ہم وطنی

بلاتامل اُس کی گردن مار دیتا چاہے نبی تم اپنے گروہ میں سے مجھے نکال ہی کیوں نہ دیتے! اس مسئلہ نے پانچ لاکھ درہم پر ان سب قیدیوں کو منتقل سے خرید لیا اور قیمت کی نسبت معتدل نے کہا کہ براہ راست امیر المومنین علیؑ کی خدمت میں بھیج دینا۔ معتدل نے وعدہ کیا کہ اس میں سے کچھ رقم تو میں بھیج دوں گا اور جو باقی رہے گی اس کو تھوڑے تھوڑے زمانے کے بعد باقی ادا کروں گا۔

اس معاملت کے بعد معتدل بارگاہ قرضوی میں حاضر ہوئے اور سادہ سرگزشت عرض کی۔ آپ نے ان کی کارروائی کو پسند فرمایا چند روز میں آپ کو اطلاع ہوئی کہ معتدل نے ان تمام زبردخوار سپردوں کو آزاد کر دیا اور ان سے اس کی بھی خواہش نہ کی کہ اپنی قیمت کی رقم ادا کرنے میں میری مدد کرنا۔ فرمایا ”مجھے نظر آتا ہے کہ معتدل نے بہت ہی بڑا بار اچھی گردن پر لے لیا اور اس کا انجام یہ ہونے والا ہے کہ عقیقہ تم اس کو پریشان و متروک دیاؤ گے۔“

بعد ازاں آپ نے معتدل کو تحریر فرمایا کہ ”وہ رقم بھیج دیا خود حاضر ہو گیا یہ خط پاتے ہی وہ حاضر ہو گئے۔ سو عودہ رقم میں سے دو لاکھ ہمراہ لائے اور باقی کی نسبت حیلہ و حوالہ کر دیا۔ پھر ایک استا معتدل نے ذیل میں حارث کو اپنے ہاں دعوت دی اور کہانے کے بعد کہا ”امیر المومنین باقی رقم بھی مجھ سے طلب کرتے ہیں اور مجھ میں اس کے ادا کرنے کی استطاعت نہیں ہے۔“ ذیل نے کہا ”اگر آپ کے لیے کوئی مشکل معاملہ نہیں ہے۔ اپنے قبیلے والوں کو ارشاد کر دیں تو ایک ہی ہفتہ کے اندر ساری رقم ادا ہو جائے۔“ معتدل نے کہا ”مگر میں اس کا بار اپنی قوم پر نہیں ڈالنا چاہتا۔ اس موقع پر ہند کے بیٹے (معاویہ) ہوتے تو مجھ سے ہرگز مطالبہ نہ کرتے۔ اور اگر ابن عباس ہوتے تو وہ بھی مجھے معاف کر دیتے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اشعث بن قیس کو وہ آذربائیجان کا خراج ہر سال چھوڑ دیا کرتے تھے؟ ذیل نے جواب دیا ”مگر یہ علیؑ میں ان کی وہ حالت نہیں یہ تو ایک جیہ جی نہ چھوڑیں گے۔“

اس گفتگو کا انجام یہ ہوا کہ معتدل اسی رات کو بھاگ کر ملک شام میں ہو رہے اور معاویہ سے مل گئے۔ حضرت علیؑ نے ان کے بھاگنے کا حال سنا تو فرمایا خدا نے اس کو کیسا خراب کیا؟ شریفوں کا سا کام کیا غلاموں کی طرح بھاگا اور بدکاروں کی سی خیانت کی۔ اگر وہ یہاں رہتا تو مطلبہ رقم نہ ادا کر سکتا تو ہم خدا کی قسم اسے قید سے زیادہ کوئی سزا نہ دیتے۔ اُس کے اس کچھ پاتے تو لے لیتے۔ اور نہ پاتے تو چھوڑ دیتے۔ پھر آپ معتدل کے گھر پر تشریف لے گئے۔

اور معاویہ سے مل گئے۔

اور اس کے گھر کو ڈھا دیا۔ مگر جن لوگوں کو متعلقہ نے آزاد کر لیا تھا ان کی آزادی کو آپ نے
جابر نے رکھا۔ اور فرمایا ان سب کو مول لینے والے نے آزاد کر دیا۔ اور ان کی قیمت آزاد کرنے
والے کے ذمے قرض رہی۔

متعلقہ کے بھائی نعیم بن ہبیرہ مخصوص شعیبان علی میں تھے چنانچہ متعلقہ نے شام
سے ایک تغلبی نصرانی کو ان کے پاس بھیجا کہ تنویر تھیں حکومت دینے اور نہایت بزرگ
داشت کا وعدہ کرتے ہیں۔ تم میرا خط پاتے ہی یہاں چلے آؤ۔ مالک بن کعب ارجی کو پیام
کا پتہ لگ گیا فوراً اس نصرانی کو کپڑے کے حضرت علیؑ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے اس کا
ہاتھ کاٹ ڈالا جس کے صدمے سے وہ مر گیا اور نعیم نے متعلقہ کو چند شعر لکھ بھیجے جن میں ان کو
اس حرکت پر ملامت کی اور ان کے بھیجے ہوئے شخص کے انجام کی طرف بھی اشارہ کیا۔ ان
اشعار کے شام میں پہونچے ہی اس تغلبی کے مارے جانے کی خبر شہر پہونچی اور نبی تغلب
نے متعلقہ پر زعم کیا کہ ہماری قوم کے اس شخص کی خون بہاؤ اگر دو چنانچہ انھیں وہ رقم دینا پڑی
لیکن عراق میں حضرت علیؑ کی یہ حالت تھی کہ حریت کے مارے جانے اور اس کا
ہنگامہ مٹ جانے کے بعد بھی عوارث کی شورش کسی طرح چین سے نہ بیٹھنے دیتی۔ اہل ہندوان
جب مارے جانے کو ان کے ایک فتنہ انگیز غسانہ بن عوف شعیبانی نے شہر و سرکہ
میں پہونچ کر دوسو آدمی کاٹیا کر دیا کہ کیا جو حضرت علیؑ کی دشمنی میں جان دینے کو ثواب اور ایذا
تصور کرتے تھے۔ انہیں مخالفوں کے اس غول کوئے کے شہر آباد کی طرف چلا جہاں حریت
نے بہت سے مخالف پیدا کر دیے تھے حضرت علیؑ نے اس کے مقابلے پر ابترش بن
حسان کو تین سو چاندروں کے ساتھ روانہ کیا۔ ابترش نے اس باغی کے مقابلے پر پہونچ کے
رجحہ آخر میں میدان قتال گرم کیا بہادران قرضوی نے دم بھر جس ان خارجیوں
کا فیصلہ کر دیا اور ابترش مارا گیا۔

ابترش کا ہنگامہ فرو ہوئے ہی ہلال بن عامر اور ان کا بھائی قتالہ بن قیس بن یحییٰ ابترش میں
سے تھے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ دوسو خارجیوں کی جماعت سے شہر راستہ ان میں پہونچا۔
اس کی سرکوبی کے لیے حضرت علیؑ نے قنصل بن نعیم رباحی کو بھیجا جنہوں نے جمادی الاول
۳۳ھ میں مقابلہ کر کے ان باغیوں کا اہتمام کیا۔

جب یہ خارجی مارا گیا تو ابترش بن ہبیرہ (بعض لوگ اس کا نام شعب بتاتے ہیں) جو

اپنے بھائی کو
جلاؤ۔

اس میں کامی

خوارک کی شورش

ابترش کا
چنگاڑ۔

ہلال کا ہنگامہ

ابترش کا ہنگامہ

بنی بجلہ میں سے تھا ایک ہوا سی آدمیوں کو پہلے کے حضرت علی کی مخالفت پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور
ایسی میدان میں آیا جہاں لڑال اور اس کے رفقاء مارے جا چکے تھے۔ ان کے مدفن پر کھڑے
ہو کر سب نے نماز جنازہ پڑھی جن خوارج کی آئیں کھلی ٹریں تھیں انہیں دفن کیا۔ اور حضرت علی
کے مقابلے کے لیے بڑھے۔ اس کے مقابلے پر آپ نے جاریہ بن قدامہ اسدی کو اور بعض
اہل روایت کے بیان کے مطابق جحر بن عدی کو روانہ فرمایا۔ اٹھتے ہوئے ان لوگوں کے
مقابلے پر پہنچا اور مقام جبریا میں میدان کا رزار گرم ہوا۔ یہ لڑائی جہاد الاغری ۳۳ میں
ہوئی جس میں اٹھتے اور اس کے تمام ساتھی مارے گئے۔

سید کا ہنگامہ

ان غصہوں کی یاد لوگوں کو نمازہ کی جی کر سید بن فضل تھی اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ نبی تیر انداز تطلب
میں سے تھا اور جب سید بنی مقام بنیہ میں اس نے علم بغاوت بلند کیا۔ دو سو آدمی
اس کے بھی ہمراہ تھے۔ وہ کوچ کر کے شہر آرز نجبان میں پہنچا جو مدائن سے دو فرسخ کی مسافت
پر تھا۔ اس کے مقابلے پر حضرت علی نے سعد بن مسعود کو بھیجا جنہوں نے رجب ۳۳ میں
ان لوگوں کا ماتمہ کر دیا۔

ابو ہریرہ کا ہنگامہ

یہ جھگڑا ابھی سنا گیا تو ابو ہریرہ سعدی نے علم خروج بلند کیا۔ اس کے ہمراہ دو سو یا چار سو
آدمی تھے جن میں علی العموم غلام اور غیر عربی لوگ تھے کہتے ہیں کہ اس کے رفیقوں میں سے
انقطاع بلخ عرب تھے۔ اور چھٹا عرب وہ خود تھا۔ باقی سب عجمی الاصل تھے۔ مگر جو صلیبیا بڑھا
ہوا تھا تو کوچ کرتا ہوا کو ذب سے باہر قریب گیا۔ حضرت علی کا یہ دار الخلافت پانچ فرسخ رہ گیا تھا کہ
لوگوں کو اس جری و میاک دشمن کے آپو پنے کی خبر ہوئی۔

حضرت علی کے ہاتھ

حضرت علی نے ان کو سامعیا کو میری اطاعت قبول کرو اور کو ذب میں حاضر ہو کر میرے ہاتھ
بیت کرو۔ اس نے ناسطو کیا اور گھلا بھیجا ہم میں آپ میں بجز لڑائی کے تصفیہ کی اور کوئی ہتھیار
نہیں ہے۔ تب آپ نے شریح بن ابی کو سات سو سپہ سالاروں کے ساتھ مقابلے پر روانہ فرمایا۔
شریح دشمنوں کے مقابلے پر پہنچا کے دم بھی نہ لینے پائے تھے کہ ابو ہریرہ کے اشارے
سے سارے خوارج ان پر ایسے جو شش خروش کے ٹوٹ پڑے کہ باوجود تعداد اور قوت
ازیادہ ہونے کے حاسیان خلافت کے قدم اکٹھے گئے شریح کے بہت سے ہمراہی بھاگ
اکٹھے ہوئے نقطہ دو سو آدمی شریح کے جھنڈے کے نیچے باقی تھے۔ ان کو لے کر انھوں نے
ایک گاؤں میں پناہ لی۔ مغرورین میں سے اکثر نے تو کو ذب میں جا کر دم لیا۔ اور کچھ پھر شریح کے

بغایت میں

حضرت علی کے

شکر و کرم

پاس واپس آگئے۔ اس شکست کا حال سن کر حضرت علیؓ بنفس نفیس ان خارجیوں کے مقابلے چل کھڑے ہوئے۔ اور تجاریہ بن قدارہ اپنی جماعت کے ساتھ مقدمہ الجیش کی صورت میں آگئے آگئے چلے دشمنوں سے پہلے انھیں ٹھاسنا ہوا۔ انھوں نے لانے سے پہلے ان لوگوں کو پیام دیا کہ "میرا المؤمنین علیؓ کی اطاعت قبول کرو ورنہ سب کے سب مارے جاؤ گے" مگر ان کشتوں کے دماغ پر ایسی خودی طاری تھی کہ نہ مانا۔ اور اتنے میں خود حضرت علیؓ بھی پہنچ گئے ان لوگوں کو دوبارہ پیام صلح و اطاعت دیا گیا۔ اب بھی سماعت نہ کی تو لڑائی چھڑ گئی اور تھوڑی دیر میں سب کے سب تباہ و بربادان قرضوی کے ہاتھ سے مارے گئے فقط سچاس آدمیوں نے بچا ہ مانگی۔ آپؐ نے انھیں امان دیدی چالیس زخمی جو میدان میں پڑے تھے حضرت علیؓ ان کو کوٹنے میں لے آئے۔ اور ان کے علاج کا حکم دیا چنانچہ وہ اچھے ہو گئے۔

خود حضرت علیؓ اس کے مقابلے پر

ان دشمنوں کا خاتمہ

اکثر شہادت

ابو مریم کی بیڑائی ماہ مبارک رمضان سن ۳۳ء میں ہوئی تھی اور اس کے ساتھی تمام خراج سے زیادہ جرمی میاں اور تھیلیوں پر سر پے ہوئے تھے یہی سبب تھا کہ کوئٹہ کے بالکل قریب پہونچ گئے اور پہلے حملے میں شہید کے لوگوں کو جو تعداد میں ان کے دوڑنے سے شکست دے دی۔

۳۳ء کا حج

اب ۳۳ء قریب الاختتام تھا۔ تھم بن عباس نے جو مکہ منظمہ میں حضرت علیؓ کی طرف سے والی تھے حج کرایا۔

۳۴ء میں اپنے دوستوں کی تسلی و کامیابی اور غوارج کی بے دریغ پورشوں کے باعث حضرت علیؓ شام پر فوج کشی کا ارادہ کرتے ہی کرتے رہ گئے مگر جناب معاویہ کی طرف سے آپؐ کی قلم رو پڑ تانہیں شروع ہو گئیں۔

علیؓ کی عمری اور معاویہ کے

چنانچہ سولیہ نے ایک ہزار فوج کے ساتھ نعمان بن بشیر انصاری کو بھیجا کہ علاقہ الجزوہ کے شہر عین التمر پر حملہ کریں عین التمر میں حضرت علیؓ کی طرف سے مالک بن کعب ایک ہزار کھ کے ساتھ پڑے ہوئے تھے۔ مگر کسی خطرے کا اندیشہ نہ کر کے فوج والوں کو کوئٹہ میں جانے کی اجازت دے دی تھی۔ اور سب اپنے گھروں میں چلے آئے تھے۔ فقط دو سو آدمی باقی تھے۔ نعمان کے پہونچنے سے پہلے ہی مالک کو خبر ہو گئی اور فوراً حضرت علیؓ کو اس کی اطلاع دے کر مدد مانگی۔

نعمان کا حملہ عین التمر پر

آپ نے یہ خطا پاتے ہی اہل کوفہ کے مجمع میں کھڑے ہو کر ایک پر جوش تقریر فرمائی اور
 تاکید کی کہ فوراً جا کر مالک کی مدد کرو۔ مگر ان بزرگوں نے اپنے معمول کے مطابق سنی و کاہلی
 نظر سے اس کی اور کوئی شکر یہاں سے نہ کیا۔ یہاں تک کہ نعمان عین اہم میں پہنچ گئے اور مالک سے
 شہر کی دیوار کی آڑ پر کھائے انہیں سو آدمیوں کو ساتھ لے کر مقابلہ شروع کیا۔ مگر اتنی ہوشیاری کی کہ
 مخنف بن سلیم کے پاس جو قریب ہی کسی شہر میں پڑے ہوئے تھے آدمی دوڑا دیا کہ فوراً میری مدد
 کرو۔ مخنف نے اپنے بیٹے عتبات الرحمن کی سرداری میں پچاس آدمی بھیج دیے۔

مالک اور نعمان میں سخت محرور ہوا تھا اور مالک کے ہمراہوں کے میان تک ٹوٹ چکے تھے کہ علی بن
 یسین گئے ان لوگوں نے جو زور و شور سے ناکہاں چاک کیا تو لشکر شام کو شکست ہوئی کیونکہ وہ لوگ سمجھے مالک کی
 زبردستی ملک لگائی۔ اب مالک نے ان کا تعاقب کیا اور بھاگنے میں ان کے تین آدمی مار ڈالے۔

کوفہ والے جب پست بہتی اور کاہلی سے گھر میں پڑے رہے اور مالک کی مدد کو کوئی لشکر
 نہ روانہ ہوا تو حضرت علیؓ پھر منبر پر چڑھے اور فرمایا اے اہل کوفہ! تم جب سنتے ہو کہ شام والوں
 کوئی لشکر آیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جیسے تمہیں کوئی پتھر آگاہ ہر شخص گھر میں جا چھپتا اور دروازہ بند
 کر کے بیٹھ رہتا ہے۔ جیسے گوہ اپنے سوراخ میں اور پرند اپنے بھٹ میں بھاگ کے پناہ لیتا
 ہے۔ دھوکے میں پڑا ہوا ہے وہ جسے تم نے دھوکے میں رکھا اور جسے تم نے ہوا سے بچ تو
 یہ ہے کہ نہایت زیادہ کاری کا حصہ ملا ہے یہی سبب کے وقت بلائے جاؤ تو تم شریف بہادر
 نہیں ہو۔ اور کسی کی جان بچانے کا وقت ہو تو تم بھائی نہیں ہو۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون! تم سے
 میں کیا امید رکھوں تم اندھے ہو جنہیں کچھ سوچہ نہیں پڑتا۔ گو گئے ہو جنہیں بات نہیں کراتی اور بہرے
 ہو جو نہیں سنتے ان اللہ وانا الیہ راجعون! اس سے صاف نظر آ رہا ہے کہ حضرت علیؓ کو جو کچھ نزار
 پہنچا اپنے ساتھیوں، رفیقوں، اور شیعوں سے اور ساری ناکامیوں کے باعث یہی بزرگ تھے۔
 جو ہمیشہ موقع پر جان قربا کرتے۔

الخویرہ کا دوسرا مشہور شہر بیت تھا اس پر تاخت کرنے کے لیے حضرت مولیہ نے
 سفیان بن عوف کو چھ ہزار فوج کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ تم تاخت کرتے ہوئے مائل اور انبار
 تک چلے جاؤ۔ وہ جب بیت پر پہنچے تو کوئی مزاحمت کرنے والا نہ تھا۔ اس پر قبضہ کیا اور انبار پر
 جا پہنچے۔ اس جبکہ حضرت علیؓ کے لشکر کی ایک چھاؤنی تھی جس میں پانچ سو سپاہی رہا کرتے
 تھے مگر سب ادھر ادھر منتشر تھے فقط دو سو آدمی چھاؤنی میں موجود تھے۔

اہل کوفہ کی
 پست بہتی

مالک کا
 بہادر

دور
 شام کو

کوفہ والوں
 کی

سفیان کی
 تاخت بیت
 پر اور انبار
 کی چھاؤنی

اس چھاؤنی کے قریب سے خالی ہونے کا باعث یہ ہوا کہ یہاں کے سردار فوج کھیل رہے تھے۔ ان کو یکایک خبر ملی کہ قرقسیا کا ایک گروہ ہمارے شہر بھیت پر تاخت کرنے والا ہے۔ اس لیے بغیر اس کے کہ حضرت علیؑ سے اجازت حاصل کریں اہل قرقسیا پر چڑھ گئے۔ اوروہ قرقسیا میں گئے۔ اور اوصاف بن عوف نے اُس کے ہیئت کو لوٹنا شروع کیا جو پتھوڑے سے حضرت علیؑ کے طرفدار موجود تھے۔ انھوں نے جان پھیل کے مقابلہ کیا۔ اور نہایت ثابت قدمی دکھائی۔ اور آخر ان کا سردار اشرف بن حسان بکری مع تیس رفقاء کے اہل شام کے ہاتھوں سے مارا گیا۔ بعد ازاں تنویر کے لوگوں نے شہر میں جو کچھ پایا بے دریغ لوٹ لیا۔ اور ساحل و غافر و شقی میں واپس گئے۔ حضرت علیؑ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو کھیل بخت غصہ فرمایا۔ عتاب خط لکھا۔ اور فوراً لوگوں کو شام والوں کے تعاقب میں دوڑایا۔ مگر کسی نے ان کی گردبھی نہ پائی۔

گیسری کا رروائی حضرت تنویر نے یہ کہی کہ عبداللہ بن مسعدہ قرظی کو ترہ سو آدمیوں کے ساتھ ارض عرب کے شہر بیتاء کی طرف روانہ کیا جو عین سے ذرا اوجھ واقع ہے۔ اور حکم دیا کہ تم باوہ عرب میں چکر لگاؤ۔ اور جن قبائل میں سے ہو کہ گزرو ان کو ہمارا دوست اور مطلع بناؤ۔ اور جو انکار کرے اُسے بے دریغ تہ تیغ کر دو۔ عبت دانت اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے صحرائے عرب میں گزرے۔ راہ میں مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ میں بھی ان کا گزر ہوا۔ جو ان کو بہ جبر و قہر تعدادیہ کے زیر اثر کیا۔ اور خود ان کے قبیلے کی ایک خلعت عظیم ان کے ساتھ ہو گئی۔

یہ حال حضرت علیؑ نے سنا تو فوراً مسیب بن نجہ قرظی کو جو عبد اللہ بن مسعدہ کے قبیلے کے نامور اور محترم سردار تھے وہ ہزار لشکر کے ساتھ عبد اللہ کی روک تھام کے لیے بھیجا۔ عبد اللہ خاص بیتاء اپنے منزل مقصود تک پہنچ چکے تھے کہ مسیب جا پہنچے۔ اور دوپٹہ مٹلے لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ لڑائی عربوں میں اور خاص عرب کی سرزمین پر تھی۔ لہذا نہایت سخت تھی۔ مسیب نے جوش سے حملہ کر کے عبت اللہ پر تلوار کے تین وار کیے مگر ہر قوی کے خیال سے ایسے اوجھے وار کیے کہ کارگر نہ ہوئے۔ شمشیر زنی کے ساتھ وہ نعرے مارتے جاتے تھے کہ "نجات! نجات! نجات!" جس سے ان کا مقصد مخالفوں کا بھگانا تھا۔ نہ کہ انہیں قتل کرنا۔ عبد اللہ بن مسعدہ نے جواباً کمزور دیکھا تو کچھ رفیقوں کے ساتھ بھاگ کر قلعہ بیتاء میں پناہ لی۔ اور باقی سہرا ہی سیدھے شام کی طرف بھاگے۔ زکوٰۃ کے اونٹ جو جا بجا لوگوں سے وصول کیے گئے تھے وہ انہیں لوگوں کے ساتھ تھے ان کو راہ سے میں لوٹ کر سہرا میں لوٹ کر آئے۔

اور کامیابی۔

ابن مسعدہ بیتاء گیا۔

عربوں کو زبردستی کرنا۔

مسیب اپنے مقابلیں پر۔

عبد اللہ اور مسیب بیتاء لڑائی۔

مسیب اور ابنی قریظہ کی جنگ دارسی۔

عبد اللہ بیتاء میں۔

قلمی رنگ
لکھا لکھی

سب نے
دشمنوں پر چڑھا

ضحاک شام سے
شیشیان علی

جہان کے
سقا کے پر

جگر کی فتح

خود غویہ کی
گرد آوری

ابن مسعود قلعہ تیار میں داخل ہوئے تو سب نے بڑھ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور تین روز تک جب کوئی زور نہ چلا تو قلعہ کے بیگانہ پر بہت سی لکڑیاں جمع کر کے اُن میں آگ لگا دی۔ اور وہ آگ مشتعل ہونے کے بعد قلعہ کے اندر پھیل گئی۔ مھوین کو جب نظر آیا کہ آگ سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں ہے تو کھجور کے نکل پڑے اور بیکار مئے کہا: استیغ یا در کھو کہ ہم تمہاری ہی قوم کے لوگ ہیں۔ اس فریاد پر سب کو ترس آیا۔ نور آگ بجھوائی۔ اور مہارہیوں سے پوچھا: کیوں کیا کوئی شام کا شکر یہاں موجود ہے؟ عبدالرحمن بن شیب نے کہا: جی ہاں ہے۔ شام کی طرف جو لوگ بھاگے ہیں مجھے اُن کے تعاقب میں روانہ فرمائیے۔ سب نے اس سے انکار کیا۔ اور عبدالرحمن نے بگاڑ کے کہا: آپ نے امیر المؤمنین کو دھوکا دیا۔ اور اُن کا حکم بجالانے میں سستی کی۔ جو تھی کارروائی جناب ملویہ کی تھی کہ ضحاک بن قیس کو تین ہزار آدمیوں کے ساتھ یہ حکم دیا کہ مملکت شام فلسطین ہی کے اطراف میں گشت لگاؤ اور نہر واقعہ کے شیبی علاقہ میں جو عرب علی کے طرفدار اور اُن کے صلحی فرمان میں اُن پر ماتحت کرو ضحاک کو نئے دارتے اور تاحثین کرتے ہوئے ثعلبہ کی طرف گزرے۔ وہاں جو حضرت علی کی جھانڈی تھی اس میں لوٹ چاوی خوب قتل و غارت کیا۔ اور قطع طمانہ میں جا پہنچے۔ حضرت علی کو خبر ہوئی تو فوراً حجر بن عدی کو چاہنہ رار نونج کے ساتھ روانہ فرمایا۔ اور اُن کے ہمراہیوں میں سے ہر ایک کو پچاس پچاس درہم بطریق انعام یاد و خرچ کے مرحمت فرمائے۔ ضحاک تدمر میں تھے کہ جہان پر جا پڑے۔ اُن کے ہمراہیوں میں سے انیس آدمیوں کو قتل کیا۔ اور خود حجر کے آدمیوں میں سے نقطہ روانہ ماریے گئے۔ لڑائی ہو ہی رہی تھی کہ رات ہو گئی۔ رات کے اندھیرے میں ضحاک نے راہ فرار اختیار کی۔ اور حجر میدان صاف دیکھ کر گونے میں واپس آئے۔

اسی وقت میں جناب ملویہ نے اپنی مستعدی و سرگرمی ظاہر کرنے کے لیے بذات خود ایک گرد آوری کی۔ اور حضرت علی کی قلمرو کے اندر و جبلہ کے کنارے تک آ کے پلٹ گئے۔

چودھویں فصل

عہدِ رضوی کے آخری ایام اور آپ کی شہادت

معاویہ کے نائب حج ابن شجرہ قحط کی کارروائی اہل مکہ کی بے پروائی قحط کا مکہ میں ٹھہرنا۔ حضرت علی کا ملک بھینا۔ ابن شجرہ کا پہلا پہنچنا اہل کی کارروائی شیبہ نے حج کرایا۔ یزید بن شجرہ کا تعاقب۔ چند شاخی اسیر ہوئے۔ ابن قباث کا حملہ شام پر۔ ککیل کی کارگرداری۔ حضرت علی کا ککیل سے خوش ہونا شیبہ کا حملہ و شام پر کسی نے اُن کو نہ پایا۔ اُن کی تاخت و تار۔ عدالتِ رضوی۔ حرث بن عمر کا حملہ بخزیرہ پر۔ پینہ غلبیوں کا معاویہ سے جاننا۔ پتھر پڑنے سے صول میں چلا آنا۔ قیدیوں کا مبارک غلبیوں نے علی کے عامل کو مار ڈالا۔ صلح اُس سے وکرزہ۔ معاویہ کے نائب زبیر سجادہ میں۔ علی کے لوگوں کی ناکامی۔ اور اُن کا معاویہ سے جاننا اُن پر حضرت علی کی بدگمانیاں۔ مسلم معاویہ کی نظر سے دو تہہ بچندل میں۔ مالک حضرت علی کی طرف سے۔ مالک کی فتح۔ مگر شہر وائے سطلیہ بڑا بہاد کا سو خوف ہو جانا۔ حرث کا حملہ سندھ پر اُن کی شہادت۔ قنات فارس و کرمان۔ اُن کی اصلاح پر زیاد کا تقرر۔ اُن کی روانگی۔ زیاد کا تدبیر۔ کرمان کی اصلاح۔ تہر جگہ امن و امان۔ بستر معاویہ کی طرف سے عرب میں۔ ابو ایوب انصاری کا بھاگنا۔ بستر سجدہ بنوی میں۔ لوگوں سے جبرائیل بیت لینا۔ بستر کے میں اور ابوسوی کا بھاگنا۔ جبرائیل بیت لینا۔ عبید اللہ والی مین کا بھاگ آنا۔ بستر کے غلام مین میں۔ عبید اللہ کے دو غنہ بچوں کو قتل کرنا۔ تجارتیہ بستر کے مقابلے پر بستر کا بھاگنا۔ تجارتیہ کے میں اور جبری بیت۔ جاریہ مدینہ میں۔ حضرت حشیش کی بیعت۔ بچوں کے غم میں ماں کی دیوانگی۔ اُن کے اشعار حسرت۔ حضرت علی کی بددعا۔ عبید اللہ اور بستر کا سامنا۔ تعلیم معاویہ۔ بستر کا دوسرا سفر حجاز۔ التوائے جنگ۔ ابن عباس اور ابوالاسود کی ترشش۔ ابوالاسود کا خط حضرت علی کو۔ آپ کا جواب۔ ابن عباس سے محاسبہ۔ اُن کی ناراضی۔ ترمیم بیت المال سے کے چلا جانا۔ اُن کے طرفداروں اور عوام بصرہ میں جھگڑا۔ اور ابن عباس کا قتل جانا۔ حضرت علی کی شہادت۔ حضرت علی کی پیشگوئی۔ خود آپ اپنے انجام سے آگاہ تھے۔ ماہ شہادت میں آپ کا مہول۔ شب شہادت

بلطون کار دکان۔ ابن بلجم میت سادھی تینوں کے سنا کا نہ فرانس۔ ابن بلجم کو نہیں۔
 نظام۔ ابن بلجم کے معین دیا اور۔ شہت مقدرہ۔ علاء و حرب۔ ابن بلجم کو لیا گیا۔ اترکی میں
 اور حضرت علیؑ میں سوال و جواب۔ آپؑ کی وصیتیں۔ ابن بلجم اور حضرت ام کلثومؑ کی گفتگو۔
 انتخاب جانشین کے بارے میں آپؑ کا ارشاد۔ فرزندوں کو وصیت۔ حالت نازک
 ہوتی گئی۔ وفات۔ آپؑ کا مدفن۔ قتل ابن بلجم مرثیہ تبرک کا حملہ معاویہ پر۔ اُن کے
 زخم کا علاج۔ معاویہ کے انتظامات حفاظت تبرک کا انجام۔ ابن عباس کا خوش قسمتی
 سے بچ جانا۔

اسی ۳۵ھ میں حج کے متعلق ایک جگہ پیش آیا۔ جناب معاویہ نے یزید بن شجرہ رہاوی کو بلا کے
 ہمیں ہزار سوار اُن کے ہمراہ کیے اور کہا میں تم کو مکے میں بھیجتا ہوں تاکہ وہاں جا کر لوگوں کو حج
 کراؤ۔ اہل مکہ سے میری بیعت لو اور علیؑ کے عامل کو وہاں سے نکال دو! یزید نے ان چٹکھوں
 کے بجالانے کا وعدہ کیا اور مکے کی راہ لی۔

مکہ منظر میں حضرت علیؑ کے عامل قثم بن عباس تھے۔ انھوں نے جبرناک یزید بن شجرہ کو معاویہ
 نے بھیجا ہے اور غصہ یہ وہ مکے میں داخل ہونے والے میں تو اہل مکہ کو جمع کر کے سب کے سامنے
 ایک تقریر کی اور ظاہر کیا کہ "شام والے چلے اور آج ہی کل میں یہاں پہنچا جاتے ہیں۔ ایسے
 موقع پر تمھارا فرض ہے کہ حق کی حمایت میں ان کا مقابلہ کرو" مگر کسی نے بھی لڑائی پر آمادگی نہ ظاہر
 کی۔ ہاں ایک شبیبہ بن عثمان عبد رے نے تو اہل مکہ یہ کہا کہ "مجھے حضرت علیؑ کی طرف سے لڑنا نصیب
 منظور ہے" باقی اور کسی نے حامی نہ بھری۔

قثم نے مکے والوں کا یہ رنگ دیکھا تو ارادہ کیا کہ کچھ چوڑے کے بیرونی گھٹیوں میں چیلے جائیں
 وہاں سے حضرت علیؑ کو ان حالات کی اطلاع دیں۔ اور اگر کوئی نوجوان لڑکے کو آجائے تو یزید بن شجرہ
 کا مقابلہ کریں۔ مگر حضرت ابوسعید خدریؓ نے جو مکہ میں موجود تھے انھیں اس ارادے سے روکا اور
 کہا "آپؑ یہیں ٹھہریں۔ اگر جی چاہے اور اپنے میں قوت پائے گا تو ان لوگوں سے لڑے گا۔
 ورنہ چیلے جانے کا آپؑ کو ہر وقت اختیار ہے" قثم صحابی رسول اللہؐ کے سنے سے وہ ٹھہر گئے
 اور حضرت علیؑ کو ان واقعات کی خبر کی۔ اُسے میں اہل شام کا شکر اگیا۔ اور کسی کو ان لوگوں سے
 لڑنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

حضرت علیؑ کو جو قثم کا خط ملا تو فوراً اُن کی مدد پر فوج بھیج دی جس میں ریان بن ضمرہؓ بھی تھے۔
 قثم بچ گیا۔

معاویہ کے
 نائب
 حج ابن شجرہ

قثم کی کارروائی۔

اہل مکہ کی بجائے

قثم کا مکہ میں
 ٹھہرنا۔

حضرت علیؑ کی
 مدد بھیجنا۔

بن علی حنفی اور ابو لطفیل تھے۔ یہ شکر آپ نے کوفے سے آغاز ذی الحجہ میں روانہ کیا اور ابن شجرہ ج سے دو روز پہلے پہنچ چکے تھے کئے کے اندر قدم رکھتے ہی انھوں نے اعلان کر دیا کہ "سب لوگوں کو امان ہے بجز اُن کے جو ہم سے لڑیں اور مقابلہ کریں۔"

ابن شجرہ کا بیٹا
پہنچا۔

اس کے بعد ابن شجرہ نے ابو سعید خدری کو بلا بھیجا اور اُن سے کہا "میں حرم محترم کے معاملات میں جیسا رو دہل چاہوں کر سکتا ہوں۔ اس لیے کہ آپ پر جو شخص حاکم ہے وہ کمزور ہے مگر آپ اُس سے میری جانب سے فقط اتنا کہہ دیجئے کہ وہ نماز پڑھائے اور وعدہ کرتا ہوں کہ میں بھی نہ پڑھاؤں گا۔ لوگوں کو اختیار ہے جس کسی کو چاہیں اپنا امام منتخب کر لیں، ابو سعید نے اس کی یہ خواہش قلم کے پاس کہلا بھیجی اور وہ خود ہی نماز پڑھانے سے رک گئے۔ پھر لوگوں نے شعیب بن عثمان کو اپنا امام منتخب کیا جنھیں نے نماز پڑھائی اور حج کرایا اور جب لوگ حج سے فارغ ہو چکے تو زید بن شجرہ نے دمشق کی راہ لی۔

اُنکی کارروائی

زید کے جا چکنے کے بعد حضرت علیؑ کا لشکر کے میں پہنچا جس کے سردار و سپہ سالار متصل بن قیس تھے۔ ان لوگوں نے زید کے جا چکنے کا حال سنا تو ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ شامی لشکر داوی القری سے کوچ کر رہا تھا کہ یہ لوگ اُس کے مقابلے پر جا پہنچے اور فوراً حملہ کر کے اُن کے چند آدمی ایسے کر لیے۔ پھر اُن ایسروں اور مال غنیمت کو لے کر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے اُن قیدیوں کے عوض میں اپنے چند آدمیوں کو جو جناب معاویہ کے پاس قید تھے چھڑوا لیا۔

شعیب بن عثمان کو لایا۔

زید بن شجرہ کا
تغائب

چند شامی ایسے

پھر اسی سمت میں جناب معاویہ نے عبدالرحمن بن قباث بن اشیم کو مقرر کر کے لشکر کے ساتھ بلاوا جزیرہ پر تاختیں کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس علاقے کے حاکم حضرت علیؑ کی طرف سے شعیب بن عامر تھے۔ مگر وہ نصیبین میں گئے ہوئے تھے انھیں وہیں دشمنوں کے حملے کی سن گئی ملی فوراً شہر ہسپت میں آدمی دوڑا کہ کیمیل بن زیاد کو اطلاع کی کیمیل فوراً چھ سو سواروں کے ساتھ چل پڑے ہوئے اور اس علاقے میں پہنچ کر دیکھا کہ عبدالرحمن اور اُن کے ساتھ تین بن زیدیلی بھی لوگوں پر حملہ کر رہے ہیں۔ بلا تامل اُن پر جا پڑے۔ اور ایسی جہادری سے لڑے کہ وہ بھی ہار کے بھاگ دیا بہت سے سپہ سالار ان شام کو قتل کیا اور ہزاروں کو حکم دیا کہ نہ مغربین کا نائب ہو اور نہ اُن کے زخمیوں کو قتل کیا جائے کیمیل کے ہمراہیوں میں سے فقط دو آدمی مارے گئے اور بڑی مسرت کے ساتھ انھوں نے نصرت طلب کی جس فتح کی اطلاع دی۔ آپ اگر کیمیل سے

ابن قباث کا
مذمت نامہ۔

کیمیل کی کارروائی

حضرت علیؑ کا
کیمیل سے خونریزی

ان کی گزشتہ غفلت کے باعث ناراض تھے گریہ کارگزاری سن کر بہت خوش ہوئے۔

شبیب کا حملہ
علیہ السلام

اب خود شبیب نصیبین سے روانہ ہو کر جو ہنگامہ کے مقام میں پہنچے تو دیکھا کہ کلیل نے دشمنوں کو بھگا دیا ہے۔ بے انتہا جھلڑاؤ سرور ہوئے۔ کلیل کو فتح کی مبارک باد دی۔ اور خود مغربین شام کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ مگر انھیں کہیں نہ پایا تب جوش میں انکوائت کے اس پارت کر گئے۔ جہاں جناب معاویہ کی قلمر تھی۔ یہاں پہنچتے ہی اپنے سواروں کو بھیج بھیج کر شام کے شہروں پر تاختیں شروع کر دیں اور لوٹتے آتے شہر بعلبک تک چلے گئے۔

کسی نے انکی
کو پایا۔

ان تاختوں کی خبر معاویہ نے سنی تو شبیب بن سلمہ کو شبیب کی روک تھام کے لیے بھیجا۔ شبیب اپنے لشکر کے ساتھ آئے کو شبیب کو نہ پایا۔ اس لیے کہ وہ اپنا کام کر کے واپس جا چکے تھے اور اب نواح رقبہ میں پہنچ کر وہاں لوٹ مار کر رہے تھے وہاں انھوں نے شیمان عثمان میں سے جس کسی کے پاس کوئی جانور یا اس کو ہنگامے گئے اور جتنے گھوڑے اور اسلحہ ملے سب اپنے قبضے میں کیے۔ یہ کارروائی انھوں نے نہایت پھرتی سے کی۔ اور جھٹ نصیبین میں پہنچ کر حضرت علیؑ کو اپنی کارگزاریاں لکھیں۔ آپ نے جواب میں ہدایت فرمائی کہ ان لوگوں کی اور کوئی چیز نہ گھوڑوں اور ہتھیاروں کے جن کی مدد سے وہ مقابلہ کرتے ہیں نہ لیا کرو۔ پھر ارشاد ہوا خدا رحم کرے شبیب کے حال پر کہ وہ لوٹ مار سے رک گیا۔ اور مدد حاصل کرنے میں جلدی کی۔

عزت بن عمر کا
حملہ

یزید بن شجرہ جب ارض عرب سے واپس گئے تو جناب معاویہ نے حرث بن عمر بنو حنی کو الجزیرہ میں بھیجا کہ وہاں جو لوگ علیؑ کے مطیع ہیں ان کو کپڑے جائیں۔ انھوں نے اس سرزمین میں قدم نہ رکھے ہی شہر و اسار چمک گیا۔ اور وہاں سے بنی تغلب کے سات آدمیوں کو کپڑے گئے۔ بنی تغلب کا زیادہ گروہ تو حضرت علیؑ کا مطیع تھا مگر ان میں کی ایک جماعت آپ کی رفاقت چھوڑ کے جناب معاویہ کے پاس چلی آئی تھی ان لوگوں نے درخواست کی کہ وہ سات تغلبی جن کو ابن شجرہ کپڑے لائے ہیں چھوڑ دیے جائیں۔ مگر حضرت معاویہ نے ان کی سماعت نہ کی۔ انجام یہ ہوا کہ وہ تغلبی جنہوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ چھوڑا تھا معاویہ کے بھی خلاف ہو گئے۔ اور شہر حویل میں واپس چلے گئے۔

چند تغلبیوں کا
معاویہ سے
جاملنا۔

یہ لوگ کسے
میرا لیا۔

ان کے چلے جانے کے بعد جناب معاویہ نے حضرت علیؑ کو لکھا کہ یزید بن شجرہ کے ہمراہیوں میں سے جن لوگوں کو مقتل بن یزید پر لے گئے ہیں وہ ان تغلبی اسیروں کے

قیدیوں کا
بندو۔

مسعودی نے چھوڑ دیے جائیں حضرت علیؑ نے اس پیام کو قبول فرمایا چنانچہ آپ نے شامی
اسیروں کو چھوڑا اور ان کے وطن میں پہنچے یہی جناب معاویہؓ نے ان قابضوں کو رہا کر دیا۔
اب حضرت علیؑ نے عبدالرحمن نامی غنیم کے ایک بہادر شخص کو مصل کی طرف روانہ
فرمایا تاکہ وہاں امن وامان قائم رکھیں۔ عبدالرحمن وہاں پہنچے تو ان تغلبیوں سے سابقہ
پڑا جو جناب معاویہؓ کو چھوڑ کے وہاں پہنچے تھے۔ ان لوگوں کا سردار قریظ بن حارث تغلبی تھا
عبدالرحمن اور اُس میں سخت کلامی ہوئی۔ پھر کالی گلابوں کی نوبت آئی اور آخر لڑائی چھڑ گئی تغلبی
زبردست تھے حضرت علیؑ کے فرستادہ عبدالرحمن کو مار ڈالا۔ حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع ہوئی تو
آپ ایک لشکر بھیجے کو تیار ہو گئے۔ مگر نقایم سے رشتہ نے عرض کیا: تغلبی آپ کے دشمن
کو چھوڑ کے آپ کی قلمرو میں آئے اور آپ کے مطیع ہو گئے ہیں۔ یہاں عبدالرحمن کا مارا جانا تو یہ
کسی غلطی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ مناسب نہیں نظر آتا کہ ان لوگوں سے چھڑکی جائے۔ اس
مشورے کو سن کر آپ نے اُس لشکر کا بھیجا ملتوی کر دیا۔

تغلبیوں نے
علیؑ سے حال
دار ڈالا۔

مصلوہ اس
دور کر رہے۔

ایک اور کارروائی جناب معاویہؓ نے یہ کہ زبیر بن عوف عامری کو مسعودی کی طرف بھیجا تاکہ
وہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ کی رقم وصول کر لائیں۔ حضرت علیؑ نے یہ حال سنا تو جعفر بن عبداللہ
اشجعی۔ عروہ بن شعبہ کلبی اور جلاس بن عمیر کلبی کو روانہ فرمایا کہ باکے اس بات کی تحقیق کریں کہ
نئی کلب اور بنی بکون داک میں سے کون کون لوگ آپ کے مطیع فرمان ہیں۔ یہ تینوں صاحب
دہاں پہنچے تو زبیر کا ان کا سامنا ہو گیا جس کا یہ ضرور بھی قہر تھا کہ لڑائی ہوئی۔ لڑائی میں حضرت
علیؑ کے طرفداروں کو شکست ہوئی اور جعفر بن عبداللہ قتل ہو گئے۔ عروہ بن شعبہ جان بچا کر حضرت
علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اُس کو ڈانٹا اور مارنے کے لیے ڈزدہ اٹھایا اس پر وہ
ناراض ہوا اور بھاگ کر جناب معاویہؓ سے جا ملا۔ اس پر زبیر کے علاوہ ساوش کا بھی گمان تھا
کہ چونکہ عروہ کو زبیر نے ایک گھوڑا دیا تھا جو ایسی بدگمانی کے لیے کافی تھا۔ یہ تیسرے صاحب
جلاس اُن کی سرگذشت یہ بھی کو بھاگتے وقت انہیں ایک چرواہا ملا۔ اُس کا کرتانے کو خود ہن لیا
اور اپنا گاڑھے کا کرتا اُس کے حاسے کیا تاکہ بچانے نہ جائیں۔ اُسے بڑھے تو چند سوار لے
جنھوں نے سوال کیا کہ یہ تیرالی (ابو تراب واسنے) کہاں پکڑے گئے؟ انھوں نے انہیں
کی طرف اشارہ کیا ایسے آپ ہی کے یہاں پکڑے گئے اور جان بچا کے کوفے میں آ گئے۔
ایک کارروائی معاویہؓ کی یہ تھی کہ مسلم بن عقبہ مری کو دودتہ الجندل میں بھیجا۔ وہاں کے لوگ

معاویہؓ کے
ناصب قہر
مسعودی ہیں۔

عروہ بن شعبہ
کا لڑائی۔

ابو تراب واسنے
کا کرتانے۔

ابو تراب واسنے
کی لڑائی۔

مسعودی کے
طرفدار
دودتہ الجندل میں۔

نیوٹن نے غیبت جاری تھی۔ نہ حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی نہ معاویہ کے ہاتھ پر۔ پس نہ معاویہ نے تسلیم کو بھیجا انہیں اپنی اطاعت و بیعت کی طرف بلایا جس سے ان لوگوں نے قطعاً انکار کیا۔ حضرت علیؑ کو خبر ہوئی تو فوراً مالک بن کعب ہمدانی کو تھوڑے لشکر کے ساتھ وہاں بھیجا۔ مسلمان بالکل غافل تھے کہ مالک ان کے سر پر جا پہنچے اور لڑائی چھیڑ دی سخت لڑائی ہوئی جو دن چھوٹی رہی اور انجام میں مسلم نے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی۔ مسلم سے میدان خالی کر کے مالک پر چڑھتا تھا کہ میں تم پر حملے۔ مگر کسی نے قبول نہ کیا اور صاف کہہ دیا کہ جب تک ہمدانی و نیانے اسلام کے لوگ ایک امام کے پیرو نہ ہو جائیں گے ہم علاحدہ رہیں گے۔ لہذا کسی کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے۔ آخر مالک ناامید ہوئے اور اس غیر جانبدار کردہ کو اسی کے حال پر چھوڑ کے واپس چلے آئے۔

اس زمانے میں ان باہمی جھگڑوں کے باعث غیر مسلموں اور غیر ملکیوں پر جہاد کرنے کا سلسلہ بالکل موقوف ہو گیا تھا۔ اور حضرات غنین یعنی حضرت صدیق و حضرت فاروقؓ کی فراہم کی ہوئی شکوت و قوت ایک دوسرے کے مقابلے میں غارت ہو رہی تھی۔ مگر حضرت علیؑ کے یہاں اس مجبوری کی حالت میں بھی کچھ نہ کچھ ہوا۔ چنانچہ حرث بن مرہ عبیدی خود اپنے شوق سے فتنہ چڑھا کے ادا کرنے پر آمادہ ہوئے تو حضرت علیؑ نے ان کو اجازت دیدی۔ اور وہ بلاد شام کی طرف روانہ ہوئے۔ درمیان کے ممالک فارس، و کرمان فتح ہو چکے تھے۔ بلوچستان کا زیادہ تر مشرقی حصہ قلمرو شام میں داخل تھا۔ حرث نے پہنچنے ہی حملے شروع کر دیے۔ بہت کچھ مال غنیمت حاصل کیا۔ بوڑھی غلام تفسیر کر دیے۔ وہ اس کے بعد بھی اس سرزمین میں برابر جہاد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بلاد قفقاز کے ایک سر کے میں شہید ہوئے۔ اور ان کے تمام ہمراہیوں نے بھی ان کے ساتھ جام شہادت پیا۔ مگر ان کی شہادت کا واقعہ ۳۲ھ یعنی خلافت معاویہ کے عہد میں پیش آیا۔ جناب معاویہ کی طرف سے ابن حنفیہ کے بصرے میں آکر فساد ڈالنے اور مارے جانے کا حال ہم بیان کر چکے ہیں۔ مگر ابن حنفیہ نے فتنہ کی جو آگ لگا دی تھی وہ بہت ٹوٹ کر بجھائے نہ گئی۔ اس لیے کہ بصرے کے بہت سے لوگ معاویہ کے طرفدار ہو گئے اور خاص عراق و ممالک مشرق کے لوگوں میں حضرت علیؑ کے متعلق اختلاف پڑ گیا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ مقبوضہ اسلام ممالک فارس و کرمان کے لوگوں میں کربشی کا خیال پیدا ہوا۔ اور حریت کی سورشیں

مالک حضرت علیؑ کی طرف سے

مالک کی فتح۔

مگر شہادے مطیع ہو چکے۔

جہاد کا موقوف ہو جانا۔

حرث کا حملہ شدہ ہے۔

ان کی شہاد۔

نشاوت غلام کرمان۔

اُس آگ پر تیل ڈال دیا۔ ہر علاقے کی رعایا علانیہ باغی ہو گئی۔ خراج ادا کرنے سے انکار کیا۔
 لڑنے کو تیار ہو گئے اور اہل فارس نے اپنے والی اہیل بن حنیف کو نکال باہر کیا۔
 اس مشکل کے دور کرنے کے لیے حضرت علیؑ نے اپنے پیروں سے منورہ فرمایا تو جبار بن
 قدامہ نے عرض کیا امیر المؤمنین۔ میں ایک ایسے شخص کا نام بتا سکتا ہوں جو اپنی رائے میں بہت
 مضبوط اور سیاست میں نہایت ہوشیار ہے اُس کے ذمے جو خدمت کی جائے گی اس کو بوجہ حسن
 انجام دے گا۔ آپ نے پوچھا کون؟ کہا زیادؓ زیاد کے واقعات آپ کو پیشتر سے معلوم تھے
 اور اُس کی خوش تدبیری سے آپ بخوبی آگاہ تھے۔ اُسی وقت حضرت ابن عباسؓ کو لکھا کہ زیاد کو
 والی فارس مقرر کر کے فوراً روانہ کرو۔ ابن عباسؓ زیاد کی قابلیت سے خودی آگاہ تھے اور اُن
 بھروسہ رکھتے تھے بلکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں نے بارگاہ مرقضوی میں زیاد
 کے تقرر کی سفارش کی تھی۔ فوراً انھوں نے اُس کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ارض فارس
 کی طرف روانہ کر دیا۔

اُس کی صلاح
 پر زیاد کو تقرر

اُس کا ارشاد

زیاد نے سرزمین فارس میں پہونچ کر دیکھا تو ہر طرف بظلمی سیلی ہوئی تھی مختلف گروہوں نے
 شورش مچا رکھی تھی۔ نہ کوئی خراج ادا کرتا تھا اور نہ کوئی کسی کی حکومت کو ماننا تھا۔ اُس نے پہونچ کر
 اعلان کر دیا۔ اور تمام سرعناؤں مرزبانوں اور رہقاندوں کے پاس کہلا بھیجا کہ جو حاضر ہو کر میری مدد
 کرے گا اور میرا ساتھ دے گا اُس کے حال پر میں مہربان ہوں گا اور جو مخالفت کرے گا اُسے
 سخت سزا دی جائے گی۔ اس اعلان کا یہ فوری نتیجہ ظاہر ہوا کہ بہت سے لوگ زیاد سے آئے
 پھر انھیں لوگوں کو اُس نے مخالفوں کے آپس میں پرآموز کر کے امن وامان قائم کرنے کا دھم دار
 بنا دیا۔ اس تدبیر سے فقط یہی نہیں ہوا کہ بغیر اس کے کہ عربی فوجیں زحمت اٹھائیں مخالفوں کی قوت
 ٹوٹ گئی۔ بلکہ ہر گروہ کے خیالات اور منصوبے دوسرے گروہوں کے ذریعے سے معلوم ہو گئے۔
 آخر مخالف گروہ بھٹاک کھڑے ہوئے۔ اور زیاد نے اُن کے تعاقب میں ہر طرف فوجیں بھیج کر سارے
 ملک کو فتنہ انگیزوں سے پاک کر دیا اور کسی لڑائی یا سرکر لڑائی کی ضرورت نہ پیش آئی۔

زیاد کا تدبیر

کرمان کا علاج
 سب سے پہلے
 وہاں

اس کے بعد ہی کارروائی زیاد نے کرمان میں کی۔ اور وہاں کا انتظام بھی درست کر کے فارس
 میں واپس آ گیا۔ جب کہ سب شہروں میں خاصو شہر تھیں اور سارے ایران میں امن وامان قائم تھا۔
 یوں اطمینان حاصل کر کے زیاد قدیم شہر تھیں میں فروکش ہو گیا۔ اور اُنھیں کے قریب ہی ایک قلعہ تعمیر
 جو قلعہ زیاد کے نام سے مشہور ہوا۔ پھر اس کے بعد اُس میں منصور بن بکر نے پناہ لی اور اسی وجہ سے

بعد میں اس قلعہ کا نام قلعہ منہصور ہو گیا۔

اب سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور اس کے آغاز ہی میں جناب معاویہ نے حبشہ بنی اوطا کو جو اس کا اصلی نام عامر بن لوی ہے تین ہزار فوج کے ساتھ سرزمین عرب میں بھیجا کہ عرب میں حضرت علی کا اثر مٹائے ان کی سلطنت قائم کرے حبشہ شہر دہلیس ہوا جو اندیشہ طیبہ میں پہونچا حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے یہاں کے عامل ابو ایوب انصاری تھے ان میں مقابلہ کی تاب نہ لے کر حبشہ کی آمد سنتے ہی بھاگے اور کوفہ میں حضرت علی کے پاس حاضر ہو گئے۔

عربوں کے
میں سے
ابو ایوب انصاری
کا بھاگنا۔

حبشہ بغیر کسی فراحت کے دینے میں داخل ہوا سیدہ سمیہ نبوی میں پہونچا اور منہ پور کھڑے ہو کر جوش حسرت کے ساتھ نعرہ مارا اسے نبی بخار ما اے نبی زرقی با (یہ انصار کے قبائل تھے) وہ میرے محرم بوڑھے بزرگ تھیں کل میں نے یہاں دیکھا تھا کہاں میں؟ (مطلب یہ تھا کہ حضرت عثمان کہاں ہیں؟) پھر کہا معاویہ نے مجھ سے عہد نہ لیا ہوتا تو تم لوگوں میں سے ایک بالغ شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑتا یہ کہہ کر منہ سے اتر آیا۔

حبشہ میں نبوی
میں سے

بعد ازاں نبی سلمہ کو کابل بھیجا جب تک عمر لوگ جابر بن عبد اللہ کو نہ حاضر کرو ورنہ قتل کر دے لئے خدا کی قسم ان نہیں ہے۔ حضرت جابر نے جو اپنی طلبی نبی تو حضرت ام المومنین ام سلمہ کے پاس دوڑے گئے اور پوچھا اب آپ کیا فرماتی ہیں۔ اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنا کفر ہی ہے اور اندیشہ ہے کہ میں ان لوگوں کے ہاتھ سے مار ڈالا جاؤں گا۔ انھوں نے فرمایا میری رائے تو یہ ہے کہ تم بیعت کر لو۔ یہ شہرہ میں اپنے فرزند عمر و اور اپنے داماد زکرم کو بھی دے چکی ہوں۔ ادا بھی صاحب زادی زینب زرمہ کے عقد میں تھیں اس حکم کے مطابق حضرت جابر نے حبشہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بعد ازاں وہ ب قاعہ کرنے کے لیے حبشہ کے دینے کے چند مکان منہدم کرادیے۔

لوگوں سے
چھوڑ دیتا۔

اب حبشہ دینے سے آگے بڑھ کے کلا منہ میں پہونچا۔ وہاں ابو موسیٰ اشعری تھے جن کے اہل شام سخت دشمن ہو رہے تھے۔ پھر اسے اپنی جان کو ڈر کے اور شہر چھوڑ کے بھاگ گئے۔ حبشہ کے اندر قدم رکھتے ہی لوگوں کو مجبور کیا کہ اس کے ہاتھ پر جناب معاویہ کی بیعت کریں۔ اب لوگ جبراً و تہراً اس پر مجبور ہوئے۔ اور یہاں سے حبشہ نے یمن کی راہ لی۔

حبشہ کے
اور حبشہ کا
بھاگنا۔

یمن میں حضرت علی کی طرف سے عبید اللہ بن عباس رالی ملک تھے ان کے پاس اشی فوج و جمعی کہ مقابلہ کا ارادہ کریں۔ حبشہ کی آمد سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے اور کوفہ میں پہونچ کر حضرت علی کے پاس پناہ لی حضرت علی نے ان کی جلد عبد اللہ بن عبد اللہ رالی کو حاکم مقرر فرمایا جو حبشہ کے پہونچنے سے

عبد اللہ بن عباس
کوفہ میں پہونچا۔

وہاں موجود تھے۔ کبیرہ شان و شکوہ سے یمن میں پہنچا۔ فوراً نئے والی اور ان کے بیٹے کو پکڑ کے قتل کر ڈالا۔
 اور یہی رقتا عمت نہ کی بلکہ منور والی عبید اللہ بن عباس کے دو ننھے بچے عبدالرحمن اور قثم جو
 قبیلہ ذبیحہ کے ایک بدوی شخص کی کفالت میں تھے ان کو زبردستی شلوکے اور ان کی ماں کے
 اغوش سے جھین کر قتل کر ڈالا جس وقت کبیرہ نے ان بچوں کے قتل کرنے کا ارادہ کیا وہ
 ان کی بدوی سامنے آیا اور کہا ان بچوں کو بڑھل کرو۔ اور انہیں قتل کرنا ہی ہے تو پہلے مجھے
 قتل کرو کیونکہ یہ میری کفالت میں ہیں۔ کبیرہ نے پہلے اس بدوی کو اور پھر ان دونوں بچوں کو
 قتل کیا بعض راویوں کا یہ بیان ہے کہ اس کنانی بدوی نے تلوار کھینچ کر کبیرہ پر حملہ کیا۔ لڑنا ہوا
 مارا گیا۔ اور اس کے مرنے سے بعد عبید اللہ کے دونوں بچے زندہ و فتن کر دیے گئے۔ ان اعلیٰ حکم
 کبیرہ کی پسران کی دیکھ کر نبی کریم کی عورتوں نے ہجوم کیا اور ان میں سے ایک نے بڑھ کے
 کبیرہ سے کہا اؤ شخص۔ تو نے مرد تو مار ڈالے۔ مگر اس بیان کیلئے ہچوں کیوں قتل کرتا ہے؟ ایسے
 ننھے بچوں کو خدا کی قسم لوگ نہ جاہلیت میں قتل کرتے تھے نہ عہد اسلام میں آج تک کسی نے ایسا
 کیا۔ اور ان ابی اراطہ کو جو سلطنت بنیہ مصر میں بچوں اور اتواں بوڑھوں کے قتل کیے اور بنیہ رحم
 دوست بردار ہوئے۔ اور قطع قرابت کیے نہ قائم ہو وہ بڑی سلطنت بنیہ کبیرہ کا دل نہ پسینجا
 اور اپنے اس سفر میں اس نے بہت سے شعیان علی کو قتل کیا۔

کبیرہ کے
 شلوکے اور ان کی
 ماں کے بیٹے کو
 قتل کر ڈالا۔

حضرت علیؓ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو حاریر بن قدامہ سعدی کو دو ہزار بہادروں
 کے ساتھ اور حبیب بن مسعود کو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ جہاد روانہ فرمایا وہ سب کی نسبت
 تو نہیں معلوم کر سکیں۔ نے کیا کارروائی کی مگر حاریر نے بخران میں پہنچ کر کبیرہ کے افعال کے انتقام
 میں بہت سے شعیان عثمان کو تیغ کیا۔ کبیرہ اور اس کے ہمراہی لشکر تضرعی کی آمد سننے ہی
 بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور حاریر ان کا تعاقب کرتے ہوئے نئے تک چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر
 انہوں نے ال کہ سے بیت لہنا چاہی مگر اب حضرت علیؓ شہید ہو چکے تھے اور اس سانحہ ہولناک
 کی خبر کے میں پہنچ چکی تھی۔ ال کہ نے کہا امیر المؤمنین تو مار ڈالے گئے اب ہم کس کی بیعت
 کریں؟ کہا اس کے ساتھ چریں گے ہاتھ پر اصحاب علیؓ۔ نہ بیعت کی ہو اب بھی تو گم بیعت
 نہ کرتے تھے مگر چہ کیا کیا اور جان کے خوف سے سب نے تبارہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔
 اس کے بعد حاریر بن مسعود نے اپنے اس بیان ان دنوں حضرت ابوہریرہؓ کو لوگوں کو نواز

حاریر بن مسعود
 تھا۔ چلے کو
 کبیرہ کا بھانجا
 حاریر کے
 اور حاریر بن مسعود

حاریر بن مسعود

ٹھہرایا کرتے تھے تجارت کی آمد سنتے ہی وہ بھاگ گئے اور تجارت یہ نے شہر میں حاصل ہو کر کہا
 اگر میں ابو ہریرہ (ابو ہریرہ) کو پاتا تو زندہ نہ چھوڑتا۔ پھر دینے والوں سے حضرت حسن رضی اللہ
 کی بیعت لی اور کوفہ میں واپس گئے اور جب وہ چلے گئے تو ابو ہریرہ پھر واپس آئے اور نماز
 پڑھانے لگے۔

عقیدہ اللہ بن عباس کے جو دونوں بیٹے بسر کے ہاتھ سے مارے گئے ان کی والدہ
 ام کلثوم جو یہ بنت خویلد بن قارظ تھیں ابو نعیم اہل تاریخ ان کا نام عائشہ اور ان کو مقتول
 والی میں عبد اللہ بن عبد اللہ ان کی بیٹی تاتے ہیں ان کو اپنے ایک بچے کے ٹکڑوں سے
 سجدہ محبت تھی۔ اور امات کا اس قدر جوش تھا کہ ان کے مارے جانے کے بعد دیوانی
 ہو گئیں۔ نہ عقل ٹھکانے تھی نہ ہوش و حواس بجاتے جوش جنوں میں گھر چھوڑ کے نکل کھڑی
 ہوئیں صحرائے عرب میں ماری ماری پھرتیں اور ج کے سرخ برادر دوسرے محبوبوں میں لوگوں
 کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے چند اشعار سناتیں جن کا مضمون یہ تھا کہ

کسی نے میرے دونوں بچوں کو دیکھا ہے جو موتی تھے کہ صدف سے چھڑا دیے گئے۔
 کسی نے میرے دونوں بچوں کو دیکھا ہے جو میری ہڈیوں کا گودا تھے۔ اور بغیر ان کے
 میری ہڈیاں بے گودے کی ہیں۔

کسی نے میرے دونوں بچوں کو دیکھا ہے جو میرے دل تھے اور بغیر ان کے میں بیدل
 کی ہوں۔

ان اشعار کی عرب میں بے انتہا شہرت ہوئی یہاں تک کہ وہ ادبی کتابوں میں درج
 کیے گئے۔ اور عربی شیعہوں نے ان میں فخر سرائی کی۔

حضرت علیؓ نے ان بچوں کی مطلوبانہ موت سنی تو بے حد صدمہ ہوا۔ اور بستر کے حق میں
 بد و عافرائی کہ خداوند اس کی عقل اور سمجھ چھین لے چنانچہ اس کا یہی انجام ہوا۔ آخر عمر میں وہ
 مجنون و فاجر اقل تھا ہمیشہ لوگوں سے تلوار افکارنا اور اگر کسی سے تلوار مل جاتی تو اس کے
 ہاتھ سودائیوں کی طرح پھینکنے لگتا۔ آخر لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ایک لکڑی کی تلوار اس کے
 ہاتھ میں دے دیتے اور ایک شک پھونک کر سامنے رکھ دیتے۔ اس چوٹی تلوار سے وہ شک
 پر وار کرنا شروع کرتا یہاں تک کہ تھک کے بلوے ہو جاتا اور آخر اسی جنون کے عالم میں مرا۔
 اس کا ایک بیٹا بھی لوگ بیان کرتے ہیں کہ جناب معاویہ کے مستقل خلیفہ ہو جانے

حضرت حسن
 کی بیعت۔

بچوں کے
 دیوانی

ان کے
 اشعار

حضرت علیؓ
 کی بد و عافرائی

بے ہوش
 اور

کے بعد ایک بار عبید اللہ بن عباس اُن سے ملنے کو شام میں گئے۔ وہاں بے بسی بھی موجود تھا۔ عبید اللہ نے اُن کی صحبت و کلمہ کو کہا جس وقت تو نے میرے دونوں ہاتھوں کو قتل کیا ہے۔ کاش اس وقت زمین کی لہا نہیں اُٹھیں اور میں وہاں ہونے جا کر بسترے اپنی تلوار اُن کی طرف بڑھائی اور کہا تو مجھے تلوار اور میرا تمھارا اعتبار ہو جائے عبید اللہ نے تلوار لینے کا ارادہ کیا تھا کہ جناب تلوار نے اچھے طریقے سے غوٹ لی اور بے بسی سے کہا خدا نارت کرے تو کیا یہ عقل بڑھ جائے؟ اُن کے ہاتھ میں تلوار اُٹھ گئی تو خونریزی کی ابتدا چھٹی ہی سے کر کے عبید اللہ بوسے بے شک میں بھی کرتا۔

علم داریہ

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ بستر دوبارہ سال ۳۲ھ میں ارض حجاز میں گیا تھا۔ ایک مہینے تک مدینہ طیبہ میں مقیم رہا۔ جو تھما اُس سے ابزیرس کرنا اور جس کی نسبت سنتا کہ حضرت عثمان پر غرہ کو۔ نے میں شریک تھا اسے زندہ نہ چھوڑتا۔

سید و سوار
سفر خانہ

۳۳ھ میں حضرت علی اور معاویہ کے درمیان طرابلسی مرسلوں کے بعد تلوائے جنگ کا اقرار ہو گیا۔ اور قرار پایا کہ ملک عراق حضرت علی کے قبضے میں رہے۔ شام جناب معاویہ کے قبضے میں۔ اور دونوں میں سے کوئی دوسرے پر حملہ نہ کرے۔

اتحاد جنگ

ای دوران میں حضرت علی کے یہاں ایک بہت افسوس ناک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ حضرت عبید اللہ بن عباس ناگواری کے ساتھ حکومت بسرو چھوڑ کے مکه منظر میں چلے گئے۔ جس کا باعث یہ ہوا کہ حضرت ابن عباس ایک دن ابوالاسود کی طرف سے گزرے جو حضرت علی کے شاگرد شہید بہتہ علیہ اور اکابر تابعین میں تھے۔ ابن عباس کو شاید اُن سے کچھ لال تھا کہ اُن کی صورت دیکھتے ہی بوسے۔ تم اگر چہ بے ہوش تے تو اوشٹ ہوتے اور چرواہے ہوتے تو پورا کا وہ تک نہ پہنچتے یہ الفاظ ابوالاسود کو گراں گزرے۔ اور حضرت علی کی خدمت میں اُن کی شکایت کا خط بھیجا جس میں لکھا تھا اسے غرہ جل نے آپ کو حاکم امانت اور ہمارے سطوت نگہبان بنایا ہے۔ ہم نے آپ کو آزمائش میں ڈالا اور نہایت امانت دار پایا۔ آپ رعایا کے حق میں ناصح خیر ہیں۔ اُن کی غنیمت کی آمدنی کو ترقی دیتے ہیں۔ اور اپنے نفس کو ان کی دنیا سے روکتے ہیں۔ ان پر احکام جاری کرنے میں اُن سے رشوت نہیں لیتے۔ مگر آپ کے ابن عمر (عبید اللہ بن عباس) نے وہ رقم جو آپ کی اقتداری ہے غیر آپ کو خبر کے بغیر کر لی۔ اور مجھ سے چھپاتے ہیں۔ بتا خدا آپ پر رحمت کرے توجہ فرمائیے اور اس بارے میں جو حضرت کی رائے ہوا اس سے مجھے بھی آگاہ فرمایا جائے۔ والسلام

ابو جبرائیل
ابوالاسود کی
تجربہابوالاسود کا
شہد حضرت علی کا

اس کا جواب ہے۔

جواب میں حضرت علیؑ نے تحریر فرمایا تم سے لوگ امام اور امت دونوں کے حق میں مشیر خیر اور حق کی طرف لے جانے والے ہیں جو کچھ تم نے لکھا میں نے اس بارے میں ابن عباسؓ کو لکھ دیا ہے مگر اس کی اطلاع نہیں دی کہ تم نے مجھے اس واقعہ سے آگاہ کیا تم کو چاہیے کہ وہاں جو کچھ واقعات تمہارے سامنے گزریں ان سے مجھ کو اطلاع دیتے رہو اس لیے کہ اس میں امت کی فلاح ہے تم اس خدمت کے اہل ہو اور اس حق کو ادا کرنا تم پر واجب و اسلام ساتھ ہی آپ نے ابن عباس سے جواب طلب کیا انھوں نے لکھا آپ کو جو کچھ اطلاع ملی ہے غلط ہے اور جو کچھ میرے ہاتھ میں دیا گیا ہے اس کا میں محافظ ہوں۔ بدگمانی کرنے والوں کے بیان کو آپ سچ نہ جانیں۔ والسلام یہ خط ملاحظہ فرما کے حضرت علیؑ نے پھر لکھا ہے یہ بتایا کہ تم نے کس قدر جزیرہ وصول کیا اور اس کو کن کن امور اور کن کن کاموں میں صرف کیا یہ تجھ کو ابن عباس کو انوار گزری لکھا میں سمجھتا ہوں کہ میری نسبت جو کچھ آپ کو لکھا گیا اور جو الزام مجھ پر عائد کئے گئے ان کو آپ نے اہم تصور کر لیا۔ لہذا جس کی کو مناسب بائیں اس خدمت پر توجہ دینے میں اب یہاں نہ رہوں گا۔ والسلام

ابن عباس سے
نہایت پرورد

ان کا کہنا تھی۔

تمہیں مال
سے لے کر چلا جاؤ۔

ان کے طعنات
اور عوام بھٹکے ہیں
جھگڑا۔

اور ابن عباس
نہایت پرورد۔

یہ خط بھیجتے ہی عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے ناہنالی رشتہ داروں بنی ہلال بن عامر کو بلوائے جمع کیا ان کے سامنے خزانے میں جو کچھ نقد رقم موجود تھی اونٹوں پر لادوا لی۔ اور ان سب سے کہا یہ خاص ہمارا مال ہے جس کو ہم نے اس مدت میں جمع کیا یہ کہہ کے انہی وقت جیل کھڑے ہوئے۔ عامل اہل بصرہ کو اس کی خبر مولی تو ان کے اتفاق میں چلے کر خزانے کی رقم کو ان سے واپس لے آئے ان مقام طفت تا کہ ابن عباسؓ گئے تھے کہ یہ اتفاق کیونکر ہوا پوچھنے پر دیکھ کہ حضرت ابن عباسؓ کے طرفداروں لینے بنی ہلال نے کہا جب مناسب بہم میں سے ایک بھی زندہ ہے کوئی اس روپیہ کو نہیں حصین سکتا ان لوگوں کو نسا و پراؤ دیکھ کر بنی ازد کے سردار صبرہ بن شیمان حدلی نے اپنے لوگوں سے کہا اے بنی ازد و بنی ہلال ہمارے بھائی اور پردوسی ہیں اور دشمنوں کے مقابلے میں ہمارے یار مددگار اس رقم میں سے تم کو جو کچھ ملے گا تنخواہ ہی ہے تمہارے حق میں اس مال سے زیادہ مفید خود تمہارے بھائی ہیں رہنا اتنی ہی ذلیل بات کے لیے جھگڑا نہ سول لو صبرہ کی اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ سب اہل نصیرہ واپس چلے آئے۔ مگر بنی قریظہ اندازے رہے۔ آنحضرتؐ نے ان کو بھی روکا روز انھوں نے نہ مانا۔ مگر انجام یہ ہوا کہ اور لوگ پہنچ میں آگئے اور ابن عباسؓ وہ ساری رقم لے کر بہ اطمینان

کہ غلطی میں پہنچ گئے۔ مگر افسوس قبل اس کے کہ حضرت علیؓ اس مارے میں کوئی کارروائی کریں، ارشاد مبارک ہو کہ عبد الرحمن بن ملجم کے حربے نے آپؐ کی زندگی کی منور شمع ہی گل کر دی۔ اور سارا عالم اسلام تیرہ و تار ہو گیا۔

حضرت علیؓ کی شہادت۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالم محمد مصطفیٰؐ کی زندگی میں ایک بار حضرت علیؓ ایسے بیمار ہوئے کہ حالت نازک ہوئی۔ ابو بکرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں بھی جا بیٹھا۔ اتنے میں خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور آپؐ کے چہرے دیکھنے لگے ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ تو بچتے نہیں نظر آتے، کہا نہیں یہ بھی نہیں ہے جب تک رنج و غصے سے بھر نہ جائیں گے وفات نہ ہوگی۔ اور بیمار ہو کر نہیں مریں گے بلکہ مارے جائیں گے چنانچہ خدا نے اس مرض سے شفا دیدی۔

حضرت انسؓ کی شہادت۔

آپؐ کو بھی اپنے مارے جانے کی اطلاع تھی اپنی ڈاڑھی اور اپنے سر مبارک کی طرف اشارہ کرتے فرمایا کرتے تھے میں جو شقی ترین شخص ہے اس کو اس سے کون روک سکتا ہے کہ ان دونوں کو خون اگو کرے۔ آخر مسلمانوں کی بے پسی کی وہ ناقابل برداشت گھڑی جس کی طرف اشارے ہوتے رہے تھے سر اٹھی۔

خود آپؐ اپنے احوال سے آگاہ تھے۔

اس مرتبہ رمضان میں آپؐ کا مہول تھا کہ ایک ات آپؐ حضرت حسنؓ کے ساتھ کھانا تناول فرماتے یا ایک ات حضرت حسینؓ کے ساتھ اور ایک ات ابن جعفر علیار کے ساتھ تین لقموں سے زیادہ نوش نہ فرماتے اور جب کوئی زیادہ کھانے پر اصرار کرتا تو ارشاد ہوتا۔ چاہتا ہوں کہ جس وقت مرنے کا حکم آئے میرا پیٹ پچکا ہوا ہو اور اس کے لیے اب وہ ہی ایک راتیں تو رہ گئی ہیں چنانچہ اسی ارشاد کے بعد ایک شب کورات ختم ہونے سے پہلے ہی آپؐ پر وہ سفاکانہ حربہ ہو گیا۔

شبائے شہادت۔

حضرت حسنؓ اس روز تڑپ کے اٹھے پھر بزرگوار کو دیکھا کہ گھر کے اندر والی مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں سلام پھیر کر آپؐ نے صاحب زادے کی صورت دیکھی تو فرمایا بیٹا میں نے آج کی رات گھر والوں کو جو جگاتے بسکے سے اس لیے کہ شب جمعہ ہے اور عیاذی کی رو بہ صبح۔ اسی درمیان میں ایک بار میری آنکھ لگی تو کیا دیکھتا ہوں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کی امت میرے ساتھ کیسی گھبرائی ہوئی اور

دشمنوں سے پیش آئی۔ سرایا تو پھر ان لوگوں کے حق میں بددعا کر دیں۔ انہوں نے فوراً بددعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا مانگی کہ "خداوند! مجھے ان لوگوں سے اپنے آپ سے آدمی دے۔ اور ان کو مجھ سے بدتر حاکم دے۔ دعا مانگتے ہی آنکھ کھل گئی۔ یہ فرمایا رہے تھے کہ مؤذن ابن نباج نے اگر مسجد میں صبح کی اذان دی اور آپ فوراً اٹھ کے مسجد کی طرف چلے اور حضرت حسنؑ آپ کے پیچھے ہو لیے۔

ابھی گھر کے حصن ہی میں تھے کہ بلوں نے جو پٹی ہوئی تھیں آپ کو گھیر لیا اور شور مچانے لگیں۔ لوگ ان کو مار مار کے ہٹکانے لگے مگر آپ نے فرمایا "اے خداوند! تو روئے والیاں ہیں۔" یہ فرمانے کے بعد آگے بڑھے اور دروازے سے قدم نکالا ہی تھا کہ سردارک پارتین بلجم کی سم آواز تلواریں۔

ابن بلجم کا واقعہ یہ ہے کہ ان دنوں جبکہ حضرت علیؑ کے ہمراہیوں میں تفرقہ پڑا ہوا تھا کوئی آپ کا طرفدار تھا اور کوئی آپ کا دشمن۔ خوارج آپ اور متاویہ دونوں کو برا سمجھتے تھے۔ جان پر کھیل کھیل کے آپ سے لڑتے اور مارے جاتے تھے۔ اور کوفے والوں میں اندر ہی اندر روز چڑچڑاہٹ پکارتی تھیں۔ تین شخص سو عمرج میں حلیم کعبہ کے اندر ایک صحبت میں جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک عبدالرحمن ابن بلجم تھا جو مصر کا رہنے والا تھا۔ دوسرا برک بن عبداللہ صحری تھا۔ اس شخص کا نام جن راویوں کے نزدیک حجاج تھا اور تیسرا عمرو بن بکر تھیں۔ سعدی۔ یہ تینوں خارجی العقیدہ اور حضرت علیؑ و متاویہ دونوں کے جانی دشمن تھے۔ یہ تینوں آپس میں ملے ہی اپنے ہم خیالوں کے مارے جانے پڑے۔ لوگوں کی حالت پر تاسف۔ اور والیوں اور حاکموں کے طرز عمل پر اعتراض کرنے لگے۔ پھر کشکان نہر دان کا ذکر چھیڑا جن کے لیے تینوں نے دعائے رحمت و مغفرت کی۔ اور حیرت کے ساتھ کہا "ایسے لوگوں کے بعد کچھ ہی کے کیا کریں گے؟ کاش ہم اپنی جانوں کو خدا کی راہ میں بیچ ڈالتے۔ اور اس عہد کے گمراہ اماہوں کو قتل کر کے بلاد اسلام کو ان کے شر اور ان کی آفت و مصیبت سے نجات دلا دیتے۔" یہ سنتے ہی ابن بلجم بولا "تو ملی کا کام تمام کر دینے کو میں اپنے ذمے لیتا ہوں۔" برک نے کہا "اور میں معاویہ کے قتل کرنے کا ذمہ دار ہوں۔" عمرو بن بکر نے کہا "تو پھر عمرو بن عاص کا قتل کرنا میرے ذمے ہے۔" یہ سنا کہ تھوڑی ہی صحبت میں قرار پائیں اور سب نے باہم عہد و پیمان کیا کہ عہد بھی تو کریں گے۔ جس کا قتل کرنا اپنے ذمے لیا ہے بے اُس کے قتل

بلوں کا کہنا۔

ابن بلجم۔

میں سادھی۔

تینوں کے

مشاورت سے

کیے چہن زلیں گے۔ اور اپنی جانیں اسی خوشی کی نذر کر دیں گے۔

بعد ازاں مینوں نے اپنی تلواروں کو زہر میں بھجھوایا۔ اپنا کام پورا کرنے کے لیے رمضان کی تاریخ مقرر کی۔ اور اپنی اپنی خوفناک خدمت انجام دینے کے لیے چل کھڑے ہوئے۔ ابن ابی جہر اسی قصد سے کوفے میں آیا جہاں ابھی اس کے بہت سے ہم خیال موجود تھے۔ ان اجال سے لگا کر اپنے ارادے کو کسی پر ظاہر نہ کیا۔

ابن ابی جہر

ایک دن نبی شیم الرباب کے چند دوستوں میں بیٹھا ہوا تھا جس قبیلے کے کئی شخص حضرت علیؑ کے مقابلے میں نہروان میں مارے گئے تھے۔ ان لوگوں نے حسرت کے بہے میں ان مقتولین کا ذکر کیا۔ اتفاقاً قطام نامہ ایک عورت بھی وہاں تھی جس کے باپ اور بھائی دونوں نہروان میں مارے گئے تھے۔ قطام شکل و صورت کی اچھی تھی۔ لہذا جو شخص ابن ابی جہر اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اور اسی وقت نکاح کا پیام دیا۔ اس نے کہا "نہایت میرا کجا بد ٹھنڈا کر دے گا۔ تم سے نکاح نہ کروں گی؟" پوچھا "تھکا دیکھو تم سے ٹھنڈا ہو گا؟" کہا "تین ہزار کامرو۔" ایک غلام ہو گا ایک خوش کھلو بوڈی دو۔ اور علیؑ کو قتل کرو۔" ابن ابی جہر نے کہا "امید ہے کہ تم علیؑ کے قتل کرنے کی شرط نکال ڈالو گی؟" قطام بولی نہیں۔ یہ شرط تو سب سے مقدم ہے۔ اس کا بقیہ خصوصیت کے پیدار کرو۔ اگر کامیاب ہو گئے تو اسے اور میرے دونوں دلوں کو ٹھنڈا کر کے میرے ساتھ مرنے کا ڈانڈو گے۔ اور اگر اس خوشی میں مارے گئے تو خدا کے پاس جوار جڑے گا وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔"

قطام

ابن ابی جہر نے اس سیدہ روزگار و سنگدل عورت پر اپنا راز کھولا۔ اور کہا۔ میں تو خدا کی قسم علیؑ کے قتل کرنے ہی کا ارادہ کر کے یہاں آیا ہوں۔ تمہارا سوال پورا کرنا تو میرا ذاتی فرض ہے۔ قطام نے اس پر خوش ہو کر کہا تو پھر میں چند ایسے لوگوں کو بلواتی ہوں جو اس کام میں تم کو مدد دیں اور تمہاری پشت پناہی کریں۔ یہ کہہ کر اس نے نہروان نامہ اپنے قبیلے کے ایک شخص کو بلایا اور ابن ابی جہر کا ساتھ دینے پر ابھارا۔ اس نے فوراً ابن ابی جہر کی لافقت قبول کر لی۔

ابن ابی جہر کے
مہینہ وافر

اس کے ایک ابن ابی جہر بنی شیم کے ایک شخص شہید بن بجرہ سے ملا اور پوچھا تمہیں شرف دنیا و آخرت حاصل کرنے کا موقع ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ مگر کس طرح؟ کہا "علیؑ کو قتل کر کے شہید بولا۔ تجھ پر تیری ماں میں کرے۔ یہ بھلا کیسے بن پڑے گا؟ تو نے تو بڑی سخت اور اہم بات کہی۔" ابن ابی جہر بولا۔ ہم مسجد میں جا کر چپ ہیں گے۔ اور جیسے علیؑ صبح کی نماز

کے بیٹکیں گے فوراً حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دیں گے۔ اگر زندہ بچ گئے تو اپنے دل
ٹھنڈے کریں گے اور مارے گئے تو ثواب آخرت پائیں گے، شہید بننے کو علیؑ کے
سوا اور کسی کی نسبت یہ ارادہ ہوتا تو آسمان ہوتا۔ اگر ان کے متعلق یہ کام مجھے دشوار نظر آتا ہے
تو جانتے ہو کہ علیؑ ہی پہلے ایمان لائے۔ ان کے فضائل کیسے کیسے ہیں اور اسلام میں یہی سب
مستحبتیں جھیل کر انھوں نے کتنے کتنے بڑے کام کیے ہیں۔ میرا دل تو ان کے قتل کرنے کو
نہیں قبول کرتا، ابن ابی الجہم بولا، اور کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تھروان کے دن انھوں نے خدا
کے کیسے کیسے بندوں کو قتل کیا؟ شہید کیا بولا، ہاں جانتا ہوں، ابن ابی الجہم نے کہا تو اپنے
انھیں درستوں کے انتقام میں ہم علیؑ کو قتل کریں گے، یہ آخری خیال سن کر شہید نے
ابن ابی الجہم کی رفاقت قبول کر لی۔

شہید غلوہ۔

اب وہی بے ادب رمضان کی مقررہ رات آئی۔ صبح کو جب سہ تھا جس وقت تینوں ہم
عہدہ والوں نے علیؑ سے ایہ اور ابن ابی جراح کے قتل کرنے کا عہد و پیمان کیا تھا ابن ابی الجہم نے
اپنی زہر آلود تلوار لی شہید اور دوران بھی تلواریں باندھ کر اُس کے ساتھ ہوئے۔ اور تڑپ کے
منہ اندھیرے اُس دلیر کے سامنے جا کر بیٹھ گئے جس میں سے حضرت علیؑ برآمد ہوئے واسطے
اتنے میں حضرت علیؑ یہ فرماتے ہوئے تھے: کو کو غارِ نازناں! ساتھ ہی شہید نے بڑھ کے

حملہ آور حربہ۔

تلوار ماری جو دوران بے کے بازو پر پڑی۔ اس کے بعد ہی ابن ابی الجہم کی تلوار آپؑ کی کینٹی پر
پڑی جو دماغ کے اندر تک کاٹ گئی۔ حربہ کرتے ہی ابن ابی الجہم نے چلا کے کہا علیؑ حکم خدا کیلئے
ہے نہ تمھارے اور تمھارے دوستوں کے لیے، دوران کو حربہ کرنے کی ہمت نہ پڑی بھاگتا
اور سیدھا اپنے گھر میں جا کے دم لیا، گروہاں اُس کا کوئی عزیز نہ گیا، اُس نے گھبراہٹ کا سبب
پوچھا تو دوران نے اُس حقیقت بیان کر دی۔ اُس کی اس حرکت پر ایسے اس عزیز کیسا طیش آیا کہ
اسی وقت گھر جا کے اپنی تلوار لایا اور اسے مار ڈالا۔

شہید بھی تڑپ کے اندھیرے میں بھاگا۔ ساتھ ہی لوگوں نے غل مچایا کہ لینا لینا! ”
توحید نام ایک حضور کوئی شخص اس کے پیچھے دوڑا اور دو قدم میں اس کے سر پر جا چڑھا۔ تلوار
چھین لی۔ اور اسے بے حساب بٹھا۔ اس نے بین اور نوک قریب پہنچ گئے حضرت سہمی نے اس
اندھیرے کے قاتل کی تلوار میرے ہاتھ میں ہے علیؑ نے حملہ کرنے کا شبہ مجھ ہی پر نہ عالمہ نہ چائے
تلوار چھینیک دی اور اُسے چھوڑ کے بھاگا اور شہید بے ہوش ہونے کے باعث اندھیرے سے

و اس میں لوگوں کے ہجوم میں سے ہو کر نکل گیا۔
ابن ابی بکر کی تلوار حضرت علیؓ پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا دیکھو یہ شخص نیچے کے نہ نکل جائے۔
اس کے ہاتھ ہی لوگوں نے اس کے گھیر کے پکڑ لیا اس کے گرفتار ہو جانے کے بعد حضرت علیؓ
کے گھر میں آپؐ شریف لے گئے اور آپؐ کے بھانجے یعنی آپؐ کی ہمیشہ امر مانی کے فرزند جتھہ
بن بہرہ نے مسجد میں نماز پڑھائی۔

ابن ابی بکر کی

بعد ازاں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "اس شخص (ابن ابی بکر) کو میرے سامنے لاؤ" جب وہ
اس کے سامنے کھڑا کیا گیا تو اس سے فرمایا "اوشمن خدا کی امان کے تیرے ساتھ بھلائی نہیں کی تھی؟"
اس نے قبول کیا کہ "ہاں کی تھی" پوچھا تو پھر تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ کہہ "میں نے اپنی
تلوار پر برابر چالیس دن تک بارگاہ بھی اور خدا سے دعا کی کہ اس کی مخلوق کا بدترین شخص اس سے
مارا جائے" ارشاد ہوا تو معلوم ہوتا ہے تو اسی تلوار سے مارا جائے گا کیونکہ بدترین مخلوق اللہ
تواری ہے۔

اس میں اور
حضرت علیؓ کی یہ
سنائی جواب۔

اب آپؐ نے فرمایا "ایک جان کے عوض میں ایک ہی جان لی جائے اگر میں جاؤں
تو اس شخص کو قتل کرنا اور اسی طرح جس طرح اس نے مجھے مارا ہے اور اگر میں زندہ بچا تو جو
مناسب نظر آئے گا کروں گا۔" پھر ارشاد ہوا "اے عبد المطلب کے گھرانے والو! یہ نہ ہو کہ
ایسے اللہ میں کے بارو اے جانے کے خیال سے تم مسلمانوں میں غریزی کرنے لگو
بجز میرے قاتل کے اور کسی کو نہ قتل کرنا۔ اے حسنؓ دیکھو اگر میں اسی جانب کے اثر سے
مر جاؤں تو اس شخص کو بھی ایک ہی وار میں قتل کرنا اور اسی وار سے جو اس نے مجھ پر کیا ہے
اس کا ناک کان نہ کاٹنا میں نے رسولی اصنام کو یہ فرماتے سنا ہے کہ چاہے باؤلا کتا ہی کیوں
نہ ہو اس کو مشابہ نہ کرو۔"

کچھ دیکھیں۔

آپؐ یہ دیکھتے ہی فرما رہے تھے ابن ابی بکر سامنے بندھا کھڑا تھا اور اس کی شکلیں کسی بوجھ میں
آپؐ کی صاحب زادی حضرت ام کلثومؓ نے غصہ کے ساتھ اس سے کہا "اوشمن خدا!
اسید ہے کہ اباجان اچھے ہو جائیں گے اور گھنائے میں گنجت تو ہی رہے گا" بولا تو پھر
روٹی کیوں ہو؟ میری تلوار خدا کی قسم وہ ہے جو میں نے ہزار وار ہم کو بولی تھی۔ اور اس کے
ہزار وار کھڑی کر کے نہ رہیں بھوایا ہے یہ دارا کر کسی شہر کے سارے آدمیوں پر پڑ جاتا تو سب
ٹھنڈا کر دیتا اور ان میں سے ایک بھی نہ بچتا۔

ابن ابی بکر حضرت
ام کلثومؓ کی شکایت

مختار بن حنفیہ
بارہ سال
ان کا شمار شاہ
کے میں ہے

فرزندوں کو
وصیت

اس نے میں جناب بن عبد اللہ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا خدا کرے کہ
آپ ہمارے ہاتھ سے جائیں لیکن اگر آپ نہ ہوں تو تم آپ کے صاحبزادے حضرت
حسنؑ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ فرمایا میں تمہیں اس کا شک کم دیتا ہوں اور تمہیں اس سے
منہ کرتا ہوں۔ تم خود صاحب قتل ہو۔

اب آپ نے دونوں فرزندوں حسنؑ اور حسینؑ کو سامنے بلایا اور فرمایا تم کو یہ وصیت ہے
کہ تم اہل بیت کے لئے رہنا۔ دنیا کی ہوس نہ کرنا۔ چاہے وہ تم کو ہی کیوں نہ دے اس
چیز پر زور دنا جو تمہارے پاس سے ٹپ گئی۔ سچ بولنا۔ پیغمبر پر اس کھانا نقصان اٹھانے والے
کی مدد کرنا۔ شگستہ حال کی کار برآزی کرنا۔ ظالم کے شکنجہ رہنا۔ اور مظلوم کے مددگار۔ جو کچھ
کتاب اللہ میں ہے اس پر عمل کرنا اور خدا کے معاملے میں کسی کے رُکنے کی پروا نہ کرنا۔

پھر آپ نے اپنے فرزند محترم بن خنیفہ کی طرف دیکھا اور فرمایا تمہارے دونوں بھائیوں
کو جو میں نے نصیحتیں کی ہیں ان کو تم بھی یاد کر لو۔ عرض کیا میں نے یاد کر لیا ارشاد ہوا ہاں
انہیں کی سب نصیحتیں میں تم کو بھی کرتا ہوں۔ اور یاد رکھو کہ تم اپنے دونوں بڑے بھائیوں کا بہت
زیادہ احترام کرنا۔ تم پر ان دونوں کا حق ہے۔ تم ان کے معاملے کو رونق دینا۔ اور کوئی امر
ان کے خلاف نہ کرنا۔ اسی سلسلہ میں حضرات ستین سے فرمایا میں تم کو بھی اپنے اس فرزند
کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔ اور
تم جانتے ہو کہ تمہارے باپ کو اس سے محبت تھی۔

اس کے بعد آپ نے پیغمبر حضرت حسنؑ کی طرف توجہ فرمائی اور کہا بیٹا میں تمہیں وصیت
کرتا ہوں کہ تم اہل بیت سے بچنا۔ نماز کو وقت پر اور زکوٰۃ کو اس کے محل پر ادا کرنا۔ وضو اور چھ پرہیز کرنا۔
کیونکہ بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی۔ یہ بھی میری وصیت ہے کہ لوگوں کے قصود کو معاف کرنا۔
غصہ کو مارنا۔ تعلقات قربت کو شک نہ کرنا۔ جاہل کے برتاؤ میں برہماری نہ ظاہر کرنا۔ دین میں
سمجھ کے کام کرنا۔ معاملات میں استقلال کو کھانا۔ ملاوت قرآن کی پابندی کرنا۔ پڑوسی کے ساتھ
اچھا سلوک کرنا۔ اچھی باتوں کا لوگوں کو حکم دینا۔ بری باتوں سے روکنا۔ اور دشمن سے احتراز کرنا۔
پھر اس کے بعد آپ نے اپنی وصیتوں کو ختم بھی فرمادیا۔

حالت نازک
ہوئی تھی۔

مگر ساعت ہر ساعت حالت نازک ہوتی تھی اور زہر دماغ و قلب پر اثر کرتا جاتا تھا۔ اس لئے
لوگوں کو امید تھی کہ آپ اچھے ہو جائیں گے مگر آخر میں یاس ہوئی۔ اس پر رضائے جنت کی

وفات -

صبح کو وار ہوا تھا اس دن اس کے بعد ہفتہ کی رات اور دن میں آپ نذرہ سے اتوار یعنی ۱۹ رمضان کی شب کو روح پُرفتن و قفسِ غصری سے پرواز کر گئی اور دم نکھلنے کی گھڑی تک برابر کلمہ لا اِلهَ اِلَّا اللہ زبان پر تھا اور جس خدا کے ذوالجلال کے پاس تشریف لیئے جاتے تھے اس کی یاد میں تر زبان تھے فیضِ لوگ انتقال کی تاریخ ۲۱ رمضان کی شب بتاتے ہیں۔ جیسا کہ فی الحال مشہور ہے۔ وفات کے بعد حضرت حسن اور حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر نے آپؐ غسل دیا۔ کفن میں تین کپڑے دیے جن میں تمیں رہا تھا حضرت حسنؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں سات تکبیریں کیں۔

تجوید پختہ

شہادت کے بعد آپؐ مسجد جامع میں دفن کئے گئے، بعض ارباب میر نے یہ بھی کہا ہے کہ آپؐ قصرِ امارت میں دفن کئے گئے، بعضوں نے اس کے علاوہ اور کچھ بیان کیا ہے مگر زیادہ صیح یہی ہے کہ آپؐ کی تربت اُسی جگہ (نجف اشرف) ہے جہاں لوگ زیارت کے لیئے جاتے ہیں۔ اور اس سے بکرت کے طالب ہوتے ہیں۔

قتل بن ہجم

آپؐ کی وفات کے بعد حضرت بنی رضی اللہ عنہ نے بن ہجم کو سامنے بلوایا تاکہ بدر بزرگوار کی وصیت کے مطابق اس پر قصاص جاری کریں اس نے کہا میں نے خدا کی قسم یہ کہہ کے پاس اکھڑے ہو کر عہد کیا تھا کہ جب تک علیؑ اور معاویہ کو قتل کر لوں گا اور کوئی کام نہ کر دوں گا اس سے آپؐ امانتہ کر سکتے ہیں کہ میں اپنے قول کا کتنا سچا ہوں میری اس خصلت کا لحاظ کر کے اگر آپؐ پسند کریں تو مجھے معاویہ کے قتل کرنے سے ٹپھوڑ دیں۔ اور میں خدا کو درسیان کر دوں گا آپؐ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر معاویہ کو قتل کر سکا تو وہیں آکر اپنا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں دے دوں گا آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم تو جب تک آتش و دوزخ کو نہ دیکھ لے گا نہ چھوڑے گا یہ فرما کے آپؐ اس کو آگے بڑھوایا اور ایک ہی رات میں قتل کر ڈالا جس کے بعد لوگوں نے اس کی لاش کو چٹائیوں میں پھیلت کے جلادیا۔

مریثہ -

ابو الاسود دہلی اور بکر بن حسان باہمی نے حضرت علیؑ کے مریثہ میں پراثر نکلیں کہیں اور خوارج بنی مراد کو بن ہجم کے کام پر نعرہ نواز تھا اور اس کے اس کام کو اپنے قبیلے کے فضائل اور کارناموں میں شامل کرتے۔

اسی سلسلہ میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بکر بن ہجم نے دونوں عہد کرنے والوں کا مال بھی بیان کر دیا جنہوں نے معاویہ اور عمر بن عباس کے قتل کرنے کو اپنے ذمے لیا تھا۔

برک کا مسئلہ
متحدہ ہے۔

اسی، اور رمضان کو برک بن عبد اللہ معاویہ کے قتل کرنے کے لیے اُن کی تاک میں جا بیٹھا۔ اور جیسے ہی وہ صبح کی نماز کے لیے گھر سے نکلے تو اسی جوان کے سر پر پڑ گیا اور وہ فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ برک بولا "میرے پاس آپ کے لیے ایک خوشخبری بھی ہے۔ اگر وہ غزوہ مناؤں تو مجھے کچھ نفع ہو سکتا ہے؟" حضرت معاویہ نے کہا "اں مل سکتا ہے۔" برک بولا "تو نیسے میرے ایک بھائی نے آج ہی رات کو اسی وقت علیؑ کو مار ڈالا؟" معاویہ نے کہا "ممكن ہے کہ اس سے ذہن پڑا ہو؟" کہا "یہ ممکن نہیں۔ اس لیے کوئی اس کے دروازے پر کوئی دربان نہیں ہے کہ انھیں بچائے۔"

اُن کے زخم کا
علاج۔

پھر جناب معاویہ نے اپنے طبیب سعدی کو بلوا کے زخم دکھایا۔ اُس نے کہا "دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کیجیے۔ یا تو میں لوہا گرم کر کے آپ کے زخم کو لوہوں یا آپ کو ایک ایسی دوا پلاؤں جس سے آپ میں آئندہ اولاد پیدا ہونے کی صلاحیت نہ باقی رہے گی۔ مگر اں آپ چھپے ضرور ہو جائیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ زخم زہر تو دلوں کا ہے۔ معاویہ نے کہا "اُغنا تو مجھ سے بڑا شہرت نہ ہو سکے گا۔" ہا اولاد نہ ہونا تو یہ دو بیٹے زیادہ عیب سا لگتا ہے۔ اگلے دن اُنھوں نے اُس کے لیے کھانی میں طبیب نے وہ دوا پلائی جس سے زخم اچھا ہو گیا۔ مگر جیسا طبیب نے کہہ دیا تھا پھر آپ کے کوئی اولاد نہیں پیدا ہوئی۔

معاویہ کے
انتظامات
حفاظت۔

اس واقعہ کے بعد سے جناب معاویہ نے حکم دیا کہ مسجدوں میں مقصورے بنائیں جائیں۔ راتوں کو مکان پر پہرہ رہے اور جس وقت وہ نماز پڑھیں اور مسجد سے میں ہوں کو تو اُن اور پر تلوار

۱۔ صدر اول میں نماز کی امامت خود خلیفہ وقت اپنی ذات سے کرتا تھا اور مختلف مالک اسلام میں اس کے نائبین جو حکام مقامی ہوتے تھے امامت کرتے تھے۔ جناب بخاری نے مسجد میں اُن کے لیے مقام مقصورہ مقرر کیا جس میں بغیر اپنی اجازت کے دوسرا شخص داخل نہیں ہو سکتا تھا اور اس کو مقصورہ کہتے خلیفہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں جب عمر بن عبد العزیز امیر مدینہ منورہ نے خلیفہ کے حکم سے مسجد نبویؐ از سر نو تعمیر کرائی تو قبلہ کی جہت میں امام کے لیے محراب بنوائی اور اسی وقت سے آج تک مسجدوں میں محراب بنانے کا رواج ہو گیا جیسا کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاوائل وغیرہ میں لکھا ہے۔ عربی لغات میں مقصورہ اور محراب دونوں کا ترجمہ مقام امام کہا گیا ہے لیکن دونوں میں فرق ہے مقصورہ وہ مقام ہے جہاں حاکم یا امام مسجد میں ٹھہرا کرتا ہے محراب وہ مقام ہے جہاں امام جماعت کے وقت آگے ہو کر نماز پڑھتا ہے۔

کھینچنے کھڑا رہے چنانچہ کہتے ہیں کہ دول اسلام میں ان چیزوں کو پہلے پہل متعارف ہی نہ
ایجا کر گیا۔ آپ پر حملہ کرنے والے ترک کے انجام کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے
حکم سے قتل کیا گیا اور بعض اہل روایت کا یہ بیان ہے کہ آپ نے اس کے ہاتھ پاؤں کو
زندہ چھوڑ دیا تھا تاکہ عبرت روزگار رہے چنانچہ وہ مصر کے میں ایک مدت دراز تک زندہ رہا۔ اور
اس کے اولاد بھی ہوئی مگر زیادہ نے انہیں کی مخالفت کے زمانہ میں اس کی یہ حالت دیکھ کر ایک دن
اس کے گناہ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا کہ تیرے اولاد ہوا اور امیر المؤمنین اس نعمت سے محروم
رہیں اور یہ کہتے ہی اسے مصلوب کر کے مار ڈالا۔

برک کا نام

عمر بن عاص کو یہ واقعہ پیش آیا کہ اسی ۷۷ھ میں رمضان کو عمرو بن کبران کی تاک میں بیٹھا تھا
سے اس رات کو انہیں کچھ سو گھنٹہ کی شکایت تھی خود نماز کے لیے نہیں برآمد ہوئے بلکہ کو تو ال مصر
خارجہ بن ابی حمیدہ کو حکم دیا کہ آج تم نماز پڑھا دو۔ خارجہ جیسے ہی نکلے اپنی بکری نے گوار کے ایک ہی
وار سے ان کا کام تمام کر دیا۔ فوراً لوگوں نے اسے گھیر کے پکڑ لیا اور عمرو بن عاص کے سامنے
لائے۔ سب نے ان سے پوچھا کہ یہ کس کی شکایت ہے؟ خارجی نے جواب دیا کہ کبران کی اور پوچھا کہ کون صاحب
ہیں؟ لوگوں نے کہا امیر مصر عمرو بن عاص۔ پریشان ہو کر پوچھے لگا تو پھر میں نے اسے قتل کیا؟
کہا گیا کہ یہاں کے کو تو ال خارجہ کو یہ سننے ہی ابن کبران نے نہایت غصے اور عیش کے ساتھ جواب
عمر بن عاص سے کہا اوفاسق میں نے تو اسے یہ سمجھ کے قتل کیا تھا کہ تو ہے ابن عاص؟
ہاں۔ تو نے میرے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر خدا کو منظور یہ تھا کہ خارجہ مارا جائے۔ یہ کہنے
کے بعد عمرو بن عاص نے اس خارجی کو قتل کرا ڈالا۔

ابن عاص کا
خونگشتی کا
نکلا جاتا ہے۔

پندرہویں فصل

حضرت علیؑ کے حالات اور خصائل و فضائل

نسب اور خاندان - غازیہ کنیز اور ولادت - ابو طالب کے ایمان لانے میں اختلاف -
 تاریخ ولادت - سب سے پہلے ایمان لانے والی کنیز پرستی کی بستر رسالت پر بیٹھا۔ ورنہ دیرینہ
 حضرت فاطمہؑ کے ساتھ نکاح پہنچ گئی۔ ابو الحسن - دربار نبوت کا خطاب ابو تراب - مودعہ
 نکاح کا ارادہ - از حضور رسالت کی ناراضی - آپؑ عشاء شریفہ میں ہیں۔ رسالت کی رفاقت اور
 شجاعت - غازیہ کنیز کو کہیں نہ تھے۔ فتح منیر حضرت رسولؐ کے بھائی اہل بیت کے
 کون لوگ مراد ہیں۔ واقعہ غدیر حضور رسالت کو آپؑ سے یہ محبت تھی۔ آپؑ کی اخصیاست -
 باب علم - بتلی باب - آپؑ کی شان میں آیتیں اور حدیثیں - آپؑ کا علم رعاۃ نبوی کی برکت
 تھا۔ سند ہجری آپؑ ہی کے شور سے جاری ہوا۔ حکم نحو کی ایجاد - آپؑ کی شاعری ناچکی
 فصاحت - موعظہ انصاری - زہد و عبادت اور حق قرآن - کلمہ - اتقاء صغیر آدمی سے محاسبہ -
 تقسیم مال میں عدالت - بیت المال میں سے کچھ نہ لیتے تھے - حیرت انگیز اتقاء - سقر اہل ان -
 عدالت گیسری - اپنے لیے کوئی مکان نہیں بنایا - غنا و لباس میں اعتدال - اپنا بوجہ کسی پر
 نہ ڈالنا - بیت المال کی حفاظت - ساری دنیا سے بڑے تنہی حضرت عمرؓ کا خیال آپؑ کی
 نسبت - آپؑ کیسے رقتا چاہتے تھے۔ شب شہادت کی فضیلتیں - جہاد میں فرشتے و دروں
 بازوؤں پر رہتے۔ بیت المال میں کچھ نہ چھوڑا۔ آپؑ کی جہت کی ترویج - متن شریف
 و زمانہ خلافت - جلیقہ مبارک - بیویاں اور اولاد - از عراج و اولاد کا شمار - اکثری کا نقش -

نسب خاندان

آپؑ محترم خاندان نبی اکرمؐ کے نامور رکن اور حضرت رسولؐ خدا صلعم کے چچا کے بیٹے تھے۔
 آپؑ کے والد ابو طالب جن کا اصلی نام عبد مناف تھا اور حضور رسالتؐ کا چچا کے والد ماجد عبد
 مودوں عبد المطلب کے بیٹے اور سگے بھائی تھے آپؑ کی والدہ محترمہ فاطمہؑ بی بی خاصہ اشمیہ اور
 ابن ابی اظم کی بیٹی تھیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اشمی غلیفہ جو ماں اپنے بچے کو
 سے اشمی تھے حضرت علیؑ ہی تھے۔ ابو طالب نے عبد المطلب کی وفات کے بعد حضرت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اپنے ذمے لی تھی۔ اور آغاز عہد نبوت میں وہی آپ کے مربی کوفیل اور کنار کے مقابلے میں سینہ سپر رہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن ہی میں ابو طالب کی بعض مجبوریوں کے باعث اپنے آغوش میں لے لیا تھا۔ لہذا یوں کہنا چاہیے کہ جناب علیؓ رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی بھی تھے اور فرزند بھی تھے۔

علامہ مسعودی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی ولادت خاص خانہ کعبہ کے اندر ہوئی جس پر ایک فارسی شاعر نے خیال آفرینی کی اور خوب کہا ہے کہ

فرزندِ نبی خدا شد باوختِ رسولِ خدا شد

خانہ کعبہ میں ولادت۔

یعنی خدا کے گھر بنایا ہوا۔ رسول کی بیٹی سے سیالیا گیا۔

ابو طالب اگرچہ ہر طرح حضرت رسول اکرمؐ کے محافظ و معاون تھے۔ اور یہی ہے کہ نبوت نے انھیں کے آغوش میں نشوونما پایا مگر ان کے ایمان لانے میں اختلاف ہے۔ اہل سنت کے محقق محمد بن ابراہیم اور ابن کثیر کا غالب کردہ قائل ہے کہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت چاہا مگر وہ ایمان نہ لائے۔ اور آخر وقت تک یہی کہا کہ میں اپنے آباؤ اجداد کے دین پر ہوں۔ مگر شیعوں کا عقوٰد اور علمائے اہل سنت میں سے بھی بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ انھوں نے نفسِ امارت سے پیشتر دینِ اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن اس پر سب کو اتفاق ہے کہ حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ فاطمہ زہراؓ ایمان لائیں۔ اور ہجرت مدینہ سے بھی شریک رہیں۔

ابو طالب کے ایمان لانے میں اختلاف

حضرت علیؓ کی تاریخ ولادت اہل یہ نے نہیں بتائی لیکن اس سے ایک حد تک عمر شریف کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ریشہ محمدی کے وقت جبکہ حضرت رسالت کا سن چالیس سپس کا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایات اطہر بانویاؤں سال کے یا اس سے کم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائے۔ اکثر لوگ پہلا ایمان لانے والا حضرت صدیق اکبرؓ کو بتاتے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ حضور رسالت پر جاؤں قریب قریب ایک ہی وقت ایمان لائے۔ آپ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ آپ کے ابن عم حضرت علیؓ۔ آپ کے غلام زید بن حارثہؓ اور آپ کے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ واقعات کے لحاظ سے یہ قیاس بہت صحیح معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ کی بیوی ایمان لائیں۔ پھر زید بن حارثہؓ ان کے بعد حضرت علیؓ اور بعد ازاں حضرت صدیق اکبرؓ ایمان لائے۔ چونکہ غیروں اور سنی رسیدہ صاحبِ رشد و شعور عالم مکہ میں پہلے ایمان لانے والے صدیق ہی تھے اور بیوی غلام اور زناہن فرزند کا ایمان لانا معمولی امر تھا

تاریخ ولادت۔

سب سے پہلے ایمان لانے والے

اس لیے اکابر سلف نے اولیت کا تاج حضرت خلیفہ اول کو چھادیا مگر یہ اولیت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مہوش ہوجانے کے بعد ایمان لانے کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ مختلف روایتیں بتا رہی ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے آثار و کچھ کر اس سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔

بچپن میں ایمان لانے کی یہ برکت تھی کہ حضرت علیؓ نے کبھی کسی نبی کے آگے سر نہ جھکایا اور نہ کسی بنگلہ سے میں جا کے پوجا کی۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے جو روشندل سے عاجز کر کے کو خیر باد کہی ہے۔ حضرت علیؓ کی عمر تقریباً اٹھارہ برس کی تھی۔ آپ ان کو اپنے بچپن سے پہچان گئے جن کو کوس کی امانتیں آپ کے پاس تھیں ان کو حضرت علیؓ کے سپرد کیا اور ہدایت فرمائی کہ وہ امانتیں جن کی ہیں ان کو واپس فرما کے یا جس کسی کو کوئی پیام پہنچانا ہو اسے وہ پیام پہنچانے کے بدلے میں ملے آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا ہی میں تھے کہ حضرت علیؓ نہایت تکلیف و مشقت کے ساتھ پایادہ سفر کر کے آپ سے آئے۔

ہجرت کے دوسرے سال ماہ مبارک رمضان میں آپ کا عقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحب زادی جناب فاطمہ سیدہ نساؓ العالیہین کے ساتھ ہوا اور اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں رخصتی ہوئی پھر حبیبؓ نے فرزند حضرت حسنؓ پیدا ہوئے تو آپ نے اپنے لیے ابو الحسن کنیت اختیار فرمائی۔ ایک دن کسی بات پر حضرت سیدہ سے خفا ہوئے اور مسجد میں جا کے زمین پر لیٹ رہے۔ حضور سرور عالم کو خبر ہوئی تو تشریف لائے اٹھایا اور دیکھا کہ زمین پر لیٹے ہیں پڑ سے میں ٹھی بھر گئی ہے۔ دست مبارک سے ٹھی جھاڑتے تھے اور فرماتے تھے اے ابوتراب! اس وقت سے یہ دوسری کنیت دربار نبوت کے ایک مقرر خطاب کی شان سے عطا ہوئی جو آپ کو بہت عزیز تھی۔ اور جو کوئی آپ کو اس خطاب سے یاد کرنا خوش ہوتے۔

ایک بار حضرت علیؓ نے جناب سیدہ کی زندگی میں دوسرا عقد کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور ہشام بن غیریہ کے خاندان میں نسبت بھی ٹھہر گئی تھی۔ مگر جناب سیدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی آپ سے مشورہ چاہا۔ پھر لڑکی والوں نے جاکر آپ سے پوچھا آپ نے برہمنی کے عنوان سے فرمایا۔

میں ہرگز اجازت نہ دوں گا۔ بجز اس کے کہ اگر ابن ابی طالب کا ایسا ارادہ ہو تو میری بیٹی کو طلاق دیدیں اور تنہا رہی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ غلط میرے کیجئے گا نکروا ہے جو چیز اسے بڑی قیمتی ہے مجھے بھی بڑی لگتی ہے اور جس چیز سے اس کو اذیت ہوتی ہے مجھے بھی ہوتی ہے۔ ایک معتبر روایت سے آپ کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں میں طلال کو حرام یا حرام کو حلال نہیں کرتا لیکن یہ خدا یہ نہو گا کہ رسول خدا اور محمد بن خدا کی بیٹیاں ایک گھر میں جمع ہوں۔ آپ کی اس ناراضگی کا یہ نتیجہ ہوا کہ پھر حضرت علیؓ کو اس کی جرأت نہ ہوئی۔

اور حضرت رسالت کی ناراضگی۔

آپ کا شمار ان دس بزرگانِ اُست اور مخصوص صحبت یا مکانِ رسول اکرم میں ہے جن پر آتش و دوزخ حرام ہو گئی۔ اور عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔

آپ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔

بدر۔ احد۔ خندق۔ خیبر اور تمام غزوات میں آپ حضرت رسالت کے ہمراہ رہے سب زیادہ شجاعت و کھانی بڑے بڑے ناسور و دشمنان اسلام کو قتل کیا۔ خوقاک جنگ اُحد میں آپ کے جسم مبارک کو سولہ زخم پہنچے۔ بارہا آنحضرت نے علم آپ ہی کے ہاتھ میں دیا۔ اور کوئی نعم اور کوئی جہاد نہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ہمراہ نہ لے گئے ہوں بجز غزوہ تبوک کے جس میں آنحضرت رسالت بہت دور اور سب کے زبردست دشمن کے مقابلے پر تشریف لے جاتے تھے۔ اس موقع پر آپ حضرت علیؓ کو مدینے میں اپنا قائم مقام اور نائب بنائے تشریف لے چلے تو انہیں سخت ملال ہوا۔ اُسے۔ اور عرض کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ جواب میں ارشاد ہوا کیا تمہیں پسند نہیں کہ مجھ سے تم کو وہی نسبت ہو جو موسیٰ سے ہارون کو تھی یہ اور بات بنے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

رسالت کی وفات اور شجاعت۔

غزایں اور مکہ میں تشریف۔

فتح خیبر۔

فتح خیبر سے ایک روز پیشتر حضور سرور عالم نے فرمایا کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اسے دوست رکھتے ہیں۔ لوگوں نے ساری رات اسی فکر میں کافی کھل دیکھیں کہ یہ فخر حاصل ہوتا ہے؟ صبح ہوئے ہی آپ نے حضرت علیؓ کو یاد فرمایا عرض کیا کیا کہ ان کی آنکھیں کھلتی ہیں؟ فرمایا بلاؤ تو سہی جیسے ہی حضرت تشریف لائے اپنا نصاب دہن آنکھوں میں لگا کے دعائے صحت فرمائی۔ فوراً آنکھیں کھلی گئیں اور آپ کو علمِ رحمت ہوا۔

فتح ابارہ کی شہرہ حدیث مذکور

حضرت عمر فرمایا کرتے: "علی کو تین فضیلتیں ایسی حاصل ہوئیں کہ میری نظر میں ان سے بڑی کسی کوئی دولت نہیں ہو سکتی۔ اول رسول خدا صلعم کی دامادی۔ دوسرے سجدہ نبوی میں ان کا رہنا۔ تیسرے خیمہ کے روزانہ جھنڈا ملنا۔"

دست بول
کے بجائی۔

مدینہ طیبہ میں پہنچنے کے بعد جب رسول اللہ صلعم نے مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا تو حضرت علیؓ نے چوتھے اور عرض کیا آپ نے سب کا ایک ذرا اکسا بھائی قرار دیا کہ مجھے اس نعمت سے محروم رکھا فرمایا "تم تو دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

اہل عبا۔

آیت سابلہ نازل ہوئی اور قرار پایا کہ مخالف اپنے اہل و عیال اور آپ اپنے اہل و عیال کو لے کر نکلیں تو اس نعمت نے علیؓ و فاطمہؓ اور ان کے دونوں فرزندوں حسن و حسینؓ کو اپنی چادر میں لپیٹا اور فرمایا خداوند اے میرے اہل بیت! میرے گھر والے ہیں۔ اس روایت کی بنا پر شیعوں کا

اہل بیت سے
کون کون مراد
ہیں۔

اعتقاد ہے کہ اہل بیت عبارت انھیں چاروں بزرگوں سے ہے۔ مگر معتقدین کا خیال یہ ہے کہ قرآن مجید میں اہل بیت سے مراد پیو یاں لی گئی ہیں۔ لہذا اور اہل بیت سے مراد ازواج و مطہرات رسالت تھیں مگر اس موقع پر ان چاروں بزرگوں کو بھی آپ نے اہل بیت شامل فرمایا۔

واقعہ غدیر۔

تحتاً لوواع سے واپس ہوتے وقت رسول خدا صلعم کو عزیز نام ایک تالاب یا چشمہ پر معلوم ہوا کہ بعض منافقین مدینہ حضرت علیؓ کے خلاف ہیں۔ آپ نے فوراً خطبے کے طور پر فرمایا جس کا میں دوست ہوں اس سے علیؓ دوست ہیں۔ خداوند جان کا دوست ہوا ہے تو دوست رکھو اور جان کا دشمن ہو اسے تو دشمن رکھو۔"

حضرت رسالت
آپ کے
بیعت بکثرت تھی۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ پچھن سے آپ کے آغوش میں رہنے۔ ہمیشہ سعادت مند اہل بیت کرنے۔ بے نظیر شجاعت و کھانے اور سب سے زیادہ لاڈلی مٹی کے شوہر ہونے کے باعث جناب رسول خدا صلعم کو حضرت علیؓ سے بے انتہا محبت تھی۔ چنانچہ ایک بار فرمایا: "علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں۔" اور اکثر فرمایا کرتے: "جس نے علیؓ کو اذیت پہنچائی مجھے پہنچائی۔" جس نے علیؓ کو برا کہا مجھے برا کہا۔ جسے علیؓ سے محبت ہے مجھ سے ہے۔"

اسی محبت کا یہ بھی تقاضہ تھا کہ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ فرمائی ہیں: جب رسول اللہ صلعم کو غصہ ہوتا تو بجز علیؓ کے کسی کو آپ سے بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔"

حضرت عمار بن یاسرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا دنیا میں سستی ترین دو شخص ہیں۔ ایک وہ جس نے ناقہ اصالح کی کوچیں کائی تھیں اور دوسرا وہ جو علیؓ کو قتل کرے گا۔"

اسی بنیاد پر امام احمد بن حنبل کا یہ قول مشہور ہے کہ نبیؐ فضیلتیں حضرت علیؑ کی ثبات ہیں صحابہ میں سے کسی کو نہیں نصیب ہوئیں۔
صحیح احادیث کی رو سے علم میں دو بزرگ ممتاز ثابت ہوئے ہیں۔ ایک حضرت عمر فاروقؓ اور دوسرے علیؑ رضی اللہ عنہما۔ حضرت علیؑ کی نبکت ارشاد ہوا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا باب دروازہ ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کے صحیح ہونے میں محدثین کو شک ہے۔ اس باب کے لفظ نے اسلام کی پہلی صدی میں بھی ایک جعلی باب پیدا کیا تھا اور آخری زمانے میں بھی ایک دوسرا باب پیدا ہو گیا جس کی طرٹ فرقہ بانی منسوب ہے۔ یہ دونوں اپنے آپ کو حضرت علیؑ کا منظر بتاتے تھے۔

آپ کی فضیلت

باب علم

جعلی باب

حضرت ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئیں اور محدثین کا بیان ہے کہ آپؑ کے بارے میں پانچ سو چھیالیس حدیثیں مروی ہیں جن کو اکابر سلف میں سے حضرات حسنؓ، حسینؓ، ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، ابو سعید خدریؓ، زید بن ارقمؓ، جابر بن عبد اللہؓ، ابو امامہؓ، ابو ہریرہؓ اور محمد بن حنفیہؓ نے روایت کیا ہے۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؑ کو والی مین بنا کے روانہ فرمایا تو آپؑ نے اپنی نوعمری و نابجہ کاری کی شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنتے ہی آپؑ کے سینے پر ہاتھ مارا اور دعا کی خداوند اے ان کے دل کی ہدایت کر۔ اور ان کی زبان میں استقامت پیدا کر۔ آپؑ کے علم کا باعث اور اہل یہی معجزہ نبوت تھا جس کے ذریعے سے خدا نے آپؑ کے دل کو روشن اور سینے کو محرم اسرار عالم بنا دیا۔ اس واقعے کے بعد آپؑ ہر امر کا بے تکلف فیصلہ کر دیتے۔ اور اپنے فیصلے کو پورا و قوت اور یقین ہوتا۔

آپ کی شانیں
انجیر اور تھوہیں

آپ کا علم و دعا
جو حق کی برکت
تھا

اسی کی برکت تھی کہ صحابہ علیؑ المومنین آپؑ کو سب سے اچھا قاضی تسلیم کرتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ آپؑ کو اعتراف تھا کہ دنیا میں بہترین قاضی آپؑ ہیں۔ حضرت عمرؓ کو جب ایک اسلامی حساب سنین قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت علیؑ ہی کے مشورے سے ہجرت مدینہ کو آغاز ترقی اسلام قرار دے کر سب سے پہلی ہجری فرمایا۔
علم کے بارے میں آپؑ کی اس قدر شہرت ہے کہ عوام میں تقریباً تمام علوم کی ایجاد آپؑ کی جانب منسوب کر دی گئی ہے۔ یہ یہی ہے کہ اگرچہ قابل اطمینان نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ خود باطنی علم ان اہل علم و پیرایان اسلام۔ حالات حضرت علیؑ

سب سے پہلی
آپ کی شہرت
مشورے سے
جاری ہوا۔

علم خود کی

بنیاد آپ ہی سے پڑی۔ آپ کے شاگرد رشید ابوالاسود دؤلی کہتے ہیں ایک دن میں نے آپ کو متفکر پایا بسبب دریافت کیا تو ارشاد ہوا میں دیکھتا ہوں کہ یہاں کے لوگ غلط زبان بولنے لگے ہیں۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ چند اصول مدون کروں۔ عرض کیا اس سے کیا بہتر ہو سکتا ہے۔ ہماری زبان غارت ہونے سے بچ جائے گی۔ پھر تیسرے روز میں حاضر ہوا تو آپ نے چند لکھے ہوئے قواعد حرمت فرمائے جو حسب ذیل تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سارا کلام یا اتم ہے یا فعل یا حرف۔ اتم کسی مسمیٰ سے خبر دیتا ہے فعل مسمیٰ کی حرکت سے خبر دیتا ہے اور حرف ایسے مافی الضمیر سے خبر دیتا ہے جو نہ اتم ہو نہ فعل۔ یہ تحریر عطا فرما کے ارشاد ہوا کہ اس پر غور کرو اور اس کو بڑھاؤ۔

ابوالاسود نے آپ کے حکم کے بموجب اس اصول کو غور و خوض سے بڑھانا شروع کیا جو کچھ خیال میں آتا اس کو قلمبند کرتے اور پھر آپ کو لے جا کے سناتے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ میں نے حروف نصب سنائے تو وہ صرف اِن۔ اُن۔ لیت۔ نعل۔ کآن تھے۔ ارشاد ہوا اتم لکھتی کو کیوں چھوڑ دیا؟ میں نے حسب الارشاد اس کو بھی شامل کر دیا۔

آپ شعر بھی فرماتے تھے۔ اور آپ کی جانب بہت سے اشعار منسوب ہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں۔ ابوبکر بن عمر کہتے تھے۔ عمر شعر کہتے تھے۔ عثمان شعر کہتے تھے۔ اور سب سے بڑے کشتاغر علیؓ تھے چنانچہ آپ کے اشعار کا ایک دیوان بھی مرتب ہو کے شائع ہو گیا۔ مگر ان میں سے ایک شعر کا بھی آپ سے بڑھ کر متصل صحیح ثابت کرنا غیر ممکن ہے۔ ان کو پڑھ کے فصاحت و بلاغت کا خاندان جس قدر چاہے اٹھالیا جائے۔ مگر ان سے کوئی فقہی شرعی استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

یہی حال خطبوں کا ہے۔ آپ نہایت ہی فصیح البیان اور قادر الکلام تھے اور عالمانہ اعجاز منبر پر کھڑے ہو کر تقریر فرماتے تھے۔ مومنین نے آپ کے بہت سے خطبات نقل کیے ہیں۔ جن کا شمار ۴۰۰ کو پہنچ گیا ہے۔ وہ سب فی البدیہہ اور جریۃ اواسیمے سنئے ہیں اور وہی فصاحت و بلاغت کے بے نظیر نمونے ہیں۔ مگر جن لوگوں کی نظر احادیث میں وسیع ہے اور جنہوں نے عربیہ عربیہ کے بے تکلف کلام کو بہ کثرت علامہ کیا ہے سمجھ سکتے ہیں کہ ان میں کیا بہائے عہد رسالت کی سادگی کے عہد متاخرین کی وقت پسندی زیادہ ہے۔ محدثین کی عیقہ اور پرکھ میں وہ جی پورے نہیں آتے۔ مگر عمومی طور پر اس امر کے تسلیم کرنے میں سفاکی نہیں ہو سکتا کہ آپ اس دور کے تمام لوگوں سے زیادہ فصیح اور ادبی کمال میں لاثانی تھے۔

آپ کی شاعری

آپ کی شاعری

آپ کے مواعظ و نصائح کا بھی ایک ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ وہ سب اخلاقِ حسنہ کے علمبردارانِ مثال
سبق ہیں جنہی نے پوچھا۔ اچھے لوگ کون ہیں؟ ارشاد ہوا جو احسان کرتے وقت خندہ جبین
ہیں۔ غلطی ہو جائے تو معافی مانگیں۔ آزمائش میں پریں۔ صبر کریں اور عقدہ آنے تو معاف کریں۔
مگر یہ تمام مواعظ بھی اسنادِ صحیحہ سے نہیں ثابت ہو سکتے۔

مواعظ و نصائح

ابن علیؓ کمالات کے علاوہ آپ بہت بڑے عابد و زاہد متقی و پرہیزگار اور خدا رسِ عالم تھے
قرآن مجید کے جمع کرنے والوں میں بھی آپ شمار کئے گئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے قرآن مجید و کرامات
کو سنایا۔ بعد ازاں ابوالاسود و ولکیؓ راہِ عبیت و الرحمن سلسلی راہِ عبد الرحمن بن ابی یسے نے وہی
قرآن آپ کو پیش کیا۔

نہج و عبادت
اور جمع قرآن

ابن عباسؓ کا قول تھا کہ دنیا کا سارا علم پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ان میں سے چار حصے
ایکے علیؓ کو ملے۔ باقی اندرہ ایک حصہ سب لوگوں کو ملا۔ اور اس میں بھی حضرت علیؓ ان کے ساتھ
شریک ہیں۔

علم

آپ کے اتنا کی یہ حالت تھی کہ مجالِ ریحی بیت المال میں سے ایک جہ بھی کسی غیر متقی
کو مل جائے۔ اس بارہ خاص میں لوگوں سے سخت محاسبہ فرماتے اور حضرت ابن عباسؓ اسی بات پر
بگڑا گئی جیسا کہ پیشتر ذکر ہو چکا ہے۔

اتقا

آپ کے عہد میں بیت المال کے دار و خذ اور خزانچی رسول خدا صلعم کے غلام ابو رافع تھے۔
ایک روز حضرت علیؓ نے گھوڑیں دیکھا کہ آپ کی ایک صاحبزادی بنا چنا کے کنواری گئی ہیں۔ سارے
زور کے ساتھ آپ نے انہیں ایک سوئی پسے دیکھ لیا اور پوچھا کہ وہ بیت المال کی ملکیت
سے پوچھا یہ سوئی اسے کیونکر ملا یہ معلوم ہوتا ہے اس نے بیت المال سے چھ لیا اور چوری کی
سزا دینے سے پہلے ہاتھ کاٹنے کو تیار ہو گئے۔ ابو رافع نے جب دیکھا کہ آپ اپنے ارادے سے
باز نہیں آتے تو عرض کیا اے سر المؤمنین یہ ان صاحبزادی کا نہیں بلکہ میرا قصور ہے میں نے
فقط بیت سے لئے لڑکے بچھا دیا تھا۔ ارشاد ہوا میں نے جب فاطمہؓ سے عقد کیا ہے تو بچہ منڈ سے
کی کھال کے ہمارے پاس کوئی بچہ نہ تھا۔ اُسی پر ہم سوئے، اُسی پر وہ کو پانی لانے والے

صاحبزادہ
کا قصہ

عروجِ الذہبِ سودی۔ حالاتِ حضرت علیؓ -

مس تاریخ اطفال و سیول جغرافیہ ۱۱

اوتلوں کو روانہ چارہ دیتے اور بنجر خود فاطمہؓ کے ہمارے پاس کوئی اور کام کرنے والا نہ تھا۔
 عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اصفہان سے حضرت علیؓ کے پاس
 کچھ دولت آئی۔ آپ نے اس کو سات حصوں میں تقسیم فرمایا اگر اتفاق سے اس میں ایک دلی بھی پڑتی
 تو اس کے سات ٹکڑے کو ڈالے پھر اپنی خون کے افسروں کو بلا کے قرعہ ڈالا۔ اور جو حصہ جس کے
 نام نکلا اس کو عطا فرمایا۔

تقسیم مال میں
 عدالت کی۔

بیت المال میں
 کچھ نہ بیٹھے۔

امرو بن عتیرہ بھی اپنے والد کی زبانی ایک نقل بیان کرتے تھے کہ اُنھوں نے
 کہا حضرت علیؓ قصہ غزوہ حق میں تھے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جاڑوں کا موسم تھا نہایت
 سخت سردی پڑ رہی تھی۔ آپ فقط ایک پُرانی چادر اوڑھے تھے۔ اور ارے سردی کے کانپ
 رہے تھے۔ میں نے عرض کیا امیر المؤمنین یہ مال جو ملکوں سے آتا ہے اس میں آپ کا اور آپ کے
 اہل خانہ کا بھی حق ہے کہ آپ اپنے نفس پر ایسا غلام کر رہے ہیں۔ فرمایا میں نے خدا کی قسم تمہاری
 کوئی چیز نہیں لی۔ یہ میری وہی چادر ہے جس کو میں مدینے سے اوڑھے ہوئے آیا تھا۔

حیث اذین اتفاقا۔

یہ جیکے بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے عمرو بن سلمہ کو حاکم اصفہان مقرر فرمایا تھا وہ
 وہاں سے آئے تو بیت المال میں داخل کرنے کے لیے کچھ مال ساتھ لائے۔ اس میں شہد اور
 گھسی سے بھری ہوئی چھٹیلیں بھی تھیں۔ آپ کی صاحب زادی حضرت ام کلثومؓ نے اُن سے پاس
 آدمی بھیج کر ان میں سے دو ایک سنگلیں منگوائیں جب وہ مال خزانے میں داخل کیا گیا تو آپ نے
 شکوں کو گنا اور فہرست کی رو سے کم پائیں۔ فوراً عمرو سے جواب طلب کیا۔ انھوں نے ٹالا اور عرض
 کیا میں ان کو کچھ حاضر کر دوں گا۔ آپ نے اصرار کے ساتھ پوچھا کہ جب وہ تمہارے ساتھ آئیں
 تو پھر آؤ کیا ہوئیں؟ مجبوراً انھوں نے حقیقت حال عرض کی۔ اور آپ نے فوراً آدمی بھیج کر وہ
 سنگلیں صاحب زادی کے پاس سے منگوائیں سنگلوں کے بعد دیکھا تو ان میں کچھ کچھ گھسی اور
 شہد کم تھا۔ اسی وقت تاجروں کو بلوا کے کسی کا اندازہ کرایا اور بلووم ہوا کہ تین درہم کی قیمت کا
 مال کم ہے۔ فوراً آدمی بھیج کر تین درہم صاحب زادی سے منگوا کر اس مال میں شامل کیے۔ اس کے بعد
 اس کو تحفین میں تقسیم فرمایا۔

سفر ایران۔

عدالت گستری۔

ایک بار آپ نے ایران کا سفر کیا۔ ہمدان سے روانہ ہونے تو راہ میں دو شخصوں کو باہم لڑتے
 دیکھا۔ دونوں کو چھڑا دیا اور آگے بڑھے۔ یہ ایک کان میں آواز آئی کہ کوئی شخص فریاد کر رہا ہے۔
 خدا کے لیے کوئی میری مدد کرے۔ جدھر سے آواز آئی تھی فوراً اودھر کا رخ کر دیا اور پکار پکار کے

فرماتے جاتے تھے تمہاری مدد گئی، موقع واردات پر پہنچ کے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے
 ابھرا ہوا ہے آپ کی صورت دیکھتے ہی کہنے لگا امیر المؤمنین میں نے اس شخص کے ہاتھ سات دہم
 کا کپڑا بچا تھا اور شرط کر لی تھی کہ کھوسے اور گولے درجہ نولوں کا آپ یہ ناقص درجہ کے لڑا ہے
 میں نے ان کے سینے سے انکار کیا اور اس کا دامن پکڑ لیا اس پر گولے کے اس نے مجھے ایک
 تھپڑ مارا۔ اپنے دوسرے شخص سے پوچھا تو اس نے بھی اس بیان کی تصدیق کی۔ آپ نے خریدار
 سے کہا تم شرط پوری کرو، حکم ہوتے ہی اس نے رقم دیدی تب آپ نے دوسرے سے کہا
 اب تم اس سے تھپڑ کا قصاص (بدلہ) لو، اس نے عرض کیا تو کیا امیر المؤمنین میں سزا
 نہیں کر سکتا؟ فرمایا اس کا تمہیں اختیار ہے، بعد ازاں آپ نے تلمیذوں کو حکم دیا کہ اس تھپڑ
 مارنے والے کو گرفتار کر لو اور جب گرفتار کر لیا گیا تو اسے ایک شخص کی پیٹھ پر چڑھوا کے آپ نے
 پندرہ دوسرے لگوائے۔ اور حاضرین کی طرف دیکھ کر فرمایا یہ سزا اس کی ہے جو کسی کی آبروریزی کرے۔
 سفیان ثوری کا قول ہے کہ حضرت علیؑ نے عمارت کے لیے کوئی بھی یا کی اینٹ
 اینٹ پر نہیں رکھی اور نہ کوئی نرکل نرکل پر رکھا۔ یعنی نہ کوئی کچا یا کچا اسکان تعمیر کیا نہ کوئی چھپوٹا بنا
 اور آپؐ کے کھانے کے لیے غلہ تھیلے میں بھر کے دینے سے لایا جاتا تھا۔
 آپؐ نے ایک بار اپنی ایک تلوار بیچنے کے لیے بازار میں بھیجی۔ اور فرمایا اگر میرے پاس
 ازار کی قیمت کے لیے چار درہم موجود ہوتے تو میں اس تلوار کو نہ بیچتا۔ بازار سے کرا خرید کر
 پہنچے اگر آشتین ہاتھ سے لائی ہوتی تو اسے ہاتھ کے برابر رکھ کر باقی کو بیچا ڈوستے جس تھیلے
 میں آپؐ کے کھانے کے جوڑے اس پر ہمیشہ مہر لگا دیا کرتے اور فرماتے مجھے پسند نہیں ہے
 کہ جو چیز میرے پیٹ میں جاوے اس کی حالت کا پورا پورا علم مجھے نہ ہو۔
 ایک بار لوگوں نے دیکھا کہ آپؐ ایک درہم کے چھوٹے خرید کر خریدا وہی دوسے لیے
 جاتے ہیں۔ عرض کیا امیر المؤمنین اس ہوجھ کو ہم لوگ نہ پہنچا دیں، فرمایا عیال والے کو پناہ ہو
 خود ہی اٹھنا چاہیے۔
 بیت المال کے مکان میں آپؐ خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیا کرتے اور وہیں اکثر نماز
 پڑھتے مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی گری پڑی چیز نہ گئی ہو تو آپؐ ہی کے ہاتھ پڑے۔ اور دوسرے
 یہ کہ مسلمان جان لیں کہ آپؐ نے اس میں کچھ پچا نہیں رکھا ہے۔
 یہی واقعات تھے جن کی بنا پر علیؑ نے عبد العزیز کے سامنے ایک بار ذکر ہوا تو کہا

اس نے یہ کوئی
 مکان تعمیر کیا۔
 بغداد میں
 میں اٹھتا ہوں۔

ابا و جہری
 و کواٹا۔

بیت المال کی
 حفاظت۔

یہ سب
 نہایت ہی

دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ ترقی علی بن ابی طالب تھے۔

عمر بن ابیوسف نے کہا کہ اگر آپ نے خلافت کو چھوڑ دیا تو آپ فرمائے "اگر لوگ اس شخص کو جس کا سر بالوں سے صاف ہے (حضرت علی کو) خلیفہ بنالیں تو یہ انہیں ٹھیک راستے پر لے جائے گا" یہ الفاظ سن کر ان کے فرزند عبداللہ نے عرض کیا "تو پھر امیر المؤمنین آپ وصیت کر کے خلافت کو ان کے امیر کو دیں نہیں کر دیتے؟ ارشاد ہوا مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ زندگی میں بھی ذمہ دار رہا اور مرنے کے بعد بھی ذمہ دار رہوں۔"

حضرت علی ایک بار مدائن میں تھے۔ دروازے پر دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم لگا ہوا ہے اپنے غلام نمبر سے دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا امیر المؤمنین آپ کے شیعہ اور جاں نثار ہیں۔ ارشاد ہوا "مگر یہ کیا بات ہے کہ میں ان میں اپنے شیعوں کی علامتیں نہیں پاتا" پوچھا "وہ علامتیں کیا ہیں؟" فرمایا "یہ کہ پیٹ بھوک سے پچکے ہوں۔ ہونٹ پیاس سے خشک ہوں اور آنکھیں رونے سے چمک رہی ہوں۔"

آپ کیسے لڑتا تھا۔

جب ابن الحکم کا کاری دار آپ کا کام تمام کر چکا تو آپ کے بڑے فرزند حضرت حنین نے نمبر پکڑے ہو کر لوگوں کے ہاتھ میں ان بزرگ کو قح کی رات قتل کیا یہ ایسی رات سے جس میں قرآن اترتا۔ اسی رات کو مسیح آسمان پر گئے تھے۔ اسی رات کو یوش بن نون مارے گئے تھے۔ بخدا کوئی شخص جو آپ سے پہلے تھا آپ پر بھقت نہیں لے گیا اور نہ آپ کے بعد کوئی شخص آپ کا ورثہ پاسکتا ہے۔ خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی جنگی مہم پر روانہ فرماتے تو جبریل واسنے بازو پر اور میکائیل بائیں بازو پر ان کے ہمراہ رستے۔ خدا کی قسم علیؑ نے سونا یا چاندی کچھ نہیں چھوڑا سچا سچا سواریات سودیناروں کے جو ایک غلام کی قیمت کی بات ہے۔

شب شہادت کی فیس تیں۔

عمر بن اہم کہتے ہیں حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد میں نے حضرت حنین سے پوچھا "شیعہ کہتے ہیں کہ قیامت آنے سے پیشتر آپ پھر زندہ ہوں گے۔" فرمایا "جوٹے ہیں مگر عمر زیا جاتے تو وہ آپ کی بیویوں کا کسی کے ساتھ نکال کرتے اور نہ آپ کا ترکہ تقسیم کرتے۔" اس وقت ان کے بعض شیعوں کا یہی اعتقاد تھا جس کی حضرت حنین نے تردید فرمائی۔ تجار بن زید جینی اسی گروہ اور اسی عقیدے کے بانیوں میں تھا۔

جہاد میں شیعہ روئے باز اور شیعہ بیستہ لال میرا پھر نہ چھوڑا۔

آپ کی جہت کی تردید۔

آپ کی عمر میں اختلاف ہے بعض ۶۳ سال کی اور بعض ۵۸-۵۹ یا ۶۵ سال کی بتاتے ہیں۔

سن شہادت ۴۰ھ

خلافت کا زمانہ تین مہینے کم یا پنج سال تھا۔

حلیہ مبارک یہ تھا کہ رنگت گنہم گوں سانولہ پن لیے ہوئے چنیدا بالوں سے صاف ڈاڑھی نہایت سفید نورانی اور لمبی چوڑی جو دونوں شانوں تک پھیلی رہتی۔ سینے اور سارے پنڈے پر بالوں کی کثرت۔ موٹی موٹی گلاٹوں اور پٹلیوں کے پٹھے اور عضلات خوب گداز۔ کہ چوڑی اور توند نکل جاتی۔ قد ٹھیکے ہونے کے قریب لیٹے لیٹے فاقشی سے کسی قدر نکلتا ہوا اور نہایت خوش روئے اور خضاب نہیں لگاتے تھے اور جب دیکھے مسکراتے نظر آتے۔

حلیہ مبارک

حضرت علیؓ کی بیویوں چاروں اور اولاد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ بیویوں میں سب سے پہلی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چھٹی صاحبہ امی حضرت فاطمہؓ زہراؓ تھیں جن کی سب سے بڑی تفصیل یہ ہے کہ سارے عالم کی عورتوں کی سردار ہیں۔ جب تک وہ زندہ رہیں آپؐ نے کوئی دوسرا عقد نہیں کیا۔ اور ایک بار ارادہ کیا بھی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی اُن کے بطن سے تین صاحبہ زائوے اور دو صاحبہ زادیاں پیدا ہوئیں۔ صاحبہ زائوے حضرت ام کلثومؓ عقیقہ اور حسنؓ بن علیؓ تھے جناب محمدؐ کی بیوی والدین کو داغ دے گئے اور صاحبہ زادیاں حضرت زینبؓ کبریٰ اور حضرت ام کلثومؓ کبریٰ تھیں۔ حضرت فاطمہؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تین یا چھ مہینے بعد سفر آخرت فرمایا۔ حضرت علیؓ تنہائی سے بہت پریشان ہوئے۔ اور اسی وقت سے آپؐ نے دوسری شادیوں کا ارادہ کیا۔

بیویاں اور اولاد

چنانچہ ام البنین بنت حرام کلبیہ سے عقد فرمایا اور اُن کے بطن سے عباسؓ۔ جعفرؓ۔ عبد اللہ اور عثمانؓ پیدا ہوئے۔ یہ سب حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ میدان کربلا میں مارے گئے اور اُن میں سے بجز عباسؓ کے کسی کی نسل بھی باقی نہیں رہی۔

پھر آپؐ نے لیلیٰ بنت مسعود بن خالد شیلیہ ثمیمیہ سے عقد کیا۔ اُن کے بطن سے عبید اللہؓ اور ابوبکرؓ پیدا ہوئے۔ یہ دونوں فرزند بھی میدان کربلا میں مارے گئے بعض اہل روایت کا بیان ہے کہ ان میں سے عبید اللہؓ کو مختار نے مقام تدار میں قتل کیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں فرزند ان علیؓ کی نسل بھی باقی نہیں رہی۔

بعد ازاں آپؐ نے اسما بنت عمیس خثیمہ سے نکاح کیا۔ یہ پہلے حضرت جعفر طیارؓ کی بیوی تھیں۔ اور اُن سے اولاد بھی موجود تھی۔ پھر ان کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عقد میں لیا۔ اُن کے لطف سے محمد بن ابی بکر صدیقؓ پیدا ہوئے۔ بعد ازاں حضرت علیؓ نے نکاح کیا اور

محمد بن ابی کثیر نے آپ ہی کے آغوش میں نشوونما پایا۔ آپ سے بھی اُن کے دو فرزند ہوئے جن کے نام محمد اصغر اور یحییٰ ہیں۔ ان دونوں کی نسل منقطع ہو گئی۔ محمد اصغر کی نسبت بعض اہل سیر کا بیان ہے کہ ایک حرم کے بطن سے تھے۔ اور محمد زکریا میں مارے گئے۔ بعض کا بیان ہے کہ عون نام ایک اور صاحب اُسے بھی آسمان بست گئیں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

آمارہ بنت ابی العاص بن ربیع بن عبدالغری بن عبدس سے بھی آپ نے عقد کیا جن کی والدہ ماجدہ رسول خدا صلعم کی صاحب زادی زینب تھیں اُن کے بطن سے محمد اوسط پیدا ہوئے۔

مجاہد بنت امراء القیس بن عدی کلید کے ساتھ بھی آپ کا عقد ہوا۔ ان کے بطن سے ایک صاحب زادی پیدا ہوئی جو بچپن میں قصا کر لیں۔ یعنی کچی اکثر مسجد میں گل کے آبی بول پوچھتے تھارے ماموں کو کہیں اور وہ بچپن کی توہی زبان سے جواب دیتی۔ وہ وہ بولنے لگی۔

ایک بیوی آپ کی ام سیدہ بنت عروہ بن سوہب تھیں اُن کے بطن سے تین صاحبزادیاں تھیں۔ زینب کبریٰ اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

آپ کے نامور فرزند محمد بن حنفیہ آپ کی ایک حرم زینب جعفر بن تھیں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے کہتے ہیں کہ وہ ایک سیہ نام سندھی اصل لونڈی تھیں جو پیشتر بنی حنیفہ کے قبضے میں تھیں تیار کی فتح میں جو غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئی اُس میں وہ بھی آئیں اور خوش بھی تھیں حضرت علیؑ کی حرم بنیں۔ اور چونکہ وہ چند روز بنی حنیفہ میں رہی تھیں اس لیے حنیفہ مشہور ہو گئیں۔

ایک حرم آپ کی صہبانہ بنت ربیعہ تغلبیہ تھیں۔ یہ بیوی اُن اسیروں میں سے تھیں جن کو خالد بن ولید عین التمر میں سے گرفتار کر لائے تھے۔ ان کے بطن سے عمر بن علیؑ اور قیسہ بنت علیؑ پیدا ہوئے۔ آپ کے فرزند عمرہ برس کے ہو کر مرے جس کے باعث حضرت علیؑ کا ادھا توڑ اُن کے قبضے میں آیا اور انھوں نے مقام بیچوں میں وفات پائی۔

آپ کی اور بہت سی صاحب زادیوں کے نام بھی بتائے گئے ہیں جو مختلف حرموں کے

پسٹ سے پیدا ہوئیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ امہ انانی۔ میمونہ۔ زینب صغریٰ۔ رملہ صغریٰ۔ ام کلثوم صغریٰ
 فاطمتہ۔ آمنہ۔ خدیجہ۔ ام المکارم۔ ام سلمہ۔ ام جعفر۔ حمانہ۔ اور یقینہ۔
 ازواج و اولاد کی جو تفصیل ہم نے اوپر بتائی اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سات بیویوں سے
 آپ نے عقد کیا۔ اور متعدد حرمین عین جن میں سے صرف دو کا نام معلوم ہے۔ اور ان سب کے
 بطن سے خدا نے آپ کو پندرہ بیٹے اور بیسیاں بیٹیاں عطا فرمائی تھیں۔
 حضرت علیؓ ایک چاندی کی انگوٹھی پہنے رہتے جس پر کندہ تھا "نعم النعم دار اللہ"۔

وزیر و اولاد
 کا شمار۔

بچہ صغریٰ

باب ہفتم

خلافت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ

پہلی فصل

مسند امامت پر جانشینی اور آپ کا خلافت کے دست بردار ہونا

حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت بیعت کے الفاظ یہ بیعت کرنے میں پہلی آپ کی ذ
کی بڑی۔ آپ شام کے مقابلے کا ارادہ کرتے سے کوئی۔ مقتدرہ مجلس اور اس کے
سردار۔ مائیں میں درویشوں کو مار۔ خود آپ کے ساتھ گتائی جتنا کا شوق نما
خلافت سے آپ کی بیزاری۔ حضرت حسینؓ کا ترک خلافت سے اختلاف۔ معاویہ کے
مستحیر حسنؓ کے پاس۔ حضرت حسنؓ کا طر زمل۔ معاویہ کا طر زمل۔ شرائط صلح۔ دیگر شرائط۔
خراج دارا ب گردنے میں جھگڑا۔ پانچ ترک خلافت۔ یہی واقعہ دوسری ہدایت سے۔
ترک خلافت میں اہل عراق سے مشورہ۔ خلافت چھوڑتے وقت آپ کی تقریر۔ دوسری
تقریر۔ معاویہ کے پرہیزگار۔ معاویہ کو نے میں۔ آپ کی معاویہ کو ناوم کرنے والی تقریر۔
آپ نے کیوں خلافت چھوڑ دی۔ ایک گتائی مسترض کا جواب۔ آپ کا دینے تشریف
سے جانا قیس بن سعد کا واقعہ ان کا ارادہ جنگ۔ معاویہ کی حکمت علی اور صلح اس
زمانے کے پانچ چالاک دربر۔ معاویہ صلح کے بعد خوارج کی مات۔ ستر وار
خارج فروہ آدہ جنگ۔ حضرت حسنؓ سے اس کے مقابلے کی خواہش۔ آپ کا جواب۔
معاویہ کے لٹ کر خوارج سے شکست۔ کتنے دے کس طرح سیدھے کیے گئے۔
عقیان علی اور خوارج میں گٹھ جوڑ۔ فروہ کو اس کے عزیزوں نے گرفتار کر لیا۔ دوسرا

مروار خراج عبد اللہ خراج کو شکست۔ خارجی سوار کی بہادری۔ حوثہ مروار خراج۔
جنگ مادیہ کی شکست علی۔ اس پر فوج کشی۔ باپ نے بیٹے کو مقابلے پر بلایا۔ خراج کی پامالی۔
حکو کا زہر و قوی۔ عبت اللہ بن عمر حاکم کو ذہن کی بلکہ شیرہ کا تفر۔ پھر خود کی شورش۔
اور اس کا قتل ہوا۔ شیب خارجی کا ہنگامہ۔ اس کا اتصال۔ تین خارجی کی گرفتاری۔ اور
قتل۔ قاتل سے انتقام۔ ابو تریم خارجی۔ اس کا قتل ہوا۔ خراج کی کثرت اور ان کا جوش۔
ابو اسلم خارجی۔ اور اس کا امانا۔ حضرت علی پر تیرا۔

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد ہی خلافت کے ارکان دولت اور کوفے کے عامل نے
رمضان سن ۳۵ھ میں آپ کے فرزند اکبر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور
رسول خدا صلعم کے نواسے اور بزرگوار فاطمہ الزہراء کو مسخر خلافت پر بٹھایا۔ سب سے پہلے
قیس بن سعد انصاری نے حضرت عبد اللہ کی خدمت میں عرض کیا: لایئے ہاتھ لائے کہ تم
کتاب اللہ و سنت رسالت کی پیروی اور اصل انما اذن خلافت سے لڑنے کے اقرار پر بیعت
کر میں؟ جناب حسنؑ نے ہاتھ ٹھکایا اور فرمایا: کتاب اللہ و سنت رسالت کی پیروی ہی میں
سب شرطیں اور ساری باتیں نکلیں۔ سمجھ اور سمجھنے کی ضرورت نہیں، چنانچہ قیس نے اور ان کے
بعد سب نے اسی اقرار پر بیعت کی۔ اور سندھ نشینی کی کارروائی پوری ہوئی۔ چونکہ یہ سندھ نشینی
کوفہ میں ہوئی۔ لہذا اس میں ان اہل مدینہ کو جو مدینے ہی میں تھے طلحہ و خلیفہ نہ تھا۔

حضرت حسنؑ کا مہول تھا کہ بیعت لیتے وقت لوگوں سے اس بات کا اقرار کرایا کرتے کہ
آپ کے صلح فرمان رہیں گے جس سے آپ سے صلح ہوگی اس کے دوست رہیں گے اور
جس سے آپ لڑیں گے اس سے لڑیں گے۔ کوفے والے رضیانیان علیؑ جو حضرت علیؑ ہی کے
عہد میں بہت بہت بن کر لڑائی سے منہ چرانے لگے تھے۔ آپ کو یہ اقرار دیتے دیکھ کر توحش ہو
اور باہم کہنا شروع کیا یہ ہمارے مذاق کے حاکم نہیں معلوم ہو سکتے۔ یہ تو فقط لڑائی چاہتے ہیں؟
حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر آخرت فرمانے سے پیشتر شام پر فوج کشی کرنے کا پورا بند بیعت
کر چکے تھے۔ چالیس ہزار سپہ سالاران عراق نے آپ کے ہاتھ پر لڑنے مرنے اور جان دینے کی
بیعت کی تھی۔ مگر کوفی کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ خداوند عزوجل نے اسے پاس بلایا۔ لہذا
حضرت حسن رضی اللہ عنہ عمان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی تیار ہوئے کہ بدر و نزار کی اس مہم
کو پورا فرمائیں۔ ساتھ ہی اہل شام کی سرٹیوں اور دست و راز یوں کی خبریں آئیں اور ان کے

حضرت حسنؑ
ہاتھ پر بیعت

بیعت کے
انفال۔

بیعت کرنے
میں ہوئی۔

اہل کوفہ کی
بڑولی۔

اہل شام کے
مذاق کے
ارادہ۔

کچھ ایسے حالات کئے گئے کہ آپ کو حضرت علیؓ کی مجوزہ مہم کا جلد ترپور کرنا ضروری معلوم ہوا۔
کوفہ میں حملے کے ارادے ہو ہی رہے تھے کہ خبر آئی کہ جناب معاویہؓ لشکر جمع کر کے
آپ کے مقابلے کی غرض سے جل کھڑے ہوئے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ نے ان تمام لوگوں
کو جمع کیا جنہوں نے اس مہم کے لیے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور فوراً لشکر جبار
کے ساتھ کوفہ سے روانہ ہو گئے۔

مقدمہ بحث کی شان سے بارہ ہزار لشکر ایک منزل آگئے تھا جس کے سپہ سالار قیس
بن سعد انصاری تھے۔ باقی سارا لشکر خود آپ کے علم کے نیچے تھا بعض راویان تاریخ
کہتے ہیں کہ مقدمہ بحث کے اصلی سردار عبید اللہ بن عباس تھے۔ انہوں نے اپنی طرف سے
قیس کو گردآوری کی فوج کا افسر بنا کے آگے بڑھا دیا تھا اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔
حضرت حسنؓ نے مدائن میں پہونچ کر بڑا ڈوٹالا۔ وہاں اپنے غصے میں طعن لکھنے لگے کہ
ناگہاں لشکر میں کسی نے غیب آزمائی قیس بن سعد مار ڈالے گئے! اس خبر کی شہرت کے
ساتھ ہی سارے لشکر میں ہلچل مچ گیا۔ تمام لوگ بے سوچے سمجھے ایک دوسرے کو کونے لگے۔
یہاں تک کہ چند مہاش خود حضرت حسنؓ کے غصے میں گھس پڑے اور جو کچھ ملاوٹ لیا۔ ایک
شقی قلب نے آپ پر حملہ کیا اور ایک پرہیزگار تک ثقافت سوار ہوئی کہ جس قالین پر آپ
بیٹھے تھے اُسے بھی آپ کو دھکیل کر کھینچ لے گیا۔ یہ وہ شعیان علیؓ تھے جو عار جی نہ ہونے
تھے بلکہ جاں نثاری کے دعویدار تھے۔ دشمنوں کے مقابلے پر حملے تھے۔ اور جان دینے
کی قسم کھائے کھڑے تھے۔ اس واقعہ کا آپ کے دل پر بڑا اثر پڑا۔ ان لوگوں کی طرف سے
بالکل ایس ہو گئی۔ چنانچہ آپ لشکر گاہ کو چھوڑ کے مدائن کے "مقصود بیضا" (سفید محل)
میں چلے گئے۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ فرمانک واقعہ میں آیا کہ حاکم مدائن سعد بن مسعود ثقفی سے اُس کے
نوجوان بھتیجے مختار بن عبید نے کہا "چچا آپ کو دولت و عزت کا شوق ہے" سعد نے پوچھا
کیونکہ؟ "کہا" حسنؓ بن علیؓ اس وقت آپ کے بس میں ہیں۔ انہیں کپڑے اور ہانڈے کے ثناء و
کے جوابے کر دیجیے! یہ تجھ پر اس شخص نے پیش کی جو زمانہ ما بعد میں شعیان علیؓ کا بڑا زبردست
سرغنہ ثابت ہوا۔ حضرت علیؓ کی نسبت اعتقاد رکھتا تھا کہ بادلوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور پھر
دنیا میں اگر حکومت کریں گے اور ہی نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ تائین حسینؓ سے

کوفہ سے

مقدمہ بحث کی شان سے

مدائن میں

لشکر میں

شقی قلب نے

مختار بن عبید نے

آپ کے خون کا انتقام لیا۔ یہ مقدمہ نے اس کی یہ تجویز سنی تو کمال برہمی وغیظ سے کہا "خدا
 تجھ پر لعنت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے پر جو رش و تشدد کر دے اور انہیں بازو صول
 حضرت حنیفؑ نے جب شیمیان علیؑ اور اپنے ہمراہیوں کی یہ حالت دیکھی تو خلافت سے
 دل کھٹا ہو گیا۔ اُنہی وقت جناب معاویہ کو ایک خط بھیجا اس میں کچھ شرطیں پیش کیں۔ اور تحریر
 فرمایا کہ یہ شرطیں اگر آپ کو منظور ہیں تو میں آپ کی حکومت قبول کر لیتے کو تیار ہوں۔ اور
 وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا مطیع فرمان ہو جاؤں گا۔" یہ سنیے سے پہلے اس خط کے مضمون سے
 اپنے چھوٹے بھائی حضرت حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر کو آگاہ فرمادیا۔ حضرت حسینؑ نے فرمایا
 "میں آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں کہ معاویہ کے فتنے کی تائید و موافقت نہ کیجیے۔ اور اپنے
 طرز عمل سے بدتر بر گوار کی کارروائیوں کو غلط اور کاذب نہ کر دیجیے۔" جواب میں حضرت حنیفؑ
 نے فرمایا "چپ رہو میں اس معاملے کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔"
 غرض آپ کا یہ خط جناب معاویہ کے پاس پہنچا۔ مگر اس کے پہنچنے سے پیشتر ہی وہ
 عبداللہ بن عامر اور عبید الرحمن بن عمرہ کو آپ کی خدمت میں روانہ کر چکے تھے اور ان کے
 ساتھ ایک سادہ کاغذ بھیجا تھا جس کے پچھلے پتی مہر کر دی تھی اور اُنہی کے ساتھ اس مضمون
 دوسرا خط شلک تھا کہ آپ جو شرطیں چاہتے ہوں اس مہر کی کاغذ پر تحریر فرمادیں۔ مجھے سب
 قبول ہوں گی۔ لہذا جناب معاویہ نے حضرت حنیفؑ کا خط و بار کھا۔ اور اخطار کرنے لگے کہ
 دونوں قاصد کیا جواب لاتے ہیں۔

ملاقات سے
 ابھی ہزاروں

حضرت حنیفؑ کا
 ترک خلافت
 سے اعلان

معاویہ کے
 سفر حج سے
 پاس

وہ سفارت جب حضرت حنیفؑ کے پاس پہنچی تو اس سادے مہر کی کاغذ پر آپ نے
 پہلی پیش کردہ شرطوں کی دہائی شرطیں لکھ دیں۔ پھر اس دستاویز کی نقل دونوں سفیروں کو دی
 اور اصل دستاویز اپنے پاس رکھ لی۔ مگر جب صلح ہو جانے کے بعد حضرت حنیفؑ نے عثمانؓ
 معاویہ کے ہاتھ پر سادے دی اور اس دستاویز کا ایفا چاہا تو معاویہ نے تخیل سے انکار کیا۔
 وہی شرطیں منظور کیں جو حضرت حنیفؑ نے پیشتر لکھی تھیں۔ اور کہا: "آپ نے جو کچھ خود مانگا تھا
 وہی آپ کو دیا جائے گا۔"

حضرت حنیفؑ کا
 طرز عمل
 معاویہ ہوا

مذکورہ بالا شرطیں سب قیل تھیں (۱) کہ فی کے بیت المال میں خزانے میں اتنی قدر
 موجود ہو سب حضرت حنیفؑ کو دے دی جائے اور کہتے ہیں کہ یہ نقل رقم پچاس لاکھ دینار
 تھی (۲) ممانعت فارس سے صوبہ دار اب کرد کا سالانہ خراج پورا حضرت حنیفؑ کو ملے۔

شرائط صلح

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ سب دشمن زبان پر نہ لائے جایا کریں
یعنی تبراً موقوف ہو۔

پہلی دو شرطیں معاویہ نے قبول کیں مگر تیسری شرط کے ماننے سے انکار کیا۔ حضرت
حسنؑ نے فرمایا اچھا اتنی احتیاط کی جائے کہ میرے منہ پر ایسے الفاظ نہ کہے جائیں۔ اس کو
معاویہ نے قبول کر لیا مگر عمل درآمد اس پر بھی نہ ہوا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں معاویہ نے یہ شرطیں بھی پھینکیں کہ (۴) جناب معاویہ کی وفات
کے بعد خلافت حضرت حسنؑ کو ملے (۵) اہل مدینہ و حجاز و عراق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے عہد مبارک میں جو چھپکے ہوئے اس کا ان سے مواخذہ نہ کیا جائے (۶) حضرت حسنؑ کا
سارا قرض ادا کر دیا جائے اور ان سب شرطوں کو جناب معاویہ نے قبول کر لیا۔

دار اب گردان ممالک میں شامل تھا جن کی آمدنی فتح کرنے کے حقوق کے لحاظ سے
مال غنیمت کے طریقے پر اہل بصرہ کو لاکرتی تھی۔ لہذا صلح ہونے کے چند ہی روز بعد یہ جھگڑا
پیدا ہوا کہ بصرہ والوں نے عذر کیا ہم اپنے حق کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور نہ اس کو کوئی زبردستی
ہم سے لے سکتا ہے۔ کہتے ہیں یہ جھگڑا معاویہ ہی کے اشارے سے پیدا ہوا۔

بہر حال ۲۵۔ ربیع الاول کو اور بعض اہل روایت کے نزدیک ربیع الآخر اجماعی لاو لی
میں یہ معاہدہ ہوا۔ اور حضرت حسنؑ نے کمال بے نفسی کے ساتھ دنیا کو لات مار کے عنانِ حکمرانی
جناب معاویہ کے ہاتھ میں دے دی۔

بعض اہل تاریخ کا بیان ہے کہ جب معاویہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ خلافت
کو آپ میرے حوائے کر دیں۔ تو آپ نے مغزین علق و کوفہ کو جمع کیا۔ اور ان کے ویران
میں کھڑے ہو کر پہلے خدا کے وحدہ لا شریک کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا ہم اہل شام کے مقابلے
میں خدا کی قسم کسی شک کی وجہ سے دبتے ہیں کسی مذمت کے باعث۔ اہل وجہ یہ ہے
کہ پہلے ہم شام والوں سے راست بازی و بصرہ کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے۔ اور اب چال
ہے کہ اس راست بازی نے کینہ و نفاق کی شان اختیار کر لی۔ اور صبر نے غرور کی۔
تم لوگ جب محرکِ مصنفین میں گئے ہو تو تمھارا دین آگے تھا اور دنیا پیچھے تھی۔ پہلا اس کے

آج دینا تمھارے سامنے ہے اور دین پیچھے۔ گو تم دو طرح کے متتولین کے دو بیان میں ہوا ایک جن
مستولین کے متتولین ہیں جن کے پیچھے نہیں لڑنا ہے اور دوسری صفت نہروان کے متتولین جن کے لیے
نہروان کے خون کا انتقام جاتے ہو جو لڑنا چاہتا ہے ذلیل و خوار ہے اور جو متتولین پر
روکا ہے غیظ و غضب میں مبتلا ہے گو کھانا کھاویہ ہے جس امر کی خواہش کی ہے اس میں زحمت ہے
و انصاف۔ تم لوگ اگر مرنے کے لیے تیار ہو تو ہم صاف انکار ہی جواب دیدیں اور تلواروں کی
دھار کے پھر دوسرے فیصلے کو خداوند تعالیٰ پر چھوڑ دیں اور اگر تمہیں زندگی عزیز ہو تو ان کی درخواست
قبول کر لیں اور تمھارے لیے ان کے طالب ہوں۔ آپ کے غامض ہوتے ہی ہر طرف سے
صدائیں آئیں کہ تم زندگی چاہتے ہیں، اہم زندگی چاہتے ہیں، آپ سب کچھ کریں۔

خلافت جو ہے
وقت کی خاطر

پھر جب آپ نے ضمیر ارادہ کر لیا کہ عنان خلافت معاویہ کے ہاتھ میں دینا چاہیے
کے گروہ میں پھر کھڑے ہوئے اور حضرت ویاس کے ساتھ یہ کلمات ارشاد فرمائے "لوگو! ہم
تمھارے حاکم اور تمھارے جہان میں تمھارے بنی کے گھرانے کے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ
نے ظاہر اور نجاست سے پاک کر دیا ہے! آخری فقرے کو مکرر فرمایا اور حاضرین کی یہ بات
سنی کہ کوئی نہ تھا جو زار و قطار نہ رو رہا ہوا ان لوگوں کی روانیت و جان نثاری بس اسی قدر تھی کہ
روئیں اور آنسو بہا دیں۔ اتنی ہمت کسی میں نہ تھی کہ تلوار اس کے اٹھے۔ جان دینے پر تیار ہو
اور دشمنوں کا مقابلہ کرے۔

دوسری تقریر

اسی موقع پر ایک بار ان شیعوں کے گروہ میں کھڑے حضرت حسن نے یہی ارشاد فرمایا۔
اے اہل عراق! تمھاری تین عزتوں نے میرے دل کو بٹا دیا۔ پہلی یہ کہ تمہیں نے میرے
پیر بزرگوار کو شہید کیا۔ دوسری یہ کہ تم نے میری ذات پر بھی حملہ کیا۔ اور تیسری یہ کہ تم نے میرے
آل کو بٹا دیا۔

معاویہ اصحاب پر دستخط ہوتے ہی حضرت حسن نے جناب منویہ کے ہاتھ پر بیت کر لی یعنی
ان کو اپنا مالک و حاکم تسلیم کیا اور انھیں جہاد سے روکنے میں آئے۔

معاویہ سے
دستخط

سے اہل عراق میں ان گروہ تھے جو پہلے بھاگ کر ان کے ساتھ ہو کر مسنون کاہر لینا چاہتے تھے دوسرا گروہ ان
خارج کا تھا جو متتولین نہروان کا انتقام نہروان حضرت حسن آپ کے پیروں سے لینا چاہتے تھے۔ آپ نے
دونوں کی حالت اور ان کے مال و انجام کو بتا دیا۔

مذہب
۳

مذہب
۳

کونے میں آنے کے بعد جب لوگ معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے جمع تھے
عمر بن عاص نے معاویہ سے کہا اس وقت موقع اچھا ہے جس سے کہیں کہیں کہیں
اچھے بیان کریں تاکہ لوگوں پر ان کا بظہر ظاہر ہو جائے معاویہ نے پہلے خود کھڑے ہو کر تقریر
کی بعد ازاں حضرت جن سے کہا آپ بھی کچھ فرمائیں حضرت جن رضی اللہ عنہ فوراً اٹھ کر کھڑے
ہوئے پہلے اللہ جل شانہ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا "لوگو! ہم میں سے جو پہلا تھا اس کے
ذریعے سے خدا نے تمہاری ماریت کی باوجود ہم میں سے جو کچھ ہے اس کے ذریعے سے
خدا نے تم میں خوریزی موقوف کر لی خلافت اس کے لیے ایک مہی و دروازہ مقبر ہے۔ اور
دنیا و لوگوں کو ہوتی رہتی ہے۔ خدا و جل و علانے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ میرے
خیال میں شاید یہ تمہارے لئے فتنہ ہو جائے اور دولت دنیا ایک محدود زمانے کیلئے
ہوتی ہے یہیں تک فرمانے پائے تھے کہ معاویہ نے گھبراہٹ کے کہا میں ملجھ بیات۔ اور
عمر بن عاص سے برہمی کے لیے میں کہا یہ تمہارے ثور کا بیچ ہے۔"

مذہب
۳

اب حضرت جن نے ارادہ فرمایا کہ عراق چھوڑ کے مدینہ منورہ میں تشریف لے جائیں۔ اور
حجاز و شریف کی خاموشی میں زندگی بسر کریں کسی نے پوچھا آپ کیوں خلافت چھوڑنے پر
آماہ ہو گئے؟ فرمایا مجھے دنیا سے نفرت معلوم ہوئی۔ اور کونے والوں کی یہ حالت نظر آئی
کہ ان پر جو بھروسہ کرتا ہے خواب ہوتا ہے۔ ان میں باہم چھوٹ پڑی ہوئی ہے۔ کوئی کسی کے
سوا فتنہ نہیں۔ ان میں نہ بھلائی کی نیت ہے نہ برائی کی۔ والدہ رحمہم کو ان سے نہایت سخت
واقعات پیش آئے۔ اور کاش معلوم ہوتا کہ میرے بعد یہ لوگ کس کے ساتھ اپنے ہمراہ گئے
یہ شہر سب سے پہلے اُجڑنے والا (یعنی مہر و غضب الہی) ہے۔"

مذہب
۳

پھر جب آپ کو فتنے سے روانہ ہونے کی کوئی کسی نے سامنے اس کے کہا اوسا لکھا
کو رو سیاد کرنے والے فرمایا مجھے براہ کہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ
نبی امیہ کے بعد دیگرے آپ کے نمبر پر کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ نیز آپ کو ان کو اکر زری تہل شانہ
نے سورہ کوثر اور سورہ انازلنا نازل فرمائیں۔ آخر الذکر سورہ میں خیر من الف شہر ہے۔
اور الف شہر میں ہزار چینے سے مراد نبی امیہ کا دور ہے جو اتنی ہی مدت تک رہا۔

مذہب
۳

اس کے بعد آپ صبح اعراب و اقارب اور ضم و ضم سے مدینہ میں تشریف لے گئے۔ آپ
کو حج کرتے وقت تاہم اہل کو دروہے تھے اور سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

قیس بن سعد

کو نہ چھوڑنے سے پیشتر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے مقصد پر ہمیشہ کے افسر قیس بن سعد کو ایک تحریر کے ذریعے سے اطلاع دی کہ "میں غزوات سے شگستہ ہو گیا۔ لہذا اب تم معاویہ کی فرماں برداری کو قیس نے یہ خطاڑھا تو باؤں کے بیٹے سے زمین کل گئی۔ اور کچھ کرتے دھرتے نہ بنتا تھا۔ فوراً اپنے تمام ہمراہیوں کو جمع کر کے وہ تحریر سنائی اور کہا کہ اگر وہ ام خلافت کی اطاعت قبول کرو۔ اور یہ نہیں منظور ہے تو بغیر کسی نام کے مقابلہ کرو۔ بہتوں نے کہا "ہم ام خلافت کی فرماں برداری و اطاعت قبول کریں گے" اور معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے روانہ ہو گئے جن لوگوں نے ان کو گوارا نہ کیا وہ قیس کے ہمراہ تھے۔ کو عبید اللہ بن عباس نے جو اس لشکر کے سپہ سالار تھے اس سے جدا اور دور تھے معاویہ کی خدمت میں ایک خط بھیج کر اپنے لیے اور اس مال کے لیے جو ان کے ہاتھ میں تھا امان اور معافی مانگی۔ معاویہ نے ان کی درخواست قبول کر لی مگر عبید اللہ بن عامر کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ کیا کہ ان کے لشکر کا انتظام کریں۔

ان سے اور کچھ

اسی اثناء میں ان سب لوگوں نے جو معاویہ کی اطاعت نہیں قبول کرتے تھے قیس بن سعد اور بنو ابیہم عہد و پیمان کیا کہ جب تک معاویہ سے اس امر کا اقرار نہ کرالیں گے کہ تمام شیعہ ان تلخ اور ان کے ہمراہیوں کو جان و مال کی امان دی جائے گی برابر مقابلہ کرتے رہیں گے۔ عبید اللہ بن عباس اپنے اس لشکر میں رات کے اندھیرے میں آئے۔ اور کچھ ایسے گھمبیرائے ہوئے تھے کہ بے کچھ کہنے سے سب کو بے سروار چھوڑ کے بھاگ گئے۔ قیس کے ہمراہیوں نے ان کے ہاتھ پر لڑائی کی ہیت کی اور جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ معاویہ سے یہ حال سنا تو قیس کے پاس ایک خط بھیج کر اپنی اطاعت کی طرف بلایا اور ایک تحریریں سند امان لکھ کے بھیج دی جس پر ان کی مہر سی ثبت تھی۔ ساتھ ہی خط میں لکھا کہ تم جو کچھ چاہتے ہو لکھ دیجو۔ جو حقوق انکو گئے دیے جائیں گے۔ یہ تحریر بھیجے وقت عمر بن ماص نے کہا "ان لوگوں کو کوئی حقوق نہ دیجیے ان سے مقابلہ کرنا چاہیے" معاویہ نے کہا "بس رہے دو۔ یہ لوگ جب تک اپنے برابر اپنی شام کی جانیں نہ لیں گے۔ مقابلہ کیے جائیں گے۔" انہیں حقوق سے دست بردار ہوں گے۔ اور لڑائی اور غزویں کے بعد میں نصیب بھی ہوتا تو کس کام تھا؟ میں تو جب تک مجبور نہ ہو جاؤں گا۔ خدا کی قسم قیس سے نہ لڑوں گا جب وہ سند قیس کے پاس پہنچی تو انھوں نے اس شراب پر مسلح کرنی چاہی کہ اس نے اور شیعہ ان تلخ نے جس قدر

معاویہ کی طرف

تاریخ

خون بہا یا ہے یا مال حاصل کیا ہے اس کے متعلق ان وی دی جاسے اس کے علاوہ اس مسئلہ
انہوں نے کسی قسم کا مال طلب نہیں کیا۔ جناب معاویہ نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ اور
اس کے بعد ان کے تمام رفقاء معاویہ کے مطیع و متعاود ہو گئے۔

گذاشتہ فتنوں کے زمانے میں اہل عرب میں پانچ آدمی اپنی چالاکی تیز دلی و قبیحہ رسی
اور حکمت علی کے لحاظ سے نہایت ہی ہوشیار گہرے اور اہل درجے کے مدبر تسلیم کیے جاتے
تھے (۱) معاویہ بن ابی سفیان (۲) عمرو بن عاص (۳) منیر بن شعبہ (۴) عقیل بن سعد
(۵) عبداللہ بن ربیع الخثعمی۔ ان میں سے عقیل اور عبداللہ حضرت علی کے ہمراہ تھے۔ منیر
طائف میں گوشہ گزیں ہو گئے تھے۔ اور عمرو اور معاویہ حضرت علی کی مخالفت پر مشغول تھے۔

معاویہ کو جب مستقل طور پر خلافت ملی گئی تو معاویہ بن ابی وقاص ان سے ملنے کو آئے۔
اور سامنا ہوتے ہی کہا اسلام علیک اے بادشاہ معاویہ نے اسے اور کہا ابواحق اگر آپ مجھے
اسیر المومنین کہتے تو کیا مضائقہ تھا؟ معاویہ نے نہایت ہی متانت کے ساتھ جواب دیا۔ یہ تو
تم نے تو نہیں نہیں کے سرت کے ساتھ کہا اگر یاد رکھو کہ جس عنوان سے تم نے خلافت حاصل
کی ہے اس عنوان سے مجھے ملتی تو خدا کی قسم ہرگز قبول کرتا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت چھوڑ دینے سے یوں تو سارے شیعیان علی
کو مصیبت اور تباہی کا سامنا ہو گیا۔ مگر شیعوں کا چکر وہ خود حضرت علی کے خلاف ہو کر خارجی
بن گیا تھا وہ لوگ نہایت پریشان ہوئے اس لیے کہ ابھی تک انہیں ایسے بزرگوں سے لڑنا
پڑھا تھا جو کمال نیک نفسی صاف دلی اور سچی شجاعت سے ان کا مقابلہ کرتے تھے مگر اب
ایسے لوگوں کا مقابلہ تھا جو بہادری و شجاعت کے علاوہ دیر اور حیا گری کے سلسلے سے بھی
کام لیتے تھے۔

افروہ بن نوفل اشجی جو پانچ سو فارسیوں کے ساتھ حضرت علی کے لشکر سے جدا ہوا تھا
اور شہر زور میں مقیم تھا اس نے جب سنا کہ حضرت حسن نے خلافت چھوڑ دی اور اب ساری
دنیا نے اسلام کے فرماں روا معاویہ بن ابی سفیان ہی کو اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے ان سے
کہا اب تو وہ بات پیدا ہو گئی جس کے برے ہونے کی تم کا شک ہی نہیں رہے۔ اے پیلو
معاویہ سے لڑیں اور ان پر جہاد کریں۔ حسب نے یہ تجویز منظور کی۔ وہ سب کوٹے کر پلا۔ اور
کونے کے باہر غنیلہ نام جو لشکر کا بھی وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔

انہی پانچ آدمیوں نے

معاویہ بن ابی سفیان

معاویہ بن ابی سفیان

افروہ بن نوفل

حضرت حسنؓ اُس کے نیکلہ میں پونچنے سے پیشتر ہی عازم مدینہ ہو چکے تھے مگر معاویہ نے ایک قاصد کے ہاتھ آپ کے پاس پیام بھیجا کہ "اپنے دشمن فرودہ سے مقابلہ کیجیے" تاہم معاویہ آپ کو معاویہ کا یہ پیام ملا تو جواب میں تحریر فرمایا اہل قبلہ میں سے کسی کے ساتھ لڑنا اگر مجھے گوارا ہوتا تو میں پہلے تم سے لڑتا مگر حضرت اُمت کی فلاح اور غوریزی سے بچنے کے لیے تو میں یہ خلافت چھوڑ دی۔ اور تم سے معترض نہ ہوا۔ یہ جواب بھیج کر آپ آگے روانہ ہو گئے۔

حضرت حسنؓ سے
اُس کے مقابلے کا
نوازش
اور آپ کا جواب

جناب حسنؓ سے یہ جواب پا کر معاویہ نے اہل شام کا ایک لشکر فرودہ اور اُس کے ہمراہی خوارج کے مقابلے پر بھیجا۔ خوارج نے ایسی بہادری و جاں بازی سے مقابلہ کیا کہ اس شامی لشکر کو شکست دیدی۔ اب معاویہ نے اہل کوفہ کی طرف توجہ کی۔ اُن میں حضرت علیؓ کی سی زحمی و پاسداری نہ تھی۔ اور اہل عراق کے حال پر دسے مہربان نہ تھے۔ جیسے کہ حضرت علیؓ نے تصنی تھے۔ چنانچہ معاویہ نے اہل کوفہ کو جمع کر کے کہا کہ تم لوگ جب تک اُن خوارج کے شر اور فتنے کو دشاؤ گے مجھ سے امن پانے کی امید نہ رکھو۔ یہ خوف دلانا کافی تھا۔ وہی شیعہ ان علیؓ جو حضرت علیؓ کے بار بار فرمائے پنبلیں جھانکنے اور منہ پرانے لٹتے تھے۔ اور جنہوں نے حضرت حسنؓ سے صاف کہہ دیا تھا کہ آپ مسلح کر لیجئے ہم کو زندگی مرنے سے زیادہ عزیز ہے۔ اتنی سی دھمکی میں لڑنے پر مجبور ہو گئے۔ جبراً و قہراً ایک لشکر میں مرتب ہو کر کوفہ کے نکلے۔ اور خوارج سے مقابلہ شروع کر دیا۔

معاویہ کے
مقابلے کو خوارج
نے شکست

کو نہ دیا
کس طرح یہ
کے لیے

جب یہ بزرگان کوفہ خوارج کے مقابلہ پر صاف آرا ہوئے تو خوارج نے اُن سے کہا۔ معاویہ تو ہمارے تمہارے دونوں کے دشمن ہیں۔ لہذا تم ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ ہم بڑھ کے معاویہ سے مقابلہ کریں۔ ہم غالب آئے تو تمہیں بھی اپنے دشمنوں سے نجات مل جائے گی۔ کوفہ والوں نے مذمت و بی بسی کے ساتھ جواب دیا "اگر اس کو کیا کریں کہ ہم تم سے لڑنے پر مجبور ہیں۔"

شیعہ مخالف
اور خوارج کی
مذاکرہ

اب کوئی نے بنی امیہ کے قبیلے والے تھے اُس سے ملے اور بہت بھجایا کہ لڑائی سے باز آؤ۔ مگر اُس نے ایک دشمنی تب بنی امیہ اُس کو زبردستی کوفہ میں گزرنے سے فرودہ کے پھر اپنے جانے کے بعد خوارج نے جند اشد بن ابی حسان کو اپنا سردار بنایا۔ جو پیش قدمی سے تھا۔ اور اُس کے زیر علم اہل کوفہ سے مقابلہ کیا۔ اہل کوفہ سے ایسے دشمنی کر اُن کی پست ہمتی و بزدلی انہیں قیاب کرے کہ معاویہ کی دھمکی پورا کام کر گئی۔ جان کے

فرودہ کو اپنے
طریقوں سے
مکمل کر دیا۔

اور معاویہ
خوارج کے

خوارج کی حالت
نہایت خراب
ہو چکی تھی۔

خوف سے وہ جان کچھیل کے لڑے۔ اور ربیع الاول یا ربیع الآخر مسلمانوں میں ان تمام خوارج کا خاتمہ کر دیا۔ خوارج کا سردار ابن ابی انحوسا بھی مارا گیا۔ یہ بڑا بہادر سردار تھا جس وقت اس نے خوارج کی سپہ سالاری قبول کی ہے کسی نے کہا۔ یہ سلطنت کا مقابلہ ہے۔ انجام یہ ہو گا کہ مسلمانوں کے جاؤ گے۔ جواب میں اس نے تین شعر پڑھے جن کا مضمون یہ تھا۔

”جب ہم مار ڈالے گئے اور ہم میں جان نہ رہی تو کچھ پروا نہیں کہ ہمارے جسم کے ساتھ تم کیا سلوک کرو گے۔ ورنہ طبعاً چاند اور سورج سب اپنی اپنی وضع پر چلے جاتے ہیں۔ مگر تم مانتے ہو کہ سب سے اچھا اور سب سے زیادہ سودمند کلمہ یہ ہے کہ خوشی سب سے بڑی چیز ہے۔“

خوارج کی حالت

ابن ابی انحوسا کے مارے جانے کے بعد خوارج نے جمع ہو کر حوثرہ بن ابی اسود اسدی کو اپنا سردار بنایا۔ اس نے فرو و پر یہ الزام عائد کیا کہ اسے حضرت علیؑ سے لڑنے میں شک اور پس و پیش تھا۔ یہ شخص تمام ہزار روز میں تھا۔ ڈیڑھ ہزار روز کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو کر شکر گاہ کو نہ نچیلے میں آگیا۔ اور یہاں ابن ابی انحوسا کا بھائی ابی حوثرہ آدمیوں کے ساتھ اس کے ملا۔

خوارج کی حالت

جناب معاویہؓ نے ان لوگوں کے آنے کا حال سنا تو پہلی کارروائی یہ کی کہ حوثرہ کے باپ کو جو عراق میں موجود تھا بلو اسکے حکم دیا کہ ہا کے اپنے بیٹے سے ملو اور سمجھاؤ۔ شاید یہاں صورت دیکھ کر اس کا دل نرم پڑ جائے اور راہ راست اختیار کرے۔ وہ گئے تو حوثرہ کو سمجھایا۔

”نشیب و فرزند دکھائے۔ نہیں دلائیں۔ اور جب یوں اس کے دل پر اثر نہ ہو تو کہا تم میرا کہن نہیں مانتے تو تمھارے بچے کو بیٹے آتا ہوں۔ اس پر تو اس نے کہا اس نے کہا کہ فرزند جو ایک وار میں میرا کام تمام کروے مجھے فرزند کے دیدار سے زیادہ عزیز ہے۔“

ابا کا فرزند مارا۔ باپ یہ جہل من کر واپس گیا اور بیٹے کا یہی جواب معاویہ کے سامنے بیان کر دیا۔

خوارج کی حالت

آخر حضرت معاویہؓ نے عبداللہ بن عوفؓ کو دوسرا سپہ سالاروں پر مقرر کر کے حوثرہ کے مقابلے پر بھیجا۔ اور اس کے باپ کو اس شکر کے ساتھ کیا۔ دونوں لشکروں کا سامنا ہوا تو حوثرہ کا باپ میدان میں نکلا اور مقابلے پر بیٹے کو بلایا۔ اس نے کہا میں جاؤں میں آپ کے مقابلے پر نہ آؤں گا۔ میرے سوا اور جس کسی سے چاہیے لڑیجے۔“

اب عبد اللہ بن عوف نے حکم کر دیا۔ اور تھوڑے سے خوارج پر اس لشکر خلافت جا پڑا خوارج
 نے بڑی بہادری اور ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور خود خوثرہ عبد اللہ کے مقابلے پر آیا۔ مگر
 عبد اللہ کے نیرے سے مارا گیا اس کے ساتھ اس کے تمام ہمراہی بھی کٹ مرے۔ صرف
 پچاس آدمی بچے جو میدان چھوڑ کے کوٹھ میں بھاگ گئے یہ واقعہ جہادی الاخریٰ سلسلہ کا ہے
 یہ خارجیوں کا بہادر سردار خوثرہ بڑا عابد و زاہد شخص تھا۔ ماتھے پر سجدوں کے اثر سے گھٹا
 پڑ گیا تھا چنانچہ پیشانی کے اس نشان کو دیکھ کر عبد اللہ بن عوف اس کے قتل کرنے پر نادم
 ہوئے اور کہتے ہیں جس کا اظہار انھوں نے اپنے بعض اشعار میں کیا ہے اور توبہ کی ہے۔
 صلح کے بعد معاویہ نے عمرو بن عاص کے زہد و یار سا فرزند عبد اللہ کو حاکم عراق مقرر
 کیا۔ مگر وہیں تھے کہ تنعیر بن شبہ ان سے آ کے ملے اور کہا یہ آپ نے کیا غضب کیا کہ عمرو
 بن عاص سے بیٹے کو یہاں کا حاکم مقرر کر دیا؟ آپ کے مغرب میں مصر پر خود عمرو بن عاص حاکم
 ہیں۔ اور مشرق کا حاکم ان کا بیٹا ہو گیا۔ لہذا آپ خیر کے دو دانتوں کے درمیان میں ہیں ان کو
 حرکت ہونی اور آپ کا یہ نہیں ہے۔ یہ بات معاویہ کے دل پر کھب گئی۔ اسی وقت عبد اللہ کو موتوں
 کر کے تنعیرہ کو حاکم عراق مقرر کر دیا۔ یہ خبر عمرو بن عاص کے گوش گزار ہوئی تو نہایت طیش آیا
 چنانچہ چند روز بھلا اداوے کے شام میں معاویہ سے ملے اور کہا آپ نے تنعیرہ کو حاکم خراج
 مقرر کیا ہے جو جاہلیت میں ان کی جو کچھ حالت تھی چھپی نہیں۔ خراج کی ساری رسم خود بخود
 کرویں گے۔ اور آپ کو کوڑی وصول ہوگی تحصیل خراج پر کسی ایسے کو مقرر کیجیے جس کے دل میں
 آپ کا خوف ہو۔ اور آپ کی ناراضی سے ڈرے۔ یہ بات بھی معاویہ کو سچی اور قرین مصلحت
 نظر آئی۔ اور تنعیرہ کو خراج کی انفری سے ہٹا کے عراق کا حاکم نامزد مقرر کر دیا۔ لیکن یہ بیان یقیناً
 غلط ہے اس لیے کہ صحیح روایتوں کے مطابق تنعیرہ بن شبہ اپنی وفات کے وقت تک ہمیشہ
 کوٹھ کے حاکم رہے۔ اور حکومت کو فدی کی حالت میں انھوں نے سفر آخرت کیا۔
 معاویہ کے عراق سے واپس جاتے ہی نوفل ابھی کے بیٹے فروہ نے جسے اس کے
 قبیلے واسطہ زبوتی کے لالہ اس نے تھے پھر شورش مچائی اس نے خوارج کے ایک گروہ کو جمع
 کیا اور تنعیرہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کیں تنعیرہ نے اس کی سرکوبی کے لیے سواروں کا ایک لشکر
 بھیجا جس کا سردار شبث بن ربیع یا مستقل بن تیس تھا۔ تمام ہندو میں مقابلہ ہوا جس میں فروہ
 مارا گیا اور دشمن بھاگے۔

خوارج کی کمان

خوثرہ کا زہد و عبادت

عبد اللہ بن عمرو حاکم کوٹھ

ابن عوف بن عبد اللہ کا

ابو زہد کی

دو آنہ کا تاج

شبیب خارجی
کا ہمارے

ابن شیبہ بن نجیحہ خارجی نے سر اٹھایا۔ اس کی نسبت ہم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کے شہید کرنے کے لیے اپنی لجم کے ساتھ آیا تھا۔ معاویہ جب کہ سنہ میں تھے تو یہ ایک دن ان سے آگے ملا اور فرزند نازک کے ساتھ آگے بیان کیا۔ علی کے قتل کرنے میں بن لجم کے ساتھ تھا۔ اور ہم دونوں نے ان پر ایک ساتھ وار کیا تھا۔ اس کے یہ الفاظ سن کر معاویہ فوراً اٹھ کے مکان کے اندر چلے گئے اور کوئٹال شہر راجع کے پاس پہنچا۔ اگرچہ کبھی میں نے شبیب کو دیکھا یا سنا کہ وہ میرے دروازے پر آیا تھا تو تھا میری خیریت نہیں ہے اسے فوراً شہر سے نکال دو۔ شبیب کی حالت یہ تھی کہ رات کے اندر میرے میں گھر سے نکلتا۔ اور جہاں آتا اسے مار ڈالتا۔

دوسرے
مقتول

سینہ خارجی
کا ہمارے

مغیرہ کے حاکم کو ذمہ مقرر ہونے کے بعد اس نے کوفہ کے قریب مقام طف میں کچھ لوگ جمع کیے اور علم بغاوت بلند کر دیا۔ مغیرہ نے اس کے مقابلے پر بھی خالد بن عرظہ یا قتیل بن قیس کی سرداری میں سواروں کا لشکر بھیجا جنہوں نے جا کے شبیب اور اس کے رفقاء کو قتل کیا۔ اس سے پیشتر مغیرہ کو خبر پہنچی تھی کہ ایک خارجی بن عبد اللہ بن مبارک بلی مقبض نہیں بناؤ کی تیاریاں کر رہا ہے اسے لشکر بھیج کے گرفتار کر لیا تھا اس کو قید خانے میں بند کر کے شہید نے جناب معاویہ کو اس کا حال لکھا اور پوچھا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ جواب دیا کہ اگر اس کو میرے خلیفہ ہونے کا اقرار ہے تو چھوڑ دو۔ اس حکم کے مطابق مغیرہ نے اس کو اپنے سامنے بلوایا اور پوچھا معاویہ کے خلیفہ اور اسے اللہ بین ہو گئے کا نہیں اقرار ہے۔ اس نے کہا مجھے بس اتنی باتوں کا اقرار ہے کہ مذہب حق ہے۔ قیامت کا انابر حق ہے۔ جس روز خدا سب کو قبروں سے اٹھا کر اکٹھا کر دے گا۔ یہ جواب پاس تھے ہی مغیرہ نے اس کے قتل کا حکم کیا اور قبیلہ ہلالی نے اس کی گردن ماری۔ مگر خارجیوں نے بغیرہ سے اس کا انتقام لے لیا۔ ایک خارجی قبیلہ کے دروازے پر آگیا اور جیسے ہی وہ گھر سے نکلا اسے قتل کر کے ہٹا گیا۔ اور کسی کو پتہ نہ لگا کہ کون تھا۔ جب شبیب قتل ہوا تو وہ پوشش نرزش کے ساتھ سب لوگوں کے سامنے آگے پکارا کہ اے عثمان بن خدا سن لو کہ قبیلہ کا قاتل میں ہوں۔

دوسرے
مقتول

اس کے چند ہی روز بعد ایک دوسرا خارجی ابو عمر جو عمارش بن کعب کا غلام تھا اٹھ کھڑا ہوا اس کے ہمراہ دو عورتیں بھی تھیں جن میں سے ایک کا نام قلیماہ اور دوسری کا نام کبیلہ تھا۔ یہ عورتیں اس کے زیر علم لڑائی اور لوگوں کو جہاں باڑی پر ابھارتی تھیں اور یہ پہلا موقع تھا کہ خارجی

کے ساتھ میدان میں عورتیں نمودار ہوئیں بعض لوگوں نے ابو مریم کو عورتوں کے ساتھ لانے کا
ادامہ دیا تو اس نے کہا عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور مجاہدین شام کے ہمراہ بھی لڑ چکی
ہیں لیسکے کچھ نہیں پس تو خیر میں ان کو واپس بھیجے دیتا ہوں۔ مغیرہ بن شعبہ نے اس خارجی
کے مقابلے پر جا بھجلی کو بھیجا۔ جنھوں نے یہی قوت و شجاعت سے مقابل کیا کہ ابو مریم اور
اس کے رفقاء مارے گئے۔

اس کا قتل ہونا۔

مگر عراق میں خوارج کی اس قدر کثرت تھی کہ ان کی بغاوت کا سلسلہ کسی طرح ختم ہونے
بھی کو نہ آتا تھا۔ وہ اس بغاوت کو دینی فرض اور نجات کا بہترین ذریعہ مانتے تھے۔ نہ اپنی کمی اور
اکثروری کی پردہ کرتے نہ دشمنوں کی کثرت سے خوف کیا تھے چنانچہ ابو مریم کے قتل ہونے کے
بعد ایک روز ابوالاعلام ایک سید فام کشیدہ قاصت شخص نے جامع کو نئے کے دروازے
کے دونوں بازو پر اس کے زور و شور سے نعرہ لگایا کہ ان احکم الا اللہ یہ آیت خوارج کا شعار
تھی جس کو وہ اپنے جھنڈے کے پھر پرے میں لکھا کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ نے اس وقت
سجد میں تھے انھوں نے اس نعرے کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور ابوالاعلام نے بیس غلاموں کو
اپنی رفاقت میں حج کر کے علم بغاوت بلند کروا۔ اور کوئے میں برہمی کے آثار نمودار ہوئے
مغیرہ نے فوراً مقتول بن قیس راہی کو ابوالاعلام کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا۔ اور انھوں نے
اس کے ساتھ میں سوا کوئے کے اندر ہی اس کا خاتمہ کر دیا۔

خوارج کی کثرت
اور ان کا جوش

ابوالاعلام خارجی۔

اور اس کا اثر

مغیرہ بن شعبہ نے اسی زمانے میں کثیر بن شائبہ کو رے کا حاکم مقرر کیا۔ یہ شخص حضرت علی
کا سخت ترین دشمن تھا۔ اور رے کی سجد میں نمبر پر کھڑے ہو کر آپ کی شان میں نہایت ہی
کریہ اور ناپاک الفاظ زبان پر لایا کرتا۔ مگر اس پر کیا سوتوت ہے یہ ایسا عبرت ناک زمانہ تھا کہ
ساری دنیا نے اسلام میں ہر جگہ اور ہر ملک میں تھی کہ خاص حرمین شریفین میں بھی جبہ کے
خطبوں میں علی الموم تبرہ ہوتا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہفت سہام بہائے جاتے۔

حضرت علیؑ
تبرہ۔

دوسری فصل

زیادہ کا بنی امیہ میں شامل ہونا اور خوارج کے بعض بھگوانے

مکمل عہد حضرت عثمانؓ زیاد اور معاویہؓ کی اہلیت ان کی اس سیر زیاد کا
بصرے میں آنا۔ ان کی ملی ترقی اور مشہورانی پر تقریرات کی فصیح البیانی۔ اہل خیابان اپنا
بیٹا ہونے کا اعتراف کرتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے ماکہ مناس سے کر کیا معاویہ سے زیاد کی بیٹی
حضرت ملی کی خوشنودی۔ آپ کے بعد میں معاویہ کے خلاف رہنا زیاد کے ساتھ ان کا
برتاؤ بصرے میں بیکار کا دھندلہ اور زیاد کے ساتھ ان کا برتاؤ اہل بیت کی تیار یاں۔
ابو جہل کا معاویہ کے پاس جانا اور عین موقع سے مسلمانانہ زیاد کے اہل بیت کی تیار یاں۔
اور اس میں ناگامی۔ معاویہ اور زیاد میں صفائی کی ابتدا۔ معاویہ زیاد میں تبدیلی۔ معاویہ
مشرک کا زیاد کو سمجھانا۔ زیاد کا معاویہ سے ملنے کو مانا۔ راستے کا جھوٹا زیاد کی تیار یاں۔
بنی امیہ کے نسب میں شامل ہوں۔ اسس کی ابتدائی تحریک اور کامیابی۔ بیت المقدس
شرع۔ حضرت عائشہؓ کا زیاد کے نقرے میں آنا۔ خانہ اراضی۔ معاویہ کا مدبر شعی۔
ان کی غلطی۔ خود اپنے ہی پسر میں تھے۔ عائشہؓ بن مامہ کا مدبر و قریبی مامہ کا مدبر۔
اہل ترکستان پر قبضہ۔ عبداللہ بن خاتم مامہ ترکستان۔ خراج۔ سب سے زیادہ مامہ کی تیار یاں۔
بن مالک خارجی۔ دو عباد کو قتل کر کے میں بیت مامہ کا ان پر حملہ۔ ان کا پھر شوش میں۔
تہم مارا گیا۔ اور ظفر ملا۔ ملین ہوا۔ علی بن عبد اللہ کی ولایت۔ بصرہ میں مامہ کا مدبر۔ قریب ان
آباد ہوا۔ رجب بولسا۔ رجب۔ ولایت خراج۔ مامہ کا مدبر۔ بصرہ میں مامہ کی تیار یاں۔
ترغوی پر فخری۔ خیابان کا فتنہ۔ بصرہ کی زمرہ پاسی۔

اگرچہ خلافت راشدہ کا زمانہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سبکدوش ہوتے ہی ختم ہو گیا اگرچہ
ہے کہ آپ کی وفات تک کے واقعات بھی ہم بیان کر دیں تاکہ ناظرین کو وہ سب حالات معلوم
ہو جائیں جو خلافت چھوڑ دینے کے بعد آپ کی زندگی میں پیش آئے۔ یہ واقعات یہ بتا سکتے ہیں
خلافت راشدہ کی برکتوں سے محروم ہوتے ہی دنیا نے اسلام کی کیا حالت ہو گئی۔ زمینان ملی کے

ان دو لوگوں کو ہوں پر کیا گذری جن میں سے ایک حضرت علیؓ کی محبت کا دم بھرتا تھا اور دوسرا آپؐ کا اور آپؐ کے خاندان کا سخت ترین دشمن بن کے خوارج کے لقب سے مشہور ہوا تھا۔ اس موقع پر سب سے پہلے آپؐ کے حالات اور ان کے اور معاویہ کے تعلقات کی مفصل کیفیت بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

زیادہ کی فصاحت اور انتظامی قابلیت کا ذکر اس سے پیشتر ہو چکا ہے لیکن ان کی صلیت سے بہت کم لوگ آگاہ ہیں۔ وہ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت بارہ تیرہ برس کے تھے۔ یہ سزا صحابہ میں شمار کیے جاسکتے ہیں مگر ان کی ابتدائی تھی کہ جاہلیت میں ایران کے علاقہ کشتک کے شہر زند رود کی رہنے والی ایک عورت تھی تیسرے جو طائف کے شہر طبیب عرب حارث بن کلدہ کی لونڈی تھی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ زند رود کے ایک زمیندار نے اپنے علاج کے لیے حارث کو بلا لیا تھا۔ شفا پائی تو اپنی لونڈی ان کی نذر کر دی۔ یہ سن کتاب سعاد میں علاء الدین قتیبہ کا بیان ہے۔ مسلمان ہوتا ہے کہ ابو انیسر نام میں کا ایک بادشاہ کسریٰ پر وزیر کے دربار میں حاضر ہوا تھا اور کسریٰ نے خوش ہو کر زند رود کی ایک لونڈی تیسرے اسے انعام میں دیدی تھی۔ وہ ایران سے اپنے گھر جانے وقت طائف میں بیمار پڑ گیا حارث بن کلدہ نے علاج کیا۔ اور شفا پائی کے بعد اپنی وہ لونڈی حارث کی نذر کر دی۔ چند روز وہ حارث کی خدمت میں رہی اور اس سے بطن سے ابوکرہ جن کا نام قبیح تھا اور ناف پیدا ہوئے جن کو حارث نے اپنا بیٹا نہیں سہا کر لیا۔ بعد ازاں حارث نے غالباً تیسرے کی آوازیں دیکھ کر اپنے غلام عبیدہ کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ اب وہ اگرچہ عبیدہ کے نکاح میں تھی مگر مسلمان ہوتا ہے فاحشہ بازی عورتوں کی سی نہ کی ہسرتی تھی۔ اتفاقاً ان دنوں معاویہ کے والد ابوسفیان جو بہت زایاں نہیں لائے تھے کسی ضرورت سے طائف میں گئے۔ اور وہاں کے ایک سیفروش ابو مریم سلولی کے یہاں آ کر سے ایک دن شراب سے بہت ہوا کہ ابو مریم سے کہا میرے لیے کوئی عورت لے آؤ۔ اس نے کہا اگر تیسرے پسند ہو تو نہ ضرر ہے۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ کو اس میں عیوب ہیں مگر خیر اسی کو لے آؤ۔ یوں تیسرے ابوسفیان سے ہم بستری ہوئی اور اسی کے بعد اس کے بطن سے ہجرت کے پہلے سال میں زیادہ پیدا ہوئے۔ خود ابوسفیان کو اور اور بہت سے لوگوں کو یثیم تھا کہ زیادہ بچے کے بچے تھے۔ مگر کسی کی اتنی مجال نہ تھی کہ اس خیال کو زبان سے آ کرے کیونکہ اسلام نے قطعی فیصلہ کر دیا تھا کہ حرام سے نسب قائم نہیں ہو سکتا۔

زیادہ اور معاویہ

زیادہ کی صلیت

ان کی لڑائی

فتح مکہ کے بعد حضور پور عالم نے جب طائف کا محاصرہ کیا تو اعلان فرمایا کہ "مغسلاط
قلعہ سے مکہ کے حاضر ہو جائے اس کو آزادی دی جائے گی" ابو بکرؓ فوراً نکل کے ابوبکرؓ
میں حاضر ہو گئے ان کے بھائی افغ نے بھی حاضری کا ارادہ کیا تو حارث نے جو بھی مسلمان
نہیں ہوئے تھے ان سے کہا تم میرے فرزند ہو اس لیے میرا ساتھ دو یہی وقت ہے جب ت
ابوبکرؓ اور افغ دونوں نے اپنے آپ کو حارث کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ حالانکہ حارث نے
کبھی اس کو تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ لوگ کہتے ہیں کہ کسی شخص ان کی وجہ سے ان میں اولاد ہونے کی
صلاحیت ہی نہ تھی۔ ابوبکرؓ اور افغ کے ساتھ ان کی بہن آردہ بنت میرے بھی اپنے آپ کو
حارث کی اولاد بتایا۔

آردہ کی شادی عقبہ بن غزو ان کے ساتھ ہو گئی۔ عقبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ولی بصرہ
مقرر ہوئے بلکہ شہر بصرہ اور جامع بصرہ کی بنیاد بھی انہیں کے ہاتھ سے پڑی۔ وہ اس حکومت
کے زمانے میں اپنی بیوی آردہ کو بصرہ میں لے گئے۔ درہیوی کے ساتھ ان کے بیٹوں سلمے
ابوبکرؓ۔ تافع اور زیادہ بھی آ۔ کے بصرہ میں مقیم ہوئے۔ اگر یہ ابوبکرؓ نے اسلام قبول کرنے
کے بعد اپنے آپ کو حارث کا بیٹا بنا نام تو قوت کر دیا تھا۔ اور کہا کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
غلام ہوں۔ اور اسی اسلامی فیصلے کے مطابق حارث کے مرنے کے بعد ان کا ترکہ ان بیٹوں
بھائیوں میں سے کسی کو نہیں دلوایا گیا۔

زیادہ بصرہ کے قیام میں علم و فضل حاصل کیا اور لکھنے پڑھنے میں بھی نمایاں ترقی کی کہ
ابو موسیٰ اشعریؓ نے حکومت بصرہ کے زمانے میں انہیں اپنا خطی بلکہ مستند علیہ مقرر کیا اور جب
ان کی کارکردگیوں اور خوش شمس تدبیریوں کا حال حضرت عمرؓ نے سنا تو آپ نے ہی ان کی
قدر کی اور ان کا مرتبہ اور بڑھادیا۔ اسی زمانے میں وہ ایک بار حضرت ابو موسیٰ کے بیٹے ہوئے
مدینہ طیبہ میں آئے اور حضرت عمرؓ کے سامنے نفس واقہ کو ایسی خوبی و فصاحت کے ساتھ بیان
کیا کہ آپ کو حیرت ہو گئی اور فرمایا "یونہی، علامت خیر میرے کھڑے ہو کر بیان کر سکتے ہو؟" عمرؓ نے
چھ پر کسی کا غیب پڑ سکتا تھا تو آپ کا جب آپ کے سامنے بیان کر دیا تو کسی کا کیا غیب
پڑ سکتا ہے؟ آپ نے حکم دیا اور زیادہ نے اسی خوبی سے سب حالات خیر پر کھڑے ہو کر بیان
کر دیے۔ اس وقت مسجد نبویؐ میں مہاجرین و انصار کا مجمع تھا۔ زیاد کی تقریر سن کر سب صاحب
عشق ہوئے کہ گئے۔ عمرؓ بن عباسؓ نے کہا اے نوجوان کا باپ اگر کوئی قریشی ہو تو یہ سانسے عربوں

لکڑی سے اٹھنا۔ ہونیان بھی اس صحبت میں موجود تھے بوسے میں خوب جانتا ہوں کہ یہ کس نطفے سے ہے؟ ان کے یہ الفاظ سن کر حضرت علیؑ نے چپکے سے فرمایا بس خاموش ہی رہیے آپ کا یہ فقرہ عمرؓ کے کان تک پہنچ گیا تو خبر کے ڈاڑھیں گئے۔

ہونیان اپنا
بٹا ہونے کا
اقرار کرتے ہیں

بعد ازاں حضرت علیؑ نے زیاد کی انتظامی قابلیت دیکھ کر ان کو حاکم فارس مقرر کر دیا جیسا کہ اس کے پیشہ تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ معاویہ نے زیاد کی خوش انتظامی کا حال سنا تو گراں گزرا۔ اور ان کے پاس فارس میں ایک خط بھیجا جس میں دھمکیاں دیں اور آخر میں لکھا کیا تمھیں یاد نہیں رہا کہ ہونیان کے نطفے سے پیدا ہوئے ہو؟ زیاد نے فوراً مجمع عام میں ایک تقریر کی جس کا مضمون یہ تھا۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ کیا یہ کھانے والی دہند معاویہ کی والدہ اکا بیٹا اور تفرقہ اندازی کا سرغما ہے؟ ڈراؤ دھمکا ہے؟ حالانکہ میرے اُس کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے حجام کے بیٹے ہیں جن کے ساتھ مہاجرین و انصار کا گروہ ہے مجھ کو انھوں نے مقابلے کا حکم دیا تو خدا کی قسم یہ شخص مجھے ایک خوف ناک انگارا اور زبردست دشمن پائے گا۔

حضرت علیؑ نے
حاکم فارس مقرر کیا

معاویہ سے زیاد
کی سبب زاری۔

یہ واقعات حضرت علیؑ کے گوش گزار ہوئے تو زیاد کو تحریر فرمایا تمھاری حکومت اور تمھارا عہدے کو میں تسلیم کرتا ہوں۔ اس لیے کہ تم اس کے اہل ہو۔ ہونیان کی یہ ایک لغزش تھی جو باطل ہوس رانی کا نمونہ ہے جس سے زور و ظلال ہوتا ہے۔ یہ شب قاتم کیا جا سکتا ہے۔ معاویہ کی یہ حالت ہے کہ انسان کے پاس بھگانے کے لیے آگے پیچھے والے بائیں ہر طرف سے آتے ہیں۔ لہذا خبردار تم ان سے ڈرتے رہنا۔ و استلام۔

حضرت علیؑ کی
نگاہیں ڈھکی

حضرت علیؑ کے شہید ہونے پر معاویہ نے پھر زیاد کو دھمکی کا ایک خط بھیجا اور زیاد نے پھر علیؑ کی اعلان معاویہ کو برا بھلا کہا۔ اور ظاہر کیا کہ میرے اور معاویہ کے درمیان حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت حسنؓ و زین العابدینؓ کے ساتھ تلواریں علم کیے کھڑے ہیں۔ اور ہڑسنے کا نام بھی لیا تو خدا کی قسم تلوار سے حجاب دوں گا۔

آپ کے سبب
معاویہ کے خوف
رہنا۔

اس کے بعد حضرت حسنؓ کے خلافت چھوڑنے تک زیاد فارس کے حاکم تھے مگر ان کے اہل و عیال بصرے میں رہتے تھے جس شہر کو انھوں نے اور ان کے بھائیوں نے اپنا وطن قرار دے لیا تھا۔ معاویہ کے ہاتھ میں بیسے ہی عنان خلافت تھی اور زیاد کو فارس میں ان سے اندیشہ ہوا تو ایک مضبوط قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے جو مدتوں قلعہ زیاد کے نام سے

مشہور رہا۔ اوصہ بصرے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ قمران بن ابان نے شہر پر یورش کر کے قبضہ کر لیا۔ معاویہ کو خبر میں ہو جو تھے اس نے یورش کا حال سنتے ہی بمصر بن اخطاؤ کو روانہ کیا کہ اگر آپ
میں ان دامن قاع کرے۔ اور چلتے وقت اسے یہی حکم دیا کہ وہاں زیاد کا گھر ہے۔ اہل ان
جتنے بیٹے ہیں سب کو بچہ کر قتل کر ڈالنا۔

بصرے نے بصرے میں پہنچ کر پہلی یہ کارروائی کی کہ شہر قباہن ہوتے ہی مباح مسجد پر شہر
ہو کر تقریر کی جس میں حضرت علیؓ کی شان میں کستہ خیاں کیں۔ گالیاں دیں۔ پھر کہا میں شہر غارت
کو قسم دلاتا ہوں کہ میرے کہنے کو بجا و درست جانتے ہوں تو میری تصدیق کریں اور طوطا جانتے
ہوں تو تکذیب کریں۔ ابو بکر صغالی رسول اللہ ﷺ نے ذرا کیا انکھ کاٹے ہوئے اور کہا خدا کا قسم
دو انا ہے کہ تمہیں جھوٹا جانتے ہیں تو ان کے اس جواب پر بشیر بہم مولا اور قریب تھا کہ ان کی بنا
حمار ہو جائے مگر ابو بکر صغالی انکھ کی سینہ سپر ہو گیا۔ اور کسی نے پکار کے ابو بکر کے منہ سے بھلائیے
نازک موقع پر آپ کو اٹھ کھڑے ہوئے کی کون ضرورت تھی؟ جواب دیا کوئی خاکی سردار کے
پیر چہے اور ہم خاصوش بیٹھے رہیں؟

اس کے بعد بصرے نے زیاد کے بڑے بیٹوں عبد الرحمن بن عبد اللہ اور عبد کو وقت پر لیا و
زیاد کو لکھا: تمہارا امیر المؤمنین معاویہ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ ورنہ تمہارے سب بیٹوں کو قتل
کر ڈالوں گا۔ زیاد کے پاس سے اس کا یہ جواب آیا کہ جب تک اللہ جل شانہ میرے اور تمہارے
اقامعاویہ کے درمیان تصفیہ نہ کر دے گا میں وقت تک میں اپنی جگہ سے سٹنے والا نہیں ہوں
رہا یہ کہ تم میرے بیٹوں کے قتل کرنے کی دھمکی دیتے ہو تو میں کامیاب خدا کے سامنے ہو جاؤں۔
وَمَا يَكْفُرُ الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يُقَالُ لَهُمْ قَاتِلُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِمَا ظَلَمُوا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

یہ جواب پا کر بصرے نے زیاد کے بیٹوں کے قتل کرنے کی تیاریاں کیں۔ ابو بکر و دیگر ان
لڑکوں کے چچا جتنے تھے ہی دوڑے آئے اور کہا تمہارے یہ بھائی زیاد کے بیٹوں کے
سیکناہ قید کر لیا ہے۔ حالانکہ جب حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ کے ساتھ مسلح کی تو تمام صحابہ
علیؓ سے درگزر ہوئے کا وعدہ ہو گیا تھا۔ اس معاملہ سے کی بنا پر ہمیں ان لڑکوں سے تفریق
کرنے کا حق حاصل ہے۔ ان کے باپ سے لیکن تم اس کو نہیں مانتے تو اتنا انتظار کرو کہ میرے
سے ان کی رہائی کی شہر پر سے آؤں میں نے منظور کیا۔ اور ایک دن مقدہ کو روکا اگر اس کو بڑا تر
ابو بکر معاویہ کی شہر پر سے نہ آگئے تو زیاد کے بیٹوں بیٹے قتل کر ڈالے جائیں گے۔

معاویہ نے
اسلام کو
پھیلانے
کی کوشش کی

چنانچہ معاویہ کے پاس کوئے میں گئے تو سنا سناہوتے ہی معاویہ نے دو شعر پڑھے جن میں اُن کے طرز عمل کی طرف اشارہ تھا۔ اس کے منہ پر بولے امیر المومنین۔ اشاروں میں باتیں نہ کیجئے۔ اگر کوئی راز کی بات آپ مجھ پر ظاہر فرمائیں گے تو مجھے رازدار اور سچا خیر خواہ یائیں گے۔ معاویہ نے کہا زیادہ کا فارسیں پڑھا بعض ہونا مجھے یاد آتا ہے تو راتوں کو نیند نہیں آتی۔ منہ پر نے کہا بھلا زیادہ کی بھی کوئی اصل حقیقت ہے کہ آپ اس سے اندیشہ کریں؟ معاویہ نے جواب دیا وہ سرزمین عرب کا جابلو ترین شخص ہے۔ فارس کا خزانہ اس کے ہاتھ میں ہے اور صدہا طرح کے مکر و فریب اسے یاد ہیں۔ مجھے اس کی طرف سے اطمینان نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ خاندان نبی ہاتھ کے کسی شخص کے ہاتھ پر بیت کر کے ہنگامہ مچا دے اور پھر میدان کارزار گرم ہو۔ متغیر ہونے کہا اچھا تو امیر المومنین مجھے اجازت دیتے ہیں کہ اسے لاکے حاضر کروں؟ کہا اُس میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ یہ ایسی کارروائی تھی کہ معاویہ نے منہ پر کی بہت کچھ خاطر داشت اور اُن کے حال پر بڑی مہربانی کی۔

معاویہ نے
اس سے پیشتر
یہ واقعہ پیش
آچکا تھا کہ معاویہ نے
زیادہ کو لکھا تھا کہ
معاویہ نے قبضہ شام
کی رقم اور خدا کی مانت ہے۔

اس سے پیشتر یہ واقعہ پیش آچکا تھا کہ معاویہ نے زیادہ کو لکھا تھا کہ معاویہ نے قبضہ شام کی رقم اور خدا کی مانت ہے۔ لہذا اُس کو فوراً میرے پاس بھیج دو۔ زیادہ نے جواب دیا تھا۔ میرے پاس جو کچھ تھا اُس کو خدا کی راہ میں صرف کر چکا۔ کچھ حصہ البتہ محفوظ ہے کہ وہ اس لیے ہے کہ کوئی فوری ضرورت پیش آئے تو اس میں صرف کیا جائے۔ اس سے جو کچھ بڑھا اُس میں امیر المومنین جنت نشین کی خدمت میں بھیج چکا۔ یہ تحریر پڑھ کے معاویہ نے لکھا اچھا تو تم حسابات سے کہ میرے پاس حاضر ہوتا کہ تمہارے معاملے میں غور کروں۔ تصدیق ہو جانے کے بعد تم اپنے علاقے پر لوٹ جاؤ۔ اس حکم پر زیادہ نے مطلق عمل نہیں کیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ معاویہ کو ان کی طرف سے زیادہ اندیشہ تھا۔

معاویہ نے
اسی حالت میں
منہ پر کوئے کے
کوئے کے زیادہ کے
پاس پہنچے اور کہا
معاویہ کو تمہارا
طرف سے اس قدر
دشمن کا ہے کہ مجھے
تمہارے پاس بھیجنا
پڑا ہے۔ تم جانتے ہو
کہ خاندان نبی ہاتھ
میں بچہ حسن کے اور
کوئی نہیں ہے جو خلافت
کے لیے اہل بیت بھلائے
وہ خود ہی دست بردار
ہو گئے اور معاویہ کے
ہاتھ پر بیت کر لی۔
پھر تم کس پرستے پر
بٹھے ہو؟ انداز میں
کہ تم پر حملہ ہو اپنے
بچے کو ہانپنے کی فکریں
کرو۔ اپنے قدموں کی
خیہ مٹاؤ۔ اور ایسا
کر کہ معاویہ کو
تمہاری طرف سے
اطمینان ہو جائے۔
زیادہ نے کہا آپ جس
مقصد کے لیے آئے ہیں۔

اسی حالت میں منہ پر کوئے کے کوئے کے زیادہ کے پاس پہنچے اور کہا معاویہ کو تمہارا طرف سے اس قدر دشمن کا ہے کہ مجھے تمہارے پاس بھیجنا پڑا ہے۔ تم جانتے ہو کہ خاندان نبی ہاتھ میں بچہ حسن کے اور کوئی نہیں ہے جو خلافت کے لیے اہل بیت بھلائے وہ خود ہی دست بردار ہو گئے اور معاویہ کے ہاتھ پر بیت کر لی۔ پھر تم کس پرستے پر بٹھے ہو؟ انداز میں کہ تم پر حملہ ہو اپنے بچے کو ہانپنے کی فکریں کرو۔ اپنے قدموں کی خیہ مٹاؤ۔ اور ایسا کر کہ معاویہ کو تمہاری طرف سے اطمینان ہو جائے۔ زیادہ نے کہا آپ جس مقصد کے لیے آئے ہیں۔

اور جو چیز تمھارے پاس ہے اس کی اسی طرح حفاظت کرو۔ ہر شخص کے خط میں اس قسم کی بات
 لکھی کہ وہی شخص جس کا اس نے معاویہ کے سامنے اقرار کیا تھا پھر اس نے قاصد سے کہا کہ جا کر
 سے پہلے ان خطوط کو کسی ایسے شخص کو دکھلا دینا جو معاویہ کو اس کی خبر کر دے۔ قاصد نے
 بھی کیا اور یہ خبر مشہور ہو گئی۔ معاویہ نے ان تحریروں کو غور سے پڑھا اور زیادہ سے کہا۔ مجھے
 خوف ہے کہ تم نے مجھ سے کوئی چال چلی ہو بہتر یہ ہے کہ جس نے تم پر چال چلی ہو مجھ سے کہو۔
 چنانچہ دس لاکھ درہم دے کر زیادہ معاویہ کو رخصی کر لیا۔

صلح ہو جانے کے بعد زیادہ نے مقدار سے کم کوستان میں تیار کر کے ایک اجازت مقرر کر
 اور خاموشی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ بغیر ان کی ہنریت ہی قدر و منزلت کرتے تھے۔
 پیش آتے چند روز بعد بغیر کے اس معاویہ کا حکم آیا کہ زیادہ جو تین صدی تیلیجان بن
 شہنشاہ بن رہی۔ اور ابن الکواہر بن حش شراب با عتہ ہوئے پر مجبور کیا جائیں اس لئے کہ
 یہ لوگ شیعیان علی نہیں سے ہیں۔ اس کا باعث یہ تھا کہ اس زمانہ میں منہ و باطن یہودیہ نصرت
 علی کے نام پر تیار ہوا اگر اس کے شیعہ شیعہ و باطن کے نام و اوقات سے

لیکن اب زیادہ کے دل میں خود ہی یہ خیال گزرا کہ اپنے آپ کو ابوسفیان کا بیٹا ثابت کر کے
 معاویہ کے بھائی بن جائیں۔ اور عامہ قریش میں شمار کیے جانے لگیں چنانچہ مسلمانوں میں
 ایک دن متعلقہ بن ہیرہ شیبانی سے کہا "اگر تم میرا ایک کام کرو تو میں ہزار درہم تمھاری نذر کروں
 اس نے پوچھا "کون سا کام؟" کہا "معاویہ کے پاس جا کے کہو کہ زیادہ فارس کی طار علی بن ابی
 اکی رقم ختم کر گیا۔ اور آپ کو صرف دس لاکھ درہم دے کے بہلا دیا۔ اس کا باعث وہی توفیق ہوا
 لوگ بیان کرتے ہیں؟ وہ پوچھیں گے "لوگ کیا کہتے ہیں؟" کہنا "ہر شخص کی زبان پر ہے کہ
 زیادہ ابوسفیان کا بیٹا ہے۔ یہ قتلہ نے منطوق کیا اور یہی فقرے معاویہ کے سامنے ہائے
 کہہ دیے۔ سنتے ہی معاویہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ زیادہ کو اپنے نسب میں شامل کر کے
 اپنا عزیز اور طرفدار بنالیں۔ اس لیے کہ وہ زیادہ کی قابلیت اور عرش تبریزی کے قابل تھے۔
 عرض زیادہ سے پوشیدہ مرامت کی اور جب دونوں اس پر آمادہ ہوئے تو کوکبش کی سی
 کہ زیادہ کے ابی سفیان ہونے کی شہادتیں لے کر اعلان کر دیا جائے کہ وہ معاویہ کے
 بھائی ہیں۔ منجملہ اور شہادتوں کے ابوہریرہ سلولی کی بھی شہادت تھی جو مشیت علیہ السلام کے

تھے اور اب ان کا شمار صحابہ میں تھا۔ ان سے جب معاویہ نے پوچھا کہ تم کیا شہادت دیتے ہو تو انھوں نے ابوسفیان اور زیاد کی ماں کے ملنے کا واقعہ ایسے خوش طریقہ سے بیان کیا کہ زیاد نے نام نہاد ہو کر کہا "ابو مریم ہیں۔ یہ تم شہادت دیتے ہو یا مجھے

گالی دے رہے ہو؟" جب شہادتیں مکمل ہو گئیں تو معاویہ نے زیاد کو اپنے خاندان کی یادگار اور اپنا بھائی تسلیم کر لیا۔ مورخین کہتے ہیں حکومت اسلام میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ علانیہ حکم شرع سے بے پروائی کی گئی۔ رسول خدا صلعم نے صاف فرمایا تھا کہ بچہ شوہر کا ہے اور زانی کے لیے بجز زیاد کا کسی کے کچھ نہیں۔ اسی اندیشے سے خود ابوسفیان حضرت عمرؓ کے زمانے میں باوجود یقین ہونے کے کبھی زبان سے نکال سکے کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔

زیاد نے بنی امیہ کے نسب میں شامل ہونے کے بعد چالاک سے حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں ایک خط بھیجا جس میں معمول کے مطابق یہ الفاظ لکھے "بخدمت ام المومنین عائشہ از جانب زیاد بن ابی سفیان" مقصد یہ تھا کہ جواب میں آپ بھی تحریر فرمادیں "بام زیاد بن ابی سفیان" اور ان کا ابن ابی سفیان لکھنا نہ ہو جائے۔ مگر حضرت صدیقہ نے جواب میں بس اتنا ہی لکھا کہ از جانب عائشہ ام المومنین اپنے فرزند زیاد کے نام۔

یہ واقعہ تمام مسلمانوں کو خوب صائبی امیہ کو سخت ناگوار گزارا۔ اور صحبت میں طرح طرح کے خیالات ظاہر ہونے لگے۔ مگر جو لوگ معاویہ کے طرفدار ہیں کہتے ہیں جاہلیت میں مختلف طریقوں کے نکاح مروج تھے جن میں سے ایک یہ بھی تھا جو ابوسفیان اور تیس میں ہوا کہ ایک بازاری فاحشہ کسی کی غلوت میں آئے اور حاملہ ہونے کے بعد بچے کو جس کاٹائے وہ اس کو اپنے نسب میں شامل کرے۔ طبعاً یہ اسلام کے بعد وہ نکاح حرام ہو گیا۔ مگر بچے کے اس عقد کی رو سے جس باب کی طرف منسوب تھے اسی کے نسب میں تسلیم کر لیے گئے۔ لیکن جناب معویہ کا یہ اجتہاد غلط ہے۔ زیاد جاہلیت میں ابوسفیان کی جانب نہیں منسوب کیے گئے۔ اگر پہلے سے منسوب ہوتے تو ابوسفیان کو حضرت عمرؓ کے سامنے ظاہر کرنے میں تامل ہوتا۔

نہتے ہیں کہ یہ نسب اختیار کرنے کے بعد زیاد نے حج کا ارادہ کیا۔ ابو بکرؓ نے سنا تو اگرچہ معویہ بن شعبہ کے خلاف مکمل شہادت نہ دینے کے باعث زیاد سے ملنا چھوڑ دیا تھا۔ مگر اس موقع پر ان کے گھوڑے دوڑے گئے اور ان کے ایک بیٹے سے کہا "اپنے ابا سے

پہلی عمر حضرت عائشہ سے

حضرت عائشہ کا زیاد سے عقد کے وقت نہ آیا۔

عام نام معویہ -

معاویہ کا لقب بزرگوار

بسیکے تنیدہ -

خود بخود بیٹے -

گندینا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ حج کو جانے والے ہیں۔ مدینہ راستے میں ہے اور وہ اس کو
خواہ مخواہ اہم المومنین اہم حبیبیہ سے ملنے کی ضرورت پیش آئے گی اگر وہ ان سے نہیں تو حضرت
رسول اکرمؐ کی امانت ہوگی اور نہ میں تو ان کے باوا کی سخت رسوائی ہوگی۔ یہ پیام سننے پر
قریباؤ نے حج کا ارادہ ملتوی کر دیا اور کہا خدا جرات خیر دے ابو بکرؓ کو مجھے بہت اچھا
مشورہ دیا۔

بجسر کے بصرے سے واپس آنے کے بعد جناب بنو ہمدان اور مدکر بے قے کو پہنچا
بھائی عقبہ بن ابی سفیان کو وہاں کا والی مقرر کریں۔ مگر ان کے ایک عزیز عبداللہ بن عامر
آئے اور کہا ابھرے میں میرا کچھ رویہ پھینسا ہوا ہے اور چند لوگوں کے ہتھکنڈے تیری ہمت
امانتیں ہیں۔ اگر کسی اور کو آپ نے وہاں کا حاکم مقرر کیا تو میرا رویہ اور امانتیں سب ہاتھ سے
جاتی رہیں گی۔ حضرت معاویہؓ نے ان کی گزارش کے مطابق انھیں والی بصرہ مقرر کر دیا۔
چنانچہ وہ اس وقت کے آخر میں والی و حاکم کی حیثیت سے سوا بصرہ میں داخل ہوئے۔
خراسان و عیسائان بھی جو بصرہ کے ہی کی حکومت میں سے وابستہ تھے ان کے ساتھ لائے گئے۔
ابن عامر نے بصرہ کے حکومت ہاتھ میں لیتے ہوئے اس کے باقی لوگوں کو بصرہ کی طرف
کر کے بھیجا۔ انھیں کو وہاں پہنچنے کے سلام و جاگہ باؤشیں بہرات پہنچنے کے لوگ باقی رہ گئے۔
ہو گئے ہیں۔ فوراً ان سرحدی علاقوں میں سما پہنچنے پر ان کے حاکم قریظہ کے
علامہ عطاء بن سائب تھے جو خشک کے لقب سے مشہور ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں میں سائب
پیشتر وہی باب خشک کے راستے سے بہرات میں داخل ہوئے تھے اور بلخ کی زمین ان کے
انھوں نے نئے نئے بنوا سیدھے تھے جو قاطر علیا کہلاتے تھے۔

بہر حال انھیں سیدھے چلے نہیں پورے اور دشمنوں کے ایک مقام تو تھا کہ دوران کر و
اہل بلخ نے مجبوراً اس اطاعت کو اس کے صلح کی درخواست پیش کی جس پر انھیں سائب
ان کا رگزاروں کے بعد قریظہ میں واپس آئے تو انھیں سلام و کس جرم میں اب حق مارنے
ان کو قید کر لیا۔ پچایا۔ اور ان کی جگہ عبداللہ بن خازم کو حاکم بہرات و باؤشیں کو بصرہ
کر کے روانہ کیا۔ انھیں کے واپس آتے ہی پھر ان علاقوں کے لوگ باقی ہوئے تھے۔
جیسے ہی پہنچے ان لوگوں نے پھر عرضداشت اطاعت و امان پیش کی۔ مگر ان کو خازم
معتد بہرہ وصول کر کے ان کو امان دی اور وہ قریظہ بن عامر کے پاس آئے۔

خوارسان کا تو یہ انتظام ہوا مگر بصرے کے پاس ہی خوارج کی شورش کی طرح متوقف ہوئے کہ وہ آتی تھی اب ان لوگوں نے ایک نیا ہنگامہ مچایا ان کا ایک سرخشاہم غلبہ جیسی سردیوں کے ساتھ علم خروج بلند کر کے نکلا اور قریب کے دو یلوں اور بصرے کے درمیان پڑاؤ ڈال کے اوجھ کار آستہ رو کیا۔ ایک اور بڑا شارجی یزدین مالک بھی جو حلیہ بالی کے لقب سے مشہور تھا اس کے ساتھ تھا اتفاقاً عبادہ بن قریس لیشی جو اپنے بیٹے اور بیٹے کے ساتھ جہاد سے ملے ہوئے آ رہے تھے اوجھ سے گزرے۔ خوارج نے ان سے ٹوک کر کہا یو جھا تم کون لوگ ہو؟ کہا مسلمان ہیں جواب میں کہا کیا نہیں تم جھوٹے ہو عبادہ نے کہا سبحان اللہ! جن بات کو رسول خدا سلم نے ہم سے قبول کر لیا تھا تمہیں بھی قبول کرنی چاہیے میں نے پہلے ان کی نبوت کی تنذیب کی تھی اور لا اتمنا مگر جب حاضر ہو کے اسلام قبول کیا تو آپ نے میرا اسلام منظور فرمایا "خوارج نے کہا مگر تم کافر ہو۔" اور یہ کہتے ہی ان کے فرزند بچتے بچتے قتل کر ڈالا۔

یہ اور اسی قسم کی اور خبریں سن کر ابن عامر اس کے اتصال کے لیے روانہ ہوئے۔ سنانا ہوتے ہی لڑائی چھوٹی۔ خوارج میں سے کچھ تو مارے گئے اور کچھ بھاگ کے ایک جنگل میں چھپ رہے جن میں تم اور خلیفہ بھی تھے۔ ان کو جان بچاتے دیکھ کر ابن عامر نے خود ہی بان پیش کی اور انھوں نے قبول کیا۔ ان بانے کے بعد یہ لوگ لڑائی سے دست بردار ہو گئے تھے مگر جناب تعدادیہ نے ابن عامر کو لکھا۔ ان تنقہنی لوگوں کو زندہ نہ چھوڑنا چاہیے۔ اس کا جواب ابن عامر نے یہ دیا کہ اب تو ان لوگوں کو میرا آپ ہی کے نام سے امن دے چکا۔

لیکن حضرت معاویہ ہی کی رائے صحیح تھی اس وقت تو ابن عامر کی سفارش پر ان سے قتل سے درگزر کیا گیا مگر ستمیہ میں جب بصرے میں زیاد کی حکومت تھی ستم اور خلیفہ بصرہ چھوڑ کے اتوار میں پہنچے اور ستم وہاں ایک گروہ جمع کر کے بصرے پہنچا دیا۔ راستے میں ایک جماعت پر سلام کیا تو ان لوگوں نے کہا تم یہودی ہیں۔ انھیں چھوڑ دیا مگر قداس بن غلغول کے غلام کو جو مسلمان تھا مار ڈالا۔ لیکن ستم جب بصرہ سے قریب پہنچا تو ہم اسی ساتھ چھوڑ کے رہے۔ ستم نے عبور از روپوش ہو گیا اور زیاد سے امن مانگی۔ سمجھا تھا کہ جس طرح ابن عامر کو موافق بنالیا تھا زیاد کو بھی بنالوں کا مگر زیاد اور بنی کے آدمی تھے۔ انھوں نے ان مان نہ دی۔ اور اس کی شش میں آدمی دوڑائے جو سر اٹھ لگا کے پکڑا لے۔ گرفتار ہوتے ہی وہ قتل ہوا۔ اور ان کی

خوارج

سرخشاہم غلبہ

یزدین مالک

ابن عامر کا

ابن عامر کا

ابن عامر کا

اکھ کے دروازے پر مصلوب کی گئی بعض لوگ کہتے ہیں کہ زیاد کی زندگی میں اُس کا پیہ نہیں لگا
 لکھا اُن کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد نے اپنے عہد حکومت میں اُسے مصلوب کر کے
 قتل کیا۔ رہا خلیفہ وہ بھی اسیر ہو کے آیا۔ اور زیاد نے اُس کے قتل کرنے کا حکم عبادہ کو دیا مگر
 اُس نے اُس سے انکار کیا۔ اور علاقہ بحرین میں اُس کو جلا وطن کر دیا۔

اور خلیفہ جلا وطن ہوا۔

اسی سال میں علی بن عبد اللہ بن عباس پیدا ہوئے جن کے فرزندوں سے دولت
 عباسیہ کی بنیاد پڑی۔ سیاحین کہنا چاہتے ہیں کہ جس سال حضرت حنیئ نے خلافت چھوڑی اور خلافت
 بنی ہاشم سے بنی امیہ کے ہاتھ میں گئی اسی سال خدا نے پھر اُس کے نبی ہاشم کے ہاتھ میں لکھی
 بنیاد ڈال دی تھی۔

جس سال ابوسفیان کے فرزندوں میں سے عقبہ یا عقبہ نے کرایا۔ اور حضرت عمرو بن
 عاص نے اسی سال اپنے خالہ زاد بھائی عقبہ بن نافع کو حاکم افریقہ مقرر کیا۔ انھوں نے وہاں
 جاتے ہی کمال اللہ العزیز و شجاعت سے جہاد کا سلسلہ جاری کر دیا۔ قریب قریب سارا شمالی
 افریقہ فتح کر لیا۔ بڑھتے ہوئے فراکش تک چلے گئے جہاں زراۃ اور لوانہ قومیں آباد تھیں۔ پہلے تو
 افریقہ کے لوگوں نے اطاعت قبول کر لی مگر بعد ازاں بڑھتے ہو کر باغی ہو گئے عقبہ نے
 دوبارہ حملہ کر کے فتح کیا۔ اور علاقہ برقعہ کا شہر ودان اور تمام بلاد ہریانہ کے زیر فرمان ہو گئے۔
 یہاں تک کہ سنہ ۴۴ھ میں انھوں نے شہر قیروان آباد کیا۔

قیروان آباد ہوا۔

اسی سال شروع ہوا جس میں مسلمانوں نے ممالک لان اور روم میں جہاد کیا۔ یسوع
 زبردست لشکر سے مقابلہ کیا تو انھیں بڑی بھاری فاش شکست دی جس میں ان کا سپہ سالار اعظم
 مع بطریقوں کے بڑے بھاری گروہ کے مارا گیا۔

اسی سال حجاج بن یوسف ثقفی پیدا ہوا جس کا نام قیامت تک سخت مظالم کی یادگار رہے گا۔
 حضرت حماد بن ابی اسحاق نے اس سال نہروان بن حکم کو والی مدینہ مامور فرمایا اور نہروان نے
 اپنی طرف سے عبد اللہ بن حراث بن نوفل کو قاضی مدینہ مقرر کیا۔

لیکن اس زمانے کی سب سے بڑی مصیبت خوارج تھے جن کا فتنہ کسی طرح مٹنے ہی کو
 نہ آتا تھا۔ اس سال انھوں نے پھر سر اٹھایا اور نہر کا آرائی شروع کر دی حضرت علی کے مقابلے
 میں نہروان کی لڑائی میں جو خوارج قتل ہوئے سے بچ کر رہے تھے یا دشمنی ہوئے تھے اور
 اچھے ہونے کے بعد آپ نے ان کا قصہ مصاف فرمایا تھا ان کی شورش پسندی سے

پھر شورش ہوئی۔

پھر باہر سے آئے۔ مگر نہر کے زنجیروں میں ایک تیان بن ظہیان سلمی تھا۔ اچھا
 ہوئے۔ سب کے بعد وہ اپنے دوستوں کے ساتھ رے میں چلا گیا۔ وہیں اس نے حضرت علیؓ سے
 شہید ہونے کی جو خبر سنی اپنے دس ہم خیالوں کو جمع کیا جن میں ایک سالم بن ربیعہ بھی تھا۔
 ان سب سے شہادت قرضوی پر اظہار سرت کیا۔ سالم نے جوش کے ساتھ کہا جس لئے
 اسے یہ لو اڑا اٹھالی۔ (یہی حضرت علیؓ پر حربہ کیا گئی بیکار نہ ہو گا اور سب نے اس سانحہ پر
 خدا کا شکریہ ادا کیا۔)

تیان خارجی۔
 شہادت قرضوی
 پر جوش۔

اس کے بعد سالم نے تو خموشی اختیار کی اور بناوت و کشتی کے ارادے سے دست
 بردار ہو گیا۔ مگر تیان نے سب کو ابھار کے علم بناوت بلند ہی کر دیا چنانچہ یہ لوگ اپنا جتھا باندھ کے
 کوئے میں آگئے۔ کوئے ہی میں تھے کہ حضرت معاویہؓ کی غرض سے وہاں آئے۔ ابونعیرہ بن
 شبیبہ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ منیرہ اور اسل زعم مزاج اور امن دوست تھے۔ اور جہاں تک بنت
 لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے۔ لوگ ان سے آکر کہتے کہ فلاں شخص شیعہ علیؓ ہے فلاں
 خارجی ہے۔ اور وہ سب سے کہہ دیتے خدا ہی کی مرضی ہے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے
 مخالف رہیں۔ اور عقیدہ یہی وہی فیصلہ کر کے گا۔

تیان کا منتہ۔
 منیرہ کی سہیلی

تیسری فصل

خوارج کی ایک سخت شورش کا اہتصال

منیرہ کی نرم دلی۔ خوارج کی تحریک۔ اُن کے تین گروہ۔ ستوار کا انتخاب۔ ستورہ کے اہم پرہیت۔ منیرہ کی کارروائی۔ خوارج کے ایک گروہ کی گرفتاری۔ اندرونی سازش۔ منیرہ کو اطلاع۔ اُن کی عام تشریف رسی کی تجویز۔ سب سردار فقہ مٹانے کے ذمہ دار۔ مسئلہ پیش کیلے میں۔ خوارج کو پناہ دینے والا۔ اُن کا جہاد۔ اُن کے اہتصال کی کوشش۔ قبضہ سپاہ اسلام۔ منیرہ کی منصوبہ سے ناراضی۔ اُن کا باعث۔ قبضہ کی ردائی۔ ستورہ دلائل میں مقابلے کے بارے میں خوارج کا مشورہ۔ ستورہ کی رائے۔ خوارج نذر میں۔ اُن کے مقابلے کے لیے بھرے کا لشکر۔ قبضہ دلائل میں۔ اُن کا مقدمہ۔ مجلس اہل اہل داغ۔ خوارج کا سامنا۔ اُن کا حملہ۔ عسکر خلافت کو بار بار شکست اور اہل داغ کی کارگزاری۔ قبضہ کو اطلاع۔ اُن کا آپہنچنا۔ دوسرے دن کی لڑائی اور پھر شکست۔ خلافت کو شکست۔ قبضہ اور اہل داغ کی شجاعت۔ ہمارا لشکر اُٹھا۔ لشکر بھرہ بھی قریب آگیا۔ خوارج رات کو چلے گئے۔ اہل داغ اُن کے تعاقب میں۔ اُن کا اور دشمنوں کا سامنا۔ خوارج کی فتح۔ بعد ازاں سپاہی۔ تہرہ میں پھر دوائی۔ ستورہ کی چالاکی۔ اہل داغ دھوکے میں۔ ستورہ قبضہ پر جا پڑا۔ قبضہ کی شجاعت۔ اُن کی نازک حالت۔ اہل داغ آپہنچا۔ اُن کے آنے کا باعث۔ اُن کا حملہ۔ ستورہ اور قبضہ کا مقابلہ۔ اور دونوں کا مارا جانا۔ خوارج کا اہتصال۔ اُن سال کے سیر۔ حج اور غازیان اسلام۔ اُن کی سوزولی۔ اُن کی کمزوری۔ اُن کا وفد و شق میں۔ اُن کو انہی نے سدا دی۔ سے ان کی شکایت کی۔ اُن کے ساتھ ابن عامر کا بیٹا۔ قبضہ کو۔ طریقہ سوزولی کی درد و تپیں۔ پہلی۔ وایت۔ دوسری۔ دیا۔

دائی کو وہ منیرہ بن شعیب کی نرم دلی اور درگزر کرنے والی پاسبانی کا یہ نتیجہ ظاہر ہو کہ جو کہنے میں اندر رہی خوارج کی تحریک جاری ہو گئی جو علانیہ اپنے مکانات کے سامنے بیٹھ کر کمال آزادی کے ساتھ اپنے خیالات ظاہر کرتے اور اپنے اُن بھائیوں کو یاد کر کر روتے جو نذران میں آکر گئے تھے ہوتے ہوئے تین شخصوں کی ماتحتی میں خوارج کے تین گروہ جمع ہو گئے۔ ایک ستورہ دین۔

منیرہ کی نرم دلی۔

خوارج کی تحریک۔

اُن کے تین گروہ۔

حلقہ تنہی کے زیر اثر جو بنی تمیم الرباب میں سے تھا۔ دوسرا معاویہ بن جریج طائی کے زیر حکم جس کا
چچا زاذو بھائی زید بن حصین مسک کہ نہروان میں مارا گیا تھا قیسہ لڑکی حیاتی بن ہلبیان سلمیٰ کے ساتھ
جو ترسک سے آیا تھا ان تینوں گروہوں کی تعداد اور قوت چار سو فیہل کی تھی۔

اب انھوں نے باہم مشورہ کیا کہ کسے اپنا سردار اور سپہ سالار بنائیں۔ مگر اعتقادی خلوص
و دنیاوی عزتوں سے مستند رہنا چاہتے تھے کہ سرداری اور حکومت ایک ایک کے سامنے
پیش کی جاتی اور کوئی قبول نہ کرتا۔ ہر طرف سے انکار ہی انکار کی آوازیں آتی تھیں۔ آخر ہر شکل میں
مستور و کور ہٹنی کیا۔ اور اس کے اٹھ بڑھت کی اس کا بچھا دوب و احترام کرتے اور خوارج میں
وہ امیر المؤمنین کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ مگر یہ گروہ سترہ میں جمع ہوا تھا۔ اور شبان سترہ
میں وہ علانیہ نکل کھڑے ہوئے اور علم بغاوت بلند کر دیا۔

ان کے گروہوں سے ذرا پیشتر تھیں بن شیبہ کو خبر ملی کہ حیاتی بن ہلبیان سلمیٰ کے گھر فرج راج
جمع ہیں اوسے پانچاے کہ غرہ شعبان کو بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیں۔ یہ خبر پاتے ہی اپنے
کو تو ال قبیلہ بن و سون کو بھیجا جس نے جا کے حیاتی کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت مکان
کے اندر حیاتی کے ساتھ معاویہ بن جریج اور ان کے تقریباً بیس رفقا موجود تھے۔ حیاتی کی ایک
ام ولدہ لوطیہ بھی تھی جس نے جوہر کی عزت پیدا کر لی تھی اس نے سب کی تلواریں غائب کر دیں اور
فریادیوں کی طرح غل مچایا باعث یہ ہو کہ وہ اپنے شوہر حیاتی سے نہایت نفرت اور خفا کی نگاہوں
کے تحت خلافت تھی اس کو شور کرتے دیکھ کر سب نے اسے کڑے بازو دھاؤں بھونکنے کے
اثر سے ڈر کر پھر اس کی آواز نہ سنی بائے۔ بعد ازاں سب نے اپنی تلواریں ڈھونڈ کر نکل پڑے
میں کہ غل کے کو تو ال سے مقابلہ کریں۔ مگر ان کا کہیں شہ نہ تھا۔ اپنے آپ کو ہتھ دیکھ کر
سب نے ہمت پاؤں ڈال دیے قبیلہ سب کو بازو دھکے مغیرہ کے سامنے لے گیا یہ مغیرہ
الکھ گوشش کی یہ لوگ اپنے ارادوں کو ظاہر کریں مگر کسی نے جرم کو نہ قبول کیا اور کہا "ہم تو
اس گھر میں قرآن خوانی کے لیے جمع ہوئے تھے۔ آخر مجبور ہو کر مغیرہ کے سب کو قید کر دیا چنانچہ
یہ لوگ پورے ایک سال تک اسیر و پاب زنجیر رہے۔

ان لوگوں کی گرفتاری کا حال ان کے رفقا کو معلوم ہوا تو پریشان ہوئے اور مستور و
زنی بغاوت کو عملی صورت میں لانے لگا۔ مقام حیرہ میں آکے ٹھہرے اور اپنی قوت بڑھا کر شروع
کی بغاوت کی اس کے پاس آمد و رفت راجی اور خلعت کے زیر کرنے کی تدبیریں سوچنی لگیں۔

سردار کا ہتھیار

مستور کے
دھنچک

مغیرہ کا گارڈ

غواص کے
ایک گروہ کی
قرآن پڑھنا

اندرونی سازش

ایک دن تجارت بن الجبر نے ان لوگوں کو یہاں جمع ہوتے دیکھ لیا۔ سب غازیوں نے التجا کی کہ آج کی رات ہمارا حال کسی سے نہ بیان کرنا بلکہ تمہیں اختیار ہے۔ اس نے کہا آج ہی پر سو خوف نہیں میں قیامت تک کسی کے سامنے نہ ظاہر کروں گا۔ اس کے اس جواب سے خوارج متروک ہوئے اور وہاں میں کہا یہ سارا حال تجھ سے باخبر رہا بیان کرے گا۔ چنانچہ سب جمع ہوئے کار مکان چھوڑ دیا اور تھوڑے کے خستہ کپڑوں میں عروج عیدی کے گھر میں اٹھ گئے۔ مگر ان کے اندیشے کے خلاف تجارت نے کسی پران کا حال نہیں ظاہر کیا۔

سیدہ کا ملا۔

تجارت نے اکیچہ چھپایا مگر پیڑہ کو کسی ذریعے سے خبر ہی ہوئی کہ عمار ج جمع ہو رہے ہیں اور بغاوت کیا جاتی ہے۔ پہلے ہی تمام مسلمانوں کو جمع کر کے ان کے سامنے ایک تقریر کی جس میں حسبِ انتہی کے بعد کہا تم بجا رہے ہو کہ میں تمہارے لیے پیشہ امن و امان اور صلاح و فلاح کی کوشش کرتا رہتا ہوں اور جہاں تک بتا رہے تم کو اذیت و تکلیف سے بچا رہا ہوں کا نتیجہ خلاف امید یہ نظر آتا ہے کہ میرے اس طرزِ عمل سے تمہارے بد معاشوں کا حوصلہ بڑھتا ہے اور مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ بد معاش جہاں کی شامت احوال سے یہیں نیکیوں اور بیگناہوں سے نہ سواخذہ کرنا پڑے۔ لہذا میں نصیحت کرتا ہوں کہ عوام ان اس پر کوئی افت آنے سے پہلے بد معاشوں کو اپنے گھروں سے نکال دو۔ یہی خبر ملی اے کہ بعض لوگ اس ارادے میں ہیں کہ شہر میں نا اتفاقی اور نفاق کو پھیلانے اور میں قسم کھائے کہ ہوتا ہوں کہ یہ لوگ عرب کے جس قبیلے میں جائیں گے اُسے ہلاک کریں گے اور بعد ازاں ان کے تعلقات کی وجہ سے دیگر قبائل پر پافٹ آئے گی۔

مستور کی چوڑی

یہ تقریر سن کر مشعل بن رباحی اٹھا اور کہا یا امیر۔ آپ یہاں ان لوگوں کا پتہ دیں اگر وہ ہمارے قبیلے کے ہوئے تو ہم ہی ان کے پیسے لیں ہونگے اور اگر غیر ہیں تو آپ سب کا کچھ نہ ماننا چاہیے۔ لوگوں کے ام حکم جاری کریں۔ فوراً ہر قبیلہ اپنے بد معاشوں کو بچڑے حاکم کر دے گا۔ مگر میرے سامنے کسی کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ مشعل نے کہا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی قوم والوں کیلئے میں خود کافی ہوں۔ اسی طرح ہر گروہ اور ہر قبیلے کے سردار کو چاہیے کہ اپنے گروہ کے بد معاشوں کے لیے کافی ہو۔ نے کا اطمینان دلانے۔

سیدہ کا ملا۔
فہرستہ شاہ۔
کے ذریعہ۔

اس تجویز کے مطابق پیڑہ نے تمام سردارانِ قبائل کو جمع کیا اور کہا تمہیں سے ہر شخص کو اپنی قوم کی شہرت کا وسوہ دار ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہوا تو میری جو خط شہر ہے بچھاؤ اس میں

فرق آجائے گا۔ اور مجھے یہی وضع اختیار کرنا پڑے گی جو تمہیں نئی معلوم ہوگی۔ اور ایسی باتیں پیش آئیں گی جن کو تم نہ پسند کرو گے۔ اس حکم کے مطابق تمام شیوخ قبائل اپنے اپنے قبیلوں میں گئے۔ اور خدا کا اور دین کا واسطہ دلا دلا کے ایک ایک سے کہا کہ تمہارے گروہ میں جو کوئی فتنہ پیدا کرتا ہو اس کا حال بتاؤ۔

دیگر شیوخ کی طرح حصہ بن صوحان بنی عبد القیس میں آیا۔ اس کو معلوم تھا کہ بنیان تسلیم کے گھر میں جیسا ہوا ہے لیکن ال شام سے اسے نفرت تھی اور گوارا نہ تھا کہ معاویہ کے لیے اپنے قبیلے کے کسی نا اذان کو ضرر پہنچائے۔ لہذا قبیلے والوں کے مجمع عام میں کھڑے ہو کر ایک قول لائی تقریر کی کہ "لوگو! خداوند عزوجل نے جس کی حمد و ثنا کرنی چاہیے (جب فضیلت و شرافت تقسیم کی تو اس کے بہترین حصہ کو تمہارے لئے مخصوص کیا۔ چنانچہ اس کے خاص اور ایسے دین کو تمہارے اختیار کیا جو برگزیدہ رسولوں اور فرشتوں کا دین تھا۔ تم وینہ اربن کے تھے تو خدا نے تمہاری اپنے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور ان کے جانے ہی پر تم میں اختلاف پڑا۔ کوئی ثابت قدم رہا اور کوئی تردد ہو گیا۔ کوئی تمکاری و فریب برآوہ ہوا۔ اور کوئی بے جا غم انتشار دیکھنے لگا۔ لیکن خدا کی مہربانی سے تمہارا ایمان قائم رہا۔ چنانچہ تمہارے سردار و سربراہوں نے کہا اور غالب آئے۔ اس کے صلے میں خدا بھی تم پر مہربان رہا۔ اور تمہیں ترقی دی۔ یہاں تک کہ تم میں اختلاف پڑا۔ ایک گروہ علی بن ابی طالب اور ام المومنین عائشہؓ کا طرفدار بنا۔ ایک گروہ نے کہا ہم اہل مغرب (یعنی معاویہ) کے طرفدار ہیں۔ اور ایک گروہ نے دعویٰ کیا کہ محمد بن عبد اللہ دین و نسب راہی (خارجی) کا ساتھ دیں گے۔ تمہارا قول یہی رہا کہ ہم پھر اپنے پیغمبرؐ کے فائدوں کے اور کسی کو نہیں چاہتے۔ انجام یہ ہوا کہ تمہارے ہاتھوں سے خدا نے مخالفین و اعداء بھلے اور دشمنان بہرہ وران کو ٹاک کیا۔ لیکن یاد رکھو کہ نہ وہ ان والوں سے زیادہ خدا اور اہل بیت رسالت کا کوئی دشمن نہیں ہے۔ یہ لوگ ہماری جماعت سے الگ ہو گئے۔ غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے امام کو چھوڑ دیا ہے۔ ہمارا خون گرائنا حلال سمجھتے ہیں۔ لہذا خیر و اربے لوگوں کو اپنے گھر میں پناہ نہ دو۔ اور زنان لوگوں میں سے کسی کو کوئی اپنے یہاں چھپائے اور کسی علی بن ابی طالب کے لیے مناسب نہیں ہے کہ ان نفرت ڈانے والوں کا دوست بنے۔ ہر گز مجھ سے کہا گیا ہے کہ ایسے بعض لوگ ہمارے قبیلے کی حمایت میں ہیں اور میں اس کی نقیض کر کے دلا ہوں۔ اگرچہ نکلا تو ان کو قتل کر کے خدا کو خوش کروں گا۔ یہ لوگو! ان کو

موسس اپنے قبیلے میں

ہلاک کرنا جائز ہے۔ پھر کہا اے بنی النجہدیس۔ ہماری حالت۔ ہمارے مسلک۔ اور ہمارے خیالات کے باعث مشہور ہو رہا ہے کہ ہم ان لوگوں کے دوست ہیں۔ لہذا اس سے بچو اور خیر و امان لوگوں کو اپنے یہاں نہ آئے دو۔

یہ تقریر کے مختصر بیانیہ کیا۔ اور لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ خدا ان لوگوں کو لعنت کرے۔ اور ہمیں ان کے شر سے بچائے۔ ہم ہرگز ان لوگوں کو اپنے یہاں نہ چکھ دیں گے۔ اور اگر ہمیں معلوم ہو کہ ایسا کوئی شخص کسی گھر میں ہے تو فوراً حکومت کو خبر کریں گے اور سب نے تو یہ کہا کہ یہ عجمی صحبت میں ہو جو تصانف و شرف۔ اب بغیر اس کے کہ کوئی لفظ زبان سے نکالے ایک دلی تکلیف کے ساتھ گھر کی طرف واپس چلا۔ نہ پسند تھا کہ اپنے عزیز خوارج کو گھر سے نکال کے ہن دلاست بنے اور نہ یہ گوارا تھا کہ وہ لوگ اس کے گھر میں پکڑے جائیں۔ اور ان کے ساتھ خود بھی گرفتار ہو کے قتل ہو۔

گھر پہنچا تو دیکھا کہ دستور کے رفقا جمع ہیں اور بنیہ کی تقریر اور شیوخ کے وعدوں کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ دستور دینے اس جلسے کی کینیت خود تسلیم سے چوچھی۔ اس نے ساری کلامت بیان کر دی اور کہا میں نے اس وجہ سے خود نہیں بیان کیا کہ شاید آپ لوگوں کے دل میں خیال نہ کر کے کہجے آپ کا اپنے یہاں رہنا گوارا نہیں ہے۔ سب نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا اب تم لوگ خود ہی آپ کے یہاں سے چلے جائیں گے۔

اب ان واقعات کی خبر ان خوارج کو پہنچی جو بنیہ کے حکم سے مقید تھے ان میں سے متاذ بن حوین نے ایک پرورش قصیدہ کہنے شروع کیا جس میں اناؤ خوارج کو لڑنے نے اور ہمارے دیکھانے پر تادہ کیا۔ اس کا خوری اثر یہ ہوا کہ دستور دینے اپنے رفقا کو حکم دیا کہ اس قبیلے سے نکل چلو۔ اور سب جا کے مقام تورا میں جمع ہوں اشارہ ہوتے ہی میں آدمی دستور میں جمع ہوں گے اور سب نے مقام ہرطی طرف کوچ کیا۔

خوارج کے اس نکل و حرکت کی اطلاع بنیہ کو ہوئی تو شیوخ عرب اور سرداران قبائل کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ اس فتنے کے مٹانے کے لیے کیا تدارک کیا جائے اور ان کے مقابلے پر کون بھیجا جائے۔ عدی بن حاتم نے کہا ہم سب ان لوگوں کے دشمن ہیں۔ ان سے بھینسہ رکھتے ہیں۔ اور آپ کے طریق فرماں ہیں۔ آپ جسے مناسب یائیں براہ فرماویں۔ متسل بن عیس نے کہا۔ یہاں جتنے لوگ حاضر ہیں ان میں سے جسے آپ حکم دیں گے

خارج کو چاہ
میں نے والا کہ

خوارج کے
میں نے والا کہ

بجالاتے گا۔ ہم سب اُن کے دشمن اور ان کی ہلاکت کے آرزو مند ہیں اور مجھ سے زیادہ شاید ان کا کوئی دشمن نہ ہو گا۔ لہذا مجھ ہی کو بھیجے خدا نے چاہا تو اُن کے شر کو مٹا دوں گا۔
منیرہ نے کہا "تو آپ ہی حکم لے کر کے روانہ ہوں" یہ کہہ کر تین ہزار پہاڑوں کو اُن کے ہمراہ کیا اور اپنے کو توڑاں سے جو شیشیاں علیؑ کے گروہ کا سردار تھا کہا خاص اپنے شیعوں کو مستقل کے ساتھ روانہ کرواؤں سے زیادہ کوئی گروہ ان خوارج کا دشمن نہیں ہے۔ یہ لوگ پہلے بھی خوارج سے لڑ چکے ہیں۔

مقتل علیؑ
اسلام

اس موقع پر مقتصد بن صحران نے بھی اٹھ کر مقتل کی تائید کی اور کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ منیرہ نے کہا "بس یہ قوت کر دو تم فقط خلیب ہی خلیب ہو" مقتصد کو یہ ناگوار ہوا۔ اور منیرہ کے روکنے کا یہ باعث تھا کہ مقتصد کی نسبت انھوں نے سنا تھا کہ حضرت عثمانؓ طعن کرتا اور اُن کو برا کہتا ہے حضرت علیؑ کے فضائل بار بار بہ کثرت بیان کرتا اور اُن کو سب سے افضل بتاتا ہے۔ یسینؓ کو انھوں نے اس کو بلا کے بھجایا تھا کہ میں بھی تیرے سنوں کہ تم حضرت عثمانؓ کو برا کہتے اور حضرت علیؑ کی فضیلتیں بیان کرتے ہو۔ میں ان باتوں کو تم سے زیادہ جاننا چاہوں لیکن اب یہ بادشاہ (معاویہ) غالب آچکا اور حکم جاری کر دیا کہ لوگوں کے سامنے علیؑ کے عیوب بیان کیے جائیں۔ ایسا حکم ہونے پر بھی ہم بہت سی ایسی باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں جن کا ہمیں حکم ہے اور صرف اُن باتوں کو زبان سے نکالتے ہیں جن سے سفر نہیں پھینکے علیؑ کی فضیلتیں بیان کرنا ہیں تو گھر کے اندر بیٹھ کر اپنے لوگوں کے سامنے بیان کر لیا کر دو، با سجدوں اور تحفوں میں علانیہ بیان کرنا اس کو ہمارا موجودہ خلیفہ نہیں برداشت کر سکتا۔ مقتصد نے اس ہدایت پر عمل کرنے کا تو وعدہ کر لیا مگر اس کی پوری پابندی نہ کی۔ اسی خیال سے جناب منیرہ نے اس کو اس موقع پر روک دیا اور اس کو ناگوار ہوا۔

منیرہ کی مقتصد سے
اور عثمانؓ
اس کا باعث

غرض مقتل تین ہزار منتخب شیشیاں علیؑ کو ہمراہ لے کر توراویں پہنچے جہاں خوارج کا رُخ تھا۔ مگر خوارج اُن کے پہنچنے سے پہلے ہی بہر شیر کی طرف کوچ کر چکے تھے اور وہ جگہ کے پار اتر کے پرانے شہر مدائن میں قیام کریں جہاں خسروان عمر کی عمارتیں تھیں۔ وہاں کے عامل تناک بن عبید از دی بھی نے اُن کو شہر کے باہر ہی روکا۔ اور دستور دے دیا تھا کہ عثمانؓ اور علیؑ دونوں سے تم علیؑ کی اختیار کرو اور ہمارے دوست بن جاؤ۔ تناک نے جواب دیا کہ اگر میں ایسا کروں تو بہت ہی برا شخص ہوں میں خود تم سے کہتا ہوں کہ مسلمانوں کی

مقتل علیؑ

ساتھ دو۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ تم کو امان دلو اور اس کا مستور روئے نہ مانا اور تین روز تک
مدائن میں پڑا رہا۔ اسی اٹھارہ میں سنا کہ متقل فوج کے کر قریب آپہونچے۔ فوراً اپنے رفیقوں
کے درمیان کھڑے ہو کر کہا تمغیرہ نے تمہارے مقابلے پر متقل کو روانہ کیا ہے۔ بتاؤ
تمہاری کیا رائے ہے؟ بعض نے کہا ہم خدا کی راہ میں جہاد کرنے ہی کو تو گھر سے نکلے
ہیں۔ جن لوگوں پر جہاد کرنا ہے وہ خود ہی آگئے اور میں کہیں جانے کی ضرورت نہیں رہی۔ لہذا
ٹھہر کے متقل کا انتظار کیجیے ان کے آتے ہی خدا اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کر دے گا۔
بعض نے کہا ہمیں ہم کو یہاں سے کوچ کر کے اور مقامات میں جانا اور لوگوں کو اپنی طرف
بلا کے اپنی قوت بڑھانا چاہیے۔ پس کہ مستور روئے نے کہا میری رائے یہی یہاں ٹھہرنے کی
نہیں ہے بھلا مت یہ ہے کہ ہم آگے کی راہ میں اور وہ لوگ ہماری تلاش میں خاک اڑاتے
پھر یہاں تک کہ جاتے جاتے اپنے مرکز سے دور اور اپنے گروہ سے قطع ہو جائیں
اسی پریشانی میں ہوں کہ ہم نا کہاں ان پر جا پڑیں۔

مقابلے کے
بارے میں خارج
کا مشورہ

مستور کی
راہ

خارج مدائن

انہی مقابلے
کے بعد
کا مشورہ

مستور مدائن

مستور
اور خارج
کا مشورہ

اس رائے پر عمل ہوا۔ اور وہ لوگ مدائن سے کوچ کر کے جہاں بایں پہونچے۔ وہاں جملے
کے پار اتر کے ارض جو جی میں پہونچے۔ اور مدائن میں پڑاؤ ڈال کے ٹھہر گئے۔
اس زمانے میں اتفاقاً بصرے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ وہاں کے والی ابن عامر نے ایک بن
پوچھا خارج کے بارے میں تیور ہے کیا کارروائی کی؟ لوگوں نے جو کچھ سنا تھا بیان
کر دیا۔ ابن عامر نے شریک بن امور حارثی کو جو شیعینا علی بن ابی طالب سے متاثر شخص تھا بلا کے کہا
بے دین مستور کے مقابلے پر جاؤ چنانچہ شریک بھی وہاں سے تین ہزار شیعوں کو ہمراہ لے کے
چلا کہ مستور کے فتنے کو مٹائے۔ یہ لوگ مقام مدائن میں پہونچ گئے۔
اور متقل نے جو کوفے سے چلے تھے جیب مدائن میں پہونچ کر سنا کہ خارج چلے گئے تو
دیکھا کہ ہر ایسے کو ان لوگوں کا چلا جانا اور متقل کی مزید دشواریاں جھیلنا گراں گزرا۔ فوراً اٹھ کے
ایک پرجوش تقریر سے ان کی ہمت بڑھائی۔ کہا وہ لوگ اس خیال سے گئے ہیں کہ تم کو
اپنے ثعالب میں تھکائیں اور پریشان کریں مگر اس میں تمہارے پیسے کوئی اندیشے کی بات
نہیں جس قدر تم تھکو گے اس سے زیادہ وہ تھکیں گے۔ یہ کہنا اور خارج کے پیچھے کوچ کر دیا
یہاں سے کوچ کرتے وقت بالرداغ شاکری کہ تین سو بہادروں پر افسر بنا کے بطریق شاکری
آگے بڑھا یا جعیزہ سے کوچ کر کے مقام مدائن میں خارج کے مقابلے پر جا پڑا۔

اور ہم اچھیں سے مشورہ کیا کہ ہیں لڑائی چھیڑ دینی چاہیے یا اپنے سپہ سالار قتل کے آنے کا انتظار کریں؟ بعض لڑنے کے خلاف تھے اور بعض لڑنا چاہتے تھے مگر ابوالدراغ نے کہا۔ اگر قتل کے بجائے لڑنے سے منع کیا ہے، آخر اسے قرار پائی کہ لڑائی تو چھیڑی جائے مگر ان کے سامنے ہی رہنا چاہیے۔ اسی بنا پر ٹپاؤ ڈال دیا گیا اور سب نے رات بھر پہرہ دے کر صبح کی۔

ان کا حملہ۔

صبح ہوتے ہی غوار ج زور و شور سے اُن پر پڑے اور اگرچہ دونوں حریفوں کے لشکر کی تعداد یکساں تھی مگر حملہ ہوتے ہی ابوالدراغ کے ہمراہی شکست کھاکے بھاگے ابوالدراغ نے غل مچایا مگر وہ ٹھہرے بھاگتے ہوئے کور کو کا سنبھالا اور اُن کو لے کر پھر غوار ج پر حملہ کیا مگر غوار ج کے قریب تک پہنچنے سے قبل اس کے کراہتیں سنیں ہی مارا جائے ان لوگوں نے پیٹھ پیٹھ دی۔ ابوالدراغ نے پھر نعرہ لگایا کہ خدا تمہاری ماؤں کو تم پر لڑائے۔ پھر حوصلہ کر کے لپٹو تاکہ سردار قتل کے پہنچنے سے قبل ہم اُن کے قریب نظر آئیں شکست سے زیادہ سہولت کی بجائے کون بات ہو سکتی ہے؟

لشکر غوار ج کے
سردار ابوالدراغ کی طرف سے

کسی نے پکار کے کہا اُج سے شرمندہ نہ ہونا چاہیے اور سچ یہ ہے کہ ان لوگوں نے ہمیں شکست دے دی۔ ابوالدراغ نے ڈانٹ کر کہا خدا نہ کرے کہ مجھ سے اور لوگ بھی ہماری فوج میں ہوں۔ جب تک ہم میدان چھوڑ کے نہ چلے جائیں شکست نہ سمجھنا چاہیے۔ ہم ابھی پلٹ پڑیں اور دشمنوں کے قریب پہنچ جائیں تو ہماری مات مٹھ جائے۔ پس اتنا کہ ہزار دو ہاڑے تم دشمنوں کے قریب ہی رہو۔ زیادہ مجبُو ہو تو فوراً سا پیچھے ہٹاؤ پھر قدم محسوس ہوں۔ یہی وہ حکم کریں اور تم میں متقابلے کی تاب نہ ہو تو اپنے قریب ہٹاؤ اور آڑ کی جو جگہ ملے اس کو اختیار کر لو۔ لیکن جیسے ہی دشمن واپس جانے لگیں پھر اُن پر چاڑھیں اسی طرح نالتے رہو۔ تھوڑی ہی دیر میں ہمارا سامان نظر آہو چھپے گا اور ہم زبردست ہو جائیں گے۔ لوگوں نے بہادر سردار کی ہدایت چل گئی۔ اور دوپہر کے بعد تک لڑائی قائم رہی۔

اب ظہر کا وقت آیا۔ نماز پڑھنے کے لیے دونوں لڑائی کے رُک گئے اور عصر کے وقت تک غور و خیز ہو کر رہے۔

سنی کے حملہ

مقتل کو راہ گیروں اور دہقانوں سے خبر ہو گئی تھی کہ اُن کے مقتدرہ بحیش اور غوار ج نے بھڑ بھڑائی۔ اور غوار ج آپ کے لوگوں کو امار کے ہٹا دیتے ہیں جو بھاگ بھاگ کے پلٹتے

اور مغلوب ہو ہو کر بسجٹتے ہیں۔ اپنے ہمراہیوں سے کہا ابوالوارغ سے اُمید نہیں کہ شکست کھائے واپس لے کر اسات سوختہ جان مردوں کو لے کر نہایت تیزی سے چل کھڑے ہوئے اور باقی فوج میں اپنا قائم مقام محضر بن شہاب تیمیہ کو مقرر کر گئے۔

« میدان گیر و دار کے قریب پہنچ کر اور غبار جنگ کو دور سے دیکھ کر مقتل نے ہمراہیوں سے کہا اسی طریقے سے جلوہ دشمنوں کا سامنا ہو جائے مگر ہمارے ساتھیوں کو ہمارے ایسے چھپنے کی خبر نہ ہو چنانچہ پہلو بچا کے سبغاج کے مقابل چاہو پچھے مگر پھو پچھے پچھے تمام ہو گئی اور لڑائی دوسرے دن پراکھڑی ہوئی۔ مقتل نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ۔ ابوالوارغ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اور خوارج نے الگ ناز بڑھی۔ صبح ہونے سے پہلے ابوالوارغ کو مقتل سے آنے کی خبر ہو گئی۔ جا کے بلا اور کہا خوارج کے حملے نہایت سخت ہیں آپ اپنی جان فروری پر غرہ نہ کریں۔ بلکہ مناسب یہ ہو گا کہ اپنے لشکر کو لے کر میری فوج کے پیچھے ٹھہریں۔ اور انھیں شکست دکھانے میں معتقل نے اس رائے کو قبول کر لیا۔ اور یہی تجویز قرار پائی تھی کہ یکایک خوارج اُپرے۔ اور ایسی شدت سے حملہ کیا کہ سارے لشکر کے قدم اکھڑ گئے معتقل نے یہ حالت دیکھی تو کھوڑے پر سے اتر آیا اور ابوالوارغ اور دوسرے اور جاننا بھی اس کے ساتھ ہوئے۔ یہ سب اسی طرح قدم جمائے کھڑے تھے کہ گویا انھیں گرمی ہوئی ہیں۔ مستور دے صف شکن دھاوا کیا تو یہ لوگ نیروں اور تلواروں سے پیش آئے لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس قدر دباؤ پڑا کہ یہ لوگ بھی پیچھے ہٹنے لگے۔ سکیبن بن عامر نے جو مسلمانوں کا ایک نامور بہادر تھا نفرہ لگایا بھساک کے کہاں جاتے ہو؟ تمہارے سردار قدم جمائے ہوئے جاں بازی کر رہے ہیں اور تم ہٹے جاتے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی؟ یہ کہہ کر اس نے دشمنوں پر حملہ کیا اور ساتھ ہی سپاہیوں نے والوں کا غالب گروہ بھی پلٹ پڑا۔ اس کے بعد مقتل نے ایسی شجاعت دکھائی کہ خوارج کو پیچھے دھکیل کر ان کے خیموں میں کودا۔ میدان کی یہی حالت تھی کہ محضر بن شہاب باقی اندہ فوج کے ساتھ آہو پچھا۔ اور مسلمانوں کا حوصلہ بڑھ گیا۔ مقتل نے ان لوگوں کو سینہ دوسرہ میں یکدم کر دیا۔ اور حکم دیا کہ آج تک سب اپنی اپنی جگہ پر قدم جمائے کھڑے رہیں۔ پوچھتے ہی حملہ ہو گا۔

صبح کا دونوں طرف انتظار ہو رہا تھا کہ خارجیوں کے ایک جاسوس نے انھیں خبر دی کہ شریک بن اعوج بھی بصرے کی تین ہزار فوج کے ساتھ اُن کے مقابلے پر گیا۔ مستور دے

اُن کا آہو پچھا۔

دوسرے دن کی لڑائی اور بھر رشتہ خلافت شکست۔ مقتل ابوالوارغ کی شجاعت۔

سب رکن۔

لشکر بصرہ بھی قریب آیا۔

یہ حال سن کر اپنے لوگوں سے کہا اب میری رائے نہیں کر ان سب کے مقابلے پر ہم اپنی جو شش شجاعت کا امتحان دیں۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ جس طرف سے ہم آئے ہیں اسی طرف واپس روانہ ہوں اور جو جگہ ہم کو نئے کے علاقے میں ہوں گے اس کیلئے امید نہیں کہ بصرے والے اس علاقے میں قدم رکھیں۔ سب نے سردار کے حکم کو قبول کیا کچھ بڑے لکھنؤ والوں کو ستانے کا موقع دیا پھر اندھیرے کے وہاں میں چھپے ہوئے قریب کی ایک بستی میں گئے۔ وہاں سے ایک سرسبز علاقہ نکلا اور کوئے کی طرف کوچ کر دیا۔

خارجی رات کو
چلے گئے

متصل نے صبح کو میدان دشمنوں سے خالی پایا تو خبر منگوائی اور معلوم ہوا کہ خوارج یہاں سے چلے گئے۔ اندیشہ ہوا کہ یہ بھی دشمنوں کا قریب رہ جو باقی رات ہاتھ کرتے اور پیروہ دیتے گزری۔ صبح کو شریک اپنے لشکر کے ساتھ متصل سے ملا اور اپنے آنے کے حالات بیان کیے۔ بعد ازاں شریک کی رائے ہوئی کہ ہمیں بھی متصل کے ساتھ ہو جانا چاہیے کہ ساتھ والوں نے نہ مانا۔ اب متصل نے ابو الرواغ کو بلا کے حکم دیا کہ خوارج کا تعاقب کرو۔ اس نے کہا "جتنے آدمی میرے جھنڈے کے پیچھے ہیں اتنے ہی اور بھیجے تاکہ میری قوت ان سے زیادہ ہو جائے" متصل نے منظور کیا اور چھ سو سوار اس کے ہمراہ کیے۔ ان لوگوں کو لے کر اس نے تیسری کے ساتھ کوچ کیا اور مقام جزیرا میں خوارج کو بالید وہ لوگ پہنچ گئے اترے ہی تھے کہ ابو الرواغ سر پر جا پوینچا۔ خوارج نے ان لوگوں کو دیکھتے ہی آپس میں کہا ان سے لڑنا مقابل ان لوگوں کے آسان ہے جن سے آئندہ سابقہ بڑھنے والا ہے یا اور توڑا زور و شور سے حملہ کر دیا یہ ایسا زبردست حملہ تھا کہ ابو الرواغ کے ہر ہیون کو شکست ہوئی۔ فقط سو آدمی اپنے سردار کے ساتھ ثابت قدم رہے ابو الرواغ انھیں چند بہادریوں کی قوت پر برابر مقابلہ کر رہا تھا اور اشعار جزو خوانی اس کی زبان پر تھے اسے میدان میں جا ہوا دیکھ کر مغرور سپاہی پھر واپس آئے اور چاروں طرف سے ایسی پورشش کی کہ خوارج کو ہلنا پڑا۔ اور اپنے چٹاؤ کے اندر داخل ہو گئے۔

ابو الرواغ کے
شعبان میں

اس کا دشمنوں
سابقہ

خوارج کی فتح
میدان سپاہی

مستور دے جب یہ حالت دیکھی اور خیال کیا کہ اگر متصل پورے لشکر کے ساتھ آگیا تو ہم سب ہلاک ہوں گے تو کل ہلاہیوں کو لے کر دجلے کے کنارے گیا اور علاقہ تہر شیر میں پوینچا۔ مگر ابو الرواغ نے رہاں بھی پھینکا نہ چھوڑا۔ ایسا باطل میں پھر دونوں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے اس موقع پر مستور نے اپنے لوگوں سے کہا یہ متصل کی فوج کے

تہر شیر میں
روانی

مستور کی
چالاک۔

منتخب لوگ ہیں۔ اگر مجھے اطمینان ہوتا کہ ان لوگوں سے ایک ساعت بھی پہلے پہنچ سکوں گا۔
تو فوراً جا کے اس کے لشکر پر حملہ کر دیتا۔ پھر جاسوسوں کو دوڑا کے تیر لگانا کہ معقل متقام
تولیمی کے قریب یہاں سے تین فرسخ پڑتا ہوا ہے جو مقام نہر ملک کے اُس پار ہے۔
سننے ہی کو چل کر کے تباہی کے پل پر پہنچا جو اس ندی پر تھا۔ پار اتر کے پل توڑ دیا اور
معقل کی طرف چلا۔

ابو الوداع کے
میں۔مستور معقل
جا پڑا۔

یہاں ابو الوداع نے خوارج کو سامنے سے جاتے دیکھا تو اپنے لشکر کے ساتھ جا
ایک صحرا میں پڑاؤ ڈال دیا جو تباہی اور تباہی کے درمیان میں واقع تھا اس کا خیال تھا کہ
لڑائی کے لیے یہ جگہ ہے۔ میں میں ٹھہر کے دشمنوں سے مقابلہ کروں گا چنانچہ خاموش
بیٹھا خوارج کے آنے کا انتظار کر رہا تھا اور دستور و خوارج کو لے کر معقل پر جا پڑا۔

مستور کی
مشقبات۔

معقل کے لوگ بے خوف تھے۔ اور صدمہ و منتظر ہو رہے تھے۔ کوچ کی تیاریاں تھیں۔
جس خیال سے کچھ لوگ آگے بڑھ گئے تھے معقل نے فوراً چھند لڑ میں لگا کر دیا گھوڑوں
سے اُترا۔ اور ساتھیوں سے لڑکار کے کہا خدا کے بندو پیدل ہو جاؤ۔ کھینٹے ہی تھکے ہوئے دو سو
جو انہر ویا سیاہ ہو گئے۔ اور آٹا ناٹا میں خوارج اُن پر ٹوٹ پڑے معقل اور اُس کے رفقاء نے
کھینٹے ٹیک کر نیزے سے سامنے تان لیے اور دشمنوں کو انہیں پر لیا۔ خوارج کا اُن پر زور نہ چلا تو
انہیں چھوڑ کر اُن کے گھوڑوں پر جا پڑے اور اُن کے اور گھوڑوں کے درمیان حال ہو گئے
گھوڑوں کی اکاڑیاں کھچاڑیاں نکال دیں جو چاروں طرف بھاگے۔ بعد ازاں خوارج نے
معقل کی منتشر سپاہیوں پر حملہ کیا۔ انہیں الگ الگ کر کے اُن میں تفرقہ ڈالا۔ اور پھر معقل کی طرف
رخ کیا۔ وہ لوگ اب تک اسی طرح نیزے سے تانے اپنی جگہ پر جمے ہوئے تھے۔ خوارج پیشتر
کی طرح اب بھی اُن پر کامیاب نہ ہوئے یہ دیکھ کر دستور نے اپنے لوگوں سے کہا
جو چھوڑیں میں منتقم ہو جاؤ نصف پیدل ہو جائیں اور نصف گھوڑوں کی پیٹھ پر رہیں۔

ابو الوداع کو پہنچا۔

اس سے آگے
بھاگے۔

اس کے بعد جو یورش ہوئی تو معقل کے بہادریوں کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا۔ موت
آنکھوں کے سامنے نظر آرہی تھی۔ مگر خدا کو بچانا تھا کہ لیک ایک ابو الوداع اپنے لشکر کے ساتھ پہنچا
اُس کے خلاف امید آنے کا باعث یہ ہوا کہ جب دیر تک خوارج مقابلے پر نہ آئے تو اُس نے
خبر لائے کہ جاسوس دوڑائے جنہوں نے خبر دی کہ خوارج کا تو تیر نہیں کر سکا تباہی کا پل ٹوٹا
ہوا ہے۔ خوارج نے غالباً اس خیال سے اس کو توڑ دیا ہے کہ معقل کا لشکر آپ کی مدد کر سکے۔

ابوالرواح نے کچھ دیر سوچا پھر کہا۔ اس دھوکے میں نہ رہو اگر ایسا ہوتا تو وہ آکے مقابلہ کرتے
 معلوم ہوتا ہے کہ خوارج نے مقتل ہی کے لشکر پر حملہ کر دیا ہے اور پل اس لیے توڑا ہے کہ
 ہم سے ان کو دوزل سکے جلدی چلو۔ جلدی چلو فوراً گاؤں والوں کو جمع کر کے جھٹ پٹ
 پل بندھو یا۔ اور مقتل کے پڑاؤ کے طرف چلا تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ مقتل کے لشکر والے
 نے جو شکست کھا کے بھاگ آئے تھے۔ انہیں للکار کے اپنے ساتھ لپٹا اور ان سے
 سنا کہ خوارج کے حملہ سے سارے لشکر کو شکست ہو گئی۔ صرف مقتل اور ان کے چند
 رفیقوں کو ہم میدان میں قدم جمائے چھوڑ آئے ہیں۔ لیکن گمان غالب یہ ہے کہ ان وقت تک
 وہ زندہ نہ بچے ہوں گے۔ اسے ہی ابوالرواح نے اور تیزی سے ٹھوڑے بڑھائے۔

میدان میں پہونچا تو یہ دیکھ کر طینان ہوا کہ مقتل کا علم بخبری جگہ پر قائم ہے اور بہا اور
 ہم اس پر مقتل مقابلہ کر رہے ہیں۔ فوراً خوارج پر حملہ کر دیا اور انہیں بہت دور تک مار کے بٹا دیا
 یہاں تک کہ ان کا بیڑا بمقتل کے پاس جا پہونچا اسے اس حال میں پایا کہ اپنے گلوں سے
 اٹھتے بڑھا ہوا ہے اور انہیں للکار للکار کے بڑھا رہا ہے ابوالرواح سے پہونچ جانے سے
 مسلمانوں کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ سب نے بل کر بڑے زور و شور سے حملہ کیا۔ دستور دے
 جریہ مال دیکھا تو وہ اور اس کے رفقاء گھوڑوں سے اتر پڑے اور بڑی دیر تک سخت تلوار چلی رہی۔
 نہایت شدید خونریزی ہو رہی تھی کہ دستور دے مقتل کو پکارا اور کہا بہا اور ہو تو میرے
 مقابلے پر آؤ۔ مقتل فوراً تیار ہو گیا۔ ساتھیوں نے ہزار روکا ایک ڈھنسی اور دستور دے سامنے
 جا پہونچا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور دستور دے ہاتھ میں نیزہ۔ رفیقوں نے مقتل کے
 سامنے نیزہ پیش کیا کہ آپ بھی نیزہ لے کر مقابلہ کیجئے۔ مگر نہ مانا اور تلوار کھینچ کے جھٹ پٹ دستور
 دے تاک کے اس کے سینے پر اس زور سے نیزہ مارا کہ پٹھہ توڑ کے نکل گیا۔ اگر اسی نیزہ
 میں جھیدا ہوا بڑھا اور قریب پہونچ کے دستور دے سر تلوار کا ایسا بھر پور ہاتھ مارا کہ دماغ تک
 کاٹ گئی اور دونوں حریفوں نے گڑے زمین پر ایک ساتھ جان دی۔

مقتل نے مقابلے پر آتے وقت وصیت کر دی تھی کہ میں مارا جاؤں تو عمر بن محمد بنی
 فوج کی سرداری کرے اس نے فوراً جھنڈا بلند کر کے حملہ کیا تو ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ
 خوارج میں سے بجز پانچ یا چھ آدمیوں کے کوئی زندہ نہ بچا۔
 اسی ۴۳ھ کے خاتمے پر حج کا موسم آیا تو مروان بن حکم نے جو حکومت مدینہ پر

اس کا مسد

سنہ ۴۳ اور
مقتل کا مقابلہاور دونوں کا
مارا جانا۔

خوارج کا ہتھیار

اس سال کے بعد
اور غازی بن حکم

ماور تھاج کرایا۔ اور ۲۲ لاکھ شروع ہوا جس کے آغاز ہی میں ماور نادری اسلام حضرت خالد بن ولید کے فرزند عبدالرحمن نے بلاد روم پر بادشاہ بن ارطاة نے جو معاویہ کی طرف سے امیر البحر کی خدمت انجام دیتے تھے سمندر میں جہاد کیا۔

ابن عامر کی معزولی۔

ان کی کمزوری۔

۲۳ھ کا آخر واقعہ یہ ہے کہ جب عبداللہ بن عامر کو جناب معاویہ نے بصرے کی حکومت سے معزول فرمادیا۔ وہ بڑو بارہ کریمینس اور رحمل بزرگ تھے یہاں تک کہ بدعاشوں اور فتنہ انگیزوں کے ساتھ بھی سخت گیری کا برتاؤ نہ کرتے نتیجہ یہ ہوا کہ بصرہ فتنوں اور فسادوں سے بھر گیا۔ مجبور ہو کر انھوں نے اپنی دشواریاں زیادہ پر غماز کر لیں۔ زیادہ نے کہا اس کی تدبیر بس امیلی یہ ہے کہ تلوار کھینچ لیجئے۔ کہا "مگر مجھے یہ پسند نہیں" ان کی اصلاح کی کوشش میں اپنے نفس کو خواب کروں۔

ابن کا وفد دمشق میں۔

ابن کو ان سے معاویہ سے شکایت کی۔

اس کے بعد انھوں نے اپنا ایک وفد جناب معاویہ کی خدمت میں بھیجا ان کے وکلاء دمشق ہی میں بیٹھے کہ کوئے کا ایک وفد بھی وہاں پہونچا جس میں عبید اللہ بن اوفی لقب برابن کو ا بھی تھا جناب معاویہ نے ان لوگوں سے عراق سے اور خصوصاً بصرے کے حالات پوچھے ابن کو ا نے کہا امیر المؤمنین۔ بصرے والوں کو تو وہاں کے بدعاش کھائے پیئے کہ ابن عامر نہایت کمزور و کمزور کی کمزوری سے حکومت بھی بدعاشوں کے مقابلے میں کمزور ہے حضرت معاویہ نے کہا بصرے کے وفد کے لوگ خود ہی بیان جو وہیں تم کو ان کے شہر کا حال بیان کر چکی ضرورت نہیں۔

اس کے ساتھ ابن عامر کی بھی شکایت۔

بصرے کا وفد وہیں آیا تو ان لوگوں نے ابن عامر سے بیان کر دیا کہ جناب معاویہ دربار میں ابن کو ا نے آپ کی شکایت کی تھی۔ اس پر انھیں سخت غصہ آیا۔ پوچھا "عراق میں ابن کو ا کا سب سے بڑا دشمن کون ہے؟ بتایا گیا کہ عبید اللہ بن ابی شکر" ابن عامر نے فوراً اس شخص کو والی خراسان مقرر کروایا۔ ابن کو ا نے یہ خبر سنی تو کہا ابن و جسا جہ ابن ابی عامر کو گمان ہے کہ عبداللہ کے والی خراسان مقرر ہونے سے مجھے ضرر پہونچے گا کروہ جاہل ہے۔ میری تمنا تو یہ ہے کہ قبیلہ شکر کے جتنے لوگ ہیں۔ سب میرے دشمن بن گئے اور وہ سب کو انھیں نہ کہیں کا والی مقرر کرتا لیکن لوگ سمجھتے ہیں کہ ابن عامر نے اس سے ہر عبداللہ شکر کی کو نہیں بلکہ طفیل بن عوف شکر کی کو حاکم خراسان مقرر کیا تھا۔

طریقہ معزولی کی دو روایتیں۔ پہلی روایت۔

حضرت معاویہ نے یہ حالات معلوم ہونے پر کیا کارروائی کی۔ اس میں موثرین نے دو روایتیں نقل کی ہیں۔ ایک یہ کہ قاصد بھیج کر عبداللہ بن عامر کو دمشق میں بلوایا۔ اور ملاقات

کے بعد انھیں اپنے علاقے پر جانے کا حکم دیا۔ مگر جب نصرت کرنے لگے تو کہا میں تم سے تین باتیں کہتا ہوں اور امید ہے کہ تم سب کو منظور کر لو گے۔ ابن عامر نے جواب دیا اگر میں تم حکم کا بیٹا ہوں تو سب کو منظور کروں گا۔ معاویہ نے کہا "بہتر پہلی بات یہ ہے کہ ولایت بصرہ کو بغیر ناراض ہوئے چھوڑ دو۔ دوسری یہ کہ عمر نے میں تمھارا جو کچھ ادا کیا ہے اس کو میرے نام پر یہ کہو "تیسری یہ کہ مکے میں تمھارے جتنے مکان ہیں سب مجھے دے دو" ابن عامر نے تینوں باتوں پر منظور کر لیا اور حکومت و مالک اوسب سے دست بردار ہو گئے۔ اب ابن عامر نے کہا امیر المؤمنین میں بھی تین باتیں کہتا ہوں اور اُسے کرتا ہوں کہ آپ بھی انھیں منظور فرمائیں گے "کہا "اگر میں بہت کا بیٹا ہوں تو تینوں باتیں قبول کر دوں گا" ابن عامر کی تین باتیں تھیں۔ اول یہ کہ عرفہ میں میرا جو کچھ مال ہے اس کو آپ واپس فرامیں " دوم یہ کہ حکومت بصرہ کے متعلق آپ مجھ سے کسی قسم کی حساب نہیں نہ کریں "سوم یہ کہ اپنی بیٹی کا عقد میرے ساتھ کر دیں "جناب معاویہ نے بھی ان سب کو منظور فرمایا۔

دوسری روایت

دوسری روایت جو قرین تیاں ہونے کے باعث زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ حضرت معاویہ نے ابن عامر سے کہا دو صورتوں میں سے ایک کو تم اختیار کرو پہلی یہ کہ تم حکومت بصرہ پر برقرار رہو اور میں تمھاری کارروائیوں کی تفتیش و تحقیق کروں اور حساب مالکوں دوسری یہ کہ تم حکومت بصرہ سے ملحد ہو جاؤ۔ اور کسی شہر کی باز پرس تم سے نہ کی جائے "ابن عامر نے دوسری صورت اختیار کی حکومت بصرہ سے ملحد نہ ہوئے اور حضرت معاویہ نے ان کی جگہ حوث بن عبد اللہ ازوی کو والی بصرہ مقرر فرمایا۔

چوتھی فصل

حضرت حسن کی مبارک زندگی کا آخری ماہ

معاویہ کا جیٹھوہ سینہ غراب سے، حوث مالک بصرہ، زکریا مالک مصر، قتیوہ کی مالاک، زیاد کی قتیوہ بصرہ میں۔ اُن کی سیاست، ایک خارجی کو حجاب، زیاد کے اہلکار۔ اپنے حکم کی سنت پابندی، اکثر صحابہ سے کام لیا۔ قرطبہ کی اصلاح، باڈی کا روضہ لایت نمراسان کی تعمیر، عتہ اسلام نے اُن کا نمراد لوائی، بات کا وحشی ہو نا عتہ لڑنے کی خالہ کی وفات، اُن کو زہر دیا گیا تھا، اُن سے انتقام، پھر خراج کی شورش، بتوہم حاجی کا انجام۔ خلیفہ خارجی کا انجام عتہ بن ماس کی مغزولی، معاویہ بن خدیج والی مصر، عتہ بھادو باری، روم پر زبردست حملہ، نیک کی شش پرستی، اُن کا مجبوراً چھاد روم پر جاننا، قتیوہ مجاہدین قیطنیہ پر حملہ، عتہ لڑنے کی بہادرانہ شہادت، ایک غصہ طول والا باب، اُن کا مال، عتہ کیوں کی زبانی، گیتن کی ایک نائل غلطی، اُن کا بیان، مختصر قیطنیہ، اُن قیطنیہ کی سختی سے روکنا، مختصر کے موت، عربوں کا بید کرنا، اُن کا کام، اُسے ہونا، قتیوہ کی وفات، اکامی کا برا اثر، قیطنیہ، گیتن کے اخذ، وہ قابل تسبیح نہیں ہیں، عتہ کی مغزولی، عتہ بن ماس، مالک مدینہ، حضرت حسن کی وفات۔

۴۴ھ کے آخر میں خود حضرت معاویہ نے شام سے سفر کر کے حج کیا اور خودی امیر حج تھے۔ مروان کے طرز عمل سے ناراض تھے اور کہو کہ بھی مغزول کرنا مناسب نہیں خیال کرتے تھے مگر یہ بھی نہ پسند کیا کہ سال گذشتہ کی طرح وہ پھر حاکم حج بنایا جائے۔ قاتل خارجی کے حملہ کے بعد حضرت معاویہ نے امام کے حفاظت کھڑے ہونے کے لیے جاس و شفق میں مقصودہ بنوایا جس سے مروان وہ مجرب ہے جو قتیوہ کے برابر کیلئے امام کے کھڑے ہونے کے لیے عام مجدوں میں بنائی جاتی ہے۔ اس واقعے سے پیشتر اس کا رواج نہ تھا اس سال مروان نے جاس و شفق کی ہی محراب مسجد نبوی میں بھی بنوادی۔ اور بعد ازاں اس کا عام رواج ہو گیا یہاں تک کہ اب شاذ و نادر ہی کوئی مسجد ہوگی جس میں نہ ہو۔

مقتدر، سینے
مروان بن عبد

حرث بن عصب اللہ ازوی کا حاکم بصرہ مقرر ہوا ہم ابن عامر کی منزلی کے ساتھ ہی
 بیان کر چکے ہیں مگر اسل ان کا تقرر ۳۴ھ کے آغاز میں ہوا حرث نے عبد اللہ بن عمرو
 ثقفی کو اپنی طرف سے بصرہ کے کا کوڑال مقرر کیا لیکن حرث کو پارسیہ سے زیادہ حکومت
 کرنا پسند نہ تھا اس کا باعث غالباً یہ ہوا کہ ابن عامر کے زمانے میں جو بظلمی پیدا ہوئی تھی
 وہ بدستور قائم رہی۔ اور جو تھے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اسی طرح قائم تھے چنانچہ حضرت
 معاویہؓ نے تقرر کے چار ہی مہینے بعد انہیں معزول کر کے زیاد کو حاکم بصرہ مقرر کر دیا۔ جس پر
 فی الحال نہایت مہربان تھے اور یہاں اپنے نسب و خاندان میں شامل کیا تھا۔
 زیاد جب معاویہؓ سے ملکر اور صفائی کر کے کوفہ میں واپس آئے تو وہیں کی حکومت
 کرنے کے لیے اس پر وار تھے متغیرہ کو جو کوفہ کے حاکم اور بڑے ہوشیار بزرگ تھے۔
 اس کا پتہ لگ گیا۔ کمال دانائی کے ساتھ دمشق میں معاویہؓ کے پاس جا کر حکومت کو فہ سے
 استعفا پیش کر دیا۔ اور کہا مجھے ملاقات ابزیرہ کے شہر قرقیسیا میں رہنے کو مکانات
 دیکھے تاکہ اپنے احباب بھی قیس میں سکونت اختیار کروں۔ متغیرہ کی چالاک اور گہری پالیسی
 سے معاویہؓ کو اندیشہ ہوا۔ کہا انہیں آپ کو فہ میں جا کر اپنی خدمت انجام دیں۔ استعفا
 دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ متغیرہ نے اپنے استغفر پر پھر اصرار کیا اور کہا میں اب
 حکومت کرنا نہیں چاہتا۔ احباب معاویہؓ کو اور کھٹکا پیدا ہوا اور بڑے روستی سمجھا لکھا کہ انہیں
 کوفہ میں واپس کیا یا اس کا رد والی نے ان کی حکومت کو مسترد فرمایا اور مضبوط کر دیا کہ
 کوفہ میں داخل ہوتے ہی زیاد کو شہر سے نکل جانے کا حکم دیا۔
 بعض راویان اخبار گذشتہ واقعہ کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ متغیرہ دمشق میں نہیں گئے۔
 بلکہ معاویہؓ نے خود ہی زیاد کو لکھا کہ تم کو فہ چھوڑ کے بصرہ چلے جاؤ۔ اس کے چند ہی روز بعد
 حرث کو معزول کر کے انہیں وہاں کا حاکم مقرر کر دیا۔ ربیع الاول ۳۵ھ میں زیاد نے حکومت
 بصرہ کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ اور اسی دن سے بظلمیوں اور فتنوں کے مٹانے کی کارروائی
 شروع کر دی۔ چنانچہ والی مقرر ہوتے ہی انہوں نے تمام لوگوں کو سجدہ جاس میں جمع کر کے
 ایک زبردست تقریر کی جس میں حمد الطبی کے بعد کہا خدا کی نعمتوں اور احسانوں پر اس کا
 شکر اور اس سے زیادہ نعمتوں کے ملنے کی دعا خداوند اعلیٰ جس طرح تو نے ہمیں نعمتیں عطا
 کی ہیں اسی طرح ان نعمتوں کا شکر گزار ہونے کی بھی توفیق دے۔

حرث کا حکم بصرہ

زیاد کا حکم بصرہ

متغیرہ کی چالاک

زیاد کی تقریر
بصرہ میں۔

اس کے بعد لوگوں کی بیہوشیوں جراتوں اور بد نظمیوں کا حال بیان کر کے اہل شہر کو
 نہایت سخت و حکیمانہ دین بخت گیری کا خوف دلایا اور جسکے کیا کہ خبردار کوئی شخص اس
 کو گھر سے نہ نکلے جو نکلے گا بے تحقیق و بلا تامل قتل کر دیا جائے گا یا پھر کھانا گھر کو لوگوں سے
 منے نئے جرم ایجاد کیے ہیں اور ہم نے نئی نئی سزائیں تجویز کی ہیں جو کسی کو دریا میں ڈبوئے گا
 اسے ہم ڈبوئیں گے جو کسی کے گھر میں آگ لگائے گا اسے ہم زندہ جلا دیں گے جو کسی کے
 گھر میں سینہ دے گا ہم اس کے سینے اور دل میں سوراخ کریں گے جو کسی قبر کو کھودے گا
 اسے ہم اسی قبر میں زندہ دفن کریں گے۔ اپنے ہاتھوں اور زبانوں کو مجھ سے روکا اور میں بھی اپنے
 ہاتھوں اور زبانوں کو تم سے روک لوں گا۔ کسی کی نسبت بھی میں نے نہ ادا عام اہل شہر کے خلاف
 ہے تو اس کا سر اڑا دوں گا۔ تمھیں خوب ڈرایا وہم کیا اور مصافحہ کیا کہ میں کسی کی مروت و رعایت
 نہ کروں گا جس کا حق ہو گا کہ اس کو دلوں گا اور جو مجھ پر ہو گا اسے سزا دوں گا۔ کوئی فریاد نہ آئی اس کو بھی
 اے قویٰ لوگوں کو میرے پاس پہنچ جائے گا۔ لہذا ڈرو اور سنبھلو۔ قلیل اس کے کہ میں سزا دیتے پر آمادہ ہوں۔

یہ تقریر سنتے ہی سب نے حواس جاتے رہے۔ عبداللہ بن ابی قحطافہ نے کہا یا امیر
 واقعی خدا نے آپ کو دانائی و حکمت اور فیصلہ کرنے کی قوت عطا کی ہے۔ کیا یاد نے مانگوا رہی
 کے ساتھ کہا "جھوٹ نہ کہو۔ یہ بات بنی اللہ و اود علیہ السلام کے لیے خاص تھی پھر احقر نے
 اٹھ کر کہا یا حضرت امیر آپ نے خوب فرمایا تو تعریف امتحان کے بعد اور شکر سخاوت کے بعد
 ہوتا ہے ہم کسی شخص کی تعریف نہیں کرتے جب تک اسے پرکھ نہیں لیتے۔" زیاد بولا۔ ہاں یہ البتہ
 تم نے ٹھیک کہا۔

ابو بلال مرواس بن اویہ نام ایک خارجی اٹھا اور کہا مگر خدائے تعالیٰ نے تو آپ کے
 خلاف کہا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے و ابراہیم الذی دینی الاتر و ازرة و ذر آخری و ان
 یس لانسان الا اسعی۔ لہذا نسبت آپ کے خدا و تعالیٰ نے ہم سے اچھا وعدہ کیا ہے
 زیاد نے کہا "مخون جس بات کو تم اور تمھارے لوگ چاہتے ہیں اس کے پورے ہونے کی
 کوئی تدبیر بجز سخت و خوریزی کے نہیں ہے۔"

پوری آیت اس طرح ہے ام لم یضایا فی صفت موسیٰ الی آخرہ (ترجمہ) کیا اس کو اس بات کی خبر نہیں ہے
 جو موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے احکام کی پوری تمیل کی۔ لکھی ہوئی ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے
 گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ انسان کو اتنا ہی دیکھنا چاہیے جس نے شوش کی۔

انجی بیست۔

ایک خارجی کو
 جواب۔

زیادہ کے انتظام

اس کے بعد زیادہ نے عبداللہ بن حسن بن کواہن صاحب بشرط یعنی کوتوال مقرر کیا۔ اور جو انتظامی احکام اس نے دیے تھے اس کے نفاذ کے لیے لوگوں کو اس قدر مہلت دی کہ اس کا حکم بصرہ کے قریب پہنچ جائے کی اس کو اطلاع مل گئی اس کے بعد وہ منہ از عشا ویکوٹ پرستیا اور حکم دیا کہ کوئی شخص سدرہ بقرہ یا اسی مقدار میں قرآن کے کسی حصہ کو ترتیل سے پڑھ جائے اس کے خارج ہونے کے بعد اس قدر انتظار کرے کہ کوئی شخص بصرہ کی اخیر آبادی تک پہنچ جائے اب کوتوال کو حکم دیا کہ گشت کرے کہ کوتوال گشت کرتا اور جس شخص کو پاتال کر دیتا۔

اپنے حکم کی سخت پابندی

زیادہ اپنے احکام کی پابندی میں اس قدر سخت تھے کہ ایک رات کو ایک بدوی ٹھکوں پر گھڑتا ملا اور پکڑا لیا گیا۔ زیادہ نے پوچھا کیا تمہیں باہر نکلنے کی ممانعت کا حال نہیں معلوم تھا۔ اس نے کہا کہ افندہ کی قسم میں نے اس حکم کو نہیں سنا۔ ابھی دو وہ دینے والی بکری کو وہاں سے لے آتا تھا کہ رات ہو گئی۔ زیادہ نے کہا اب خدا مجھے سچا معلوم ہوتا ہے کہ تو سچا ہے لیکن مجھ پر یہ ہے کہ تیرے مارے جانے میں امت کی اصلاح ہے، یہ کہہ کے اس کے قتل کا حکم دیا اور وہ بیگناہ مار ڈالا گیا۔

انہیں واقعات کی بنا پر مومنین اسلام کہتے ہیں کہ زیادہ پہلا شخص ہے جس نے حکومت میں سختی سے کام لیا۔ اور حاویہ کی حکومت مضبوط کر دی۔ ہر ایک کے لیے تلوار برہنہ کر لی۔ مومنین بدگمانی پر لوگوں کو ماعوذ کیا۔ اور محض شک و شبہ پر سزا نہیں دیں۔ لوگ اس کے نام سے کانٹے لگے۔ یہاں تک کہ باجمہر بدوی پیدا ہوئی۔ ہر ایک دوسرے کو امان دینے لگا اور حالت ہو گئی کہ کسی مرد یا عورت کے ہاتھ سے راہ میں کوئی چیز گر جاتی تو کوئی نہ اٹھاتا۔ یہاں تک کہ خود مالک اگر اٹھائے۔ ایسا امن و امان قائم تھا کہ رات کو کوئی دور وازہ نہ بند کرتا۔ سختی ہی نہیں نرمی کے ساتھ فیاضی بھی تھی۔ غریبوں کو غلہ دینے کے لیے زیادہ نے سرکاری بھنڈار قائم جاری کیا۔ کوتوالی کے انتظامات کے واسطے چار ہزار آدمی مقرر کیے۔ پھر جب شہر کا انتظام بخوبی درست ہو گیا تو باہر کی اصلاح شروع کی اور چند ہی روز میں شہر کے تمام فتنوں اور فسادوں کو مٹا کے باہر کے راستے بھی لوٹروں سے صاف کر دیے اور سارے علاقے میں امن و امان قائم تھا۔

اگر صحابہ سے کام لیا۔

انتظام ملک میں زیادہ نے بعض صحابیوں سے بھی مدد لی چنانچہ عمر بن حصین بن حزامی تھے اور وہی بصرہ کے قاضی بھی تھے۔ انس بن مالک۔ عبداللہ بن عمر و سدرہ بن حذاف کو

بھی مختلف ملکی خدمتوں پر مامور کیا۔ عمران نے خدمتِ قضا کے استعفا دیا تو ان کی جگہ عبداللہ بن فضالہ کو پھر ان کے بھائی عاصم کو۔ بعد ازاں زرارہ بن اوفی کو قاضی مقرر کیا۔ زرارہ کی بہن زیادہ کے عقد میں تھیں۔ اور ان کو اسود و ولکی کے مشورے سے قرآن میں اعراب اور نقطہ لگانے کے جو چیزیں اس سے پیشتر خط عرب میں نہ تھیں۔

عربی خط کی
پہلے کتاب

بعض لوگ کہتے ہیں کہ زیادہ نے حکومتِ اسلام میں سب سے پہلے یہ طریقہ جاری کیا کہ گھر سے نکل کے گلی کو چوں میں گزرتا تو لوگ ہتھیار لگائے اور کانہوں پر گزرتے آگے کے آگے چلتے۔ پانچ سو پورے دسے مقرر کیے جو ہر وقت مسجد کے پاس موجود رہتے۔

باڑی گارڈ

خراسان کے زیادہ نے چار حصے کر دیے۔ اول مرو و ہان کا حاکم امیر بن احمد کو مقرر کیا۔ دوسرا خراسان خاص اس کی حکومت بن غنیم بن عبد اللہ خنسی کو مامور کیا۔ تیسرا مرو و ذوقاریاب کو یونس بن اسحاق نے اس علاقے کی حکومت فہم بن شہیم کو دی۔ چوتھا ہرات۔ باغین اور بلخ اس حصے کا حاکم نافع بن خالد کو مقرر کیا۔

غلام نامہ سے
سزا دلانی

نافع نے زید نام اپنے ایک غلام کے ہاتھ جو ان کا استاد علیہ اور گھر کا داروغہ تھا زیادہ کے پاس باوزیر کا خان بھیجا جس کا ایک پایہ نذر تھا اور نافع نے اس کی جگہ سو سونے کا پایہ پیش کیا۔ گرا دیا تھا۔ زید نے بصرے میں پہونچ کر اپنے اتالی کی چٹلی کھائی اور کہا انھوں نے ایک پایہ توڑ لیا اور اس کی جگہ دوسرا ہوا کے لگا دیا۔ زیادہ کو یہ ناگوار گزرا۔ برہم ہو کر نافع کو معزول اور قریب کر دیا۔ اور ایک لاکھ یا بتول یعنی راویوں کے آٹھ لاکھ درہم جرمانہ کیا۔ مگر بنی ازد کے بعض منترین نے سفارش کر کے اُسے آزادی و لدا دی۔ اور اس کی جگہ زیادہ نے عجیب اتفاقی طور پر حکم بن عمرو

بات کا جو بیڑا

غضاری کو حاکم مقرر کیا جنھیں شرفِ صحبت رسالت حاصل تھا۔ زیادہ نے اپنے صاحب کے کہا۔ حکم کو بلا لاؤ۔ اصلی مقصود تو حکم بن ابی صاص تھقی تھا۔ مگر صاحب حکم بن عمرو غضاری کو بلائے گیا۔ ان کی صورت دیکھ کر زیادہ نے کہا میں نے تمھیں تو نہیں بلا یا تھا۔ مگر خدا کی قسم یہ مسلمان ہوئی ہے کہ تمھارا تقرر ہو۔ لہذا جاؤ اور شہرات وغیرہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں دو۔ پھر چند اور لوگ ان کے ہمراہ کیے۔ اور تحصیلِ خراج کا کام ان کے ذمہ کیا۔ ان لوگوں میں اسلم بن زرعہ کلابی بھی تھے۔

عبد اللہ بن
عبد اللہ بن

اب اسلم شروع ہوا۔ اس سال کا نہایت اہم واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیف اللہ خالد بن ولید کے فرزند عبدالرحمن نے سفرِ آخرت کیا۔ ان کی شان و شوکت اہل شام میں بہت بڑھ گئی تھی۔ چنانچہ کچھ تو اس خیال سے کہ ان میں اپنے والدِ مہم کی شجاعت اور تمام خوبیاں موجود

تھیں کچھ اس وجہ سے کہ وہ شام میں سب سے بڑے دو تہمت تھے۔ اور کچھ اس بنا پر کہ ملکیت
روم میں سب کے دوں پر ان کی ملکیت بیچی ہوئی تھی۔ متناویہ کو ان سے اندیشہ ہوا۔ ابن اثال
انصرانی کو پوشیدہ اشارہ کر دیا کہ کسی تدبیر سے ان کا کام تادم کرو۔ اس کے صلے میں
تمہارے عین حیات تمہارے سرکاری محاصل کو معاف کر دوں گا۔ اور جمہور کے والی خراج
بھی تمہیں مقرر کیے جاؤ گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالرحمن روم پر جہاد کر کے غنیمت سے لدے
پھرتے ہوئے واپس آ رہے تھے کہ ابن اثال نے ستم آلود شہریت پلا سکے ان کا کام تمام کر دیا اور
جمہور میں آغوشِ لمحہ کے سپرو سکے گئے۔ متناویہ نے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیا۔ مگر
ابن اثال نے اس سے چند ہی روز فائدہ اٹھایا۔ کیونکہ عبدالرحمن کی وفات کے بعد ان کے
فرزند خالد مدینے میں آئے تو عروہ بن زبیر سے ملے۔ عروہ نے ان سے ابن اثال کی
کارروائی کا تذکرہ کیا۔ سنے ہی انہیں ایسا طیش آیا کہ سید سے شہر جمہور میں پونچھے اور ابن اثال کو
مار ڈالا۔ اس کا مقدمہ جنابِ تادمیر کے سامنے پیش ہوا تو خالد کو چند روز تک قید رکھا۔
بعد ازاں اپنے پاس سے خون بہا کی رقم ادا کر کے چھوڑ دیا۔ خالد چھوڑے ہی پھر مدینے
میں آئے اور عروہ سے ملے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ابن اثال کا کیا انجام ہوا؟ خالد نے
جواب دیا اُسے تو میں نے قتل کر ڈالا مگر آپ بتائیں کہ ابن جریر و قاتل زبیر کا کیا انجام
ہوا؟ اس کا عروہ سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔

ان کو زیر کیا

تال سے شام

لیکن منیر بن شبیب اور زیاد کی خوش تدبیریوں سے خراج کا جوش فقط دبا ہوا تھا
مٹا نہ تھا۔ چنانچہ اسی ستم میں زبیر بن مالک باہلی مقبِ خطیم اور تھم بن غالب سمجھی نے
اپنے اپنے گروہوں کے ساتھ کل کے ان حکمرانوں کے گروہوں کے لئے بلد کیے۔

پھر خراج کی
شہر نشیں

سہم نے یہ صدا ہوا زمین جا کے بلند کی بلکہ کسی مصلحت سے بصرے میں وہیں آکر
روپوش ہو گیا۔ اور کسی کو بھی خبر نہ پڑی۔ اسے ان ماموں جس سے زیاد نے قطعاً انکار کیا بلکہ
اندر ہی اندر نقیض کر کے اُسے گرفتار کر لیا۔ اور قتل کر کے لاش ایک مدت تک اسی کے دروازہ
میں صلب رکھی۔

سہم بن زبیر کا
انجام

خطیم کو زیاد نے بحرین میں بھجوا دیا تھا مگر خطیمس ہوا لیا۔ اور قتیبہ بن مسلم کے والد مسلم بن عمرو
باہلی کو حکم دیا کہ اسے اپنی حراست میں رکھو۔ انھوں نے حراست کی ذمہ داری اپنے سر لے لی
سے انکار کیا۔ اور کہا صرف اتنا وعدہ کر سکتا ہوں کہ اگر کسی شب کو یہاں پہنچے گھر میں نہ ہو تو آپ کو

خطیم بن زبیر کا
انجام

خبر کروں گا۔ زیادہ اس وعدے کو بھی غیبت خیال کر کے اسے آزاد دی دے دی۔ اتفاقاً ایک روز مسلم نے اس کے اطلاع کی کہ آج رات کو خطیم اپنے گھوس نہ تھا۔ زیادہ سخت گیر حاکم کے لیے یہ بہانہ کافی تھا اسی دن کچھ واسکے قتل کرکے لایا۔

عمر شہید بن عمر
بن ماری کی
مذہبی۔

سارہ پر شہید
دلی صحر

ختم سال پر معاویہ کے بھائی عتبہ نے امیر ریح کی حیثیت سے حج کرایا۔ اور مسیح شروع ہوا۔ اس سن میں عبداللہ بن عمرو بن ماص حکومت مصر سے معزول کئے گئے۔ اور ان کی جگہ حکومت مصر معاویہ بن خدیج کو دی گئی۔ انھوں نے محمد بن ابی بکر کی جان لی تھی اور تصب ترین شعیان عثمان میں تھے۔

وہ مصر پر حکمران تھے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر کا ان کی طرف سے گزروا۔ سامنا ہوتے ہوئے کہا "تیرے بھائی محمد کے قتل کرنے کا انعام تمہیں سادیہ سے مل گیا اسی شوق میں تو تم نے محمد کی جان لی تھی۔" ابن خدیج نے جواب دیا "تھیں سادیہ نے اس علم کے انتقام میں قتل کیا جو انھوں نے امیر المؤمنین عثمان بن عفان پر کیا تھا۔" عبدالرحمن ہوئے اگر تھا راہ مقصد ہوتا تو عمرو بن ماص نے جب ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ چالاک کی تھی اس سے اثر لے کر قمر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت ذکر لیتے حالانکہ ان کے ہاتھ پر سب سے پہلے بیعت نے بیعت کی۔ ان خدیج نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔

سلسلہ جہاد
جاری رہا

ترکستان اور روم پر اس سال بھی مسلمانوں نے جہاد کا سلسلہ جاری رکھا جو سترہویں بھی قائم رہا۔ مصر کی فتح نے بھی افریقہ میں علم جہاد بلند کیا۔ اس سال زیادہ نے غالب بن فضالہ لیشی کو جنہیں شرف صحبت رسول حاصل تھا حاکم خراسان مقرر کیا اور امیر ریح مرقان تھے سترہویں میں بھی بری و بحری جہادوں کا سلسلہ جاری رہا اور دولت اسلام دوزخوں عروج حال کر رہی۔

روم پر زبردستی
میر

۲۹ھ میں اور لیس اہل روایت کے نزدیک سترہویں میں حضرت معاویہ نے مملکت روم پر ایک عظیم الشان جہاد کی تیاریاں کیں۔ ایک زبردست لشکر جمع کر کے سفیان بن عوف کو سپہ سالار مقرر کیا اور اپنے بیٹے زید کو بھی اس لشکر کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ مگر اس نے بیماری و امراض کے عذرات بارودیش کر کے ٹالا۔ اور معاویہ نے بھی زیادہ مجبور کیا اس لشکر کے روانہ ہو جانے کے چند روز بعد خبر آئی کہ نجاد بن روم کو رسد اور صحبت کے لحاظ سے نہایت سخت تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔

زید کی شہادت

زید نے یہ خبر سنی تو دوشعر کہے جن کا سہمہ بن یہ تھا کہ میدان جنگ اور سفر جہاد میں

مسلمانوں کو جو کچھ پیش آیا مجھے اس کی کیا پروا ہو سکتی ہے جبکہ ویرموان میں علی و رہے کے
وہ سب قاتلینوں پر بیٹھا ہوا ہوں اور مجبوراً نازنین ام کلثوم پہلو میں ہے۔ ام کلثوم عبت اللہ بن عامر
کی بیٹی تھیں اور یزید کی چاہتی ہوئی تھی۔ یہ اشما حضرت مساویہ کے گوش گزار ہوئے تو قسم کھا گئے کہ
اب تو یزید کو ان مجاہدین کے پاس ضرور جانا پڑے گا۔ تاکہ جو مژہ اوروں نے چکھا ہے وہ بھی
چکھ لے۔

ان کے حکم سے یزید کو مجبور ہونا پڑا۔ گواس کی بھاری کے لیے ایک نیا لشکر مرتب کیا جس میں
بڑے بڑے متاز لوگ اور اکابر صحابہ تھے چنانچہ اس فوج میں حضرات عبت اللہ بن عباس -
عبد اللہ بن عامر - عبد اللہ بن نبیر - ابویوب انصاری اور عبد العزیز بن زرارہ کلائی وغیرہ تھے۔
ان لوگوں کے پونچنے ہی لشکر اسلام قلم و روم میں گھس پڑا۔ اور شہروں پر شہر فتح کرنا قسط علیہ کی
دیواروں تک جا پہنچا جہاں مسلمانوں اور رہنویوں میں نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ عبد العزیز بن زرارہ
کو شوق شہادت اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بار بار دشمنوں کی سطوں میں گھس جاتے بیٹوں کو قتل
کرتے اور زخمی ہوتے گر شہادت کی تہا پوری نہ ہوتی۔ کت انہوں نے کہ چند شعر کہے جو کتب اللہ
میں موجود ہیں اور پھر حکم کیا جو سامنے آیا اسے قتل کر کے دشمنوں کے لشکر میں غائب ہو گئے
دشمنوں نے سوچے پا کر نیزوں کے حصار میں لے لیا اور شہید کیا۔

ان کی شہادت کی خبر حواویر نے سنی تو ان کے والد زرارہ کے کہا عرب کا بہادر جوان
مارا گیا انہوں نے پوچھا تمیر بیٹا یا تمھارا بیٹا۔ کہا تمھارا جذا تمھیں اس کا اجر دے۔ سن کر انھوں نے
تہایت ہی بہادرانہ صبر و سکون کو ظاہر کرنے والے دو شعر پڑھے جن کا آخری محفل یہ تھا کہ ہر بہادر
جام مرگ پیے گا چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔

اسطیظیہ کی قوم کے تعلق عرب و عین اور رعاۃ حدیث سے جو کچھ ثابت ہو سکا اسی قدر
نے مگر مورخ انگلستان لیون کی پیروی میں کجبل کے اکثر وقائع منکاران یورپ اس مہم کی بہت
زیادہ تفصیل بیان کرتے ہیں۔ اور وہ باتیں کہتے ہیں جن کا عربی اور اسلامی تاریخوں میں تعلق
پتہ نہیں ہے۔

سب سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ گبن نے اپنی تاریخ کے پچاسویں باب کے آخر
میں شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیان کے موقع پر لکھ دیا ہے کہ اس فہم میں
یہ مکر مغرین صحابہ کے ساتھ حضرت عین رضی اللہ عنہ بھی شریک جہاد تھے۔ اور یزید کے ساتھ

اس کا مورخ
روم پر جانا
نامہ مجاہدین

تسلطیہ
عبد العزیز
کی بہادر شہادت

ایک خطبہ
باب

اس جہاد کا
مال عین علیہ
کے زبانی

گبن کی ایک
تاریخ کا

سفیان کے جھنڈے کے نیچے انھوں نے شجاعت و کھائی جو قطعاً غلط اور بے اصل ہے حضرت حسینؑ کے مفصل و شرح حالات تمام کتب تاریخ و سیر میں موجود ہیں مگر آپ کا زید کے ہم اقطانیہ جانا کسی نے بھی نہیں بیان کیا۔ اور نہ یہ بات قیاس میں آنے والی ہے مسلمانوں کے اس جہاد کا حال گہن نے یوں بیان کیا ہے کہ سترھویں صدی میں مجاہدین اسلام قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچ گئے۔ اور حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی اس حدیث سے ان کے حوصلے بڑھتے ہوئے تھے کہ اقل جیش میں اتنی بغیر خون بہت قلیل قتل و غارتگری ہوگی۔ امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر جہاد کرے گا اس کے لوگوں کی سخت ہونی ہے۔ قسطنطنیہ دولت ثروت اور تجارت میں سب جہوں سے بڑھا ہوا تھا۔ اگرچہ مسلمانوں کی ہمتیں مضبوط تھیں اور روسوں کے دل خوف زدہ تھے۔ مگر پھر بھی رومی اس خیال سے کہ دین و دولت کے بچانے کی یہ آخری کوشش ہے۔ جان پر کھیل کے لڑے اور شہر کے اندر فلسطین و شام و مصر و روم کے مفتوح شہروں کے پناہ گزینوں کا بھی ہجوم تھا جن کو قسطنطنیہ کے بٹائیں اپنے وطنوں کے مسلمانوں کے چھپنے کی امید نظر آتی تھی۔ غرض سب نے ہمت کر کے مسلمانوں کو بڑی بہادری سے روکا۔

مصر و قسطنطنیہ

مسلمانوں کا علم یہ سالاری ایک نامور بہادر سفیان کے ہاتھ میں تھا۔ اور ولی عہد خلافت زید کی شرکت سے لشکر اسلام کا حوصلہ اور بڑھ گیا تھا۔ لشکر اسلام خشکی اور تری دونوں راستوں سے بڑھا۔ اور اسلامی بیڑا بلا تامل اور بغیر کسی مزاحمت کے درہ وانیال میں داخل ہو گیا۔ جہازوں نے شہر سے سات میل اور صہب ڈومون نام ایک قدیم قصر کے پاس لشکر ڈالا۔ مسلمانوں نے فوراً جہازوں سے اتر کے محلے شروع کر دیے اور ایک مدت تک روز و صبح سے شام تک حملے ہوتے رہے جن میں کبھی بھی مایان شہر کو چھپے نہیں پڑتا۔

قسطنطنیہ کا سقوط سے پہلے

مگر محاصرہ کرنے والوں نے شہر کی بعض جگہوں اور اس میں ملک پونچنے کے وسائل و ذرائع کا اندازہ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ مضبوط اور بلند شہر پناہ کی حفاظت روسوں نے فوج کی کافی تعداد اور بہت باقاعدگی سے کی۔ پھر اس کے ساتھ وہ عربوں پر یونانی آتش سیال کی پککاریاں مارتے۔ اہل شہر کی بہادری اور آتش باری نے عربوں کو حیران و پریشان کر دیا۔ اس سخت مزاحمت کی وجہ سے شہر پر زور نہ چلا تو انھوں نے درہ وانیال کے اندر دونوں طرف یورپ و ایشیا کی آبادیوں پر حملے شروع کر دیے۔ اور شرق و مغرب جانب کی بستیوں کو لوٹنے مارنے لگے۔ باوجود سخت ناکامی کے عربوں نے سات سال تک محاصرہ جاری رکھا۔ اپریل کے مئی تک

محاصرہ کی خبر

حلقے کرتے اور جب جاڑوں کا موسم شروع ہو جاتا تو اسی محل پہنچے بہت کچھ زبردستی قوس میں
شہر جاتے جس مقام کو انھوں نے اپنے سامان جنگ اور مال قیمت رکھنے کا مرکز قرار دیا تھا
جاڑوں بھر وہاں رہتے اور گرمیوں کے شروع ہوتے ہی پھر محلے شروع کر دیتے۔ اور ہر مرتبہ
میری پہلا جوش شجاعت اور فتح کا عرصہ دکھا دیتے۔

مگر اس طولانی محاصرے میں جہازوں کی تباہی دشمنوں کی بہادری۔ آتش باری۔ اور
وہابی ہاریں۔ نے عربوں کو ایسا عاجز کر دیا کہ مجبوراً محاصرے سے دست بردار ہو کر شام میں
واپس آئے اپنی مدت میں ان کے تین ہزار آدمی شہید ہو گئے تھے اور ابویوب انصاریؓ کا
ایسا نامور صحابی جس نے غزوات بدر و احد میں حضرت رسالتؐ کی رفاقت کی تھی انھوں نے شہر
پر رو کیا گیا۔

حضرت ابویوبؓ نے ہی محاصرہ قسطنطنیہ کے دوران میں بحیثیت میں بتا ہوا کہ انتقال فرمایا۔
اور شہر نہا کے نیچے اپنی مراثت اور دینی عظمت سے دفن کیے گئے کہ عیسائی بھی جو شہر نہا
سے دیکھ رہے تھے حیران و ششدر رہے۔ مسلمانوں کے واپس آنے سے ۸۰ برس تک ان کا
مقدس خاک گہرائی میں پڑا رہا۔ یہاں تک کہ جب سلطان آل عثمان میں سے سلطان محمد ثانی نے
قسطنطنیہ کو فتح کیا تو ایک الہامی طریقے سے مسلمانوں کو اس مزار پر انوار کا پتہ لگا اور انھیں پر
سایہ شان مقبرہ تعمیر ہو گیا۔

اس محاصرہ کی انکامی نے سارے مشرق و مغرب میں میوں کی تہمید بہادری کی شہرت
پہنچانہ کر دی۔ اور مسلمانوں کی عظمت چند روز کے لیے اندر بڑھ گئی۔ چنانچہ پچھلے سال کے لیے
رومی سفیر مشرق میں پہنچا تو اس کا دھوم دھام سے استقبال کیا گیا۔ دو سالے قوش کی بھری
میں وہ عزت سے بلایا گیا۔ تو میں سال کے لیے صلح ہوئی جس مدت میں خلافت پر فرض
تھا کہ دولت و کم کو تین ہزار دینار۔ اچھی نسل کے بچاں گھوڑے اور بچاں غلام اور کیا کرے۔

سنگین نے اپنی شہادت میں چار یونانی پور قوش اور عربی تار قوش کو پیش کیا ہے۔
یونانیوں میں سب سے پہلا نام نفقی فورس (Nee Phorus) کا ہے جس نے
تیس سال کی ایک تاریخ ۲۳۰ قبل از مسیح ہے۔ اور چودھویں صدی عیسوی میں تھا جس کے

معنی یہ ہوئے کہ محاصرہ قسطنطنیہ کے زمانے کے تقریباً ۱۰۰ برس بعد تھا۔

دوسرا قدری ٹون (Oedrenus) نام ایک مجہول الحال مورخ ہے۔
تیسرا ٹیوفانس (Theophanes) ہے جس نے مسیحیوں میں وفات پائی

نیز حضرت معاویہ کے عہد کے تقریباً ۱۷۰ برس بعد تھا۔ چوتھا زونارس (Zonaras) ہے جس نے اپنی تاریخ میں خلیفہ عالم سے ۱۹۰ سال تک کے حالات لکھے ہیں اور واقعہ مذکورہ کے پانچ سو برس بعد تھا۔

مسلمان مورخین میں سے کچھ کے اعتدالکین اور ابوالفدا ہیں۔ لیکن ہماری نظر سے نہیں گذرے اور ابوالفدا ہمارے پاس موجود ہے اس میں یہ واقعہ اسی قدر بیان کیا گیا ہے جتنا کہ دیگر عرب مورخین نے لکھا ہے۔ اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ یہ دونوں مورخ اسلام کے اصلی مورخ نہیں بلکہ محض ناقل ہیں۔ اصلی ماخذ طبری اور اس کے معاصرین طبری صرف جملہ روایات کرتا ہے ابن اثیر نے زیادہ تر طبری ہی کے بیان کیے ہوئے حالات کو واقعہ نگاری کی شان سے لکھا ہے اور تاریخ ابوالفدا ابن اثیر کا نہایت مختصر خلاصہ ہے۔

بہر حال جن واقعات کو خاص اہمیت حاصل کرنے کے لوگوں نے ذکر کیا ہو تو اگر صدی دوم صدی بعد کا کوئی مصنف اس کو لکھے تو لازم ہے کہ اپنے زمانے سے اس عہد تک کے قابل اعتبار راویوں کا سلسلہ روایات پیش کرے بغیر اس سے اس کا کوئی بیان قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔ اس بنا پر ہم کتب کے بیان کو درجہ اعتبار سے ساقط سمجھتے ہیں۔ اور یہیں کہہ سکتے کہ جو واقعات اس نے بیان کیے ہیں کہاں تک صحیح اور قابل اعتبار ہیں۔

اسی سلسلہ میں ربیع الاول یا آخر کے مہینے میں جناب معاویہ نے مروان بن حکم کو اپنے کی حکومت سے معزول کر کے ان کی جگہ بقیہ بن عامر کو والی مینہ مقرر فرمایا۔ مروان کا زمانہ اٹھ سال سے کچھ زیادہ رہا اور اس کے زمانے میں بقیہ بن عامر بن حارث بن نوفل مینہ کے قاضی بنے۔ بقیہ بن عامر کو معزول کر کے ابوسلمہ بن عبد الرحمن کو قاضی مقرر کیا۔

اس کے بعد ۱۰۰ برس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتم النبیین کو کچھ زیادہ وفات ۵۰ ربیع الاول سن ۱۰۰ میں فوت ہوا۔ یہاں تک کہ اس کے بعد ۱۰۰ برس کی مٹی جودہ نے جو آپ کے عہد نکاح میں تھی کمال ہونانی و غازی سے آپ کو نہر دوسے کے پناہ آپ کی برکتوں سے محروم کر دیا۔ آپ کی وفات کے متصل حالات کو ہم آئندہ باب میں بیان کریں گے۔

وہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔

مروان کی موت کی تاریخ نامعلوم ہے۔

حضرت حسن کی وفات

پانچویں فصل

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی

ولادت نسب۔ جو انان جنت کے سردار۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخیر۔ انوش رسالت میں
 کھیلنا رسول خدا کو آپ سے محبت۔ وراثت نبوی کے وقت آپ کی عمر حضرت صدیق کا برابر تھی۔
 خزانہ خلافت سے توفیق۔ یہی تھا فضائل علم اور بزرگاری بھگوان سے بے جاگان اہل بصرہ کو
 موافق بنانا پیشہ میانی۔ غرض انفا سے بچنا۔ قیاض۔ خود داری و شکوت۔ تہذیب و تقویٰ۔ قناعت۔
 خلافت چھوڑ دینا۔ حضرت حسینؑ نے بھی دعوائے خلافت نہ قبول کیا بتنا دیکھ سلوک۔ خاصہ شہر زندگی
 جنت کی مسکنات کا خواہش میں اگر تعلیم دینا۔ کثرت نکاح بیویوں سے اچھا بتنا۔ آگیا اچھا بتنا
 اور فضاں کعبہ بترنس موت۔ تہذیب و پاکیزگی۔ زہر دینے والی۔ تہذیب کی سازش۔ اس واقعہ کی سمجھنا
 شک۔ بزرگی میں اضطراب۔ وقیمت۔ رہنمائی رسالت میں دفن ہونے کی آرزو۔ غمزداری و فانات۔
 دشمن بھی تپ پر دیا حضرت عائشہؓ نے دفن ہونے کی اجازت دیدی۔ مردان کی مہمست۔
 خود تہذیب کا اندیشہ۔ آہو ہر وہ کے بھانے سے شمع فتنہ دینے والے۔ تہذیب و عادت آپ کی فائز
 سدا یہ دہل شام کی خوشی۔ حق جاس اور عادیہ تعاد یہ کو بھی ہر نفس باؤلو۔ بیویاں آپ کی
 وراثت کی خبر کوئے نسب اہل کو ذکا۔ خیرت حسین کو بتنا۔ آگیا کا انکار۔ خلافت اللہ کا خزانہ۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت اب علیؑ رضی اللہ عنہ کے فرزند اکبر ہیں۔ بتنا
 یہ اللہ العالیٰ فی اللہ عزوجل رضی اللہ عنہما کے بطن مبارک سے پھرت کے سر سے برسی تہذیب و عادت
 یہ تہذیب و عادت اور جنت اب کے محرم لقب سے لقب ہیں۔ خود جناب سرور عالم نے آپ کا
 ام حسن رکھا ہوا ہے تہذیب کی طرح نہایت اچھا اور عرب میں بالکل نیا نام تھا۔ ساتویں دن
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا عقیدہ کیا اور حکم فرمایا کہ باؤں کے برابر چاندی تول کے خیریت
 کر دی جائے جس کا آج تک ساری دنیا اسے مسلمانوں میں رواج ہے۔
 انوش تہذیب و عادت آپ کے اور آپ کے بھائی حضرت حسینؑ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں
 جو انان جنت کے سردار ہیں۔

ولادت

جو انان جنت کے سردار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
میں نے مشاہدہ کیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ
میں سے محبت رکھتے تھے

امام بخاری کی روایت سے ثابت ہے کہ آپ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہد کوئی نہ تھا۔ آپ کا پسایا چہرہ دیکھ کر جمال محمدی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی تھی۔ ایک روز حضرت صدیق اکبرؓ عصر کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو دیکھا کہ حضرت حسنؓ کیل رہے ہیں۔ فوراً گود میں اٹھا کر دن پر بٹھالیا اور نہرا یا بعینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ہے علیؓ کی صورت نہیں تھی۔ حضرت علیؓ بھی سامنے کھڑے تھے سن کر ہنسنے لگے۔ حضور سرور عالم کو آپ سے بیحد محبت تھی گود میں لے کر کھلاتے اور آپ کی اولیٰ اولیٰ زاری کو بھی زبرد اشت فرما سکتے تھے اور بن عازب کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حسنؓ کو اپنے کندھے پر لیے ہیں۔ اور فرماتے ہیں خداوند! یہ مجھے محبوب ہے تو بھی مجھے محبوب رکھو۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں میں نے ایک وز دیکھا کہ جناب رسالت نمبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے ہیں حسنؓ نے علیؓ آپ کے ہلوں میں جو بھی لوگوں کی طرف دیکھتے ہیں اور بھی آپ کی صورت دیکھنے لگتے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں ”میرا یہ فرزند سوار سے اور ایسے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں اتفاق کر دے گا“ اسی طرح حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول قبول صلعم نے ارشاد فرمایا ”یہ دونوں فرزند حسنؓ و حسینؓ میرے دنیا کے ریحان یعنی پھول ہیں“ اسامہ بن زید کا بیان ہے کہ حضور سرور عالم ایک روز حسنؓ اور حسینؓ دونوں کو اپنی کمر پر اٹھائے ہوئے تھے اور فرماتے تھے ”یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں خداوند! مجھے ان سے محبت ہے تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرے اس کی بھی دوست رکھو“

ترمذی کی روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اپنے گھروالوں کو پھر میں حضور کو کس سے زیادہ محبت ہے؟ فرمایا ”حسنؓ اور حسینؓ“ ابن عباس کہتے ہیں ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ کو گودن پر لیے ہوئے تھے کسی نے کہا ”یہی اسی جیسی سواری ہے؟“ ارشاد ہوا ”اور سواری بھی کیسا اچھا ہے؟“ بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ بن زید اور حضرت حسنؓ کو بٹھالیتے اور فرماتے ”اے اللہ! ان دونوں سے محبت کر“ ان دونوں سے محبت کرے تو بھی انہیں دوست رکھو۔ ایک دن حضور سرور عالم نمبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے اتنے میں حضرت حسنؓ و حسینؓ

سرخ کرتے پتھر ہوئے آگئے آپ نے فوراً نمبر سے اتر کے دونوں کو آگے ٹھکرایا اور
پھر خطہ خوانی میں مصروف ہوئے اکثر یہ ہوتا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صوف ناز میں اور سجدے میں ہیں
حضرت حسنؑ آگے گردن پر سوار ہو جاتے پھر جب تک خود سکان اتریں آپ سجدے ہی میں رہتے
رہتے۔ اسی طرح آپ کو عینا ہوتے اور حضرت حسنؑ آگے دونوں ٹانگوں کے بیچ بیٹھ جاتے
جو کبھی پیٹ کے نیچے چلے جاتے اور کبھی بائیں گل آتے اور جب تک اس طرح کھیلے جناب رسالت
کو کبھی کسی کی بات نہ رہتی تھی

راک وین لوگوں نے حضرت جن رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو اپنے نانا کی کون کون باتیں
یا وہیں فرمایا ایک دن خیرات کے چھوہاروں کی ٹوکری رکھی تھی میں نے ایک چھوہارا اٹھا کے
سندھ میں رکھ لیا۔ آپ نے دیکھا تو فوراً اس کو میرے منہ سے نکال کے بھینک دیا
الغرض آپ کا بچپن حضرت رسالتؐ کے آغوش میں بسر ہوا اور کنارت نبوت میں کھیلے گری
یہاں تک کہ حضور سرور عالمؐ نے انتقال فرمایا اور آپ کی عمر ساڑھے سات برس کی تھی اسی
بچپن کے عرصہ میں آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو خلیفہ رسول اور خیر رسالت پر خلیفہ پڑھتے دیکھا
تھیں کہ جوش میں ٹوکے فرمایا میرے دادا کے نمبر سے شروع حضرت علیؓ ہی موجود تھے
فرز نبیؐ کی سیرتِ صالحی و نیکہ کہ گھبرانے اور حضرت صدیقؓ سے کہا آپ ایسا خیال کیسے گا کہ میں نے
سکھار دیا ہے۔ یہ نفس خلیفہ اسلامؓ سے کہا آپ سے کیا تعلق؟ پھر حضرت حسنؓ کو اٹھا کے
پیار کیا اور فرمایا بیشک یہ آپ کے دادا ہی کا نمبر ہے اور اس کے بعد دیر تک پھوٹ پھوٹ
روستے رہے۔

اسلام کے غلبہ اور عصر و شام کے زیر سایہ خلافت آنے کے واقعات آپ نے
اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ سترہ برس کے تھے کہ حضرت عمرؓ نے خزانہ خلافت کو دولت سے لبریز
دیکھ کر حضرت عثمانؓ کے شور سے تمام تھین کے فطانت مقرر فرمائے اور کسی دزدیا وئی
مستار کا مسیحا یہ تعلقات و تقریرتہ رسولؐ کو قرار دیا۔ چنانچہ سب سے بڑا سالانہ خلیفہ حضرت عباسؓ
کا منہ فرمایا جس کی مقدار پچیس ہزار کی تھی یاس کے بعد درجہ دولت سنوین کار کا حاجن کے بارہ
بارہ ہزار مقرر فرمائے حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ میں سے ہر ایک کے پانچ پانچ ہزار جاری کئے
ایسا ویشد میں آپ کے بہت سے فضائل مروی ہیں جن کے مشرب طور پر بیان کرنے
کے لیے ایک دفتر عظیم چاہیے۔ ان دینی فضیلتوں کے علاوہ آپ کی ذات کو دیکھیے تو

ذات نبویؐ کے
وقت انجیل کے

حضرت صدیقؓ
پر ہوا

خزانہ خلافت
سے

بیشاخصاً

علم اور ہمت کا
جنگ کا ہے
سے بیان

نہایت ہی بڑا اور عظیم تھے جھگڑے سے بھاگتے اور صلح جوئی شعار تھا جب حضرت عثمان کے بعد جھگڑوں اور فتنوں نے دینائے اسلام میں کچل ڈالی تو آپ حضرت علیؓ کو ہمیشہ ہی مشورہ دیا کرتے کہ اس فتنوں بھری خلافت کو چھوڑ کے صلح شدہ ہو جائے۔ نہ اہل البیہین عائشہؓ سے لڑیے نہ طلحہ و زبیر سے اور نہ سادہ سے۔ لیکن اس کے ساتھ ظلیفہ وقت کی طاعت کو بھی فرض جانتے تھے چنانچہ اگرچہ حضرت علیؓ نے آپ کے مشورے کے خلاف کیا اگر آپ علیؓ طور پر پیشہ اُن کے مطلع فرمان رہے اور پھر بزرگوار کے حکم کو نیک نفسی اور ولی خوشی کے ساتھ بجا لائے۔

اہل ہجر کو مشا
بانہ

چنانچہ جنگ جمل کے موقع پر جب بصرے والے ابو موسیٰ اشعری کی پیروی میں حضرت علیؓ کا ساتھ دینے سے انکار کر رہے تھے ابو ہریرہ بن یاسر۔ محمد بن ابی بکر اور مالک اشتر وغیرہ میں سے کسی کی کوشش کا رگڑا رہا وہ دندنہ ہوئی تو حضرت حسنؓ کی نصیحت اور پھر انور تقریر نے ایک اُن کی آہ میں سب کو حضرت علیؓ کے موافق بنا دیا۔

شیر پائی۔

آپ کی شیریں بیانی شہو تھی۔ عمیر بن اُتقی کہتے ہیں ہجر حسن بن علیؓ کے مجھے کوئی ایسا نہیں ملا کہ وہ باتیں کو سہا اور میرا جی چاہے کہ سنتا ہی رہوں وہ بولتا رہے اور میں خاموش کھڑا سا کروں اُن کی زبان سے میں نے بھی کوئی غش کلمہ نہیں سنا بجز ایک بار کے جب کہ اُن میں اور حضرت عثمانؓ کے فرزند عمرو بن ایک زمین کے بارے میں نزاع ہوئی۔ عمرو بن عثمانؓ نے آپ کے کہنے کو نہ مانا تو فرمایا اُن کے لیے بجز لڑی چیز کے جو اُن کی ناک کو خون کاود کرے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ پس یہی آپ کا سخت ترین نقص تھا۔

نوش الفاظ
سے بچنا۔

جب آپ خلافت سے دست بردار ہو کر مدینے میں فرود ہوئے تو مردان جو تعداد وہ کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا جرم کے حضرت علیؓ کی شان میں گستاخیاں کرتا۔ آپ کا نام لے کر کوستا اور گاپاں دیتا اگر آپ کچھ بولتے کمال ضبط و عمل سے خاموش بیٹھے سا کرتے اور ایک دن اُس نے حرکت کی کہ اپنے ایک آدمی کو بھیجا جس نے آپ کے پیچھے پرکھا علیؓ علیؓ اور تم تم تم۔ مجھے تو بجز چرخ کے تمھاری کوئی مثال نہیں نظر آتی جس سے پوچھا گیا کہ تمھارا باپ کون ہے تو اُس نے کہا میری ماں گھوڑی تھی اس پر جو وہ کوئی اور بدترین بی گستاخی کرنے لگا آپ نے فرمایا تمھاراں سے جا کے کہہ دینا کہ میں بخدا تیری نکالیوں کے جواب میں تجھے نکالی ندوں گا۔ اہل خدا کے سامنے البتہ میرا فیصلہ ہو گا اگر تو سچا ہے تو خدا تجھے تیری سب سے بڑی کا صلہ دے گا۔ اور اگر جھوٹا ہے تو سخت ترین مقام لینے والا بھی وہی ہے۔

ایک دن مروان سے آپ سے دو بزرگ گفتگو کر رہی تھی۔ مروان اپنی عادت کے موافق سخت کلامی کرنے لگا اور آپ خاموش سنے رہے۔ بچتے بچتے مروان نے اتفاقاً دیکھا کہ آپ سے ناک پاک کی۔ آپ نے بے اختیار فرمایا کہ بخت مجھے یہی نہیں معلوم کہ وہاں ہاتھ صرف منہ کے لیے ہے اور دیگر منافذ ہم کے لیے بایاں ہاتھ ہے۔ اس اخلاقی تسلیم کا ایسا عجب پکا کر وہ خاموش رہ گیا۔

آپ اعلیٰ درجے کے فیاضانِ عرب پر شمار کیے گئے ہیں کبھی کبھی اکیلے ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم دے ڈالے۔ دو بار اپنا پورا مال خیرات کر ڈالا اور تین بار اوصا اوصا اور پھر اس احتیاطاً نصفی ہاکے ساتھ کہ جوتے میں سے بھی ایک رکھ لیا اور ایک نکال ڈالا۔ نہایت ہی وقار۔ المینان۔ قناعت باور شہت کے ساتھ زندگی بسر کرتے۔ ابن سیرین کہتے ہیں ایک بار کسی عورت سے عقد کیا تو اس کے پاس سو نوٹیاں تھیں وہ ہر نوٹھی کے ہاتھ میں ہزار درہموں کی تھیلی تھی۔

اس کے ساتھ بڑے عابد و نابد پر بیگز کار اور غش شس تھے۔ بہت سے حج کے جن میں کسی کو پار پیادہ مکہ معظمہ میں تشریف لے گئے۔ سواری کے اونٹ ساتھ ساتھ تھے مگر آپ محض کعبہ کے خیال سے پیدل جا رہے تھے۔

جو حال ہوتا اس پر قانع و شاکر رہتے اور مہموں سے بچتے ایک دن لوگوں نے آپ سے کہا ابو ذر کہتے ہیں مجھے غنی ہونے سے فقیر ہونا اور تندرست ہونے سے مریض ہونا زیادہ پسند ہے۔ فرمایا خدا ابو ذر کے حال پر رحم کرے میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص خدا کے سلوک کی فحویوں پر بھروسہ رکھتا ہے وہ بجز اس حالت کے جو خدا نے اس کی کر دی ہے کسی دوسری حالت کی تمنا نہیں کر سکتا۔ یہ ہے اسلام کا سچا ادب و تقویٰ جو رہبانیت ترک کر کے مسلمانوں کو شاکر و صابر اور عابد و زاہد بناتا ہے۔ افسوس کہ ابو ذر کے زہد میں رہبانیت کی بو آتی تھی جس سے مجبوراً تمام صحابہ کو اختلاف کرنا پڑا۔ حضرت حسنؓ کے اس تقویٰ ترک دنیا کو مولانا روم نے کیسے اچھے انداز سے ظاہر فرمایا ہے؟ فرماتے ہیں۔

بیت دنیا از خدا غافل بدن نے تماش و نقرہ فسر زلم وزن
ای چشم قناعت میں اور دیگر صد ہا مصالح کا خیال فرما کے جب جمادی الاولیٰ ۴۶ھ میں آپ نے خلافت چھوڑ دی تو تمام سچے مسلمانوں کو نہایت افسوس تھا بعض شیعیاں علیؓ سے

نفاضی۔

خود داری کتب۔

زہد و تقویٰ۔

قناعت۔

خلافت چھوڑ دینا۔

ضبط نہ ہو سکا۔ اور بہت الفاظ میں شکایت کی۔ فرمایا مجھے پسند آیا کہ ملک کے لیے تم کو ٹھاروں۔
پھر جب مدینہ میں اکر قیام فرمایا تو کسی نے اکر عرض کیا: لوگوں کا خیال ہے کہ آپ پھر خلافت کو
لینا چاہتے ہیں۔ فرمایا: ظلم کی گھوڑیاں میرے ہاتھ میں تھیں جن کو جن سے چاہتا ہوں اور
جن سے چاہتا ہوں اس وقت تو محض رضائے الہی پر قائم رہنے اور امت محمدی کو جو زبیری
سے بچانے کے خیال سے میں نے خلافت کو چھوڑ دیا اور اب ال حجاز کے سرپرستی
لانے کے لیے اُسے پھر اختیار کروں گا؟ جن لوگوں کے دل دیکھے ہو گئے تھے اُن جیسے
کوئی کتاخ اپنے اوپر کے رتبے کو بھول کے کہہ بیٹھا۔ اے تنگ بین! کمال گل سکون
سے فرمایا: تنگ ہی سہی مگر تنگ بھی روزِ سخن سے بہتر ہے۔

حجر بن عدی نے سب سے زیادہ زور دے کر کہا اے فرزند رسالت جس حالت میں
دیکھ رہا ہوں اس سے پیشتر ہی میں سرگیا ہوتا تو بہتر تھا۔ آپ نے ہمیں عدالت سے نکال کے
ظلم کے آغوش میں دے دیا۔ ہم نے حق کو چھوڑ دیا اور اس باطل میں مبتلا ہیں جس سے بچ گئے
تھے وہ فرمایا: بڑے بڑے لوگوں کو میں نے دیکھا کہ صلح کے خواستگار ہیں اور لڑائی سے
بھاگتے ہیں۔ لہذا مجھے اچھا معلوم ہوا کہ جس چیز کو وہ ناپسند کرتے ہیں اُس پر نہیں مجبور کروں۔
یہ کارروائی میں نے اپنے پیشروں کی خواہش کے مطابق کی ہے۔

حضرت بنی نے
دعائے خلافت
قبول کیا۔

اس جواب پر خاموش ہو کر حجر بن عدی بن عمر کو ساتھ لیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی
خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے ابوعبداللہ! یہ حضرت حسین کی نیت ہے، آپ لوگوں نے
عزت کو بیچ کے ذلت قبول لی۔ بہت کو چھوڑ کے تھوڑا اختیار کیا۔ ہم نے آپ کی اطاعت
کی اور زمانہ ہم سے نافرمان ہو گیا۔ آپ حق کو اور اس صلح کو چھوڑیں اور کوئے وغیرہ کے شیعیاں
کو جمع کریں مجھے اور میرے اس رفیق کو اپنا مقدمہ پیش تقرر کریں۔ ہند کے بیٹے معاویہ
کو خبر بھی نہ ہوگی اور ہماری تلواریں ان پر برس پڑی ہوگی۔ حضرت حسینؑ نے فرمایا: ہم سب
حسنؑ کی بیعت کر چکے اور معاہدہ ہو گیا جس کے توڑنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔
ایک مرتبہ آپ معاویہ سے ملے تو انھوں نے احترام کیا۔ اور کہا میں آپ کو اتنا کچھ

سارے کچھ

عہ ابن اثیر و تاریخ الخلفاء۔ واصحاب مالک حضرت بنی رضی اللہ عنہ۔

عہ اخبار السلاطین ابو یوسف و بنی مضر۔

دوں لاکھ نہ کسی کو اس سے پہلے دیا ہے اور نہ بعد دوں لاکھ چنانچہ چار لاکھ ہر غمزدار کے۔
 غرض حضرت حنین نے خلافت چھوڑنے کے بعد ہمیشہ خاموشی اور بے نفسی کی زندگی
 بسر کی۔ معاویہ کے پاس سے آپ کو ہر سال ایک لاکھ درہم ملا کرتے تھے۔ ایک سال اس رقم
 کے پونچھنے میں تاخیر ہوئی۔ اور فیاضیوں کا سلسلہ جاری ہونے کی وجہ سے آپ کو خرچ کی
 تکلیف ہوئی۔ فرماتے ہیں میں نے قلم و دوات منگو اسے ارادہ کیا کہ معاویہ کو لکھوں، مگر خود ہی
 ترک کیا۔ رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور پوچھتے ہیں
 حسن کیسے ہو؟ عرض کیا "ابا و احابن اچھا ہوں۔" مگر آپ کی لکھولی رقم نہ آنے سے تکلیف
 ہے۔ ارشاد ہوا تم نے دوات منگوائی تھی کہ اپنے ہی سے ایک مخلوق کے سامنے اس کی
 شکایت کرو؟ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا خدا سے کہو اور ایک دعا پڑھنے کو بتائی میں نے اس
 دعا کو خدا کی قسم پورے ایک ہفتے بھی نہ پڑھا جو کہ معاویہ نے میرے پاس ہند رہ لاکھ درہم
 بھیج دیئے۔ اور میں نے کہا اس خدا کا شکر جو اپنے یاد کرنے والے کو نہیں بھولتا اور ابھٹکتے
 کو گھمٹاتے میں نہیں رکھتا۔ اس کے بعد میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں تشریف لائے اور
 پوچھا حسن کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ "خیریت ہے ہوں۔" اور ساری سرگزشت
 بیان کی۔ فرمایا "بیٹا، اس شخص کی یہی حالت ہوتی ہے جو خالق سے ایسے دوا رہا اور مخلوق
 سے کسی قسم کی امید نہ رکھے۔"

خاموشی زندگی

جناب رسالت
کا خواب میں
میرے لکھنے

کثرت نکاح

نکاح کے بارے میں شریعت کی آسانوں سے آپ نے جس قدر فائدہ اٹھایا
 بہت کم کسی نے اٹھایا ہو گا۔ کثرت سے نکاح کرتے اور اسی کے مطابق برکثت عورتوں
 مطلق بھی دیا کرتے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے نوے عورتوں کو اپنے عقد نکاح میں لیا۔ اور
 ان میں سے بہتوں کو طلاق دی۔ مگر آپ کا براہ اور آپ کی خوبیاں ایسی تھیں کہ جو عورت نکاح
 میں آئی یہی چاہتی کہ زندگی بھر آپ کی خدمت میں رہے۔

بچوں سے
چھوڑا ہوا

آخر آپ کے نکاحوں اور ملاقاتوں سے اندیشہ ہوا کہ قبائل عرب آپ کے دشمن بن جائیں
 چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایک بار اہل کو فہ سے کہا لوگو! جن کو بیٹی نہ ہو۔ اس لیے کہ وہ اس طلاق
 دیا کرتے ہیں۔ یہ سن کر قبیلہ بنی ہمدان کا ایک شخص اٹھا اور عرض کیا تم تو اپنی لڑکیوں کو بیٹھیں
 ان کے عقد میں دیے جائیں گے۔ انہیں اختیار رہے کہ جسے چاہیں رکھیں اور جسے چاہیں
 چھوڑ دیں۔

حضرت عائشہؓ
روکے ہوئی
تو کہیں

ایک اچھا نوجوان
اور خدا کا
پیغمبر

ایک روز خواب میں دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سورہ قیل وقلید
لکھی ہوئی ہے۔ اس خواب کو سن کر سب گھرواے خوش ہوئے لیکن یہ خواب سید بن سب
کے گوش گزار ہوا تو فرمایا اگر یہ خواب سچ ہے تو حسن کی زندگی کے چند ہی روز باقی
رہ سکتے ہیں۔

اور ایسا ہی ہوا۔ چند ہی روز بعد آپ بیمار ہوئے اور بیماری کا سلسلہ پالیس روز تک
جاری رہا۔ عیسائی مسیحی اور ان کے ایک رفیق عبادت کو آئے اور مزاج پوچھا۔ فرمایا
میں نے تھے مئی اور اس میں سیکھے کا ایک کھڑا کر۔ مجھے کئی بار زہر دیا گیا مگر ایسا شدید زہر
کبھی نہیں سہتا۔ آستین میں حضرت خضر علیہ السلام کے اور یہ اصرار پوچھنے لگے کہ آپ کو
کس نے زہر دیا؟ مگر آپ نے نہ بتایا اور فرمایا اگر وہی شخص ہے جس پر مجھے گمان ہے تو
سخت ترین انتقام لینے والا خدا ہے۔ غرض کہ وہ نہیں تو خدا کی قسم یہ نہیں پاتا
کہ میرے لیے کوئی سنگناہ مارا جائے۔

شہر یہ ہے کہ آپ کی ایک منگھو عورت جعدہ بنت اشعث بن قیس نے آپ کو زہر دیا۔
اس کے پاس زہر دینے کا ایک جھٹکا تھا کہ اگر تم میں کوئی زہر دے دو تو میں تم سے لکھ کر دوں گا۔
اس سبب باغ کے تصور میں جعدہ آپ کا کام کما کر مکی۔ تو زہر کو سیاہ بھیا کہ میں نے
اپنا کام کر دیا اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ زہر دینے کا جھٹکا "حسن" ہی کے پاس تھا اور ہنا
ہم نے نہیں پتہ کیا تو بھلا اپنے پاس رکھنا کیسے گوارا کریں گے؟ غرض جعدہ کی حالت
ہوئی کہ خسر الدنیا والا آخرہ۔

یزید کا یہی سازش کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں اس لیے کہ جس معاہدے کے نوے
حضرت حسن نے خلافت ترک کی اس کی ایک شرط یہی تھی کہ معاویہ کے انتقال کے بعد
حضرت حسن خلیفہ ہوں گے۔ لہذا جب تک آپ زندہ تھے نہ بنی امیہ کے دل سے اندیشہ
دور ہو سکتا تھا اور نہ یزید کے لیے باپ کی جانشینی کا راستہ صاف ہو سکتا تھا۔ مگر باوجود
اس کے اس روایت کے صحیح ہونے میں بہت شبہ ہے۔

اس پر
مستند

اس لیے کہ اول تو حضرت حسن نے زہر دینے والے کا نام نہیں بتایا اور نہ اس کا
کوئی ثبوت ہو جو دے کہ کس کو اور کس طریقے سے جعدہ کے زہر دینے کا حال معلوم ہوا۔
اور آپ کے سفر فرود کس میں کے بعد اگر کسی مستند فریے کے ثابت ہو جاتا تو جعدہ

قصاص سے سرگزند بیچ سکتی تھی۔ حالانکہ اس پر حکم قصاص جاری ہونے کا سو فیصد اہل سیرت منسلق ذکر نہیں کیا ہے۔

انتقال اور نزاع کے وقت آپ کو سخت اضطراب تھا اور نہایت سخت پریشان تھے۔ حضرت حسینؑ نے تسلی دینے کے لیے فرمایا: بھائی جان! آپ کو پریشانی کس بات کی ہے؟ آپ تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہے ہیں۔ دونوں آپ کے پیر و بزرگوار ہیں۔ جناب خدیجہؓ اور کتائبہؓ کے پاس تشریف لے جاتے ہیں۔ دونوں آپ کے والدہ محترمہ ہیں۔ قاسم اور عطاءؓ کے پاس جاتے ہیں۔ وہ دونوں آپ کے ماں ہیں۔ حمزہؓ و عقیقہؓ کے لئے والے ہیں۔ دونوں آپ کے چچا ہیں۔ حضرت حنیؓ نے فرمایا: بھائی! میں خدائے تعالیٰ کے اس عالم کی طرف جاتا ہوں جس سے کبھی سابقہ نہیں پڑا اور خدا کی ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں جس کی خلقت اس سے پیشتر کبھی نہیں ہوئی تھی۔

نہیں اضطراب۔

حافظ ابن عسکریؒ روایت ہے کہ عالم احتضار میں آپ نے حضرت حسینؑ سے فرمایا: بھائی! تمہارے والدہ نے (حضرت رسالت کی وفات کے بعد) خلافت لینا چاہی مگر خدا نے اُن کو نہ دی اور ابو بکرؓ کو خلیفہ رسولؐ بنا دیا۔ ابو بکرؓ کے بعد بھی وہ اسے دوار سے دکر عمرہ کو مل گئی۔ اُن کے بعد جب انتخاب خلیفہ کے لیے شور مچا تو آپ نے وقت اُن کو اپنے منتخب ہونے میں مطلق شدہ تھا مگر خلافت بعض اُن کے عثمانؓ کو مل گئی۔ بعد ازاں اس کی توثیق آئی کہ تلواریں کھینچیں۔ اور میں نے اس کو پسند نہ کیا۔ مجھے بخدا یہ ہوتا نہیں نظر آتا کہ خدا نبوت اور خلافت دونوں چیزوں کو ہمارے گھر اپنے میں جمع کرے۔ لہذا اگر شرار کو دیکھیں عمامے خلافت کے ساتھ اٹھانا چاہیں تو سرگزند ماننا۔

یست۔

مرض بہت کے وقت آپ کے سوتیلے بھائی محمد بن عقیلؓ اپنے سوختے ہوئے تھے انھیں آدمی بھیج کر بلوایا۔ وہ آئے تو آپ کے بائیں جانب اور حضرت حسینؑ داسنے جانب رونق افروز ہوئے۔ آہٹ پا کے آپ نے انھیں کہہ دی اور حضرت حسینؑ سے فرمایا: بھائی! میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے بھائی محمدؓ کے ساتھ چھا سلوک کرنا! پھر محمدؓ سے ارشاد ہوا: تم حسینؑ کی طاقت اور وزارت کرتے رہنا!

روایت
میں ہے
اور نہ

علاء الدین کا

بعد ازاں حضرت حسینؑ سے فرمایا میں نے اہل الموہبین عائدہ طے سے درخواست کی تھی کہ
تیرے رسولؐ کے پاس میرے دفن ہونے کی اجازت دیں اور انھوں نے منقولہ منسیر مایا
لہذا میرے مرنے کے بعد تم پھر ان کے پاس جا کے اجازت لینا۔ اگر وہ منظور کریں تو
وہیں دفن کرنا۔ مگر مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ لوگ مزاحم ہوں گے۔ ایسا ہو تو جھگڑا نہ کرنا۔ ان
وحیثوں کے بعد عام برس کی عمر میں ۵۱ھ رمضان ۱۱۱ھ کو فروری میں کی راہ لی وفات
میں اختلاف ہے بعض نے ۵۱ھ اور بعض نے ۵۲ھ بتاتے ہیں مگر قابل توفیق یہی ہے
نیکہ رمضان ۱۱۱ھ کو دنیا سے رخصت ہوئے۔

دشمن
روایت

مدینہ میں وفات کی خبر شہور ہوئی تو اکثر لوگ دوڑے آئے جن میں مغرور شدہ عالم
مدینہ مروان بھی تھا۔ وہ جنازے کے پاس کھڑا ہو کے رونے لگا یاں گورو تے دیکھ کر
حضرت حسینؑ نے فرمایا کل تک تو تھراں بڑک کو گالیاں دیتے تھے اور آج رو رہے ہو
اس نے کہا میری سخت کلامی ایسے شخص کے ساتھ تھی جو پہاڑ سے بھی زیادہ تھک رہا ہو
تھا۔ آج کے اہل فضل اہل شہادت بالاعداؤں سے بھی فضیلت وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دے۔

حضرت عائشہ
نے دفن کی
اجازت دی۔

مروان کی
فرمانت۔

اب حضرت حسینؑ جناب عائشہؓ کے پاس گئے۔ اور روضہ اقدس میں دفن کر سنے کی
اجازت مانگی۔ انھوں نے کہا میں غوثی سے اجازت دیتی ہوں۔ مگر جب جنازے کو گے
چلے تو مروانؓ نے یہی اثر تھا مرا سمہ ہوا اور کہا حسینؑ اور عائشہؓ دونوں غلطی پر ہیں۔
حضرت رسولؐ میں ہرگز نہیں دفن ہو سکتے۔ اس قبرے میں عثمانی کو تو نہ دفن ہونے دیا۔

خونریزی کا
ادب

اور اب حسینؑ کو دفن کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت حسینؑ نے یہ حال سنا تو اس نے رفیق کے مقابلے
کے لیے تیار ہوئے اور پیہما مار مار کر مروانؓ سے کہا کہ مروانؓ ہی قتال پر آمادہ ہو گیا۔ دم بھر
سارے دینے میں خبر ہو گئی۔ اور لوگ جوق جوق آئے لگے حضرت ابوہریرہؓ نے سنا تو
حسرت کے ساتھ کہا خدا کی قسم یہ ظلم ہے کہ حضرت حسینؑ روضہ رسولؐ میں نہ دفن ہونے دیں۔

ابوہریرہؓ
نے سنا تو

پھر حضرت حسینؑ کی خدمت میں دوڑ گئے انے اور رحم دلائی کہ آپ ہی طرح دیں اور کوشش
فرمائیں کہ جھگڑا نہ ہو۔ آپ کے مرحوم بھائی جن کے ایسے یہ کارروائی ہو رہی ہے وہ خود بھی
فرمان گئے تھے کہ روضہ اقدس میں نہ ہو سکے تو مجھے بقیع میں دفن کرنا۔ ابوالفضل کا بیان ہے کہ
حضرت اہل الموہبین عائدہ طے اگرچہ اجازت دے چکی تھیں۔ مگر خونریزی کا سامان دیکھ کر بوہیں روضہ
میرا حجرہ اور میری جائداد ہے۔ لہذا میں ہی دفن ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔ بہر حال یہ ایسی

باتیں تھیں کہ حضرت سیدنا ابراہیمؑ نے خاموشی اختیار فرمائی۔
آپؑ کی حضرات حسینؑ محمد بن حنفیہ اور عباس بن علیؑ نے غسل دیا اور کفن چھاکے جنازہ
تیار ہو گیا۔

عسل بنیو

بنی امیہ میں سے صرف متعبد بن عامر جنازہ پر تھے اس لیے کہ وہی شہر کے حاکم
تھے چونکہ نماز ٹھہرا اُن وقت حاکم ہی کا کام تھا اس لیے حضرت حسینؑ نے ان کو امامت
کے لیے آگے کر دیا لیکن ساتھ ہی ارشاد فرمایا۔ اگر یہ عام طریقہ نہ ہوتا تو میں نہیں نماز
نہ پڑھانے دیتا۔ نماز کے بعد آپ قیامت تک آرام لینے کے لیے قبیح میں حضرت یونسؑ
کے پہلو یا اپنی ماورئہ شمس کے آغوش میں ٹاڈا لیٹے تھے۔

نماز جنازہ

آپؑ کے پیار ہوتے ہی مروان نے جناب تنہا کو اطلاع کی اور انہوں نے حکم دیا
کہ جب تک آپؑ نماز میں مجھے ڈاک کے ذریعے سے روز روز کی حالت سے آگاہ کیا جائے
جس روز وفات کی خبر دمشق میں پہنچی ہے بڑی خوشیاں سنائی گئیں تنہا یہ سجدے میں گر پڑے
اور خضر اسے جو ایوان خلافت تھا بکیر کے نعرے بن ہوئے! رسالت بھی ہر گھر کے
اللہ اکبر کے نعرے سننے جانے لگے جن کو سن کر فاختہ بنت قریظہ نے وجہاً خدا آپؑ کو
ہمیشہ خوش رکھے۔ یہ کس بات پر صلہ ہے بلکہ یہ نہ ہو رہی ہے؟ کہا اس پر کہ حسینؑ بن علیؑ
دنیا سے مل بسے فاختہ بولی۔ تو خوشیاں ناظر بنت رسول اللہؐ کے بیٹے کے مرنے پر
میں؟ کہا امیر المومنینؑ کہ حسینؑ کی کسی کم کی سبکی کی جائے۔ یہ باتیں فقط اس لیے ہیں کہ
آج میرے دل کو چین آگیا۔

آپؑ کی نماز
سناؤ اور امام
کی خوشی

سجیم وں کا غلغلہ سن کر حضرت ابن عباسؑ روزے لگے جو غلط طریقہ کے حامی سے واپس آکر
دمشق میں ٹھہر گئے تنہا یہ نہ موت دیتے ہی پوچھا تم نے بھی سنا کہ تمہارے
خاندان میں کیا سانحہ ہو گیا؟ ابن عباسؑ بولے میں نے تو کچھ نہیں سنا مگر ہاں آپؑ کو شام
بکیتا ہوں اور بکیریوں کا غلغلہ سن رہا ہوں یہ کاشن پر غل نے انتقال کیا یہ سن کر ابن عباسؑ
کی زبان سے یہ آیت نازل ہوئی۔ اے محمدؐ کی وفات کے بعد تم کو کھوئے ہوئے تھے
ان کے موجود ہونے سے ہم رسول اللہؐ کی وفات کے بعد تم کو کھوئے ہوئے تھے

ابن عباسؑ
اور حجاز

ابن عباسؑ
کی خوشی

بعد ازاں فرمایا معاویہ۔ ندان کی قبر آپ کی قبر کو بند کر دے گی اور ندان کی عسہ کا کوئی حصہ آپ کی عمر میں شامل ہو جائے گا۔ اسنا کہا اور زار و قطار رونے لگے۔ بہر حال آپ کی وفات سے معاویہ کے دل کا یہ کانٹا نکل گیا کہ میرے بعد پھر خلافت حضرت علیؓ کے خاندان میں نہ چلی جائے۔

حضرت حسنؓ کی اولاد اور بیویوں کی تفصیل میں مورخین دہل سیر کو سخت اختلاف ہے۔ کتاب صفو میں ہے کہ پندرہ فرزند اور آٹھ بیٹیاں چھوڑ کے آپ دنیا سے جدا ہوئے۔ کتاب موالید دہل بیت میں لکھا ہے کہ گیارہ فرزند اور ایک صاحبزادی جن کے اسمائے مبارک حسنؓ ہیں۔ عبت اللہ، قاسم، حسن، دثنیٰ، زید، عمرو، عتید اللہ، عتد الرحمن، احمد، اسماعیل، خلیل، عمر، عقیل، امر، حسن، ایک اور روایت ہے ان کے علاوہ تین فرزندوں ابو بکر اور طلحہ اور عبد اللہ کے نام بھی ثابت ہوتے ہیں۔ مگر آپ کی نسل صرف تین فرزندوں قاسم، ابو بکر اور عبد اللہ سے دنیا میں باقی رہی۔

آپ کی بیویوں کا شمار اگرچہ نو سے تک بتایا جاتا ہے۔ مگر ان میں سے فقط تھوہ بنت نظول، فرزاریہ، عقیقہ بن مسعود کی بیٹی، عقیقہ بن مسعود کی بیٹی، طلحہ بن عبد اللہ کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ تھوہ حضرت حسنؓ کی بیٹی کی والدہ تھیں۔ زید اور امر حسنؓ عقیقہ بن مسعود کی بیٹی سے پیدا ہوئے۔ اور طلحہ کی والدہ ام اتھن شہور و محترم صحابی حضرت طلحہؓ کی صاحبزادی تھیں۔

آپ کی وفات کی خبر کوئے میں پہنچی تو تمام لوگوں کو بڑا صدمہ ہوا۔ غرضین شہر ایک جگہ جمع ہوئے اور سب کی طرف سے حضرت حسنؓ کی خدمت میں نائے تعزیت بھیجا گیا اور جعدہ بن ہیرہ نے جو شیعان علیؓ میں ممتاز تھا آپ کو لکھا ہم سب شیعان علیؓ اپنی جانوں کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ پھر آپ کو چھوڑ کے ادرسی کا ساتھ نہ دیں گے۔ یہیں آپ کے برادر محترم حضرت حسنؓ کی رائے جنگ و پیکار کے بارے میں معلوم تھی اور آپ کی رائے بھی معلوم ہے کہ اپنے وفادار جان شادوں کے حال پر مہربان دشمنوں کے نہایت مخالف۔ اور خدا کے معاملے میں نہایت سختی سے ثابت قدم ہیں۔ لہذا اگر آپ خلافت حاصل کرنا چاہتے ہوں تو ہمارے یہاں تشریف لائیے کیونکہ ہم اپنے نفسوں کو آپ پر منہ را کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت حسینؓ رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا۔ میرے جنت نشین بھائی کا معاملہ یہ ہے کہ خدا نے انھیں توفیق خیر دی اور حق پر قائم رکھا۔

ایسی وفات کی خبر کوئے میں۔

اہل کوکرا حضرت حسینؓ کو کہنا تھا۔

آپ کا نکاح۔

رہا میں تو میری ابھی یہ رائے نہیں ہے۔ خدا تمہارے حال پر رحم کرے اپنے وطنوں میں اسے قتل سے ٹھہرے رہو۔ گھروں کے اندر بیٹاؤ لو۔ اور جب تک معاویہ زندہ ہیں تمہیں لگانے سے بچو۔ ہاں اگر میری زندگی میں کوئی خاص واقعہ پیش آیا تو اس وقت میں تم کو اپنی رائے سے آگاہ کروں گا۔ والسلام

عرض حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی خلافت راشدہ کا خاتمہ ہو گیا اُس کے دوبارہ قائم ہونے کی کچھ امید بھی تھی تو آپ کی وفات کے ساتھ قطع ہو گئی حضرت حسین کو کوفہ کو لوٹنے کی اُسی وقت کھڑا کرنا چاہا تھا اگر آپ نے جناب معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور کوئی وجہ نہ تھی کہ اس بیعت کو توڑ دیں۔ مگر جب حضرت معاویہ کی وفات کے بعد تیزی سے کہ شرع اسلام کی توہین کرتے دیکھا تو شیعیان کوفہ کے اصرار پر آپ نے دعوائے خلافت کو دیا۔ اس وقت شیعیان کوفہ نے ہلا کر جیسی دغا بازی کی اور جس شہادت و سرور دہری سے پیش آئے اُس کو یاد کر کے دنیا نے اسلام ہمیشہ روئے اور خاتمہ کر کے لگی۔ اور دراصل یہ ماتم اکیلے حضرت حسینؑ کے مظلومی کے ساتھ شہید کیے جانے کا نہیں بلکہ مبارک اور اعلاء کلمۃ اللہ کرنے والی خلافت راشدہ کے فنا ہوجانے کا ہے جس کو کہ جس طرح خلافت راشدہ کی بکریں دنیا میں ہمیشہ زندہ رہیں گی اسی طرح اُس کے مٹنے کا صدور بھی کسی نہ بھولے گا۔

خلافت راشدہ کا خاتمہ

غلط نامہ

مباح اسلام

جلد دوم

صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ	صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ
لائے	لانے	۱۷	۶۵۷	صنائین	صنائین	۲۰	۵۲۱
روایت بھی ہے جو	روایت بھی ہے	۹	۶۶۰	نزاع	نزاع	۴	۵۲۹
آپ کے مخالفوں کی				خبر نہ ہوا	خبر نہ ہوا	۵	۵۳۶
بنائی ہوئی معلوم				حضرت ابوذر	حضرت ابوذر	۹	۵۴۹
چولی پہننے کی روایت				۳۳۳	۳۳۳	۹	۵۴۹
یہ ہے کہ	کر درم	۱۷	۶۶۸	جہاں تک ہے	جہاں تک ہو	۵	۵۷۸
برائے	برائے	۱۰	۶۶۹	کونے سے	کونے سے	۲۵	۵۸۰
نہ اس	نہ اس	۳	۶۷۲	مخالفت	مخالفت	۱۲	۶۰۲
غضب	غضب	۲۱	۶۷۵	خظلمہ	خظلمہ	۳	۶۱۰
جھگڑا ہوا تھا	جھگڑا ہوا تھا	۱۲	۶۷۶	خبر دینا شہر	خبر دینا شہر	۹	۶۳۴
اسی طرح سے	اسی طرح سے	۱۴	"	روایت	روایت	۱۳	۶۳۸
بنی ششم	بنی ششم	۱۰	۶۷۷	کی جانے گی	کی جانے گی	۵	۶۵۱
صوحان	صوحان	۲۴	"	بنی ثقیف	بنی ثقیف	۱۱	۶۵۲
اسی اثنا	اسی اثنا	۲۴	۶۹۷	اگر	اگر	۶	۶۵۷
مارا جاتا یا ایسا	مارا جاتا یا ایسا	۲۰	۷۰۱				

غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح
۶۰۴	۶	دبجہ	دبجہ	۸۲۷	۱۸	ہمراہ ہی	ہمراہ ہی
۷۰۵	۱۲	کیے جانے	کیے جانے	۸۳۵	۱۳	ذہل میں	ذہل میں
۷۱۶	۷	قریش	قریش	۸۶۳	۱۸	فاطمی	فاطمی
۷۳۹	۲۳	کرنا	کرنا	۸۸۲	۱۲	مکرر فرمایا	مکرر فرمایا
۷۵۲	۱۶	ہمیرہ	ہمیرہ	۸۹۱	۲۴	پیش آگے	پیش آگے
۷۶۶	۲۵	میں ہی	میں ہی	۸۹۵	۲	اس میں	اس میں
۷۷۸	۹	عمر میں	عمر میں	۹۰۸	۱۹	ہلاک	ہلاک
۷۸۳	۲۲	آپ بھی جانتے	آپ بھی جانتے	۹۱۳	۱۶	مقابل	مقابل
۷۹۷	۱۹	صفتی	صفتی	x	x	x	x

CALL No. ۲۹۷۵.۹ ACC. No. ۷۲۹.۲
 AUTHOR - مفتی محمد رفیع الرحمن
 TITLE - عقائد اسلام - ج ۱

۲۹۷۵.۹ ۷۲۹.۲
 ۱۳۲۸۵
 ۲۲

Date	No	Date	No.
۱۳۲۸/۱۲/۱۷	۱۷		
۱۳۲۸/۱۲/۱۷	۱۷		

EXPIRED TIME



MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.

